قیمت ۱-/۱۵۰ روپے

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ۷۷/۲۳

علامہ مشرقیؒ نے "حدیث القرآن" میں قرآنی آیات کے آگے سورۃ اور رکوع کے نمبر دیئے ہیں۔ لہٰذا سیاق و سباق کے لئے سورۃ اور رکوع نمبر کے تحت قرآنِ حکیم میں دیکھیں۔

دینِ اسلام کو عِلم اور حقیقت [illegible] پہنچانے کے لئے
میری آواز جو قرونِ اُولیٰ کے عملی اسلا[illegible] پہلی آواز تھی تَذْکِرَہ کی
پہلی جِلد تھی جو ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ [illegible] قرآنِ حکیم (جو اپنے الفاظ کے
لحاظ سے قطعی طور پر محفوظ ہے) اُمتوں کے [illegible] الم آرا قانون ہے جو سب قوموں
پر حاوی ہے اور پہلے مذاہب بھی اِسی قانون [illegible] وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے انسانی
شعور[*] کے مختلف مراحل میں انبیاء کی وساطت [illegible] گئے۔ اِس نقطۂ نظر سے
سب انبیاء کا پیغام ایک اور مسلسل تھا اور اُس [illegible] اُن کے زمین پر قائم رہنے
کا قانون بتدریج واضح کرنا تھا۔

یہ قانون تَذْکِرَہ کی پہلی جلد کے عربی او[illegible] ہر کر دیا گیا تھا اور
اِس کا علمی ثبوت ناقابلِ اِنکار دلائل کے ساتھ بقتی[illegible] م کی تعلیم کا یہ حِصّہ
ہر صاحبِ نظر کے لئے ایک حیرت انگیز انکشاف [illegible] ک انسان نے
اِس لئے نہیں سمجھی کہ مذہب کو آج تک انسان نے [illegible] آنِ حکیم کے بار بار
دعاوی کے باوجود کہ "خدا کی اَلْکِتٰب" جو بھیجی گئی تھی عِلم [illegible] م کو کسی قوم نے
عِلم یعنی حقیقت اور سائنس سمجھا۔ اگر یہ ہو جاتا تو مذہب بھی اور علو[illegible] قیقت کا بُلند درجہ
حاصِل کر لیتا اور سب دُنیا اِسی ایک حقیقت پر باقی علوم کی طرح متفق ہو جا[illegible] علق فرقہ بندی اور
تعصب بھی قطعاً دُور ہو جاتے۔ قرآن میں وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْ[illegible] الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ
[illegible] کا محاکمہ ہے۔ یعنی "انسان نے آپس میں بغاوت کر کے عِلم (اور حقی[illegible] کے بعد بھی گروہ بنا لئے"
اور یہی تاکید بار بار [illegible] میں ہے لیکن سُورۂ ہُود میں حت[illegible] آیت تمام دُنیا
کے انسانوں کے "ایک اُمّت" ہونے اور اُن کی وحدت مذہب کے متعلق [illegible] در یہ کہہ دیا ہے
کہ بنی نوعِ انسان کو پیدا ہی اِس لئے کیا گیا کہ ایک اُمّت بن کر رہے اور اگر الیہ[illegible] ہم مخلوقِ خدا

[*] ابتدا میں تو انسانی شعور اس قدر تھوڑا تھا کہ انسان یہ بھی نہ سمجھتا تھا کہ قوم کیا ہے اور اس کا عروج و زوال کیا ہے۔ اسی لئے پہلے مذہبوں میں اکثر صرف معاشرت کے ابتدائی اصول ہیں۔

سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ پ۱۲

ترجمہ:۔"اور اگر خُدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو ضرور بنی نوعِ انسان کو ایک اُمت بنا دیتا لیکن اِنسان (اپنی مرضی کے مالک ہوکر) ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہتے ہیں اِلّا وُہ لوگ جن پر خُدا کی رحمت ہو اور اِسی وحدت کے لئے خُدا نے انسان کو پیدا کیا (اور اگر یہ نہ ہوا تو) تیرے خُدا کا قول پُورا ہو کر رہے گا کہ مَیں ضرور جہنم کو تمام جن و انس سے بھر کر رہُوں گا۔"

ایک دوسری جگہ ہے:۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ پ۱۴

ترجمہ:۔"اور اگر خُدا اپنی مرضی کرتا تو ضرور تم کو ایک اُمت بنا دیتا لیکن وُہ جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم ضرور اپنے عملوں کے متعلق پرسش کئے جاؤ گے۔"

الغرض اگر مذہب اُمتوں کے عروج و زوال کا قانون ہے تو مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ اس عِلم کو پُورے طور پر سمجھنا کس قدر اہم شئے ہے اور رُوئے زمین پر انسان کا ایک اُمت ہو جانا اور مذہب کے بارے میں اختلاف نہ پیدا کرنا از رُوئے قرآن کِس قدر ناگزیر اور اس کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔ آج اِسی اختلافِ اقوام کے باعث جس قدر جلد جہنم اِنسانوں سے بھرا جا رہا ہے ہر صاحبِ نظر پر واضح ہے اور اگر دُنیا نے مذہب کو عِلم سمجھ کر سب قوموں کو ایک مذہب پر متحد نہ کیا تو اِس جہنم کی آگ کا روز بروز تیز تر ہوتے جانا اٹل ہے۔

لیکن وحدتِ اُمت یا بالفاظِ دیگر وحدتِ مذہب کا مسئلہ ایک بڑا کٹھن اور مشکل مسئلہ ہے جس کا حل زمین کی ترقی کے اِس مرحلے میں قریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ قرآن کو قانونِ خُدا ماننے والی اُمت کا فرض سردست اِتنا ہے کہ اپنی اُمت کے اندر سب قسم کے تفرقے مٹا کر اُسی طرح کی اُمت بن جائے جیسی کہ قرونِ اُولیٰ میں تھی اور اُس کے بعد اپنی طاقت میں نمایاں ہو کر اتحادِ عالم کی دعوت مسلسل طور پر تمام اقوامِ عالم کو دیتی رہے بلکہ تمام اقوام پر اپنی مادی قوت اور عمل کے زور سے غالب آکر رہے اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی مِصداق بن جائے، جس واحد غرض کے لئے آخری رسُول کو بھیجا گیا تھا، هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ پ۹

قرآن کی تعلیم کے اِس حِصّہ کی تشریح تذکرہ کی چھ ابتدائی جِلدوں میں ہے لیکن قرآنِ حکیم کی "پُوری کہانی" اِس قانونِ عرُوج وزوال کے علاوہ اور شئے بھی ہے اور وُہ شئے کائنات کی پَیدائش کا آخری مقصد انسان پر واضح کرنا ہے تاکہ انسان اپنی دُنیاوی ترقّی کے آخری مرحلوں تک پُہنچ سکے اور کائنات کی اِس عظیمُ الشّان چیستان کا حل سامنے آجائے۔ قرآنِ عظیم کا پیغام ظاہر ہے کہ اِس ہدایت کے بغیر مکمّل اور آخری نہیں ہو سکتا بلکہ یہی وُہ پیغام ہے جو قرآنِ حکیم کی تعلیم کا جزوِ عظیم ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا۔

قرونِ اُولیٰ کے مُسلمانوں پر قرآنِ حکیم کی تعلیم کا لُبِّ لباب اِس قدر واضح اور منطقی طور پر روشن تھا کہ وُہ قرنوں تک اِسی دُھن میں لگے رہے کہ خُدا کی زمین کو خُدا کے ماننے والوں سے پُر کر دیں۔ یہ ولولہ اِس قدر دِلوں میں گرمی پَیدا کرنے والا تھا کہ غلبہ دین اور جہاد بِالسّیف کے قرآنی حُکم کے بِالمقابل اِنسانی جان کی قدر و قیمت نہ رہی تھی۔ اِسی وحدتِ اُمّت، جہاد بِالسّیف، اطاعتِ امیر اور ایمان بِالآخرۃ کے یقین نے دینِ اِسلام کو لمحوں کے اندر اندر رُوئے زمین پر غالب کر دیا اور قریب تھا کہ بنی نوعِ اِنسان کی رُوئے زمین پر پَیدائش کا واحد مقصد بھی پُورا ہو کر رہے۔ اُدھر قدم قدم پر قرآنِ حکیم کا صحیفہ فِطرت کے بے مثال طلسم کی طرف توجّہ دِلانا اور اِسی فِطرت کو واحد برحق شئے قرار دینا قرونِ اُولیٰ کے مُسلمانوں کو جوق در جوق عِلمِ فِطرت کی طرف لے جا رہا تھا اور اُنہوں نے لمحوں کے اندر اندر دُنیا میں صحیح اور یقینی عِلم کی بُنیادیں ڈال دیں بلکہ دُنیاوی ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے کئی نئے عِلم ایجاد کئے۔ یہ دونوں منظر اگر کافی دیر تک اور قائم رہتے تو عرب کے آخری نبیؐ کی اُمّت کے سَر ہی انسان کی نجات کا سہرا رہتا! مگر بُہت جلد مُسلمانوں کی بے راہ روی اور مفسّرین اور عوام کی غلط بینیٔ قرآن نے اِس شرف کو مُسلمانوں سے چھین لیا اور مغرب کی قومیں جو اُس وقت تک اہلِ عرب کی چار سو برس کی تدریس و تعلیم اور مُسلمانوں کے عالم آرا غلبے اور حصُولِ علم سے متاثر تھیں، قانونِ خُدا کو مضبُوط پکڑنے میں خُود کامیاب ہو گئیں اور قرآنِ حکیم کی جلالی اور جمالی تعلیم کے دونوں ہیرے مغرب نے مُسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لئے۔

آج چُونکہ قرنہا قرن کی بدعملی اور ناراہ بینی کے باعث صِرف قرآنِ حکیم کی کتاب کے اوراق مُسلمان کے پاس رہ گئے ہیں اور قرآن کا ماحول موجُود نہیں رہا، مُسلمان قرآن کے بارے میں عجب پریشان ہے۔ ایک طرف اس کے سامنے اسلاف کے حیران کُن عملی اور علمی کارنامے اور دُوسری طرف کتابِ خُدا کی عجیب و غریب "پریشان خیالی" بلکہ صحیفۂ فِطرت کی طرح کی "بیکرانی" ہے۔ اِن دونوں باتوں پر مستزاد یہ کہ زمانۂ زوال کے قرآن حکیم کے متعلق ٹامک ٹوئیوں نے دینِ اسلام کی تصویر کو رنگ برنگ کر کے اِس کی تمام اصلیت مسخ کر دی ہے۔ یہ منظر اِس قدر دِلخراش ہے کہ مغربی اقوام کے

بالمقابل جو قرآنِ حکیم کی تعلیم کا تمام لُبِّ لباب اپنے وجُود کے رگ ریشے میں صدیوں سے جاری وساری کر چکے ہیں، اور حیران کُن طور پر آگے بڑھ رہے ہیں مُسلمانوں کی ترقی کی کوئی گنجائش اُس وقت تک باقی نہیں رہی جب تک کہ قرآنِ حکیم کی تعلیم کا تمام لُبِّ لباب از سرِ نو چند لفظوں میں مُسلمان کے سامنے پھر پیش نہ کیا جائے۔

"حدیث القرآن" میں جس کے معنی "قرآن کی بات" ہے، مَیں نے قرآن کی تمام بات اِس نقطۂ نظر سے چند لفظوں میں کہہ دی ہے۔ اور تذکرہ کی ضخیم دس جلدوں سے جو چھ سات ہزار بڑے اور نہایت باریک لِکھے ہوئے صفحات پر مشتمل ہیں، مُسلمانوں کو ایک حد تک بے نیاز کرنا چاہا ہے۔ مُسلمانوں کی یہ فرمائش مُجھ سے ایک بڑی مُدّت سے تھی اور قید کی فرصت میں ہی مَیں نے اس کو پُورا کرنا غنیمت سمجھا۔ مَیں نے "حریمِ غیب"، "دہ الباب" اور "ارمغانِ حکیم" میں شعر زدہ اُمّت کے سامنے گا گا کر بالآخر اِس چھوٹے سے باب میں اُس کی توجّہ اِس نثر کی طرف اس لئے بھی دلائی ہے کہ وُہ میرے کہے ہُوئے کئی شعروں کے مفہُوم کو سمجھ سکے، لیکن اُمّت کے ہوشمند اور نا شعر زدہ حصّے کو خطاب کرنا میری اِن تصانیف کا اصلی مقصد ہے۔

قرآن کے ہوشربا عِلم کے بالمقابل مغربی قوموں کا دُوسری قوموں پر زہرہ گداز غلبہ اور عِلم کے مَیدان میں اُن کی حیرت انگیز ترقیاں میرے نزدیک ابھی تک ہیچ اِس لئے ہیں کہ مَیں مغربی قوموں کو ابھی تک قرآنِ حکیم کے بتائے ہُوئے عِلم کے پاسنگ تک بھی پہنچا ہُوا نہیں دیکھتا۔ مُجھے یقین ہے کہ مغربی اقوام کا غلبہ اِس لئے ناپائدار غلبہ بلکہ منشائے ربّانی کے خلاف غلبہ ہے کہ اس میں انسانیّت کی چاشنی موجُود نہیں۔ مَیں دھڑلّے سے کہہ سکتا ہُوں کہ مغربی اقوام کا عِلم بھی قرآنِ عظیم کے مفہُومِ عِلم سے ابھی تک کوسوں دُور اِس لئے ہے کہ اُس میں اسلام کی رُوحانیّت کی چاشنی ہرگز نہیں۔ یہ دونوں مقام مَیں نے قرآنِ حکیم کی آیات میں خُدا کے ایک ایک کہے ہُوئے لفظ کو پُوری اہمیّت دے کر مطالعہ کرنے کے بعد اختیار کئے ہیں اور اِسی لئے میں سمجھتا ہُوں کہ کیا عجب ہے کہ زمین کی نجات بالآخر پھر "مُسلمان" کے ہاتھ سے ہی ہو کر رہے۔

مَیں نے "حدیث القرآن" کو مختلف عنوانوں کے ماتحت تقسیم کیا ہے تاکہ ہر عنوان کے ماتحت قرآنِ حکیم کا مقام اُس کے اپنے کہے ہُوئے چند لفظوں میں واضح ہو جائے۔ چُونکہ کسی بڑی تفصِیل یا تشریح کی گنجائش نہیں رکھی، لازم ہے کہ "حدیثُ القرآن" کے مطالعے میں قرآن کے کہے ہُوئے ایک ایک لفظ کو پُوری اہمیت ✱ دی جائے اور مُسلمان صِرف اُن لفظوں پر اور اُن آیتوں کے مُدّعا پر غور

✱ اگر یہ نہ ہُوا اور حدیث القرآن پڑھنے والے نے کم از کم میرے موٹے کئے ہوئے اور خط کشیدہ الفاظ، نیز میرے کئے ہوئے ترجموں پر پورا غور نہ کیا تو قرآن کی تہ تک پہنچنا محال ہو جائے گا۔

کرے۔ آیتوں پر غور کے بعد اُس پورے عنوان پر غور کرے۔ پھر ایک عنوان کو دُوسرے عنوان سے مربُوط کرنے کی سعی کرے، پھر تمام عنوانوں کو یکجا سامنے رکھ کر قرآنِ حکیم کے پُورے پروگرام پر غور کرے اور اُس نتیجے پر پہنچے جس پر "حدیث القرآن" کے آخیر میں پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مَیں نے قرآن کی صرف دُو سُورتوں یعنی سُورۃ سجدۃ ۳۲ اور سُورۃ جاثیۃ ۴۵ کا مربُوط ترجمہ "حدیث القرآن" میں پیش کیا ہے۔ مجھے حرص تھی کہ کئی سُورتوں کا ترجمہ بالخصوص سورۃ بقرہ کا مربُوط ترجمہ پیش کرتا اور اپنے دعوے کی دلیل میں تمام قرآن کو نہ صرف مربُوط بلکہ قرآن کے متعلق اُس کے اپنے دعوے کو قطعاً ناقابلِ ردّ کر دیتا، لیکن پھر وُہ "مختصر بات" نہ رہتی جو مدّنظر تھی۔ یہ سُورۃ بقرہ وُہی ہے جس کا مطالعہ حضرت عبدُاللہ بن عمرؓ نے آٹھ برس میں کیا تھا۔ اسی نقطۂ نظر سے مَیں نے جو کچھ کہا نہایت سادہ الفاظ میں اور کہانی کے طور پر کہا کہ باتوں باتوں میں قرآن سمجھ میں آجائے۔ مقصد صرف اِس قدر ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مُسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مُسلمانوں میں پَیدا ہو جائے اور وُہ آگے بڑھنے کے قابل ہوں یہی اُمید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب ہے کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی مُلک میں پَیدا ہو جائے۔

"حدیثُ القرآن" کی تصنیف از اوّل تا آخر قید خانہ میں ہوئی، ۳۰ مئی ۱۹۵۱ء کو اسے شرُوع کیا گیا اور دورانِ رمضان میں ہی ۱۹ جون ۱۹۵۱ء (یعنی کُل ۲۰ دنوں میں) اِس کا اکثر حِصّہ ختم ہو چکا تھا۔

۲۵ نومبر ۱۹۵۲ء

عنایت اللہ خان المشرقی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حدیثُ القرآن

قرآنِ حکیم میں عِلم کا مفہُوم

اِس موقع پر کہ ان تصانیف٭ میں کئی جگہ قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے، قرآنِ حکیم کے مطلب کو واضح کرنے کے لئے بعض اہم عنوانوں کے ماتحت آیاتِ قرآنی یکجا کر دی جاتی ہیں تاکہ نتائج کے استنباط میں آسانی ہو اور آیاتِ الٰہی کو قرآنِ حکیم میں بار بار دُہرانے کی عِلّت واضح ہو۔ اِس طریقِ کار سے قرآنِ حکیم کے عام لائحہ عمل کی بھی وضاحت ہو جائے گی اور مُسلمان کے سامنے ایک مستقل نصبُ العین اپنے فرائض کے بارے میں پیدا ہو سکتا ہے جو اس کے قلب کو مطمئن کر سکے۔ قرنِ اوّل کی نبوی تعلیم کا ماحول چُونکہ موجُود نہیں رہا، دینِ اِسلام کا مفہُوم بگڑ چُکا ہے، اور جس ترتیب سے وحی نازل ہُوئی وُہ بھی برقرار نہیں رکھی گئی، اِس لئے اب عام مُسلمان قرآنِ حکیم کے مطالعے سے اپنے لئے کوئی مستقل شئے اخذ نہیں کرتا اور جو پڑھتا ہے اُس کو روایتی عزت اور عقیدت سے دیکھ کر اپنا مُطالعہ ختم کر دیتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ مُسلمان قرآن حکیم کو پھر علمی بلکہ عملی نقطۂ نظر سے دیکھے، اِس کی بے پناہ طور پر حیران کُن صداقتوں کو پیشِ نظر رکھ کر میدانِ عمل میں گامزن ہو اور ایک دفعہ پھر دُنیا میں امتیازی مقام حاصل کرے۔

میری تمام پہلی اور موجُودہ تصانیف میں عِلم سے مُراد علمِ صحیفۂ فطرت ہے۔ قرآنِ حکیم کے نزدیک عِلم وُہ شئے ہے جس کو آنکھ نے دیکھا ہو، کان نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہو اور فوادِ قلب (یعنی ذہن) نے اُس کے دھوکہ نہ ہونے کی تصدیق کی ہو۔ سُورۂ بنیٓ اسرآءیل کے چوتھے رکُوع میں واضح کر کے کہ "یہ وُہ چیزیں ہیں جو خُدا نے تم پر بطورِ حِکمت وحی کی ہیں" ایک حکمت اِس طرح پر واضح کی ہے۔

وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا ۝ ۳۶

ترجمہ:۔ "اور اس شئے کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے عِلم نہیں (کیونکہ) بیشک تیرے کان اور آنکھ اور ذہن (فواد) سب سے اس شئے کے متعلق پُوچھا جائے گا۔"

اِس آیت سے صاف واضح ہے کہ جس شئے کی تصدیق اِنسان کے یہ تین اعضا کر دیں کہ وُہ عِلم ہے اور قرآن منع کرتا ہے کہ اس کے سِوا کسی اور شئے کی پیروی کی جائے۔ اِس حکمت کی رُو سے کسی شئے کو جس کی تصدیق صحیفۂ

٭ یعنی حریمِ غیب، ذۂ الباب اور ارمغانِ حکیم کی تصانیف میں جو دورانِ قید میں لکھی گئیں۔

فطرت نے نہ کی ہو علم کا بلند درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مافوق الفطرت سب باتیں گویا ظنّ ہیں اور قرآن حکیم اُن کے "پیچھے پڑنے" کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لحاظ سے وُہ تمام دریافتیں جو صحیفہ فطرت کے عالموں نے کی ہیں علم ہیں مثلاً علم ریاضی، علم طبعیات، علم طب، علم طبقات الارض، علم نجوم، علم تشریح الابدان وغیرہ وغیرہ بیسیوں علم جو فطرت کے مشاہدے سے اخذ ہوئے ہیں۔ باقی جو علوم دُنیا میں رائج ہیں وُہ خوشامد کے طور پر علم کہے جاسکتے ہیں لیکن وُہ فی الحقیقت ظنّ ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی جہاں لفظ علم یا اس کے مشتق واقع ہُوئے ہیں، انہی معنوں میں ہیں۔ (فُؤَاد اور قَلْب کے صحیح مفہوم کے متعلق آگے صفحہ ۱۰۹ پر آیت ۱۷۱، ب دیکھیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ عرب کے نزدیک ذہن اور "دِل" ایک شئے ہیں)

اِس موقع پر یہ بھی لائقِ ذکر ہے کہ ہزارہا برس تک یورپ (جو اس وقت علم کا گہوارہ ہے) انسان کے ظُلم کے باعث بیسیوں قسم کی ظنّیات میں مُبتلا رہا حتیٰ کہ سولہویں صدی میں یورپ کے بعض عالموں نے (قرآن حکیم کے نازل ہونے کے کامل ایک ہزار برس بعد اور اہل عرب کی علمی ترقیوں سے متاثر ہو کر) قریباً انہی لفظوں میں جو اُوپر کی آیت کے ہیں اعلان کیا کہ وُہی شئے سچ ہے جس کی تصدیق آنکھ، کان اور ذہن کر لیں۔ باقی سب غلط وہم اور گمان ہے۔ اِس اعلان کے بعد سے یورپ کی نشاۃِ ثانیہ یعنی وہ عروج شروع ہوا جو آج اُس کو حاصل ہے۔

اختصار کے لئے ہم مضمون آیتوں کو پاس پاس اور متقابل اِس لئے بھی کر دیا ہے کہ قرآن کا طالب العلم اِس حیرت انگیز کتاب میں عدمِ اختلاف کا بھی قائل ہو۔ قابلِ غور الفاظ کو اکثر جگہ جلی کر دیا ہے اگرچہ قرآنِ حکیم کا ایک ایک لفظ قابلِ غور ہے۔

۳۰ رمئی ۱۹۵۱ء

المشرقی

مقامِ اِنسان*

کائنات کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے پہلی شئے جو جاننے کے لائق ہے یہ ہے کہ اِنسان کا اِس کائنات میں مقام کیا ہے۔ اِس مسئلے کے سِلسلے میں اِنسان ہزار ہا سال تک صحیفۂ فطرت کی مختلف اشیاء سے مرعوب ہو کر اُن کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ انبیاء نے اِنسانی زِندگی کے مختلف مراحل میں خُدا کے وجود کا احساس دِلایا مگر اِنسان کے سمع و بصر اور ذہن کے ابتدائی حالت میں ہونے کی وجہ سے یہ تخیّل اکثر نقش بر آب رہا۔ حضرت مُوسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمتیں خُدا کے وجُود سے کافی طور پر آشنا رہیں اور بمقام الذِکر نبی نے تورات میں اِنسان کو خُدا کا مماثل بھی کہا مگر یہ اُمتیں بھی بہت جلد وہم و جہالت میں پھنس گئیں اور اِنسان کا اِس کائنات میں صحیح مقام واضح نہ ہو سکا۔ قرآنِ حکیم نے تمثیلی طرزِ کلام میں اِنسان کا مقام اِس دُنیا میں سب سے پہلے حسبِ ذیل بلیغ اور معنی خیز الفاظ میں واشگاف کیا۔

(۱) اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۲/۳۰

(۱) جب خُدا نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین پر اپنا قائم مقام مقرر کرنے والا ہوں اُنہوں نے کہا کیا تو ایسی نسل کو خلیفہ مقرر کرے گا جو اِس میں فساد مچائے گی اور خُون گرائے گی حالانکہ ہم تیرے پُورے فرمانبردار ہیں۔ خُدا نے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ کیوں اِنسان اِس کے لئے زیادہ موزوں ہے، اور میں جانتا ہُوں۔

(۲) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ ۲/۳۲

(۲) پھر خُدا نے اِنسان کو بصیرت دی کہ فطرت کی کُل اشیاء کو سمجھ سکے پھر فرشتوں کی تسلی کیلئے کہا تم مجھے سمجھاؤ کہ یہ کیا چیزیں ہیں اگر تم اِس مرتبے کے اہل ہو، فرشتوں نے کہا ہمیں تو کوئی علم ہی نہیں ماسوا اِس کے جو تُو نے ہمیں سمجھایا، بے شک تُو ہی علیم و حکیم ہے۔

(۳) قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ ۲/۳۳

(۳) پھر اِنسان کو کہا کہ اِن اشیاء کی حقیقت فرشتوں کو بتاؤ، پھر جب اِنسان نے اُنکی حقیقت بتائی اور وُہ پھر سمجھ نہ سکے تو خُدا نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں سب کچھ اندرونی طور پر جانتا ہُوں اور جانتا ہُوں کہ تمہاری ظاہری اور باطنی فضیلتیں کیا ہیں۔

مُراد یہ ہے کہ فرشتوں کے پاس وُہ اعضاء ہی نہ تھے جس سے وہ فِطرت کو سمجھ سکتے، اِس لئے وہ خُدا کے قائم مقام کیا بنتے۔ اُن کی تسلی کر دی کہ تُم اِس مرتبے کے لائق نہیں۔ یہ کم بخت اِنسان ہی اِس کا اہل ہے جو خُون گراتا اور

* قرآنِ حکیم کو کماحقہٗ سمجھنے کے لئے طالبِ علم کو سب سے پہلے صفحہ ۲۷۳ کے مضمون "بلندی نگاہ" کا مطالعہ کر لینا چاہیئے۔ تمام تصنیف کو پڑھنے کے بعد اِس کا دوبارہ مطالعہ زیادہ مفید ہو گا۔

* یہ تینوں ترجمے قرآنی آیتوں کے لفظی ترجمے نہیں بلکہ صحیح مفہوم ہے۔ حضرت آدم نے کوئی فساد نہ کیا تھا نہ خون گرایا تھا اِسلئے یہ کہانی نسلِ انسانی کی ہے اور تمثیلی ہے، حضرت آدم کی نہیں۔

فساد مچا تا رہتا ہے۔ تم تسبیح و تقدیس میں ہی لگے رہو کیونکہ تمہارے پاس نافرمانی کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔ یہی صاحبِ سمع و بصر، صاحبِ ذہن انسان اِس کا اہل ہے کہ میری زمین میں جاکر میرا قائم مقام بنے۔ وہاں جاکر کچھ سمجھے گا، کچھ سوچے گا، کچھ دیکھے گا، تم بیچارے وہاں جاکر کیا کروگے۔ غرض فرشتوں کی کوئی بڑی حیثیت انسان کے مقابلے میں نہیں۔ وہ معلوم ہوتا ہے "خدا کی مقرر کردہ بے پناہ قوتیں" ہیں جن کے عظیم الشان ہونے میں کچھ شک نہیں لیکن آنکھ، کان اور ذہن جیسے عظیم الشان ہتھیار اُن کے پاس نہیں! انسان کی فضیلت انہی اشیاء کے باعث ہے جو خلاقِ فطرت نے اِن کو دی ہیں۔

(۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ۹۵/۱

(۴) بیشک انسان کو ہم نے اُسکے اعضائی بہترین درستی کیساتھ پیدا کیا۔

(۵) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝ ۱۷

(۵) ہم نے انسان کو بڑی عزت دی اور اُس کو خشکی اور تری کا مالک بنایا، اُسکو بڑی بڑی عمدہ چیزیں استعمال کیلئے دیں اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی اس میں سے اکثر سے وہ بڑھا ہوا ہے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے بھی بہتر مخلوق اِس کائنات میں موجود ہے۔ خدا جانے وہ کیا ہوگی کس ستارے میں ہوگی؟ اُن کے آنکھ، کان اور ذہن بھی ہوں گے یا نہیں؟ کیا ہماری طرح کے جسم ہوں گے یا نہیں؟ الغرض ابھی انسان کو ذرا معلوم نہیں کہ اُوپر کیا ہے۔ تیرہ سو ستر برس پہلے کا قرآن دیکھو، کس دھڑتے سے دعوےٰ کر رہا ہے۔ کیا یورپ کا ذہن اُس وقت اِس دعوے تک پہنچ سکتا تھا؟

کیا یہ ممکن ہے کہ کروڑ در کروڑ ستارے جو زمین بلکہ زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑے سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑے ہوں بے آباد ہوں اور جب وہاں ہوا بھی نہیں تو وہاں کی مخلوق ہماری طرح کی کس طرح ہو سکتی ہے؟۔

(۶) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ۲

(۶) ہم نے فرشتوں کو کہا کہ انسان کے آگے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، لیکن شیطان اکڑا اور انکار کیا اور کافر ہوا پھر انسان کو کہا تو اور تیری بیوی الجنۃ میں رہو اور جو مزیدار چیزیں ہیں کھاؤ لیکن اِس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ (غور کرنے کا مقام ہے کہ انسان کے متعلق خدا کے اِس "کہانی" کو بیان کرنے کا کیا مقصد تھا)

خدا ویسے تو سوائے اپنے کسی کو "سجدے" کا حکم نہیں دیتا یہاں کیوں دیا؟ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ ذی رُوح انسان والا سجدہ نہیں تھا بلکہ مُراد یہ تھی کہ یہ غیر ذی حس فرشتے انسان کے تابع ہو کر رہیں گے۔ گویا وہ "خدا کی مقرر کردہ بے پناہ قوتیں" جن کا ذکر اُوپر ہوا ایسی ہیں کہ انسان ان کو تابع اور فرمانبردار کر سکے۔ یہاں واضح کر دیا ہے کہ سب "فرشتے" سجدہ کر سکتے ہیں بلکہ اُنہوں نے سجدہ کیا! صرف ایک فرشتہ اکڑا یعنی شیطانی طاقت جو انسان کو ہر لحظہ

راہِ راست سے بھٹکاتی رہتی ہے۔ اُس طاقت نے کہا کہ مَیں ہرگز ہرگز اس انسان کے تابع بن کر نہ رہوں گا۔
پھر چُونکہ انسان کو "الجنّۃ" میں رکھنا مقصودِ الٰہی نہ تھا، اِس پر پابندی لگادی کہ باقی سب کچھ کھاؤ پیو لیکن اِس درخت کی طرف نہ آؤ۔ معلوم نہیں یہ درخت کیا تھا؟ بہر نوع ہمیں کُریدنے کی کیا ضرورت ؟ ۔

(۷) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ۲

(۷) پھر شیطان نے انسان اور اس کی بیوی دونوں کو پھُسلا کر جنت سے نکلوا دیا تو ہم نے بھی کہا نکلو! تم ایک دُوسرے کے دشمن ہو، جاؤ ایک وقت تک زمین میں رہو۔ پھر انسان نے پچھتاوا کیا اور فریاد کرتا رہا تو کچھ تھوڑی بہت فریاد بھی خُدا نے سُن لی اور کہا کہ نکلو سب نکل جاؤ لیکن مَیں زمین میں تمہاری نسل کو ہدایت بھیجا کروں گا اور اگر تم نے اُس کو مانا تو پھر سزائیں نہ بلا کریں گی اور تم بے خوف و حزن وہاں رہو گے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان صرف زمین پر رہتا ہے اور ستاروں میں اُس کا دخل نہیں اور یہ کمبخت صرف انسان کے پیچھے لگا ہے۔ ایک وقت تک یہ انسان اور شیطان زمین پر رہیں گے۔ پھر نہ معلوم کیا صورت ہو۔ شائد انسان کسی اور جگہ اپنا ڈیرہ لبالے یا شیطان کو زمین سے ہی باہر نکال دے۔ یہ وقت شائد انسان کی مکمل ہدایت اور ارتقاء کا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اِن سب آیتوں سے انسان کا اِس دُنیا میں مقام واضح ہو جاتا ہے کہ وُہ خُدا کی جگہ اِس زمین پر پُر کرنے والا ہے، مسجُودِ ملائک ہے، احسن تقویم میں ہے، اِس سے بہتر آبادی بھی کسی اور جگہ موجُود ہے، اِس کو خود سیدھی راہ معلوم نہیں لیکن ہدایت پر چلے تو وُہ بے خوف و بے حزن ہو سکتا ہے، سب فطرت کی طاقتیں اِس کے آگے سجدہ کرتی ہیں، وُہ صاحبِ ارادہ ہے اِس لئے اُس نے نافرمانی بھی کی اور سزا بھی پائی ورنہ الجنّۃ میں جو چاہتا کھاتا پیتا اور مزے سے رہتا۔ اِس کے بعد انسان کی ممکنات کے بارے میں سُورۂ دہر ۷۶ میں ہے ۔

(۸) هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ ۷۶

(۸) ایک وقت زمانے میں انسان پر کیا ایسا بھی آیا کہ وُہ کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہ تھا ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا کہ اُسکی آزمائش کریں، اور اُسکو بہت بڑا سُننے والا اور بہت بڑا دیکھنے والا بنایا۔ راستہ اُس کو دکھا دیا ہے اب وُہ اِس کی قدر کرے یا اِس سے انکار کر دے۔

مقصد اِس سے یہ ہے کہ سمع اور بصر کے ذریعے وُہ خُدا کے اوصاف (یعنی سمیع اور بصیر ہونا)

حاصل کر سکتا ہے پھر اسی فطرت سے وُہ اپنا رستہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ علمی ترقیوں نے اِنسان کو روز بروز زیادہ سمیع اور زیادہ بصیر ضرور بنا دیا ہے لیکن قرآنِ حکیم کی بلند نظری دیکھو تیرہ سو ستر برس پہلے کہاں تھی! کیا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ کے الفاظ سے واضح نہیں کہ اِنسان نے بے حقیقت خوردبینی حیوانوں سے ارتقاء کیا ہے؛ مقامِ اِنسان کے سِلسلے میں حسبِ ذیل آیات مزید روشنی ڈالتی ہیں ۔

(۹) ا۔ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُۥ سَٰجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّآ إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَٰفِرِينَ ۝ ۳۸

(ب) قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ ۳۸

(۹) ا۔ خُدا نے فرشتوں کو کہا کہ مَیں اِنسان کو مٹی سے پیدا کر رہا ہوں، پھر جب اُسکو دُرست کر لُوں اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دُوں تو تم اُسکے آگے سجدہ کرنا تو سب نے سوائے شیطان کے سجدہ کِیا اور وُہ اکڑا اور کافر ہو گیا۔ (یہاں صاف ظاہر ہے کہ انسان کی مخلوق کا "دُرست" کرنا اور خُدائی رُوح کا اُس میں "پھونکنا" کوئی بڑا ہی مرحلہ ہو گا)

(ب) شیطان سے پُوچھا گیا کہ جس شئے کو مَیں نے اپنے ہاتھ سے بنایا تو کیوں اُس کو سجدہ نہیں کرتا۔ کیا تو باغیوں میں سے ہے یا تجھے اکڑ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ مَیں آگ سے پیدا ہُوا ہُوں اور وُہ مٹی سے، اِس لئے مَیں بہتر ہُوں ۔ اِس پر خُدا نے کہا تو یہاں سے چلا جا اور تجھ پر تا قیامت لعنت ہو گی۔ اُس نے کہا کہ مجھے تا قیامت مہلت دے، یہ مہلت دے دی گئی پھر اُس نے کہا کہ تیری عزت کی قسم مَیں اِنسان کو سوائے تیرے حُکم ماننے والے مخلص بندوں کے سب کو پھسلا دُوں گا۔ جواب مِلا کہ ہم تجھے اور باقی سب کو جہنّم سے بھر دیں گے۔ (یہ آخری الفاظ آگے چل کر آیت (۲۶)۔ ا میں بھی آئیں گے) فتدبّر۔ دیکھو صفحہ ۱۹

اِن آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اِنسان میں خُدا کی رُوح پھونکی گئی ہے۔ گویا وُہ ترقی کر کے خُدائے عزّ وجلّ تک کے اوصاف حاصل کر سکتا ہے۔ وہ مٹی سے پیدا ہُوا ہے جو علمی طور پر آج بھی درُست ہے۔ نیز یہ کہ شیطان کی پیدائش آگ یعنی گرمی سے ہے اور شائد یہی اِنسان کی گرمی اُس کو راہِ راست سے ہر دم بھٹکاتی رہتی ہے۔ فتدبّر

کافی زیادہ وضاحت کے ساتھ یہی بات سُورہ اعراف میں ہے۔

(۱۰) وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ○ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ ۷:۱۱

(۱۰) اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں (موجودہ) صورت میں لائے، پھر فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا اور وہ تیار نہ تھا۔ کہا کہ جب حکم ملا ہے تو کیوں سجدہ نہیں کرتا؟ کہا میں انسان سے اچھا ہوں، مجھے تو نے آگ سے اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا۔ خدا نے کہا تو پھر جنّت سے نکل، تجھے شایاں نہیں کہ یہاں اکڑتے، نکل جا کہ تو ذلیل ہے۔ کہا مجھے یومِ قیامت تک کی مہلت دے۔ خدا نے کہا بہت اچھا۔ شیطان نے کہا تو نے جو مجھے خراب کیا تو میں اب تیرے سیدھے رستے پر روک کے طور پر کھڑا رہوں گا۔ پھر سامنے، پیچھے، دائیں بائیں سے آکر انہیں بھٹکاتا رہوں گا اور اکثر کو تو اپنا قدردان نہ پائے گا۔ تو خدا نے کہا یہاں سے ذلیل اور اوندھے منہ نکل۔ جو تیری پیروی کرے گا تو تم سب سے جہنّم کو بھر دوں گا۔ (خدا کے سامنے ابلیس کے اِس گستاخانہ کلام اور لب و لہجہ کا منشا ہر صاحبِ نظر اور ذوقِ سلیم پر واضح ہونا چاہیئے)۔

اِس آیت سے صاف یقین ہو جاتا ہے کہ آدم کا لفظ نسلِ انسانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور مُلّائی تخیّل کہ یہ سوال جواب حضرت آدمؑ سے ہوئے غلط ہے۔ (اس کی واضح دلیل لفظ ثُمَّ سے ظاہر ہے۔ یعنی پہلے انسان کو پیدا کیا، پھر موجودہ صورت بنائی، پھر جب وہ نسل رُوئے زمین پر پھیل گئی تو "فرشتوں" کو کہا کہ اِس انسان کے آگے سجدہ کرو) اِس آیت سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ موجودہ اِنسان کے آباء و اجداد کی صورتیں اور تھیں اور موجودہ صورت اور ہے۔ یہ تحقیق طبقات الارض کے عالموں نے بڑے زور شور سے کی ہے اور حیرت انگیز طور پر صحیح ہے۔ اِس کی تائید قرآنِ حکیم کی اِس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ بلکہ اِس کے بعد ایک اور آیت سے یہ بھی روشن طور پر ثابت ہے کہ انسان آئندہ بھی اس سے بلند تر مخلوق ضرور بنایا جائیگا۔

(۱۱) ا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ○ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ ۷۱:۱۴

(۱۱) ا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے عزت کی اُمید نہیں رکھتے حالانکہ اُس نے تم کو کئی پیدائش کے مرحلوں (لفظی طریقوں) سے گذار کر پیدا کیا۔

(ب) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○ ۸۴:۱۹

(ب) تم ضرور ایک طبقے سے دُوسرے طبقے تک چڑھتے جاؤ گے۔

دلیل یہ ہے کہ انسان بڑی مشکل سے اپنی پیدائش کے اس مرحلے اور اس احسن تقویم پر پہنچا۔ دُوسرے حیوانات آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے کروڑہا سالوں میں انسانی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں تک پہنچے۔ (اس سلسلے میں دیکھو تذکرۂ صفحہ ۱۱ تا ۳۷ جہاں مسئلۂ ارتقاء کو نہایت تفصیل سے واضح کیا گیا ہے) اس لئے جب اتنی مشکل کے بعد انسان پیدا ہُوا تو کیوں خدا سے اور زیادہ عزت کی اُمید نہیں رکھتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی بلند تر پیدائش کے مرحلوں تک پہنچ سکتا ہے (دیکھو اس سلسلے میں ۱۰۱ تا ۱۰۶ و صفحہ ۵۸، ۵۹

۲۔ مقامِ فطرت

(۱) صحیفۂ فطرت ہی واحد حقیقت ہے!

حیرت ہوتی ہے کہ سچائی کے موجودہ مُلّائی اور صُوفیائی تخیّل کے خلاف قرآنِ حکیم میں (خدا اور قرآن وغیرہ کو چھوڑ کر*) صرف ایک شئے ہے جس کو بار بار اور نہایت تاکید کے ساتھ "حق" یعنی سچائی کہا گیا ہے اور وُہ صرف خُدا کی بنائی ہُوئی فِطرت ہے۔ یہ حقیقت اِس اصرار اور تکرار کے ساتھ واضح کی گئی ہے

---

* حق کا استعمال خُدا کے بارے میں حسبِ ذیل جگہوں پر ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ۲۲/۶۲ و ۳۱/۳۰ حج و لقمان (ترجمہ: یہ اس لئے کہ درحقیقت خدا ہی سچائی ہے) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۲۴/۲۵ (ترجمہ: بیشک اللہ ہی کھُلی سچائی ہے) قرآن حکیم کے بارے میں لفظ "حق" کا استعمال حسبِ ذیل جگہوں پر ہے: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۵۱/۲۳ (ترجمہ: زمین و آسمان کے خُدا کی قسم یہ قرآن یقیناً حق ہے جس طرح تُم بول رہے ہو۔ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۶۹/۵۱ (ترجمہ: یہ قرآن یقینی طور پر حق ہے)۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۳۹/۴۱ (ترجمہ: ہم نے تجھ پر لوگوں کے لئے قرآن حق کے ساتھ اُتارا)۔ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ ۳۷/۳۷ (ترجمہ: بلکہ وُہ (یعنی رسُولؐ) حق لے کر آیا) بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۳۲/۳، وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۴۷/۲ (بلکہ وُہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے)۔ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۲/۱۴۹ (ترجمہ: بے شک وُہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے)۔ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۱۰/۹۴ اور قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۱۰/۱۰۸ اور وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۱۷/۱۰۵ میں قریب قریب ایک ہی معنے اور بالحق کے الفاظ دو دفعہ ہیں۔ ایک جگہ انبیاء کو حق کہا ہے۔ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۷/۴۳ ایک جگہ قیامت کے وزن کو حق کہا ہے وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۷/۸ ایک جگہ موت کے نشے کو برحق کہا ہے۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۵۰/۱۹ ان موقعوں کے سوا باقی تمام موقعے صحیفۂ فطرت کو برحق کہنے کے ہیں۔ فتدبّر

کہ مسلمانوں کا زوال کے زمانے سے اس کو قطعی طور پر نظر انداز کر کے خُدا کی بنائی ہوئی فطرت کو لاشئے اور دُنیا کو مُردار سمجھنا اِس امر کا ثبوت ہے کہ قرآن اُس وقت تک متروک و مہجور ہو چکا تھا۔ اِسی فطرت کو نظر انداز کرنے سے موجُودہ اسلام میں جھوٹ، وہم ظن اور گمان اِس قدر شامل ہو گئے کہ اب دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ قلندری، فقیری، صُوفیائیت، پیری مُریدی، مجذُوبیت اور مکر و فریب کے تمام جال جو لوگوں نے حقیقت یا غیبُ دانی کے نام سے پھیلا رکھے ہیں اِس باعث سے ہیں کہ مُسلمان کو عِلم نہیں رہا کہ از رُوئے قرآنِ حکیم حقیقت کیا ہے اور حق کے بارے میں خُدائے عزّوجل کی تصدیق کس شئے پر ہے۔ حسبِ ذیل چودہ[۱۴] موقعوں پر قریباً ایک ہی مضمون ہے جو انتہائی غور کے قابل ہے:۔

(۱۲) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ۱۶/۳

(۱۲) آسمانوں اور زمین کو خُدا نے سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔ وُہ اُس شئے سے بُلند ہے جو لوگ اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

(۱۳) خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۲۹/۴۴

(۱۳) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا، بے شک اس میں ایمان والوں کیلئے ایک بڑا اشارہ ہے۔

گویا اوّل، فطرت کی حقیقتِ پیدائش خُدا ہے اور پیدا کردہ شئے پیدا کرنے والے کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتی۔ دوئم:۔ اسی فطرت میں ایمان والوں کے لیئے بڑا میدانِ عمل ہے۔ (مقابلہ کرو، اس آیت کا (۳۴) سے صفحہ (۲۹)):۔

(۱۴) مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ۴۶/۳

(۱۴) ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُس کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر سچائی کے ساتھ اور ایک وقتِ مقررہ تک۔

گویا تمام مخلوق کو بھی جو دونوں کے درمیان ہے سچائی میں شامل کر لیا ہے اور بتلا دیا کہ یہ کارخانہ وقتِ مقررہ تک ہے۔

(۱۵) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ۶۴/۳

(۱۵) آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور تمہیں شکل دی پھر بہترین شکل بنائی اور جانے کی جگہ تو وہی خُدا ہے۔

گویا اگر حقیقت کے متلاشی ہو تو اُسی کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے حقیقت مل سکتی ہے اور کسی جگہ سے نہیں ملے گی۔ نیز یہ کہ انسانی تقویم بہترین تقویم ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ آخر اپنے عملوں کا امتحان تو خُدا کے پاس جا کر ہو گا۔

(۱۶) وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ۴۵/۲۲

(۱۶) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور یہ اس لئے کہ ہر شخص کو جو وُہ کوشش کرے اُس کا بدلہ دیا جائے گا اور انسان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

گویا جو شخص فطرت کی حقیقت کو بناء قرار دے کر عمل کرنے کی کوشش کرے گا اُس کو اُس کی پُوری اُجرت ملے گی۔ کیا تمام دُنیا کی زندہ قوموں کو اس کی جزا نہیں مل رہی۔ وائے افسوس کہ بعد کے مُسلمان کس گمراہی کی طرف

چلے گئے ... میں اس سے بھی زیادہ واضح طور پر ہے :-

(۱۷) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۙ ﴿ ۱۴ ﴾

(۱۷) کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ خُدا نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا، اگر وُہ مناسب سمجھے تو تمہاری نسل کو ختم کر کے ایک نئی پیدائش لا سکتا ہے۔

اللہ اللہ! یہاں تو دھمکی معلوم ہوتی ہے کہ اگر تم انسانوں نے اس حقیقت کی پُوری قدر نہ کی تو کیا عجب ہے کہ تمہاری نسل ہی ناپید کر کے بہتر نسل لے آئے جو اِس حقیقت کو پُورے طور پر دریافت کرے!

(۱۸) وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ ﴿ ۱۵ ﴾

(۱۸) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ایک حقیقت پیدا کیا اور یاد رکھو کہ (امتحان کا) وقت ضرور آنے والا ہے پس اس مُہلت تک پُورے طور سے درگذر کرو۔

گویا اِس حقیقت سے جس قوم نے فائدہ نہ اُٹھایا اُس کو ذلت نصیب ہو کر رہے گی سُورۂ زُمر ۳۹ میں ہے۔

(۱۹) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّہَارِ وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿ ۳۹ ﴾

(۱۹) آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا، وُہ رات کو دِن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُس نے چاند اور سُورج کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے یہ سب کارخانہ ایک وقتِ مقرر تک جارہا ہے خبردار رہو کہ وُہ خدا بڑا غالب اور بڑا پردہ ڈالنے (مہلت دینے) والا ہے۔

(۲۰) وَہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ وَیَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۚ ﴿ ۶ ﴾

(۲۰) اور وُہ وُہ خُدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا اور جب وُہ کسی دِن کہے گا کہ ہو جا تو وُہ ہو جائے گی۔

گویا اس کے علاوہ اور حقیقتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں، اُس کے کُنۡ کہنے کی دیر ہے۔

(۲۱) ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿ ۱۰ ﴾

(۲۱) اور وُہ خُدا ہے جس نے سُورج کو شعلہ بنا دیا ہے اور چاند کو نُور اور اُس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سنوں کی گنتی کر سکو اور حساب کر لو، خُدا نے یہ پیدا نہیں کیا مگر ساتھ حقیقت کے، اِن اشاروں کو علم والی قوم کے فائدے کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

یہاں صاف اشارہ ہے کہ صحیفۂ فطرت سے انتہائی علم حاصل کر کے ترقی کے بامِ بُلند پر چڑھو اور سُورج کی روشنی کو ضیاء اور چاند کی روشنی کو نُور کہہ کر دونوں کے درمیان فرق بتلایا ہے کہ ایک اصلی شعلہ ہے اور دُوسرے نے محض اُس کی شعاع لے کر چمک حاصل کی ہے! تیرہ سو ستر برس پہلے جبکہ تمام دُنیا جہالت میں ڈُوبی ہوئی تھی یہ فرق بتانا حیرت انگیز ہے۔ یَعۡلَمُوۡنَ کے معنی بھی صاف ہو گئے کہ علم صرف علمِ فطرت ہی ہے۔

(۲۲) اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ لَکٰفِرُوۡنَ ○ ۳۰:۸

(۲۲) کیا لوگوں نے اپنی ساخت پر غور نہیں کیا اور اِس پر کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے اور ایک مقررہ وقت تک' اور باوجود اس کے لوگوں میں سے بہت سے اِس بات سے منکر ہیں کہ وُہ اپنے پیدا کرنے والے سے ایک نہ ایک دِن مُلاقات کریں گے۔ (گویا مُلاقاتِ ربّ اِنسان ہی کو بجتی ہے)

یہاں پر ایک باریک اشارہ اِس امر کی طرف ہے کہ فِطرت کی تمام اشیاء جو پیدا کی گئی ہیں حقیقت پر مبنی ہیں اور اِنہی حقائق پر تفکّر اور اِن کی کماحقہٗ تلاش کا نتیجہ مُلاقاتِ ربّ ہے جو لامحالہ اُن سے خُدا کرے گا جو ایسا کریں گے لیکن اکثر لوگ اِن امُور کی طرف متوجّہ نہ ہونے کے باعث مُلاقاتِ ربّ سے مُنکر ہیں۔

اِس طریقے سے فِطرت کو حقیقت کہنے کے علاوہ ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے۔ وُہ یہ کہ یہ فِطرت ہم نے کھیلتے کھیلتے نہیں بنائی۔

(۲۳) وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ○ ۲۱:۱۶

(۲۳) اور ہم نے آسمان اور زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔

(۲۴) وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ○ مَا خَلَقۡنٰہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ ۴۴:۳۹

(۲۴) اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو اُن کے درمیان ہے، کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔ ہم نے اُن کو نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے' لیکن اکثر لوگ اِس کا علم نہیں رکھتے (گویا خُدا کو دُھن لگی ہے کہ اِنسان اِس کا علم حاصل کرے جو اُس نے بنایا ہے تاکہ اُس کو پہچانے)

یہاں پھر دُہرایا ہے کہ اکثر لوگ صحیفۂ فِطرت کی سچّائی کا علم نہیں رکھتے کیونکہ علم تو صِرف سمع، بصر اور ذہن کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے اور زیادہ لوگ دُنیا میں وُہ ہیں جو خُدا کی اِن دی ہُوئی چیزوں کا استعمال کر کے فِطرت کی طرف متوجّہ نہیں ہوتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ اِس میں پچھلے مُسلمان غافل رہے اور نہایت بے حقیقت باتوں کی طرف چلے گئے۔ اِس تمام حقیقت کشائی اور بار بار تنبیہہ کے بعد قرآن حکیم کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ جو لوگ اس فِطرت کو باطِل سمجھتے ہیں وُہ کافر ہیں۔ اللہ اللہ! کیا اِس سے زیادہ سخت سزا مُسلمانوں پر عائد ہو سکتی ہے کہ اِن کو کہا جائے کہ ایسے لوگ جہنّمی ہیں۔

(۲۵) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ ۲۷

(۲۵) ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے جھوٹ نہیں پیدا کیا۔ یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں تو تنبیہ ہے کہ اُن کافروں کو جہنّم ہوگا۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ فطرت کو باطل سمجھنے والوں کو جہنّم تک کی سزا ہے۔ اِس تنبیہ کے بعد ایک اور تنبیہ اِس سے بھی ہولناک تر ہے جو نسلِ انسانی کے اِس کثیر حصّے (یعنی تمام جن و انس، گویا رہنما طبقہ اور مقتدی طبقہ؛ دیکھو جن و انس کی تشریح کے لئے تَذْكِرَةٌ جلد اوّل افتتاحیہ عربی صفحہ ۹۶ تا ۱۰۲، نیز ۱۵، ۱۶) کو دی گئی ہے جو خُدا کے عطا کردہ سمع و بصر اور ذہن کو استعمال نہیں کرتے۔ یہ تنبیہ اِس قدر لرزہ خیز ہے کہ اِس کی رُو سے نسلِ انسانی کے صرف اُس حصّے کی "آخری" نجات ممکن ہے جو صاحبِ علم ہوگا اور باقی تمام طبقے جہنّم کے ایندھن ہوں گے۔ قابلِ غور شئے یہ ہے کہ اِس بظاہر معمُولی جرم کی اِس قدر ہولناک سزا کا دیا جانا اِس اَمر کی دلیل ہے کہ خُدا کی نگاہوں میں سب سے بڑا جُرم یہ ہے کہ اِس کائنات سے جو اُس نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے اور جس پر اُسے فخر ہے (دیکھو آگے چل کر (۲۷) تا (۳۲)) بے پرواہی اختیار کی جائے اس کی تہ تک نہ پُہنچا جائے اور مُلاقاتِ خُدا کا اہل نہ بنا جائے۔ دیکھو (۲۲) صفحہ ۱۸۔

(۲۶) ا۔ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ښ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ۱۷۹

(۲۶) ا۔ اور بیشک اور بالتحقیق ہم نے جن و انس کی اکثر مخلوق کو جہنّم کیلئے وقف کر دیا ہے کیونکہ اُن کے پاس دِل (یعنی ذہن) ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور کان ہیں جن سے وہ سُنتے نہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ اور یہی ہماری خطرناک قرآنی اصطلاح میں) غافل ہیں۔

جس نامحسوس طور پر وہ قومیں جنہوں نے صحیفۂ فطرت سے علم حاصل کر کے اپنے آپ کو ترقی اور تمدن کے بلند درجوں تک نہیں پہنچایا، آہستہ آہستہ محکومیت اور غلامی کے جہنّم کی طرف گھسٹ رہی ہیں، ہر صاحبِ نظر پر واضح ہے اور ایٹم بم کی دریافت سے جو ہولناک تباہی آگے چل کر آنے والی ہے، سب کے کان کھڑے کر رہی ہے، لیکن اِس آیت کو بغور پہلی آیتوں (بالخصوص ۱۱ کے لِتَعْلَمُوْا اور لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اور ۲۲ کے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا اور ۲۴ کے لَا يَعْلَمُوْنَ) کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے واضح ہے کہ خُدا کی نگاہوں میں جہنّم کی آگ سے بچنے والی قومیں وُہی ہیں جو صاحبِ علم ہیں، باقی سب غافل ہیں اور سب جہنّم میں جائیں گی۔ معلُوم ہوتا ہے کہ "غافِل" کی قرآنی اصطلاح کافِر، مُشْرِك اور فَاسِق کی قرآنی اصطلاحوں

سے کہیں زیادہ لرزہ خیز ہے لیکن اس سلسلے میں دیکھو فرہنگ و متن "حریم غیب" صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۶ نیز غافل کی مزید تعریف کے لئے حسب ذیل آیت پر غور کرو۔

(۲۶) ب ۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ۱۶ : ۱۰۶

(۲۶) جس نے خدا کے قانون پر ایمان لا کر انکار کیا اور اس قانون سے برگشتہ ہو گیا (الا وہ شخص جس کو مجبور کیا گیا اور دل سے وہ قانونِ خدا کے نفع مند ہونے پر یقین رکھتا ہے، لیکن وہ جس نے خدا کے قانون سے انکار کے متعلق سینے کھول دیئے تو یہ قومیں ہیں جن پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور انہی کو دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ایسی قومیں انجام سے صرفِ نظر کر کے لذاتِ دنیوی کو پسند کرتی ہیں اور منکرینِ قانونِ خدا کو تو خدا کبھی راہِ راست نہیں دکھلاتا یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذہنوں اور کانوں اور آنکھوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور یہی غافل ہیں۔ لامحالہ یہی وہ لوگ ہیں جو بالآخر گھاٹے میں رہیں گے۔

گویا یہاں بھی غافل وہ لوگ ہیں جو سمع و بصر اور ذہن کا صحیح استعمال نہیں کرتے اور قانونِ خدا کو بصیرت سے نہیں دیکھتے۔ ۲۶ (ا) میں ضمناً لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا کے الفاظ سے واضح ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک قلب (یا فؤاد) جس کو ہم لوگ "دل" کہتے ہیں) جو سینے میں ہوتا ہے وہ عضو ہے جس سے تفقہ یعنی سمجھ آتی ہے۔ گویا قلب، ذہن اور فؤاد ایک ہی شئے ہیں۔ (دیکھو حدیث القرآن کا ابتدائی صفحہ ۸)

کیا ان تمام تصریحات کے بعد کوئی ایک مسلمان ہے جو ملاؤں، دین کے بڑے بڑے مفسروں، صوفیوں اور آجکل کے لغو گو شاعروں اور "دانایانِ راز" کے ان قوم کش اقوال کی طرف توجہ کرے گا جو اس فطرت کے علاوہ کسی "قلندری"، کسی منصور کے نعرۂ اَنَا الْحَقّ یا کسی رومی و رازی کے وہمی اقوال کی طرف توجہ دلا کر قوم کو ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں اور قرآن کا ادنیٰ علم نہ رکھتے ہوئے امت کو زوال کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ۳۱ : ۶ (ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو بکواس اور لغویات کو اپنا لیتے ہیں کہ

عِلم نہ رکھتے ہوئے خُدا کے ... اور اس خُدا کے رستے کو مخول بنادیں، تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رُسوا کُن عذاب ہے) ...

(۲) ۔ خُدائے عزّوجل کا صحیفۂ فِطرت پر فخر

خُدائے عزّ وجل نے یہی نہیں کہ صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت قرار دیا بلکہ فخریہ الفاظ میں کہا کہ اس سے بہتر شئے کوئی دِکھاؤ جو کسی اور نے بنائی ہو۔

(۲۷) وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝

(۲۷) اور اس آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور ہم بڑی وسیع طاقت رکھنے والے ہیں اور اس زمین کو ہم نے خُود فرش کیا تو دیکھو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

(۲۸) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(۲۸) یہ تو اللہ کی پیدائش ہے۔ تم مجھے دِکھلاؤ کہ جو اُس کے سوا ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے تو دیکھ لو کہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

(۲۹) قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝

(۲۹) کہہ دو کیا تم نے اپنے اُن شریکوں کو دیکھا ہے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے دِکھاؤ کہ اُنہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے یا اُن کا کوئی حِصّہ آسمانوں میں ہے یا انہیں ہم نے کوئی تحریر دی ہے جو اُن کے پاس بطور سند کے ہے۔ اصل یہ ہے کہ ظالم ایک دُوسرے کو دھوکہ ہی دے رہے ہیں۔

(۳۰) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(۳۰) کہہ دو کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا مجھے دِکھاؤ اُنہوں نے کونسی زمین پیدا کی یا اُن کی کوئی آسمانوں میں شِرکت ہے۔ اِس سے پہلے کی کوئی تحریر یا نشانِ عِلم میرے پاس لاؤ، اگر سچے ہو۔ (یہاں صاف طور پر صحیفۂ فِطرت کو کتاب کہا ہے)۔ فتدبر

(۳۱) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

(۳۱) ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اُس کے لئے زینت پیدا کیا تاکہ اُن کو آزمائیں کہ کون بہترین عمل کرتا ہے۔

* گویا یہ زمین و آسمان ہی وہ کتاب ہے جس سے عِلم حاصل ہوتا ہے۔

(۳۲) مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ○ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ ○

(۳۲) تو خدا کی بنائی ہوئی پیدائش میں فرق نہیں دیکھے گا تو اپنی آنکھ کو غور سے لے جا کیا اس میں کوئی ٹوٹی رخنہ دیکھتا ہے؟ نہیں دوبارہ آنکھ کو پھر لگا کر دیکھ لے، آنکھ ذلیل اور حسرت زدہ ہو کر تیری طرف واپس آجائے گی۔

(۳۳) اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ○

(۳۳) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ کیسا اچھا ہم نے بنایا اور اس کو آراستہ کر دیا اور اس میں کوئی درز نہیں۔

(۳)۔ صحیفۂ فطرت کے مطالعہ کے اندر ہی خدا کے احکام موجود ہیں۔

فطرت کی اس عظیم الشان حقیقت کو اس بے گمان طور پر تصدیق کرنے کے بعد دُنیا کا یہ سب سے زیادہ منطقی طور پر صحیح مذہب اور انسان کا سچا لائحہ عمل انسان کو اس دُنیا میں مستقل کام دینے اور خُدا کی صحیح معرفت کرانے کے لئے بے گماں الفاظ میں اسی صحیفۂ فطرت میں سے خُدائی احکام، دستور العمل اور قوموں کی زندگی کا سچا لائحہ عمل تلاش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ان ترغیبوں میں اِنَّ (فی الحقیقت) اور لَ (ضرور) کی دو دو تاکیدیں ہر جگہ موجود ہیں اور صاف بتلایا ہے کہ صرف اس قوم کو جو عقل رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ)، علم رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ)، یقین رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ)، فکر رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ)، سُننے کی قابلیت رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ)، نعمتوں کو صحیح استعمال کرنے کی اہلیت رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّشۡكُرُوۡنَ)، عبرت حاصل کرنے کی استعداد رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ)، ایمان رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ)، سعی و عمل رکھتی ہے (لِقَوۡمٍ يَّعۡمَلُوۡنَ)، مستقل مزاج اور محنتی اور قدر دان ہے (لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ)، خُدا کے قانون سے خوف زدہ ہے (لِقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ) وغیرہ وغیرہ، ہاں صرف ان قوموں کے لئے صحیفۂ فطرت کے فلاں فلاں مظاہر اور مناظر میں اپنی قسمت کو درست کرنے، صحیح راہ پر چلنے، فطرت کا علم حاصل کر کے ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچنے کے لئے بے شمار احکام (آیات)، لاتعداد اشارے (آیات) بے گمان معجزات (آیات) اور راہِ عمل موجود ہے۔*

یہ آیات جو قرآنِ حکیم میں تیس بلکہ اس سے بھی زیادہ مختلف موقعوں پر ہیروں اور موتیوں کی طرح بکھری

* آیات کے ان مختلف معانی کی سند قرآن کے اندر موجود ہے۔

ہوئی ہیں، اُن کے علاوہ ہیں جن میں قرآن نے غیر فانی الفاظ میں زمین کی مخلوق کو صحیفۂ فطرت کا مستقل علم اپنی طرف سے دیا ہے اور جو اِس قدر حیران کن ہے کہ اس علم کا نام و نشان صفحۂ زمین پر موجود نہ تھا جب کہ قرآن نازل ہُوا۔ یہ بحث دراصل تذکرہ کی نویں جلد میں ہے اور "علم القرآن" کے عنوان سے ہے۔ اسکی ایک مختصر سی جھلک تذکرہ کی پہلی جلد میں مسئلہ ارتقاء کی بحث کے ضمن میں موجود ہے اور "حدیث القرآن" میں بھی اس کی ایک جھلک دکھلانے کی سعی کی جائے گی۔* لیکن قطع نظر قرآنِ حکیم کے اُس حصّے سے جو علم قرآن ہے، قرآنِ حکیم کی ایک حیرت انگیز خصوصیت یہ حصّہ ہے جس میں اِنسان کو فطرت کے مناظر کی طرف متوجہ کرنے اور ان سے احکام (آیات) حاصِل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اِن آیات میں جو شے قابلِ توجہ ہے یہ ہے کہ (۱) خطاب عام ہے اور ہر قوم کی طرف ہے اور دعویٰ ہے کہ جو قوم اِن مناظر کی طرف توجہ کرے گی اس کو لامحالہ آیات ملیں گی۔ (۲) اُس قوم کے ساتھ ایک مخصوص لقب (مثلاً عقل، عِلم، یقین، فِکر، سمع، شکر، تذکیر، ایمان، عمل، تقویٰ وغیرہ وغیرہ) لگا دیا ہے جس کا ذِکر اُوپر ہُوا۔ (۳) ہر آیت یا مجموعہ آیات میں مطالعہ فِطرت کی کئی شقیں ایسی ہیں جن پر مستقل علوم مسلمانوں نے ایجاد کئے یا اُن کے بعد اب مغرب میں ایجاد ہوئے (مثلاً اسٹرانومی یعنی عِلم النجوم، میٹرالوجی یعنی عِلم الریاح، بوٹنی یعنی عِلم النباتات وغیرہ وغیرہ) لیکن کئی شقیں ایسی ہیں جن کی طرف انسان نے ابھی تک مطلق توجہ نہیں کی (مثلاً رات اور دِن کا عِلم "آسمان سے برسے ہوئے پانی کا عِلم، شہد کا عِلم، اختلافِ رنگ کا عِلم، موت پر رُوح کے قبض ہونے کا عِلم، بسط و قبض رِزق کا عِلم، نیند کا عِلم وغیرہ وغیرہ)۔ (۴) چونکہ اِنسان کا مقام اِس زمین پر بمنزلہ خلیفۃ اللہ یعنی خُدا کا قائم مقام بننا ہے، نیز چونکہ اِنسان کے متعلق خدائے عزّ و جل کا اقرار ہے کہ اس میں میری رُوح بھر دی گئی ہے، اِس لئے لازم ہے کہ انسان سمیع اور بصیر ہونے کے علاوہ (جس کا ذکر اوپر آیات نمبر (۸) میں ہُوا) باقی سب اوصافِ خُدا حاصِل کرنے کی سعی کرے جن میں سے ایک بڑا وصف یقیناً خلاق ہونا (یعنی زندہ شے پیدا کرنے کا وصف رکھنا ہے) ہے۔ اِس نازک معاملہ پر بحث مفصلہ ذیل آیات کے نقل کرنے کے بعد آئے گی، لیکن میں یہاں پر اِس واقعہ کی طرف اشارہ پیش از وقت کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے ۱۹۱۸ء میں یعنی آج سے تینتیس ۳۳ برس پہلے صوبہ سرحد کی ریاضی کی ایک علمی انجمن میں ایک معرکۃ الآرا تقریر کی تھی اور دلائل سے ثابت کیا تھا کہ دُنیا کی موجودہ علمی ترقیاں جو پچھلے کئی ہزار سالوں میں ہُوئیں اور جن کا نتیجہ موجودہ علم حساب اور علم طبعیات وغیرہ ہیں، بے حد ناقص اور نارسا اِس لئے ہیں کہ ان سب کی بُنیاد یُونان کی مائی تھالوجی (علم الاوہام) کے منتہا یعنی نقطہ اور خطِ مستقیم اور دائرہ پر ہے حالانکہ نقطہ اور خطِ مستقیم اور دائرہ اگرچہ بادی النظر میں نہایت خوبصورت اور نصب العینی (آئیڈیالوجیکل) وجود ہیں لیکن صحیفہ فطرت میں نہ نقطہ موجود ہے نہ دائرہ، نہ خطِ مستقیم،

* دیکھو صفحہ ۱۹۶ تا ۲۱۲

(جو دائرے کی ایک حالت ہے)۔ اسی مجلس میں جو حساب دانوں پر مشتمل تھی، مَیں نے دعویٰ کیا تھا کہ چونکہ حساب کی بُنیاد اِن تین فطری چیزوں پر ہُوئی اور انہی تین چیزوں کو غلطی سے' اور یُونانیوں کی خوشامد کر کے' نصبُ العین (یعنی آئیڈیل) تسلیم کر لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ تمام عِلمِ حساب اور متعلقہ علُوم انہی تین چیزوں کے گِرد ا گِرد گھومتے رہے اور اِن تین چیزوں کے چکّر سے نہ نکل سکے۔ ایسی غلطی کا المناک نتیجہ یہ ہے کہ ہم اقلیدس سے جیومیٹری اور جیومیٹری سے علم جرِ ثقیل (مکینکس) اور جرِ ثقیل سے مشینوں اور انجنوں کی خلاقی کی طرف چلے گئے کیونکہ تمام مشینوں اور انجنوں کی بُنیاد نقطہ، دائرہ اور خطِ مستقیم ہیں۔ اب اِنسان نے اگرچہ تھوڑی بہت خلاقی ضرُور کی ہے اور وہ بڑی عجیب و غریب مشینیں بنا سکتا ہے لیکن وہ مشینیں محض بے جان ہیں اور بیرونی طاقت کے ذریعہ سے صِرف گھومنا یا چلنا جانتی ہیں لیکن زِندگی کا تمام راز بالکل نا یافتہ پڑا ہے بلکہ انسان نے اِس مضمُون کو قطعاً ہاتھ نہیں لگایا۔ اِس مجلس میں میرے اِس حیرت انگیز انکشاف سے بڑی سنسنی پھیل گئی اور اس کی آواز یورپ اور امریکہ تک پہنچی۔ ۱۹۲۶ء میں جبکہ مَیں موتمرِ خلافت میں مدعو ہُوا، ڈاکٹر ورونوف اور پروفیسر آئن سٹائن سے یورپ میں میری طویل ملاقاتیں اِسی مسئلے پر ہوئیں اور اُنہوں نے میرے اس مؤقف کو بے حد سراہا اور کہا کہ "اگر آپ اس مسئلے کو سنجیدہ طور پر دُنیا میں پیش کریں تو ایک انقلاب عظیم برپا ہو سکتا ہے" بلکہ دُنیا آپ کو ایک بڑا محسن ماننے کے لئے تیار ہو سکتی ہے۔" مجھے اُن دو عظیم الشّان پروفیسروں کی حوصلہ دہی سے بڑا اطمینان ہُوا کیونکہ یہ خُود اِس مسئلے پر بڑے پریشان تھے کہ اِنسان باوجُود اِس کے کہ اُس نے عِلم میں اِس قدر ترقی کی ہے ابھی تک اِس قابِل نہیں ہو سکا کہ زِندگی کے مسئلے کے متعلق معمُولی معلُومات بھی حاصِل کر سکے۔ مَیں نے انکو اصل وجہ بتائی کہ دراصل ہم یُونان کے پجاری ہیں، صحیفۂ فطرت اور خُدا کے پجاری نہیں۔ اگر ہم خُدا کے پجاری ہوتے تو ضرُور اِس وقت تک ہم خالق بھی بن جاتے۔ چُونکہ اُس وقت تک تذکرہ لکھا جا چُکا تھا مَیں نے اُن کو قرآنی حقائق کئی نشستوں میں بیان کیے اور اُن آیات کی طرف توجہ دِلائی۔ ڈاکٹر ورونوف وہ مشہور شخص ہے* جو بندروں کے غدُود انسانوں کے خصیوں میں لگا کر بُوڑھوں کو جوان کرتا تھا، وہ قرآنِ حکیم کی اُن آیتوں کو دیکھ کر انتہائی طور پر سرگرم ہو گیا۔ اِسی کے ذریعے اور پروفیسر آئن سٹائن کے ذریعے سے مجھے کئی اعزازی سوسائٹیوں کا فیلو منتخب کیا گیا اور قریب تھا کہ مَیں بھی دُنیا میں ایک علمی انقلاب برپا کروں۔ ۱۹۲۶ء کے بعد چُونکہ مُسلمانوں کے حالات ہندوستان میں بے حد خراب ہو گئے تھے اور کانگریس کے مقابلے میں کوئی جماعت مُسلمانوں کی موجُود نہ تھی اِس لئے مجھے تذکرہ لکھنے کے بعد مُسلمانوں کی قومی زِندگی کی طرف رجُوع کرنا پڑا، اور یہ تمام انقلابی سلسلہ ۱۹۳۰ء میں میری ملازمت کے ختم ہونے کے بعد ختم ہو گیا۔ ۱۹۳۱ء میں انٹرنیشنل کانگریس آف اورنٹیلسٹس** نے مجھے تذکرہ کی تصریحات کرنے کے لئے مدعو کیا لیکن چُونکہ خاکسار تحریک

* افسوس کہ اس تحریر کے تھوڑی سی دیر بعد ہی ۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مصنف۔ ** یعنی بین الاقوامی مجلسِ مستشرقین

شروع ہو چکی تھی میں نے دو بیڑیوں میں ٹانگ اڑانا مناسب نہ خیال کر کے علمی تلاش و تجسس کو یک دم خیر باد کہہ دیا ؛

اِس کہانی سے مقصد یہ ہے کہ ابھی اِنسان خلاقی کے ادنیٰ ترین مراحل بھی طے نہیں کر سکا۔ اِنسان کی تمام جستجو جو اِس وقت تک صحیفۂ فطرت کے سلسلے میں ہُوئی ہے، نہایت سطحی اور عارضی ہے، اِس تمام تفتیش کی بُنیاد علمِ حساب اور اُس سے متعلقہ علوم پر ہے جِن کی اساس یُونانی نقطہ، یُونانی دائرہ اور یُونانی خطِ مستقیم پر ہے۔ علمِ طب کی بُنیاد بھی اِسی لحاظ سے محض تجربہ پر ہے۔ اگر کوئی دوا بیمار کو دے کر فائدہ ہوتا ہے تو اُس کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ تشریح الابدان اور جرّاحی میں بھی صرف چیر پھاڑ اور تجربہ ہے حتیٰ کہ چیرنے پھاڑنے والے اوزار بھی وُہ ہیں جو فطرت میں موجود نہیں۔ اِس تمام فطرت سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم فطرت میں زندگی کے راز کو ابھی تک دریافت نہیں کر سکے یا ہماری دریافت کی حد صرف اِس تک ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک بے جان یعنی صرف ایک گھومنے والی مشین بنا سکیں لیکن اُڑنے والی مکھی سے ہم کُلیۃً بے خبر ہوں حتیٰ کہ ہم کو یہ بھی علم نہ ہو کہ اِنسان یا حیوان کی پیدائش کا عُنصرِ اوّل یعنی پروٹا پلزم جو ایک خوردبینی غرفہ (یعنی سیل) میں رہتا ہے، کیا شئے ہے، اُس کے اندر زندگی کیوں ہے، یہ زندگی کیونکر پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بحث ایک بہت طویل اور انتہائی طور پر علمی بحث ہے اور اِس کے کرنے کا یہ مقام نہیں لیکن یہ چند سطریں اِس لئے یہاں پر لکھ دی گئی ہیں کہ قرآن حکیم کی آیتوں پر جو اِس بحث کے ضمن میں آرہی ہیں مُسلمان انتہائی غور و فکر کریں اور ان کو مشعلِ راہ بنا کر نئے علوم مستنبط کریں اور یُونانیوں کے پُجاری بننے کی بجائے خُدا کے پُجاری بنیں تاکہ اِن کو دُنیا میں انتہائی سرفرازی حاصل ہو۔ اِس سلسلے میں مَیں چاہتا ہُوں کہ آنے والی مُسلمان نسلوں کو حوصلہ دِلانے کے لئے یہ اشارہ بھی دے جاؤں کہ خلاقی کے سلسلے میں بھی اور اِنسانی علوم کی طرح آنے والے مُسلمان ہی پہل کریں گے، کیونکہ قرآن حکیم میں ایک نہایت معنیٰ خیز آیت خلاقی کے بارے میں موجود ہے۔ یہ وُہ آیت ہے جو مَیں نے مذکورہ بالا دو پروفیسروں کو مُسلمان بنانے کی ترغیب میں پیش کی تھی اور جس کو دیکھ کر وُہ خوب سوچ میں پڑ گئے تھے ؛ يَآاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ۲۲/۱۰

(ترجمہ : اَے لوگو ! ایک مثال دی جاتی ہے غور سے سُنو۔ تم جن لوگوں کو خُدا سے قطع نظر کر کے پکارتے ہو وُہ ہرگز مکھی نہ پیدا کر سکیں گے خواہ سب کے سب اکٹھے بھی ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کوئی شئے چھین لے تو اُس سے لے نہیں سکیں گے۔ طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔ اُنہوں نے درحقیقت خُدا کی عظمت

کا اندازہ ہی نہیں لگایا بے شک خدا بڑا ہی قوت والا اور عظمت والا ہے۔) ان آیات میں مجھے خدائے عظیم کی طرف سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مُسلمان بشرطیکہ اُس نے خُدا کی عظمت کا پُورا اندازہ لگالیا، ممکن ہے کہ خالق بھی بن سکے اور انشاء اللہ ضرور بن کر رہے گا۔

مجھے کچھ رنج نہیں کہ مَیں نے کیوں اپنی توجہ علمی مشاغل کی طرف سے ہٹا کر قوم کو دی اور زندگی کے بہترین حصّے میں کیوں مُسلمان کی طرف لگا رہا، یا کیوں تذکرہ لکھا جس کی قوم نے قدر نہ کی، بہر نوع مَیں کافی سے زیادہ مطمئن ہوں کہ مَیں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اَب اِس وقت فرض جو ادا کر رہا ہوں وُہ بھی میرے لئے مقدر ہے۔ مَیں اُس میں دخل نہیں دے سکتا۔ آیات جو اس ضمن میں ہیں حسبِ ذیل ہیں۔

(۳۴) اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(۳۴) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں بے شک ایمان والوں کے لئے ضرور بہت سے اشارے اور احکام ہیں۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اس میں کہ جو کچھ خدا حیوانات میں سے زمین پر پھیلاتا ہے یقین کرنے والی قوم کے لئے بہت سے احکام ہیں اور دن اور رات کے اختلاف میں نیز جو رزق خدا نے آسمان سے اُتارا اور پھر اُس (پانی) سے مرنے کے بعد زمین کو زندہ کیا اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں عقلمند قوم کیلئے بہت سے اشارات موجود ہیں۔

(۳۵) اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

(۳۵) بیشک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا بہت سے اشارے اور احکام اس قوم کے لئے موجود ہیں جو خدا کے قانون سے خوفزدہ ہے۔

(۳۶) وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

(۳۶) اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے کئی اشارے موجود ہیں بلکہ خود تمہارے اندر، کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے۔ تو زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم یہ اتنا ہی سچ ہے جتنا کہ تم بالتحقیق بول رہے ہو۔

(۳۷) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

(۳۷) صاحبِ دانش لوگوں کے لئے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن رات کے اختلاف میں بہت سے

لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج ۳

اشارے موجود ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کا کھٹکا لگائے رکھتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں سوچتے رہتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ان کو جھوٹ پیدا نہیں کیا۔

(۳۸) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ ۲

(۳۸) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے اختلاف میں اور اُن کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں اور جن سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُس پانی سے جو اللہ نے آسمان سے اُتارا اور پھر مُردہ ہو جانے کے بعد زمین کو اُس پانی سے (خدا نے) زندہ کیا اور حیوانوں کے اس پھیلاؤ سے جو (خدا نے) زمین پر کیا اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور اُس بادل میں جو زمین اور آسمان کے درمیان میں پکڑا ہُوا ہے، عقل والی قوم کے لئے بہت سے اشارات ضرور موجود ہیں۔

(۳۹) وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝ ۲۲

(۳۹) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش (بذاتِ خود) خدائے عظیم کے اشاروں میں سے ایک اشارہ ہے اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا اور تمہارے (جسم کے) رنگوں کا مختلف ہونا بے شک ان واقعات میں ضرور صاحبِ علم لوگوں کے لئے کئی اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ چھ موقعے ہیں جہاں سمٰوٰت اور اَرض کے الفاظ کہہ کر توجہ دِلائی گئی ہے۔ (۳۴) میں صرف فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، (۳۵) میں مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، (۳۶) میں صرف فِی الْاَرْضِ ہے، (۳۷) اور (۳۸) میں فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، (۳۹) میں فِیْ کا لفظ موجود نہیں اور صرف خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے گویا اس پر بھی غور کرنا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق بہ حیثیت مجموعی کیونکر ہوئی۔ (۳۴) میں فِیْ خَلْقِکُمْ ہے (یعنی انسان کی اپنی پیدائش پر بھی غور کرنا ہے)۔ (۳۶) میں فِیْ اَنْفُسِکُمْ ہے (یعنی اِنسان کے اپنے نفس پر غور کرنا ہے)۔ اِخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ کی بناء پر ابھی تک کوئی علم پیدا نہیں ہُوا اور نہ معلوم وُہ کیا ہو۔ کیونکہ چھ موقعوں میں سے چار پر اس پر زور دیا ہے اور تقویٰ عقل

اور الباب کو اس علم کی طرف منسوب کیا ہے۔ بَثَّ دَابَّۃٍ یعنی علم حیوانات ایک نہایت وسیع علم ہے اور اس کو عقل اور یقین کی طرف منسوب کیا ہے۔ اُولِی الْاَلْبَاب (یعنی صاحبِ دانش) کی تعریف یہ کی ہے کہ ان کو دِن رات یہی دُھن ہے کہ خُدا کی پیدا کی ہُوئی اشیاء کی حقیقت کیا ہے۔ وہ شائد کسی یونیورسٹی کے بڑے جلیل القدر پروفیسر ہوں گے جن کے کپڑے پھٹے ہُوئے اور بال پریشان ہوتے ہیں۔ ضمناً ذِکرُ اللّٰہ کے معنی بھی واضح ہوگئے کہ اِس کا مطلب خُدا کی پیدائش کی حقیقت کی ٹوہ لگانا ہے اور مولویانہ معنی تسبیح پھیرنا اور دِن رات نماز پڑھتے رہنا لغو ہے لیکن مولوی اِس کا کیا جواب دے گا کہ پہلو پر لیٹ کر تو نماز کبھی نہیں ہوتی (۳۶) میں یہ دعویٰ کہ "آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تُم وعدہ (یا دھمکی بھی ہو سکتا ہے) دئیے جا رہے ہو"۔ اور پھر ربِ زمین و آسمان کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ یہ سچ اِسی طرح ہے جس طرح کہ تُم بول رہے ہو"۔ حیران کُن ہے اور کیا عجب کہ اِس کے متعلق تحقیق کرنے سے قرنوں کے بعد کیا انکشاف ہو۔ (۳۴) اور (۳۸) میں اِس رزق کی تشریح بارش کے پانی سے کی ہے اور ہواؤں کے ہیر پھیر کو بھی ساتھ لگا دیا ہے مگر کیا عجب ہے کہ اِس عِلم کی ترقی سے اِنسان بادلوں اور ہواؤں کو مسخر کر کے اپنے رزق کا سامان اپنے ہاتھ میں لے جیسا کہ آج کل امریکہ کر رہا ہے۔ اختلافِ زُبان ایک مستقل علم ہے اور اِس کی وجہ سے اِنسان کی پہلی تاریخ بہت کچھ واضح ہُوئی ہے۔ اختلافِ الوان کا عِلم بھی ابھی تک پُورے طور سے قابلِ توجہ نہیں ہُوا۔ معلوم نہیں ان دونوں علموں کی تاکید کے متعلق کیا عظیم الشان راز چھپے ہیں۔ اِن چھ موقعوں سے گذر کر باقی موقعے درجہ وار لکھے جاتے ہیں۔

(۴۰) وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

(۴۰) اور وُہ خُدا وُہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس پانی کے ذریعے سے (ہی) ہر شئے کی سُوئی نکالی پھر ہم نے اِس سُوئی سے سبزی نکالی جس سے ہم سلسلہ وار اور پیوست شُدہ دانے بیجوں کے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے سے جُھکے ہوئے گچھے اور انگوروں اور زیتون اور سیبوں کے سبز باغ جو ایک دُوسرے سے ملے جُلے اور الگ الگ ہیں۔ غور سے اُس کے پھل اور اُس کے پکنے کی طرف دیکھو۔ بیشک ایمان والی قوم کے لئے اِس تمام عملِ نشوونما میں کئی اشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

(۴۱) هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ۝

(۴۱) خُدا وُہ پاک ذات ہے جس نے تمہارے (فائدے کے) لئے آسمان سے پانی اُتارا، پھر اُس پانی کا کچھ حصّہ تو

يُنۢبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ○ وَسَخَّرَ لَـكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌ ۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ○ وَمَا ذَرَاَ لَـكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ○

پینے کے لئے ہے اور کچھ پودوں کے لئے جن میں (مویشی) چرتے ہیں۔ وُہ خُدا اس پانی کے ذریعے تمہارے لئے سبزی اُگاتا ہے اور زیتُون اور کھجُور اور انگور اور باقی سب پھل۔ بے شک اِس (تمام کارگذاری) میں سوچنے والی قوم کے لئے ضرور ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے اور (اس شئے میں کہ) خُدا نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین میں کئی اشیا مختلف رنگوں کی چھوڑ رکھی ہیں بیشک اُس قوم کیلئے جو عبرت پکڑے ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے۔

(۴۲) وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ○ وَاِنَّ لَـكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ○ وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ○

(۴۲) اور اللہ وُہ ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر مُردہ ہُوئے پیچھے اِس زمین کو زندہ کیا بیشک اِس (مظہرِ فطرت) میں اُس قوم کے لئے جو کان رکھتی ہے ایک (بڑا) اشارہ موجُود ہے۔ اور مویشیوں میں بھی ضرور تمہارے لئے عبرت ہے جن سے ہم اُن کے پیٹوں میں گوبر اور خُون کی درمیانی شئے خالص دُودھ غٹ غٹ پلاتے ہیں اور کھجُور اور انگور کے پھلوں میں جن سے اپنا نشہ اور عُمدہ رزق بناتے ہو۔ ان سب میں عقلمند قوم کے لئے (بڑا) اشارہ موجُود ہے۔

(۴۳) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ○

(۴۳) کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر زمین میں اُس نے چشمے چلائے، پھر اُس پانی کے ذریعے وُہ سبزی اُگاتا ہے جو رنگ برنگ ہوتی ہے پھر وہ جوش مارتی ہے۔ پھر تُو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی ہے پھر اُس کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اِس (تمام منظر) میں صاحبِ عقل و فہم لوگوں کے لئے ایک (بڑی) عبرت ضرور بالضرور موجُود ہے۔

(۴۴) وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ ۱۳:۴

(۴۴) اور وُہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھایا، اور اِس میں (پہاڑوں کی) چوٹیاں بنائیں اور دریا پیدا کئے اور تمام پھلوں میں سے ہر پھل کے جوڑے بنائے اور رات دِن کو لپیٹ لیتی ہے۔ اِس (تمام منظر) میں سوچنے والی قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں اور زمین میں پاس پاس کے ٹکڑے ہیں اور انگوروں اور کھیتوں اور کھجوروں کے باغ جو دو شاخے اور یک شاخے ہیں جن کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور (پھر اُس کے بعد) کھانے میں بعض پھلوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ بیشک اِس (تمام منظر) میں عقلمند قوم کیلئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۵) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ۝ ۲۰:۵۴

(۴۵) وُہ (وہ پاک ذات) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں رستے چلا دیئے اور آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس پانی کے ذریعے سے ہی ہم نے مختلف سبزیوں کے دو جوڑے نکالے اور (انسان کو اختیار دیکر کہا کہ) کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چارہ دو بیشک اِس (تمام منظر) میں صاحبِ عقل و دانش لوگوں کیلئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۶) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ۲۶:۷

(۴۶) کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اِس میں کتنے ہی نہایت باعزت جوڑے بنائے۔ بیشک اِس (تمام منظر) میں ایک بڑا اشارہ اور بڑی ہدایات موجود ہیں

یہ سات موقعے ہیں جہاں ذِکر نباتات اور بادلوں کے پانیوں کا ہے۔ (۴۰) میں نباتات کے اُگاؤ کے ہر مرحلے کا اُس کے پکنے تک ذِکر ہے اِس لئے لفظ اٰیات لکھا ہے یعنی کئی طرح کے علوم ہیں اور کئی اشارات ملیں گے۔ (۴۱) میں غالباً نباتات کے اُگاؤ اور اختلاف الوان کا علم ہے اِس لئے صِرف اٰیَۃً دونوں جگہ ہے۔ (۴۲) میں پانی کے زمین پر گر کر اُس کو زِندہ کرنے کا علم لکھا ہے اور یہاں بھی اٰیات کی جگہ صِرف اٰیَۃً ہے لیکن حیرت انگیز لفظ یَسْمَعُوْنَ کا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ زمین پر پانی کے گرنے سے خشک بیجوں میں زِندگی کے آثار پیدا ہونے کا کوئی تعلق سَمَعْ یعنی کان سے ہے اور کیا عجب ہے

کہ زندگی کے راز دریافت کرنے کا تعلق کان سے ہو۔ اسی قسم کی ایک سنسنی خیز علمی تفتیش کلکتہ کے ایک ہندو پروفیسر[*] نے نباتات کے متعلق پینتیس[۳۵] برس ہوئے کی تھی جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ نباتات کی حیات میں بہت سی باتیں حیوانی حیات کے مشابہ ملتی ہیں اور یہ ذی حیات افراد بھی حیوانوں کی طرح بیرونی جذبات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اِن میں خوشی، غمی، تھکاوٹ، تروتازگی وغیرہ سب خاصیتیں موجود ہیں چنانچہ کیا عجب ہے کہ زندگی کا راز اس ابتدائی قسم کی حیات کے مطالعے سے واضح ہو اور اس میں سمع یعنی سننے کو کافی دخل ہو۔ اس سلسلے میں ایک اور معنی خیز آیت یہاں درج کی جاتی ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۚ ۲۲ (ترجمہ: کیا تو نے اس کی طرف غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا اور پھر زمین سرسبز ہو جاتی ہے، بے شک خدا بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے) باخبر کے لفظ سے بھی یقین ہوتا ہے کہ اس معاملے میں کان کو بڑا دخل ہے۔

(۴۳) میں محکمہ زراعت کے لئے کئی دلچسپ اشارے ہیں۔ (۴۴) میں علم نباتات کے ماہر کے لئے سوچ کا بڑا مواد ہے۔ نباتات کے مذکر و مؤنث اجزاء اور ایک ہی پانی سے مختلف قسموں کے پھلوں کے پیدا ہونے کے وجوہات نسلوں تک ماہرین علم کو مصروف رکھ سکتے ہیں اور قریباً یہی مضمون زوجیت کا (۴۵) اور (۴۶) میں ہے۔ (۴۶) میں بالخصوص اس نقطۂ نظر سے کہ یہ تمام سورۃ نہایت واضح طور پر قوموں کی ہلاکت کے اسباب مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ کہہ کر تشریح کرتی ہے، ممکن ہے کہ یہ بھی اشارہ ہو کہ کسی قوم میں صحیفۂ فطرت کے بغور مطالعہ نہ کرنے کی کمی ہی ایمان کی کمی اور قوم کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ الغرض اِن سات موقعوں پر غائر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے ان آیات میں انسان کی انتہائی توجہ علم نباتات کے ہر شعبے کی طرف دلائی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اور آیت نہایت معنی خیز ہے جو ممکن ہے محکمہ زراعت کے لئے انتہائی طور پر نتیجہ خیز ثابت ہو بشرطیکہ دُنیا کے ماہرین نباتات اس طرف لگ جائیں۔ وُہ حسب ذیل ہے۔

(۴۷) وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ○ ۷

(۴۷) اور پاکیزہ شہر (یعنی عمدہ زمین) اپنی سبزی کو خدا کے حکم سے زمین سے نکال دیتی ہے اور جو زمین ناپاک (یعنی عمدہ نہ ہو) وہ سوائے ناقص شئے کے نہیں نکالتی۔ ہم اس طرح ہیر پھیر کر کے اشارات اور ہدایات اس قوم کو دیتے ہیں جو (صحیفۂ فطرت کی ہر حقیقت کی) قدر کرتی ہے۔

[*] پروفیسر جگدیش چندر بوس

اِن موقعوں کے بعد حسبِ ذیل موقعے ہیں جن میں لیل و نہار کے منظر کے مُطالعے کی خاص طور پر ترغیب دی گئی ہے۔

(۴۸) هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝

(۴۸) خُدا وُہ (پاک ذات) ہے جس نے تمہارے (فائدے کے لئے) رات بنائی تاکہ تم اِس میں آرام لے سکو اور دِن کو روشن کر دیا۔ بیشک اِس (منظر) میں اُس قوم کے لئے جو سُنتی ہے ضرُور (بہت سے) اشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

(۴۹) اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

(۴۹) کیا اِن لوگوں نے نہیں دیکھا کہ درحقیقت ہم نے رات کو اِس لئے بنایا کہ یہ لوگ اِس میں آرام لیں اور دِن کو روشن کر دیا۔ بیشک اِس (منظر) میں اُس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے ضرُور (بہت سے) اشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

(۵۰) وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

(۵۰) اور تمہارے (فائدے کے) لئے (خُدا نے) دِن اور رات کو پکڑ (یعنی تسخیر کر) رکھا ہے اور سُورج اور چاند اور ستارے اُس کے حُکم سے پکڑے ہُوئے ہیں۔ بے شک اِس (تمام منظر) میں اُس قوم کے لئے جو صاحبِ عقل ہے بہت سے اشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

(۵۱) وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝

(۵۱) اور اُسی (خُدا) کی (قابلِ توجّہ) علامتوں میں سے تمہارا رات کو سونا ہے اور (دِن کو) تمہارا خُدا کے فضل (یعنی اپنی روزی) کو تلاش کرنا ہے۔ بے شک اِس (تمام منظر) میں اُس قوم کے لئے جو سُنتی ہے (بہت سے) اشارات اور احکام موجُود ہیں۔

(۵۲) یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

(۵۲) اللہ رات اور دِن کو پلٹتا رہتا ہے بیشک اِس (منظر) میں آنکھوں والے لوگوں کے لئے ایک (بڑی) عبرت ہے۔

ابھی تک معلوم نہیں کہ لیل و نہار کے منظر کے متعلق کونسی عجیب و غریب ترقیات زمانہ چھپی ہیں جن کو زمانہ ابھی تک دریافت کرنے سے قاصر رہا ہے اور خدائے عزّوجل کی طرف سے قرآنِ حکیم میں پانچ دفعہ اِس منظر کا بار بار یاد دِلانا خالی از علّت نہیں۔ لیل و نہار کے منظر کی طرف توجہ (۳۴)، (۳۵)، (۳۷)، (۳۸) میں بلکہ (۴۴) میں بھی (اختلاف کا لفظ ساتھ لگا کر) دلائی گئی ہے اور جیسا کہ اُوپر واضح کیا گیا ہے ابھی تک اِس کے متعلق کوئی مستقل علم پَیدا نہیں ہُوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چُونکہ لیل و نہار کا مسئلہ صرف زمین کے متعلق ہے۔ اِس لئے اِس کو کوئی خاص اہمیّت فِطرت میں حاصل ہے جس کی طرف سے علمائے فِطرت ابھی غافل ہیں۔ پچھلی آیتوں میں اس مسئلے کو تقویٰ، عقل اور الباب کی طرف منسُوب کیا گیا تھا اور اِن پانچ آیتوں میں سمع، ایمان، عقل اور بصیرت کی طرف منسُوب کیا ہے۔ بہر نوع قرآنِ حکیم کے صدہا علمی رازوں میں سے یہ ایک راز ہے جس کے حل کے لئے ابھی ایک مُدّت درکار ہے۔ (۵۰) سے مجھے کچھ شک پڑتا ہے کہ شمس اور قمر اور نجُوم کی کچھ خاص طاقتیں ہیں جن کے جوہر کا اظہار دِن اور رات پر ہوتا ہوگا اور خُدائے عزّوجل کا اشارہ اِن طاقتوں کی تسخیر کی طرف ہے۔ چُنانچہ ابھی ابھی امریکہ سے سُورج کی طاقت کی تسخیر کے سِلسلے میں بعض اہم خبریں نکلی ہیں۔ مَیں ایک مدّت سے اِس اضطراب میں ہُوں کہ سُورج کی بے پناہ طاقت (یعنی انرجی) کو انسان کیوں لگاتار ضائع کرتا جا رہا ہے اور چاند کے نُور کی علیٰ ہٰذا القیاس طاقت کو، بلکہ چاند کی زمین سے نزدیک ترین ہونے کے باعث جسمانی جاذبی طاقت کو جس سے سمندروں میں مدّ و جزر ہوتا ہے، ابھی انسان نے کماحقّہٗ استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کی طاقت دریاؤں کی طاقت سے (جن سے اب بجلی میسّر ہوتی ہے) ارب ہا گُنا زیادہ ہے اور مَیں اِس بارے میں اِس قدر بے چین ہُوں کہ بعض اوقات دِل میں حسرت ہوتی ہے کہ آج سُورج کی طاقت کا اِتنا حصّہ ناحق ضائع ہوگیا اور خُدا انسان سے اِس کے متعلق گرفت کرے گا!! (۵۰) میں سَخَّرَ لَکُمْ کے الفاظ بھی نہایت معنی خیز ہیں، یعنی خُدا نے دِن اور رات کو تمہارے فائدے کے لئے مسخّر کیا اور آگے چل کر نجُوم اور شمس و قمر کا اِس کے قانُون سے مسخّر ہونا بھی انتہائی طور پر معنی خیز ہے اور مقصد شائد یہ ہو کہ دیکھو تم اِن کو لیل و نہار میں استعمال کر سکتے ہو۔ تسخیر کے مسئلے کے متعلق انکشافات آگے آئیں گے۔ [*] اِن حیرت انگیز انکشافات کے بعد ایک حصّہ قرآنی آیات کا حیوانات کی طرف توجہ دِلاتا ہے۔ یہ آیات حسبِ ذیل ہیں۔

(۵۳) اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○	(۵۳) کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان کے خلا میں پکڑے ہُوئے ہیں، اُن کو سوائے اللّٰہ کے کون پکڑے رکھتا ہے، بیشک اِس (منظر) میں صاحبِ ایمان قوم کیلئے (بہت سے) اشارات اور احکام موجُود ہیں۔

[*] دیکھو صفحہ ۴۲، ۴۳

(۵۴) يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(۵۴) اِن (شہد کی مکھیوں) کے پیٹوں سے ایک پینے کی چیز نکلتا ہے جو رنگ برنگ ہوتی ہے۔ اُس میں عام مخلوق کیلئے شفا ہے۔ بیشک اس میں سوچ سمجھ والی قوم کے لئے ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے۔

(۵۵) وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

(۵۵) اور بیشک تمہارے لئے اِن مویشیوں (کے حالات کی دریافت) میں ایک عبرت ہے۔ ہم تمہیں جو کچھ اُن کے پیٹ میں فضلہ اور خون کے بَین بَین شئے ہے، خالص دُودھ بنا کر پینے والوں کو پلاتے ہیں۔

یہ تینوں آیتیں ایک ہی سورت (سورۂ نحل) میں واقع ہیں۔ (۵۳) کے متعلق تو اَب دُنیا اعتراف کرے گی کہ اس میں ہوائی جہازوں کی طرف اشارہ تھا۔ اور دُنیا اس اَلَمْ يَرَوْا کے خدائی حُکم سے مستفید ہو رہی ہے۔ (۵۴) کے متعلق ابھی کافی طور سے تحقیقات نہیں ہوئی۔ اگرچہ شہد کی بعض خصوصیات کے متعلق یونانی اور یورپ کے حکیم قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور مجھے جو فائدہ عملی تجربہ سے قید خانہ کے اندر ہوا ہے حیران کُن ہے کیونکہ جو گلے کی بیماری مجھے تذکرہ کے لکھنے کے بعد پچیس۲۵ برس ہوئے لگی تھی اُس سے حیرت انگیز افاقہ ہوا ہے حالانکہ میں اسی سلسلے میں دو دفعہ یورپ بھی علاج کے لئے گیا اور دُنیا کا کوئی علاج نہ چھوڑا تھا۔ (۵۵) کے متعلق جو تلاش خدا مانگتا ہے وہ ممکن ہے ابھی تک کچھ بھی نہ ہوئی ہو کیونکہ اِس میں عبرت کا لفظ ہے۔ ہم نے چار پاؤں کے دُودھ سے ابھی تک کوئی عبرت حاصل نہیں کی کیونکہ ہم ابھی تک یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ خوراک کس عمل سے خون بنتی ہے اور پھر خون سے ایک حصہ الگ ہو کر کیونکر دُودھ بن جاتا ہے لیکن یہ دریافت میں کمی اِس تمام غلط رستے کی وجہ سے ہے جس کی طرف اشارہ اِس عنوان کے شروع میں کیا گیا تھا۔

ان موقعوں سے صرفِ نظر کر کے انسان کی اپنی خلقت کے اندر غور و خوض کے اشارے ہیں جو حیوانات کی پیدائش کے سلسلے میں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ صحیفۂ فطرت کی ذی حیات مخلوق کی طرف قرآنِ حکیم کی توجہات یکجا ہو جائیں اور ہر شخص ان کی طرف زیادہ غور و خوض کرنے کے قابل ہو جائے۔

(۵۶) وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

(۵۶) اور یہ خدا کے (عظیم الشان) اشاروں میں سے ایک (شاندار) اشارہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تم ناگہاں بشر بن گئے ہو جو زمین پر پھیل رہے ہو۔ اور اس کی حیرت انگیز علامتوں میں سے ایک علامت ہے کہ

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۲۱

اُس نے تمہارے (آرام اور استعمال کے) لئے تم میں سے ہی جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اپنی عورت سے تسکینِ قلب حاصل کرو، اور تمہارے مابین محبّت اور رحمت پیدا کر دی۔ بیشک اِس (منظر) میں سوچنے والی قوم کیلئے یقیناً بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۵۷) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴۲

(۵۷) اللہ وُہ ہے جو موت کے وقت (ذی حیات مخلوق کے) نفسوں کو پُورا کر دیتا ہے اور اِس نفس کو جو اپنی نیند میں ابھی مرا نہیں۔ پھر جس نفس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور دُوسرے کو ایک وقتِ مقرّر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اِس (منظر) میں اُس قوم کے لئے جو سوچ بچار کرتی ہے ضرور بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۵۶) میں اِنسان کو مٹّی سے پیدا کرنے کا انکشاف ایک نہایت طویل اور علمی انکشاف ہے جس کی تشریح جابجا قرآنِ حکیم میں نہایت وضاحت سے کی گئی ہے اور ایک مستقل بحث کی طالب ہے جو علم القرآن سے متعلق ہے۔ مرد اور عورت کے نسوانی تعلقات پر علمی بحث اِس امر کی مقتضی تھی کہ کم از کم عُلمائے فِطرت اِس کے متعلق انتہائی معلُومات حاصل کر کے فِطرت کے اِس عجیب و غریب منظر سے زِندگی کا راز دریافت کرتے مگر واحسرتا کہ عُلمائے فِطرت کو بھی عورت اور مرد کے اعضائے مخصُوصہ کے متعلق بحث کرنے میں شرم محسُوس ہوتی ہے اور یہ تمام موضُوع نایافتہ اُسی طرح پڑا ہے جیسا کہ پہلے روز تھا۔ ضرُورت اِس کی ہے کہ عُلمائے فِطرت شرم اور حیا کے بیہُودہ تخیّل سے بے نیاز ہو کر اِس موضُوع کا مطالعہ نہایت غور و خوض سے کریں اور کسی مستقل علم تک پہنچیں کیونکہ اِسی کے اندر تخلیقِ انسان کا عظیم الشّان مسئلہ حل ہوتا ہے۔ ضرُورت ہے کہ مَرد کے خصیوں اور عورت کے بیضۂ رحم کے متعلق بے پناہ انکشافات ہوں کیونکہ اِنسان کی جوانی بلکہ زِندگی کا دار و مدار اِن دونوں اعضاء کی صحت پر ہے۔ ڈاکٹر وِرونوف نے جس کا ذکر اُوپر ہُوا مجھے بتایا کہ مُسلمانوں کے پاس ہسپانیہ، مصر اور اور ہندُوستان میں پُرانے زمانے میں مَرد اور عورت کے اعضائے مخصُوصہ کی صحت کے متعلق اِس قدر معلُومات اور ادویات تھیں کہ مجھے حسرت ہے کہ میرے پاس ہوتیں تو مَیں نہ جانے کیا کرتا۔ اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ انسان کے خصیوں میں بندروں کے غدُودوں کے لگانے کا تخیّل بھی اُس نے مسلمانوں سے ہی لیا جبکہ وُہ مصر میں کئی

برس تک مقیم رہا اور سلطانی محل کے خواجہ سراؤں کے عادات و اخلاق کا (جن کے خصیئے کٹے ہوئے تھے) مطالعہ کرتا رہا۔ نیز یہ کہ درختوں کو پیوند لگانے کا سلسلہ تو مسلمانوں کے علم زراعت میں بڑی مدت سے چلا آتا تھا اور اُس نے اِس کا گہرا مطالعہ کیا۔ ڈاکٹر وورونوف نے ان امور کا اعتراف اپنی کتابوں میں بھی کیا جن کی جلدیں اُس نے مجھے تحفۃً دی تھیں۔ (۵۷) میں جو مضمون خدائے عزّ و جل نے چھیڑا ہے درحقیقت تمام علمِ فطرت کی جان ہے اور اگر انسان کو یہ علم حاصل ہو گیا تو نہ معلوم وہ خدائی اوصاف کے قریب کس قدر ہو سکے گا۔ لیکن اسی بنیادی کمی کے باعث جس کا ذکر میں نے اُوپر کیا ہے' انسان ابھی ان مسئلوں کو مافوق الجسمی (یعنی میٹا فزیکل) مسئلے کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے۔ حالانکہ جن جسمی (یعنی فزیکل) مسئلوں میں وُہ پڑا ہُوا ہے سراسر غیر فطری اور غیر جسمی مسئلے ہیں جن کی تہ میں یُونانی علمِ وہم (مائی تھالوجی) کام کر رہا ہے۔

اِن آیات کو پیش کرنے کے بعد رُوئے زمین پر آسُودگی کا ایک مسئلہ جو آج کل خاص طور پر تمام اقوامِ عالم میں زیرِ بحث بنا ہُوا ہے اور جس کی وجہ سے پے در پے عالمگیر جنگیں دُنیا میں ہو رہی ہیں' رزق کے کم یا زیادہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ تیرہ سو ستر برس پہلے اس مسئلے کا وہم و گمان بھی اس پیمانے پر نہ ہو سکتا تھا مگر قرآنِ حکیم چُونکہ خالقِ زمین و آسمان کا کلام یقینی طور پر ہے اور کسی بڑے سے بڑے مُنکر کو بھی ان انکشافات کے بعد جو مَیں نے تذکرہ کی دس جلدوں میں اور یہاں پر کئے ہیں' اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ وُہ قرآن سے مُنکر ہو' اس لئے اِس مسئلے کا قرآنِ حکیم میں آنا لازمی امر تھا۔ یہ موضوع قرآن میں اور جگہ بھی ہے لیکن چُونکہ اِس عنوان میں وُہی آیات لکھی گئی ہیں جن میں اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کے الفاظ ہیں اس لئے یہاں اسی قسم کی آیات دی جاتی ہیں۔

(۵۸) اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ ۳۷

(۵۸) ا۔ کیا اِن لوگوں نے (اِس امر پر) غور نہیں کیا کہ اللہ جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے اُس پر رزق کھلا چھوڑ دیتا ہے اور اُس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے۔ بیشک اِس (منظر) میں اُس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے ضرور بہت سی ہدایات اور اشارے موجُود ہیں۔

(ب)۔ اَوَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝

(ب)۔ کیا اِن لوگوں کو اِس امر کا علم نہیں ہے کہ اللہ جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے اُس پر رزق کھلا چھوڑ دیتا ہے اور اُس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے۔ بیشک اِس (منظر) میں اُس قوم کے لیے جو ایمان کی (خصوصیات) رکھتی ہے

ضرورۃً بالضرورۃ بہت سی ہدایات اور اشارے موجود ہیں۔

(۵۹) ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(۵۹) لوگو! تمہاری سوچ کے لئے تمہاری اپنی ہی مثال خدا دیتا ہے (وہ یہ ہے کہ) کیا تم لوگوں کے پاس اُن لوگوں میں سے جو تمہاری غلامی میں ہیں (اور تم اُن سے اُجرت پر کام لے رہے ہو) ایسے ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کو اس آسودہ حالی میں جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہے اسی طرح کا شریک کرلو کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں۔ یا تم اُن کی بھی اُتنی ہی پرواہ اور فکر کرو جتنی تم اپنی کرتے ہو، عقلمند قوم کے لئے ہم اِس طرح آیاتِ الٰہی کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

اِس آیت (۵۹) میں کافی غور وفکر کے بعد مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے کھُلے الفاظ میں یہ تنبیہ کردی ہے کہ دیکھو غلام نہ بن جانا کیونکہ آقا قومیں غلام قوموں سے رزق چھین لیا کرتی ہیں اور پھر کبھی اُنکو موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ اُتنی آسودہ حال ہو جائیں جس قدر کہ اُن کے آقا ہیں۔ اِس بناء پر جو قوم عقلمند ہے وُہ غلام ہونے سے بچے گی۔ بہر نوع بسط وقبضِ رزق کے لئے خُدائے عزّوجل کا یہ حیرت انگیز انکشاف کہ صاحبِ ایمان قوم کے لئے خُدائے عظیم کے اِس مظہرِ فطرت میں صدہا اشارے میں وُہ انکشاف ہے جو تمام دُنیا کے عُلمائے فطرت کو حیرت میں ڈال دے گا اور وُہ سب سے زیادہ اِس امر کی طرف متوجّہ ہوں گے کہ قرآن میں ایمان کی تعریف کیا ہے۔ بہر نوع اگر ایمان کی مُلّائی تعریف بھی مذاق کے طور پر تسلیم کرلی جائے کہ ہم قرآن کو رسمی طور پر ماننے والے ہی ایمان دار ہیں اور باقی سب قومیں کافر، تو یورپ اور امریکہ کی بھُوکی قوموں کو یہ امر شاق گذرے گا کہ دُنیا میں اکثر مُلک جہاں رزق (جس میں معدنیات اور تیل بھی شامل ہیں) بہتات سے ہے وُہ مُلک ہیں جو مُسلمانوں کے پاس ہیں، اور جن میں سب سے نیا مُلک پاکستان اب شامل ہوا ہے۔ اِن دو آیات (۵۸) کے مطالعے کے بعد کم از کم عُلمائے فطرت کے اندر ایک ہیجان مچ جانا چاہیئے کہ قبض وبسطِ رزق کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف انسان کی توجّہ دِلائی گئی ہے اور اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر اس مسئلے کا مطالعہ غور سے کیا جائے تو انسان کو اس میں ہزارہا اشارات اور احکام مل سکتے ہیں۔

اسی سلسلے میں اُوپر کی دو آیات (۵۸) اور (۵۹) سے بھی زیادہ تعجب انگیز دو اور آیاتِ الٰہی ہیں، جن سے بسط وقبضِ رزق کے متعلق خدائے عزّوجل کی حکمتِ عملی کا کچھ پتہ لگتا ہے اور یہ آیات اِس لئے بھی زیادہ تحیّر انگیز ہیں کہ آیت (۵۹) میں اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کے الفاظ کہہ کر اِس امر کی طرف واضح اشارہ

کیا گیا ہے کہ بسط و قبضِ رزق کا مسئلہ ایک علمی (اور سائنٹیفک) مسئلہ ہے اور اس مسئلے کے متعلق مفید نتائج پر پہنچنے کے لئے علمی تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہے۔ یہ آیات حسبِ ذیل ہیں۔

(۶۰) ا- اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝

(۶۰) ا- بیشک تیرا پروردگار جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے اُس پر کھلا رزق چھوڑ دیتا ہے اور اُس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے بیشک وُہ اپنے بندوں (کے طرزِ عمل اور اُن کے کرتُوتوں) سے بڑا باخبر اور (ان کے اعمال و افعال کو) بڑا پرکھنے والا ہے۔

(۶۰) ب- وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

(۶۰) ب- اور اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق کھلا چھوڑ دیتا تو ضرور وُہ اِس زمین میں بغاوت کر دیتے لیکن وُہ جس قدر مناسب سمجھتا ہے اُسی اندازے سے رزق اُتارتا ہے بیشک وُہ اپنے بندوں کے طرزِ عمل اور کرتُوتوں) سے بڑا باخبر اور اُن (کے اعمال و افعال) کو بڑے غور سے پرکھنے والا ہے۔

(۶۰) ج- اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ *

(۶۰) ج- خُدا اپنے بندوں کے متعلق نہایت باریک بین ہے، وُہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے رزق دیتا ہے اور وُہ بڑی قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (کوئی دھکے سے رزق نہیں لے سکتا)۔

اِن تینوں آیتوں سے واضح ہے کہ رزق کی مقدار کا تعین انتہائی سوچ بچار کے بعد ہوتا ہے۔ گویا انسان پر لازم ہے کہ اِس سوچ بچار کے متعلق توجیہوں کا علم حاصل کر کے اپنے آپ کو اُن چیزوں سے باز رکھے جو قبضِ رزق کا باعث ہیں۔ کیا عجب ہے کہ یورپ کی بعض بھُوکی قوموں (مثلاً انگلستان، جرمنی وغیرہ) میں رزق کی کمی کا باعث یہی ہو کہ وُہ دُنیا میں جا کر رزق کی تلاش کریں اور پھر اِسی تلاش میں اُن کی جنگی یا سیاسی صلاحیتیں بلکہ دماغی قابلیتیں واضح ہوں۔ بہر نوع یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ قوموں میں رزق کی کشائش اکثر اوقات نعمت ہونے کی بجائے نقصان دِہ ثابت ہوئی ہے اور اُس قوم میں غفلت اور جمُود نے گھر کر کے اُس کی صلاحیتوں کو تباہ کر دیا ہے۔ انگلستان اور جاپان ایک طرف اور دُوسری طرف ہندوستان اور چین اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ قبض و بسطِ رزق کے مسئلے کے متعلق علمی تحقیقات بہرحال ایک نیا باب ہے جو انسان کو

* ترجمہ۔ خُدا اپنے بندوں کے متعلق نہایت باریک بین ہے، وُہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے رزق دیتا ہے اور وُہ بڑی قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (کوئی دھکے سے رزق نہیں لے سکتا)

بے انتہا مفید معلومات پہنچا سکتا ہے۔

اِن مسئلوں سے ہٹ کر قرآنِ حکیم میں ایک اور طریقے پر فطرت کا مطالعہ ہے جو انسان کو ہلاک شدہ بستیوں کے کھنڈروں اور خرابوں سے ملتا ہے اور جس کی طرف یورپ نے بھی ضرور توجہ کی ہے۔ یہ مسئلہ قرآن میں اس تاکید سے ہے کہ آگے چل کر "سیر فی الارض" کے مضمون ☆ کے تحت میں کئی اور آیتیں آئیں گی لیکن ذیل کی آیتوں کی اہمیت اس لئے ہے کہ اُن میں صاف طور پر ہلاک شدہ قوموں کے باقیات کے مطالعے کو مستقل علم قرار دیا گیا ہے:۔

(۶۱) أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ○ ۲۰

(۶۱) کیا اِن کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ ہم نے اِن سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے گھروں میں وُہ اب بس رہے ہیں، بے شک اِس (عبرتناک منظر) میں اُن لوگوں کے لئے جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں ضرور بہت سی ہدایات اور اشارات موجود ہیں۔

(۶۲) أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ○ ۳۲

(۶۲) کیا اِن کو خدا نے یہ راہ نہیں دکھائی کہ ہم نے اِن سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے گھروں میں وُہ اب چل پھر رہے ہیں، بے شک اِس (منظر) میں بہت سے اشارات موجود ہیں، تو کیا پھر وہ (ان اشارات اور ہدایات کو) نہ سُنیں گے؟

(۶۳) فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○ ۲۷

(۶۳) پس یہ ہیں ان کے گھر جو برباد اور ویران اس لئے پڑے ہیں کہ اُنہوں نے (قانونِ فطرت کی سرکشی کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کیا تھا۔ صاحبِ علم قوم کے لئے اِس (منظر) میں ایک (اہم) اشارہ موجود ہے۔

آخر میں اُن آیاتِ الٰہی کو نقل کرتا ہوں جن کے متعلق ابھی ہمارا علم بہت ناقص ہے اور انسان کی توجہ اُن کی طرف بے حد ہونی لازم ہے:۔

(۶۴) اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي

(۶۴) خُدا وُہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے کھڑا کیا (یعنی تمام سلسلہ کائنات ☆ ہمارے سروں کے اُوپر ہے بغیر کسی سہارے کے چل رہا ہے) تم اِس سلسلہ کو دیکھ رہے ہو

☆ دیکھو صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۹

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ○

پھر اس کے بعد وُہ اپنے تخت حکومت پر جم کر بیٹھا ہے اور اُس نے سُورج اور چاند کو (اپنے مقرر کردہ قانُون کا) پابند کر رکھا ہے۔ یہ سب ایک وقتِ مقرر تک چل رہے ہیں۔ وہ قانُونِ فطرت کی تجویز و تدبیر کر رہا ہے۔ ان آیاتِ الٰہی کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ تم کو اِس اَمر کا یقین آجائے (کہ ایک نہ ایک دن جبکہ تم اپنی ترقی کے اس آخری مرحلے پر پہنچو گے) تمہاری اپنے پروردگار سے مُلاقات (کا ہونا) لازمی ہے۔

(۶۵) وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ○

(۶۵) اور یہ خُدا کی (حیرت انگیز حکمت کی) نشانیوں میں سے ایک ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم (قانُون) سے تھمے ہُوئے ہیں۔ پھر جب اِن کی تخلیق کے بعد اُس نے تمہیں زمین سے نکلنے کے لئے پُکارا تو تُم ناگہاں اس سے نکل پڑے۔

(۶۶) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ○

(۶۶) کیا تُو نے اِس امر کی طرف غور نہیں کیا کہ کشتیاں سمندر میں خُدا کے احسان کی وجہ سے چل رہی ہیں تاکہ خُدا تم کو اپنی (حیرت انگیز حکمت کی) نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں دکھلائے۔ بے شک اِس منظر میں اُس قوم کے لئے جو صاحبِ استقلال اور خُدا کی نعمتوں کی صحیح قدر کرنے والی ہے کئی ہدایات اور اشارات موجُود ہیں۔

(۶۷) وَمِنْ اٰیٰتِہِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَھْرِہٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ۙ اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ ۙ

(۶۷) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ جہاز سمندر میں پہاڑوں کی طرح (سر اُٹھائے ہُوئے) ہیں۔ وُہ جب مناسب سمجھے ہوا کو ساکن کر دے پھر یہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ انسان کی اِس واماندگی اور بے بسی میں ہر مستقل مزاج اور صحیفہ فطرت کی قدر دان قوم کے لئے صدہا اشارات ہیں (جن کی وجہ سے وُہ اِس

سے نکل کر بہتر جہاز پیدا کر سکتا ہے) یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا سمندر پر ہی انہیں ان کی بداعمالی کی پاداش میں ہلاک کر دے اور یہ بھی ہے کہ وہ بہتوں سے درگذر کر جاتا ہے۔

(۶۸) وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

(۶۸) اور وہی ذات پاک ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے ستارے بنائے تاکہ تم اُن کے ذریعے سے سمندر اور خشکی کی (حیران کُن) تاریکیوں میں رستہ پا سکو۔ صاحب علم قوم کے لئے ہم نے اشارات اور ہدایات کو بالیقین کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(۶۹) وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

(۶۹) اور (خدا کی (حکمت بالغہ کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ وہ تم کو بجلی کے خوف اور طمع کے دونوں منظر دکھلا رہا ہے اور آسمان سے پانی اُتار کر زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اس کو اُس پانی کے ذریعے سے زندہ کر دیتا ہے، بے شک اس تمام منظر میں عقلمند قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

آیت (۶۴) شاید ان سب آیتوں میں سے زیادہ تعجب خیز ہے کیونکہ اس میں مُلاقات رب پر یقین رکھنے کا ذکر ہے جو بظاہر ان تمام موضوعوں سے جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں غیر مربوط معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں دیکھو (۲۲) جہاں پھر صحیفۂ فطرت کی طرف توجہ دلا کر لقائے رب سے مُنکر نہ ہونے کی ترغیب دی گئی ہے لیکن آیت (۶۴) اور آیت (۲۲) دونوں میں (جن میں سے پہلی تیرھویں میں اور دوسری تیسویں سورت میں ہے۔ لقائے رب کے علاوہ حیران کُن الفاظ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی (۱۳) اور اَجَلٍ مُّسَمًّی (۳۰) کے ہیں، جن سے انسان کو غالباً یہ تنبیہ دینا مقصود ہے کہ یہ تمام "کارخانۂ دُنیا" بہ شمولیت شمس وقمر و عرش ایک مقررہ مدت تک ہیں اور اسی "تھوڑی سی مُہلت" میں انسان کو لقائے رب کے سامان پیدا کرنا ہیں۔ آیت (۶۴) بظاہر چھوٹی سی آیت ہے لیکن اس میں یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ کے الفاظ ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ خدا نے اس آیت کے اندر صحیفۂ فطرت کی "آیات" کی بہت سی تفصیل دے دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ "شاید اس کے بعد انسان کو خدا سے مُلاقات کرنے کے بارے میں پورا یقین پیدا ہو جائے۔" آیت (۶۴) میں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کے الفاظ ہیں یعنی خدا اس دُنیا کو چلانے کے لئے "قانون

کی تشکیل" کر رہا ہے۔ گویا اسی قانون کی دریافت سے لقائے رب کی صورت پیدا ہوگی۔ سورۃ السجدہ (۳۲) میں اس یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کی کافی تشریح دے دی ہے کہ یہ تدبیر امر ہزاروں سالوں میں جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے۔ (دیکھو تَذْکِرَہ اصل کتاب صفحہ ۱۴ تا ۱۶ تحت المتن،) آیۂ (۶۵) میں یہ اشارہ بھی صاف ہے کہ آسمان اور زمین کی تخلیق کے بعد انسان اسی زمین میں سے نکلا۔ آیت (۶۶) کی رُو سے ابھی انسان کو بہت سی "آیات" کشتیوں کے سمندروں میں تیرنے کے متعلق ملیں گی بشرطیکہ انسان مستقل مزاج رہا۔ آیت (۶۷) میں پھر اسی مستقل مزاجی کی طرف اشارہ ہے کہ تم اِن جہازوں سے جو ہوا کے زور سے چلتے یا ٹھہر جاتے ہیں شائد گذر کر اپنی ہلاکتوں سے بچ جاؤ لیکن ابھی تک پورا بچاؤ نہیں ہُوا۔ آیت (۶۸) میں نہ معلوم بر و بحر کے "اندھیروں" میں کیا ہدایات انسان کو نجوم سے ملنی باقی ہیں جن سے وہ بالکل بے خبر ہے۔ آیت (۶۹) سے ابھی تک اتنا ہی معلوم ہُوا ہے کہ بجلی کی نفع مند صورتیں ہیں جن سے دُنیا مالا مال ہو رہی ہے لیکن "منوف" کی صورتیں کافی طور پر پیدا نہیں ہُوئیں۔ دیکھئے آگے چل کر کیا ہوتا ہے۔ الغرض یہ تمام آیات (۶۴) تا (۶۹) اس قطع کی ہیں کہ انسان کا علم ان کے بارے میں ازبس ناقص ہے۔

۴۔ صحیفۂ فطرت میں جو شئے ہے وُہ اِنسان کی تسخیر کے لِئے ہے

صحیفۂ فطرت کی طرف اس گہری نظر سے توجہ دِلانے کے بعد قرآنِ حکیم نے حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ آج سے تیرہ سو ستر برس پہلے جب کہ دُنیا انتہائی قسم کے ظنونِ واہیہ اور سحرِ سیاہ (کالے جادو) میں گرفتار تھی اور جب کہ دُنیا کی بڑی بڑی ہوشمند قومیں مثلاً یُونانی اور یورپ، عراق، مصر اور ہندوستان کی نسبتاً تہذیب یافتہ قومیں پتھر کے بُتوں، آگ، دریا، سُورج، درخت، گائے، بندر، فرضی جانور، ستاروں حتیٰ کہ اعضائے تناسل کی پرستش میں مُبتلا تھیں، اعلان کر دیا کہ تمام کارخانۂ فِطرت کی ہر شئے انسان کی تسخیر اور استعمال کے لئے ہے اور کوئی شئے ماسوا خُدا کے خواہ وُہ بڑی سے بڑی ہو اور مرعوب کرنے والی ہو، لائقِ سجدہ نہیں، اگر سجدہ ہے تو صرف خُدا کی واحد ذات کو ہے۔ یہ وُہ سنسنی خیز اعلان تھا جس نے تمام دُنیا کے تخیل کا رُخ بالکل دُوسری طرف کر دیا اور انسان فِطرت سے مرعوب ہونے کی بجائے فِطرت کا علم حاصِل کرنے کی طرف متوجّہ ہو گیا۔ اِس سِلسلے میں صرف تسخیرِ فِطرت کے متعلق جو آیات قرآنِ حکیم میں ہیں یہاں پر جمع

کر دی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ قرآن کا اُفقِ نظر اور مذہبی کتابوں کے بالمقابل کس قدر بلند، فیصلہ کُن اور واضح ہے۔ جو شئے انتہائی طور پر قابلِ غور ہے وُہ یہ ہے کہ اِن تمام آیات میں سوائے ایک کے سَخَّرَ لَکُمْ کے الفاظ ہیں یعنی یہ کہ یہ تمام اشیاء تمہارے لئے مسخر کی گئی ہیں۔ تمہیں پُورا اختیار ہے کہ اِن سے فائدہ اُٹھاؤ۔

(۷۰) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ۝

(۷۰) خُدا وُہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس پانی کے ذریعے سے پھلوں سے تمہارے لئے رزق نکالا اور تمہارے لئے اِن کشتیوں کو مسخر کیا جو خُدا کے قانُون سے سمندروں میں چلتی ہیں اور تمہارے لئے دریا مسخر کئے اور تمہارے لئے سُورج اور چاند کو مسخر کیا جو چل رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دِن کو مسخر کیا۔

(۷۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ؕ وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

(۷۱) کیا تُو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے مسخر کیا اور کشتیاں مسخر کیں جو سمندر میں اُس کے حکم سے چلتی ہیں اور آسمان کو پکڑے رکھتا ہے کہ وُہ زمین پر نہ گر جائے (یعنی آسمان کے ستارے زمین سے ٹکرا نہ جائیں) مگر اُس وقت کہ اُس کے حکم سے (ایسا ہو سکتا ہے) بے شک اللہ انسانوں پر بالضرور نہایت ہی رحمت اور رافت کرنے والا ہے (کہ ایسے واقعے کو ہونے نہیں دیتا)

(۷۲) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝

(۷۲) کیا تم لوگوں نے اِس بات کی طرف نہیں دیکھا کہ بالتحقیق خُدا نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے مسخر کر رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دی ہیں (پھر بھی) لوگوں میں سے ایسے ہیں جو خُدا کے بارے میں یعنی اُس کی کنہ و ماہیت دریافت کرنے کے متعلق اس کی فطرت کا علم حاصل کئے بغیر یا فطرت کی روشن کتاب کا مطالعہ کئے بغیر جھگڑتے رہتے ہیں۔

(۷۳) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ

(۷۳) کیا تُو نے اِس بات کو نہیں دیکھا کہ خُدا رات اور دِن پر اور دِن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اُس نے

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَّأَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ۳۱

سُورج اور چاند کو مسخّر کر رکھا ہے۔ یہ سب ایک وقتِ مقرّرہ تک چل رہے ہیں اور اِس میں شک نہیں کہ اللہ جو کچھ (ان کی دریافت کے متعلق) عمل کر رہے ہو، اُس سے بڑا باخبر ہے۔

(۷۴) وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴۵

(۷۴) اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تُمہارے فائدے کے لئے مسخّر کر رکھا ہے، بیشک اِس (اعلان) میں (جو ہم نے کیا ہے) سوچ بچار کرنے والی قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

(۷۵) ا۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ۲

(۷۵) ا۔ وُہ وُہ (پاک ذات ہے) جس نے اِس زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب تُمہارے لئے پیدا کیا، پھر اُسکے بعد وُہ جم کر آسمان کی طرف متوجّہ ہُوا، پھر اُن کو سات آسمان بناکر برابر کر دیئے اور وُہ ہر شئے کے متعلق بڑا علم رکھنے والا ہے۔

(۷۵) ب۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ۵۳

(۷۵) ب۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وُہ اللہ ہی کا اِس لئے ہے کہ وُہ بُرے اِنسانوں کو (انہی چیزوں کے ذریعے سے) اُن کی کاہلی اور غفلت کی سزا دے اور حُسنِ عمل کرنے والوں کو یہی چیزیں بطورِ انعام دے۔

اللہ اللہ! اِس آخری آیت سے بالکل واضح ہوگیا کہ نہ صِرف رُوئے زمین کی ہر نعمت بلکہ آسمان کی تمام چیزیں یعنی کروڑہا ستارے بھی خُدا نے بنا بنا کر اپنے پاس اِس لئے رکھے ہیں کہ وہ سب کے سب انسان کو بطورِ انعام دے دے یمو!

۳۔ مقامِ خُدا

مقامِ بشر اور مقامِ فِطرت کی وضاحت کے بعد قرآنِ حکیم نے خالقِ زمین و آسمان کا مقام واضح کیا کہ تمام فِطرت اسی خلّاقِ عظیم کو سجدہ کر رہی ہے، یہ سجدہ واضح طور پر اُسکے بنائے ہُوئے قانون کی متابعت ہے اور فطرت کے ہر فعل سے واضح ہو رہا ہے

یمو گویا جس قدر کوئی سعی کرے گا اسی قدر انعام لے گا۔

(۷۶) ا۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ ۱۳/۱۵

(۷۶) ا۔ اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے چاروناچار خُدا کو سجدہ کر رہا ہے اور یہ قانونِ خُدا کی متابعت اِس شدّت سے ہے کہ وُہ خُود تو خیر اِن کے سائے بھی صُبح و شام سجدے میں ہیں۔

(ب) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ۱۶/۴۹-۵۰

(ب) اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں چارپاؤں اور ملائکہ میں سے ہے وُہ خُدا کے آگے سجدہ کر رہا ہے اور وُہ اکڑ (کر کے خُدا کے احکام سے رُوگردانی) نہیں کرتے وُہ اپنے پروردگار سے جو اُن کے اُوپر ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو کچھ اُن کو حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔

(ج) لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ۶۶/۶

(ج) وُہ خُدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ کہا جاتا ہے، کرتے ہیں۔

(۷۷) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ ۲۲/۱۸

(۷۷) کیا تُو نے اِس پر غور نہیں کیا کہ درحقیقت خُدا کے سامنے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور سُورج اور چاند اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد سجدہ کر رہی ہے اور (انسانوں میں سے) ایک کثیر تعداد وُہ ہے جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے اور جس کو خُدا ذلیل کرے تو اُس کو کوئی عزّت دینے والا نہیں۔ بیشک خُدا وہی کرتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے۔

(۷۸) اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ ۵۵/۵-۶

(۷۸) سُورج اور چاند ہیں کہ ایک اندازے کے مطابق (چل رہے) ہیں اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔

(۷۹) هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ ۱۳/۱۲-۱۳

(۷۹) وُہ وُہ (پاک ذات) ہے کہ تمہیں بجلی کے دونوں منظر یعنی اُس سے ڈرنے کے اور اُس سے فائدہ اٹھانے کے پیش کرتا ہے اور بڑے بڑے گھنے بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ کڑک اُسی کی تعریف میں تسبیح خواں ہے اور ملائکہ اُس سے ڈر کر حمد خواں ہیں، وُہ بجلی کی رَو کو رواں کر دیتا ہے

پھر جس پر مناسب سمجھتا ہے جا گرتی ہے اور وُہ اِس حالت میں ہوتے ہیں کہ خُدا کی ماہیت کے بارے میں لڑتے رہتے ہیں۔

(۸۰) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

(۸۰) کیا تُونے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ بے شک خُدا کی (حمد میں) جو کوئی بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تسبیح کر رہا ہے اور پَر پھیلائے ہُوئے پرندوں سب کے سب نے اُس کی تسبیح کا علم حاصل کر لیا ہے اور اللہ اس کا بھی علم رکھتا ہے جو تُم کر رہے ہو۔

(۸۱) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

(۸۱) سات آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہے اسی کی تسبیح کر رہا ہے اور کوئی شئے ایسی نہیں جو اُس کی حمد میں تسبیح خواں نہ ہو لیکن تُم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے ، بیشک وُہ بڑا ہی صاحبِ حِلم اور بڑا ہی پردہ پوش ہے۔

(۸۲) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(۸۲) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خُدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وُہ بڑا صاحبِ عزّت اور صاحبِ حکمت ہے۔

(۸۳) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(۸۳) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خُدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ بڑا ہی صاحبِ عزّت اور صاحبِ حکمت ہے۔

(۸۴) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

(۸۴) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اُس خُدا کی تسبیح کر رہا ہے جو بادشاہ صاحبِ تقدیس ، صاحبِ عزّت اور صاحبِ حکمت ہے۔

(۸۵) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(۸۵) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خُدا کی تسبیح کر رہا ہے ، اُسی کو سلطنت (سجتی) ہے اور اُسی کو حمد (سزاوار) ہے اور وُہ ہر شئے پر قُدرت رکھتا ہے۔

اِن آیات کے مطالعے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ قرآنِ حکیم میں "سجدہ" کا لفظ ' مولوی والا (زمین پر رسمی طور پر ماتھا رگڑ کر پھر گناہوں میں مصروف ہو جانے والا) سجدہ نہیں۔ آیات (۷۶) تا (۸۵) میں بتلایا گیا ہے کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے سجدہ کر رہا ہے۔ (۷۶) میں کہا کہ سب چوپائے اور فرشتے سجدہ کر رہے ہیں اور

خوفزدہ ہیں، پھر سجدہ کا مفہوم بتایا کہ جو حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں؛ ((۷۶) ب، دُوسری جگہ کہا کہ نافرمانی نہیں کرتے اور جو کہا جاتا ہے کرتے ہیں؛ ((۷۶) ج، پھر تفصیل دے کر کہا کہ سُورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے بلکہ انسانوں میں سے اکثر سجدہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ مُسلمان کا تخیل یہ ہے کہ صرف مُسلمان ہی سجدہ کرتے ہیں ((۷۷))، اُدھر ((۷۸)) میں سجدہ کی **وضاحت** کی کہ سُورج اور چاند ایک حسابی اندازے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ گویا مقرر کردہ اندازے کے مطابق چلے چلنا اور ایک لمحہ نہ ٹھہرنا ان کا سجدہ ہے! اس کے بعد کہا کہ بجلی کی کڑک 'تسبیح' کر رہی ہے اور فرشتے 'تسبیح' کر رہے ہیں گویا بجلی کا کڑکنا اور جہاں خدا چاہتا ہے کہ اس کا گرنا ہی اس کی تسبیح ہے۔ رَعْد کے ساتھ ہی **مَلٰٓئِکَۃ** کا ذِکر کر کے اشارہ کر دیا کہ یہی خُدائی طاقتیں (مثلاً بجلی، آندھی، کڑک، موت، رزق، بادل وغیرہ وغیرہ) اُس کے فرشتے ہیں؛ ((۷۹))، پھر کہا زمین و آسمان میں جو کوئی ہے 'تسبیح' کر رہا ہے اور پَر پھیلائے ہوئے پرندے بھی خُدا کی تسبیح کر رہے ہیں اور اِن سب کو خُدا نے اِن کی نماز اور "تسبیح" سِکھلا دی ہے؛ ((۸۰))، پھر کہا کہ ساتوں آسمان اور جو کوئی ان میں ہے "تسبیح" کر رہا ہے لیکن انسان ان کی تسبیح نہیں سمجھتا۔ باقی چار آیتوں (۸۱) تا (۸۵) میں یکساں مضمون تسبیح کا ہے۔ ان سب آیات سے ظاہر ہے کہ نماز، سجدہ، تسبیح سب سے مُراد مشین کی طرح خُدا کے قانون کی پیروی ہے۔ الغرض خُدا کا مقام واضح ہے کہ وُہ حاکمِ اعلیٰ ہے۔ اُس کی نماز اور تسبیح فِطرت کے ہر قانون کی ہر حالت میں پیروی اِسی طرح ہے جس طرح پر کہ فِطرت کی باقی اشیاء کر رہی ہیں۔ سوچو کہ مُسلمان کو آجکل کیوں کچھ نہیں مِلتا اور باقی قومیں سب کچھ لے رہی ہیں۔

۴۔ تمکّن فی الارض اور معَادِ بشر

۱۔ اِنسَان کا لائحۂ عمل اور اِرتقاء

اِس امر کو واضح کرنے کے بعد کہ خُدا کی بنائی ہُوئی جو کچھ شے بھی زمین میں بلکہ آسمانوں میں ہے، وُہ انسان کے تصرف، تسخیر اور استعمال کے لئے ہے؛ ((۷۰)) تا ((۷۵))، نیز یہ کہ اِنہی اشیاء کے بغور مطالعے اور استعمال سے انسان کو اِس دُنیا میں صحیح طور پر چلنے کے لئے واضح احکام اور صحیح راہِ عمل مِلتے ہیں؛ ((۳۴)) تا ((۶۹)) بلکہ انہی کے مطالعے سے اِس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ خُدا کیا ہے، اُس کو کِس طرح پہچانا جا سکتا ہے، اُس کی عادات، خاصیات اور اوصاف کا صحیح اندازہ بھی اس کی مخلوق کے مطالعے میں ہے۔ خُدائے عزّ و جل نے واضح کر دیا کہ فِطرت کی ہر شئے اُسی کو سجدہ کر رہی ہے؛ ((۷۶)، تا (۸۵)) اُسی کے قانون کی تابع ہے؛ ((۸۶))

اس سے خوفزدہ ہے؛ ((۷۶) (ب) و (۷۹))، اُس کے حکم کی پُوری پابند ہے؛ ((۷۶) (ب) و (۸۷))، اُس کے مقرر کئے ہُوئے راستے سے اگر اِدھر اُدھر ہٹے گی تو فنا ہو جائے گی؛ ((۸۸))، اُس نے جو اندازہ ایک دفعہ مقرر کر دیا اُس سے اِدھر اُدھر ہٹنے کی گنجائش نہیں؛ ((۸۹)) وغیرہ وغیرہ۔ اِس بناء پر انسان کو بھی یہی سجتا ہے کہ وُہ بھی چُونکہ اُس کی مخلوق ہے اِس لئے اُس کے بنائے ہُوئے قانون سے اِدھر اُدھر نہ ہٹے؛ ((۹۰))، اُس کی مقرر کردہ حدُود کے اندر رہے؛ ((۹۱))، اِس کو اپنی فطرت کے اندر سے اور حیوانوں یا نباتات یا جمادات کی غیر مانند کوئی ہدایت نہیں ملی؛ ((۱۱۲)) اور (۱۲۵))، وُہ اپنے ہدایت نامہ سے کہ دُنیا میں کیا کرے قطعًا بے علم اور نابلد ہے، اِس لئے اِس کو چاہیئے کہ انبیاء سے ہدایت لے جو خُدا نے ہر اُمّت، ہر قریہ، ہر بلدہ میں انسان کی ہدایت کے لئے بھیجے؛ ((۹۲)) اور ان کے ساتھ ایک کتاب اتاری؛ ((۹۳)) جو سب کو ایک ہی ہدایت دیتی تھی اور سب انسانوں کو ایک اُمّت قرار دیتی تھی؛ ((۹۴)) لیکن باوجُود اِس کے کہ سب انبیاءؑ ایک خُدا کی طرف سے ایک ہی ہدایت اور ایک ہی علم لائے تھے، انسان نے بغاوت اور ضد سے انبیاء کے درمیان تفرقہ ڈال کر، کلامِ خُدا کو محرّف کر کے، اِس کی اپنے حسبِ مطلب تاویلیں کر کے بلکہ اُس کے پیغام کے مقصد کو بدل کر آپ مختلف فرقے بنا دیئے؛ ((۹۴)) اور بر و بحر میں فساد پڑ گیا؛ ((۹۵))۔ اَب بہر نوع چُونکہ یہ فساد رفع نہیں ہو سکتا اور اِس کا فیصلہ روزِ قیامت کو ہو گا کہ کون قوم دُرستی پر تھی، کِس نے فساد ڈالا، کون مجرم تھی؛ ((۹۶)) اِس لئے اب انسان کا مسلک یہ ہے کہ خُدا کے آخری قانون یعنی قرآنِ عظیم کی طرف رجُوع کرے جو کم از کم لفظی طور پر غیر تحریف شُدہ ہے؛ ((۹۷))، اور اِس کا ایک لفظ اِدھر اُدھر نہیں ہُوا۔ اِس قرآن سے پہلے کی انبیاء کی طرف بھیجی ہوئی کتابیں لفظی طور پر بھی بدل چکی ہیں؛ ((۹۸))، اُن کے اصلی لفظ نہیں رہے، اُن کے ترجموں میں اَدل بَدل ہُوا ہے، اُن کا مفہُوم اور منشاء بدل چُکا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کے مطالب میں اگرچہ لوگوں نے بے حد تحریف کر دی ہے اور انہی آیات کو اپنے طور پر کر کے کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں مگر قرآن کے الفاظ میں ہرگز کوئی کمی یا بیشی اَب تک نہیں ہوئی۔

اِس لئے خُدا چاہتا ہے کہ اِنسان کی توجہ اِس آخری کتاب کی طرف ہو۔ اِس میں بعض احکام تو صرف وُہ ہیں جن کا تعلق جماعت سے ہے اور اُن کا مقصد آپس میں معاملات کا کھرا ہونا ہے، بعض ایسے ہیں جن کا مقصد اپنے نفس کی اصلاح ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ وُہ احکام ہیں جو سب مذاہب میں کم و بیش موجُود ہیں لیکن بہت سے احکام قرآنِ حکیم میں ایسے ہیں جن کا تعلق سعی و عمل سے ہے اور جو صرف مشاہدۂ فطرت سے حاصل ہو سکتے ہیں؛ ((۳۴) تا (۶۹))۔ انسان کا فرض ہے کہ پے در پے سعی و عمل سے ان احکام کو حاصل کرے اور اپنی جماعت کو انتہائی طور پر باقوت کر کے باقی قوموں کو جو اس کے خلاف صف آراء ہیں۔ دُنیا

کی اِس جہادگاہ میں پچھاڑے اور بالآخر سب پر غلبہ حاصل کرے؛ (۱۰۰)

قرآن صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام دُنیا کے انسانوں کے لئے ہے؛ (۱۰۱)، خدا صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام انسانوں کا خدا ہے؛ (۱۰۲)، خاتم النبی محمّد مصطفٰے صرف عرب یا مسلمانوں کے نہیں بلکہ تمام دُنیا کے انسانوں کے رسُول ہیں؛ (۱۰۳)، اِس لئے قرآن کی تخصیص کسی ایک جماعت یا مذہب سے نہیں بلکہ تمام عالم انسانی سے ہے۔ اِسی لحاظ سے یہ قرآن جس وقت خدا دیکھے گا کہ ایک قوم اِس کو کما حقہٗ قبول نہیں کرتی اور اس پر عمل کرنے سے منکر ہے، تو وہ اِس قرآن کو کسی دُوسری قوم کے سپرد کر دے گا جو اِس پر زیادہ عمدہ عمل کرے گی؛ (۱۰۴) یہ قرآن کوئی خفیہ یا مخصوص کتاب نہیں جو صرف مسلمانوں کے پاس ہی ہو سکتی ہے بلکہ یہ وُہی پیغام ہے جو بار بار سب نبیوں، ہادیوں، بشیروں اور نذیروں کو دیا گیا؛ (۱۰۵)، اِس لئے یہ سب دُنیا کی مشترکہ جائداد ہے، اِس کا قانون واضح ہے، اِس لئے ہر قوم اس کے فرمودہ پر عمل کر کے راہِ نجات یعنی باقی سب قوموں پر غلبہ حاصل کر سکتی ہے۔

مقامِ خدا یہ ہے کہ اُس کے قانون کی جو قرآن میں لکھا ہے یا فطرت سے حاصل کیا ہُوا ہے یا اس کے علاوہ کوئی مستقل حقیقت ہے، پُوری متابعت ہو یہی متابعت کرنا اُس کو خدا تسلیم کرنا ہے؛ (۱۰۷)۔ قرآنِ حکیم کے علاوہ صحیفۂ فطرت سے قانون اخذ کر کے اُس کی بنائی ہوئی ہر شے مسخر کرنا، اُس کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کرنا، اُس سے قوت حاصل کرنا منشائے خدا ہے۔ منشائے خدا یہ ہے کہ انسان اپنے اوصاف میں اپنی مادی قوت میں، اپنی سمع کی طاقت میں، اپنے بصر کی طاقت میں روز بروز ترقی کرے حتیٰ کہ وُہ رُوح جو خدا نے اس کے اندر پھونکی ہے اپنی پوری قوت سے ظاہر ہو جائے اور وُہ خدا کا مماثل بن جائے؛ (۱۰۸)

جوں جوں اِنسانی جماعت قوت پکڑتی جائے گی اُس کے افراد کے دماغ خدا کے اوصاف کے حامل ہوتے جائیں گے اور کیا عجب ہے کہ اُس مرحلہ پر جب کہ انسان نے نہ صرف زمین کی ہر شے کی تسخیر کر لی ہو گی بلکہ اُس کی پرواز آسمان کے ستاروں تک بھی ہو گی؛ (۱۰۹) اور وہاں کی اشیاء کو بھی مسخر کرنے لگا تو ایسی حالت میں اِس کی یہ تمام ہیئتِ شخصی بھی بدلتی جائے اور اِس کے اعضاء کے اندر ایک ایسا ارتقاء شروع ہو جائے جو اِس کو اِس سے بھی بہتر مخلوق بنا دے؛ (۱۱۰) ایسی حالت میں لامحالہ اِنسان کا رُتبہ اِس قدر بلند ہو گا کہ خدا جو اِس زمین و آسمان کا خالق ہے ایسے سمیع و بصیر انسان سے (دیکھو (۱۸)) ملاقات گوارا کرے گا؛ (۱۱۱) اور کیا عجب ہے کہ اُس مرحلے پر پہنچتے تک اِنسان کے اپنے اعضاء بھی ربانی اعضاء بن جائیں مثلاً موجودہ آنکھیں چونکہ خدا کو نہیں دیکھ سکتیں؛ (۱۱۲) کیا عجب ہے کہ اُس مرحلہ پر آنکھوں میں، کانوں میں اور دماغ میں ایسی تبدیلی واقع ہو کہ وُہ آنکھیں، وُہ کان اور وُہ ذہن خدا کو دیکھ سکے، سُن سکے اور سمجھ سکے پس ملاقات

ربّ کا یہ مرحلہ انسان کی آخری فتح ہے، یہی نجات ہے، یہی منتہائے تخلیق ہے: ((۱۱۳))، یہی منشائے ربّ ہے۔ منشائے ربّ یہ ہے کہ وُہ اپنے ہاتھ سے پیدا کی ہُوئی چیز کو: ((۱۱۴)) جس کو پیدا کر کے مَلٰٓئِکَۃ سے سجدہ کرایا تھا: ((۱ تا ۱۲)) اور تمام فطرت اُس کے دستِ تصرف میں دے دی تھی اور سمع و بصر اور فؤاد اُس کو ارزانی کر دیا تھا: ((۱۱۵))، ہاں یہی منشائے ربّ ہے کہ وُہ ایسی پیدائش سے مُلاقات کرے، اُس کو اُس کے سعی و عمل پر شاباش کہے اور منشائے تخلیق بھی پُورا ہو: ((۱۱۶)) اِنسان کی تخلیق کے اُس عظیم الشّان منشا (یعنی اپنے ربّ سے مُلاقات) کا آخری اور قطعی ثبوت آگے چل کر قرآنِ حکیم کی ایک پُوری سُورت (سُورۂ جاثیہ) کا مربُوط ترجمہ کر کے دُوں گا جس سے کسی متنفس کو اِنکار نہ ہو سکے گا ۔

الغرض اِنسان کی انفرادی نجات کا یہ آخری مرحلہ ہے جس کا ذِکر اُوپر ہوا۔ اُسی کا حساب روزِ قیامت کو ہونا ہے: ((۱۱۷)) اُس دن انسان کی سعی و عمل کو دیکھا جائے گا: ((۱۱۸)) جن کے عمل کا پلڑا بھاری ہوگا، وُہ لقائے ربّ سے مشرّف ہوں گے: ((۱۱۹)) روزِ قیامت کو انسان کا خُدا سے واسطہ فرداً فرداً ہے لیکن یہاں اِس دُنیا میں اجتماعی طور پر ہے: ((۱۱۷))۔

انسانی سعی و عمل کی اجتماعی جزا و سزا اِس دُنیا میں یہ ہوگی کہ وُہ قوم اِس دُنیا میں غالب ہو: ((۱۲۰)) اُس کو جنّاتِ زمین اِس دُنیا میں ملیں گے: ((۱۲۱)) تمام دُنیا کی نعمتیں اُس قوم کے لئے ارزانی ہوں گی: ((۱۲۲))، اُس قوم کے لئے جب تک وُہ سعی و عمل میں لگی رہے گی خُلد یعنی ہمیشگی ہوگی: ((۱۲۳))، وراثتِ زمین صرف صالح قوم کے لئے ہے: ((۱۲۴))، وُہی اِس کی مستحق ہے جو خُدا کے حُکموں کو مان کر اُس کی ملازمت (عبادت) میں لگی ہے: ((۱۲۵)) غیر صالح قوم کی سزا ہلاکت ہے: ((۱۲۶)) اُس کے اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے اور وُہ صفحہ زمین سے نیست و نابُود کر دی جاتی ہے: ((۱۲۷))۔

الغرض یہ ایک نہایت مختصر سا خاکہ خُدا اور بشر کے تعلقات کا ہے جو یہاں پر بطور ایک ابتدائی خاکے کے لکھ دیا ہے۔ اِس موضُوع میں جس قدر نکات واضح کئے ہیں، اُن کی دلیل پچھلی آیتوں اور مفصّلہ ذیل آیتوں پر نمبر لگا کر واضح کر دی گئی ہے۔ آئندہ موضُوعات میں اُن نکات کی مزید توضیح بھی ہوتی جائے گی۔

(۸۶) قَالَ رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی ۝ ۲۰	(۸۶) حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام نے) جواب دیا کہ میرا ربّ وُہ ہے جس نے ہر شئے کو اُس کی پیدائش (یعنی فطرت) عطا کی پھر اُس شئے کو سیدھے رستے پر لگا دیا۔
(۸۷) لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَ ہُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ ۝ ۲۱	(۸۷) وُہ قول میں اُس کی سبقت نہیں کرتے (یعنی حکم سے پہلے کوئی شئے نہیں کرتے) اور وُہ اُسکے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں

لہ دیکھو صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۴، نیز دیکھو صفحہ ۸۸ تا ۱۰۵

(۸۸) وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ○

(۸۸) اور جس قوم پر میرا غضب نازل ہُوا وُہ ہلاک ہو گئی۔

(۸۹) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

(۸۹) نہ سُورج کو یہ طاقت (شایاں) ہے کہ وُہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دِن سے پہلے ہو سکتی ہے اور سب ایک آسمان میں چل رہے ہیں۔

(۹۰) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ○

(۹۰) اور آسمان کو بُلند کر دیا اور اُس میں ایک تول رکھ دیا، یہ اِس لئے کہ تُم لوگ اِس تول یعنی میزان میں سرکشی نہ کرو۔

(۹۱) تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(۹۱) یہ اللہ کے حدُود ہیں پس اِن سے تجاوز نہ کرو، اور جس نے اللہ کے حدُود میں تجاوز کیا تو یہی لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

(۹۲) ا۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ○

(۹۲) ا۔ اور بے شک اور بالضرُور ہم نے سب اُمتوں میں ایک رسُول بھیجا۔

(ب) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ○ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ○

(ب) ہم نے بے شک تُم کو سچائی کے ساتھ (غلبہ اور سلامتی کی) خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا اور کوئی اُمّت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو اور اگر وُہ تمہیں جھٹلا رہے ہیں تو (پرواہ نہیں کیونکہ) درحقیقت اِن سے پہلوں نے بھی جھٹلایا اُن کے پاس اُن کے پیغامبر روشن احکام اور زبُور اور روشن کتاب لے کر آئے، پھر مَیں نے مُنکروں کو پکڑا تو (دیکھو) اُنکا انکار کیسا رہا۔

(ج) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(ج)۔ اور ہر اُمّت کے لئے ایک پیغامبر ہے پھر جب وُہ رسُول اُن کے پاس آجاتا ہے تو وُہ اُن کے مابین عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیتا ہے اور وُہ ظلم نہیں کئے جاتے۔

(د) وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ○ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○

(د) اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک ہی نہیں کیا مگر یہ کہ اُس بستی کے ڈرانے والے (آچکے) تھے۔ یہ ایک (لائق) عبرت

ان چودہ صفحوں کی آیتوں کے ایک ایک لفظ اور مطلب پر غور کرو۔

(پیغام) ہے اور ہم ظالم ہرگز نہیں۔

(ہ) وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۝

(ہ) اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(و) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

(و) اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔

(۹۳) لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۝

(۹۳) اور بے شک اور بالضرور ہم نے اپنے پیغامبروں کو روشن احکام دے کر بھیجا اور اُن کے ساتھ ایک الکتاب اور میزان بھیجی تاکہ لوگ میانہ روی پر قائم رہیں۔

(۹۴) ا۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

(۹۴) ا۔ اور جن لوگوں کو الکتٰب دی گئی تھی اُنہوں نے (صرف) آپس میں بغاوت کرکے علم (اور یقینی بات) آئے پیچھے (خواہ مخواہ) اختلاف پیدا کیا اور جو (قوم) خدا کے (روشن) احکام سے (جن میں اختلاف پیدا ہو ہی نہیں سکتا) انکار کرتی ہے تو خدا بڑا جلد حساب کرنے والا ہے (اور اُن کو یقیناً جلد سزا دے گا)۔

(ب) كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

(ب) انسان (اصل میں) ایک ہی اُمّت ہیں تو (اس وحدت بنی نوع انسان کو پیش نظر رکھ کر) خدا نے نبی اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور اُن کے ساتھ ایک قانون (الکتٰب) مبنی بر حق بھیجا تاکہ لوگوں کے درمیان اُن امور کا فیصلہ کرے جن میں وُہ اختلاف کرتے ہیں لیکن اِس قانون میں روشن حقیقت آئے پیچھے (صرف) اُن لوگوں نے اختلاف پیدا کیا جو آپس میں بغاوت کرتے تھے پھر خدا نے ایمان والوں کو اُس اختلاف کے متعلق جو وُہ آپس میں کر رہے تھے سیدھی راہ دکھلا دی اور اللہ جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھی راہ پر لے جاتا ہے۔

(ج) وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

(ج) اور اُنہوں نے نہیں تفرقہ پیدا کیا مگر علم آئے پیچھے آپس میں بغاوت کرکے اور اگر تیرے پروردگار کی طرف وقت

مِنْ رَّبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ○

مقررہ تک (کے لئے) ایک قول پہلے سے نہ آگیا ہوتا تو (اِس اختلاف کے متعلق) اُن کے درمیان (سزا) کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بے شک وُہ لوگ جنہوں نے اُن کے بعد اِس الکتٰب کی وراثت سنبھالی ہے، اِس کتاب کے متعلق (سخت ترین) شک میں ہیں (کہ اگر یہ کتاب فی الحقیقت روشن کتاب ہے تو اِس کے متعلق اختلاف کیوں پیدا ہوا)۔

(د) وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

(د) اور انسان نہیں ہیں مگر ایک اُمّت مگر (افسوس ہے کہ) وُہ مختلف ہو گئے ہیں اور اگر اس سے پہلے قولِ خدا (ایک مقررہ وقتِ فیصلہ کے متعلق) نہ آگیا ہوتا تو اِس اختلاف کے متعلق (اختلاف کرنے والوں کو سزا دے کر اب تک) فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

(ه) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○

(ه) اور اہلِ کتاب نے آپس میں تفرّقہ پیدا نہیں کیا مگر بعد اِس کے کہ اُن کے پاس ایک روشن حقیقت آ چکی تھی۔

(۹۵) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ○

(۹۵) برّ و بحر میں فساد ظاہر ہو چکا ہے بوجہ اِس کے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں نے کیا ہے۔

(۹۶) وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

(۹۶) یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی (بچی) بات پر نہیں، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی (بچی) بات پر نہیں، حالانکہ دونوں ایک ہی الکتٰب کو (جو خواہ مختلف زبانوں میں ہو اور مختلف پیغمبروں کی وساطت سے پہنچی ہو) پڑھتے ہیں یہی بات اور انہی کی طرح کی باتیں اِن لوگوں نے بھی کیں جو علم نہیں رکھتے تھے (کیونکہ اگر وُہ الکتٰب کا علم رکھتے تو اِس پر متفق ہو جاتے) تو ایسی حالت میں روزِ قیامت ہی کو خُدا اِن لوگوں کے درمیان اُس شئے کے متعلق جس میں وُہ اختلاف کر رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔

(۹۷) ا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ ۹

(۹۷) ا۔ در حقیقت ہم نے ہی بذاتِ خود اِس نصیحت (یعنی قرآن) کو نازل کیا ہے اور در حقیقت اور بالضرور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(ب) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۚ

(ب) ہم پر در حقیقت اِس (قرآن) کا جمع کرنا اور اِس کا (پیغمبرؐ کو) پڑھا دینا فرض ہے پھر جب ہم نے اِس کو پڑھ دیا تو اِس پڑھی ہوئی شئے کی متابعت کر، پھر اِس کو واضح کر دینا ہمارا فرض ہے۔

(۹۸) ا۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ

(۹۸) ا۔ پھر اُن کے اپنے عہد کو توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت بھیجی اور اُن کے دِلوں کو ہم نے (پتھر کی طرح) سخت کر دیا۔ وُہ (اِس کتاب میں لکھے ہوئے احکام و فرائض سے بچنے کی خاطر اِس کے) کلموں کو اپنی جگہ (یعنی صحیح مفہوم) سے بدل دیتے تھے (اور اِس مفہوم کو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے) (بلکہ) جو کچھ اُن کو (کبھی اچھی طرح) یاد دِلا دیا گیا اُس کا بھی (بڑا) حِصّہ بھول گئے (تاکہ اِس پر عمل نہ کرنا پڑے)۔

(ب) مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ○

(ب) یہودیں میں سے ایسے ہیں جو کلموں (یعنی وحی کے الفاظ کو یا اُن کے مطالب) کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

(۹۹) ا۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۚ

(۹۹) ا۔ یہ یہودی لوگ احکامِ وحی کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ حکم دیا جائے تو لے لو، ورنہ اِس سے بچو۔

(ب) اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

(ب) کیا تم اِس کی حرص رکھتے ہو کہ یہ ایمان لائیں حالانکہ اِن میں ہی کا ایک گروہ کلامِ خُدا کو سُنتا ہے پھر جان بُوجھ کر اِس کو کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے (تاکہ کسی نہ کسی طرح احکامِ خُدا سے نجات ہو)۔

(۱۰۰) ا۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

(۱۰۰) ا۔ اُس نے اپنے رسول کو ہُدیٰ اور دین الحق کے ساتھ

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ ۹/۹

بھیجا تاکہ اِس رسُول کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے خواہ مُشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

(ب) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ ۹/۶۱

(ب) وُہ وُہ پاک ذات) ہے جس نے اپنے رسُول کو ہُدیٰ اور دین الحق کے ساتھ بھیجا تاکہ اِس کو باقی تمام ادیان پر غالب کردے خواہ مُشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

(ج) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۭ○ ۴۸/۲۸

(ج) خُدا وُہ ہے جس نے اپنے رسُول کو ہُدیٰ اور دین الحق کے ساتھ بھیجا اور اللہ بطور گواہ (یعنی محافظ اور نگران کے کافی ہے (کہ وُہ اِس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے)۔

(۱۰۱) اَ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ۱۲/۱۰۴، ۳۸/۸۷، ۸۱/۲۷

(۱۰۱) اَ۔ یہ (قرآن) نہیں مگر تمام عالموں کیلئے نصیحت یعنی دُنیا۔

(ب) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ۶۸/۵۲

(ب) اور یہ (قرآن) نہیں مگر تمام عالموں کیلئے نصیحت یعنی دُنیا"۔

(ج) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ○ ۶/۹۰

(ج) نہیں ہے یہ (قرآن) مگر تمام عالموں کیلئے عبرت یعنی دُنیا"۔

(د) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ۳۴/۲۸

(د) اور ہم نے تم کو تمام عالم کے لئے (غلبہ اور فتح کی) خوشخبری دینے والا اور (ہلاکت کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

(۱۰۲) اَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ۱/۱

(۱۰۲) اَ۔ حمد واسطے اللہ کے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔

(ب) يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۭ ۸۳/۶

(ب) جس دن کہ لوگ تمام عالموں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونگے۔

(۱۰۳) اَ۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ۷/۱۵۸

(۱۰۳) اَ۔ (اے پیغمبرؐ!) تو کہہ دے اے انسانو! میں درحقیقت اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر تم سب کی طرف ہُوں۔ وُہ خُدا جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اُس کے سوا کوئی حاکم اعلیٰ نہیں، وُہی زندہ کرتا وُہی مارتا ہے تو ایمان لے آؤ اُس اللہ پر اور اُس کے اُمّی (اَن پڑھ) رسُول پر جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کے بھیجے ہُوئے قول پر اور اُس کے احکام کی اطاعت کرو شاید کہ تُم راہِ راست پر آجاؤ۔

(ب) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ

(ب) اَے وُہ لوگو جو ایمان لائے ہو سب کے سب اسلام میں

كَافَّةً ۔ داخل ہو جاؤ۔

(ج) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (ج) (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت۔

(۱۰۴) ا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ○ (۱۰۴) ا۔ اور اگر ہم مناسب سمجھیں گے تو ضرور اس شئے کو جو تم پر وحی کی ہے لے جائیں گے۔ پھر (اس صورت میں) تو اپنے لئے اس (وحی کے چلے جانے) کے متعلق کوئی وکیل ہمارے پاس (حمایت کرنے کے لئے) نہیں پائے گا۔

(ب) فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ (ب) پھر اگر یہ (لوگ) اس سے منکر ہو جائیں گے تو ہم ضرور اس کو کسی ایسی قوم کے سپرد کر دیں گے جو اس کے منکر نہیں ہوں گے۔

(۱۰۵) ا۔ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ○ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ○ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ (۱۰۵) ا۔ اور بے شک بالضرور یہ پروردگارِ عالمین کی طرف سے اُتارا ہوا (قرآن) ہے۔ اس کو روحِ امین (حضرت جبرئیلؑ) نے تیرے قلب (یعنی تو ہین) پر واضح عربی زبان میں اُتارا تاکہ تو (لوگوں کو عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا بن جائے اور بے شک یہ قرآن پہلے لوگوں کے (خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے) صحیفوں میں موجود تھا (اگرچہ وہ عربی زبان میں نہ تھے)۔ کیا یہ ان کو ایک معنی خیز اشارہ (اس قرآن کو ماننے کے لئے) نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء اس کا علم رکھتے ہیں (وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ یہ وہی احکام ہیں جو ان کی کتابوں میں کسی زمانے میں تھے)۔

(ب) مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۔ (ب) (اے پیغمبرؐ!) تم کو کچھ نہیں کہا گیا (یعنی کوئی حکم نہیں دیا گیا) مگر وہ جو ضرور بالضرور تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کو کہا گیا۔

(ج) اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○ (ج) بے شک یہ (قرآن) یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے، (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

(د) اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝

(د) اور کیا ان کے پاس روشن طور پر نہیں پہنچا جو کچھ پہلے صحیفوں میں تھا۔

(ہ) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(ہ) یہ پروردگارِ عالمین کی طرف سے اُتارا ہُوا (قرآن) ہے

(و) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(و) یہ (قرآن) اِس ناقابلِ شک الکتٰب کو اُتارنا ہے جو پروردگارِ عالمین کی طرف سے ہے۔

(۱۰۶) ا۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝

(۱۰۶) ا۔ تو ہم نے اِس (قرآن) کو تمہاری زبان میں صرف اِس لئے آسان کر دیا ہے کہ تُو اس کے ذریعے سے خُدا کے قانُون سے خوف کھانے والے لوگوں کو (خوشحالی اور امن کی) خوشخبری دے اور جھگڑا کرنے والی قوم کو اس سے ڈرائے۔

(ب) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

(ب) ہم نے اِس قرآن کو عبرت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو اس سے عبرت پکڑے۔

(۱۰۷) ا۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ

(۱۰۷) کیونکہ محمدؐ کے پیروؤں کی بدحالیاں دُور ہو جائیں گی اور اِن کی دُنیاوی حالت دُرست ہو جائے گی؛ اِس لئے کہ کافر جھوٹ کی متابعت کرتے ہیں اور ایماندار سچائی کے پیچھے ہیں۔ (دیکھو آیہ (۱۲۰))

(۱۰۸) ا۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

(۱۰۸) ا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ درحقیقت خُدا نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے مسخر کیا ہے اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں ختم کر دی ہیں؛ (اِن حالات کے باوجُود) ایسے لوگ ہیں جو خُدا (کی ماہیت) کے بارے میں بغیر علم (فطرت حاصل کئے) جھگڑتے رہتے ہیں، نہ وُہ اس ہُدیٰ سے (جو خُدا نے پیغمبروں کی وساطت سے بھیجی) کوئی یقینی بات حاصل کرتے ہیں اور نہ (فطرت کی) روشن کتاب سے (کسی حقیقت تک) پہنچتے ہیں)۔

(ب) وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

(ب) اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا

الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴۵ / ۲

سب تمہارے (استعمال کے لئے) خُدا نے مسخر کر رکھا ہے بے شک اِس (اعلان) میں سوچنے والی قوم کے لئے (بیجا) اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۱۰۹) ا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ۵۳ / ۳

(۱۰۹) ا۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے خُدا کا ہے اور غرض یہ ہے کہ جن لوگوں نے بُرا کیا اُن کو اُن کی (بداعمالی کی) سزا دے اور جنہوں نے اچھا کیا، (یعنی اُس فطرت کی اشیاء کا کما حقہٗ استعمال کیا) اُن کو (عُمدہ طریقے سے) جزا دے۔

(ب) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ ۱۸ / ۱

(ب) بے شک ہم نے جو کچھ اِس زمین پر ہے اِس زمین کی زینت اور زیور کے طور پر بنایا اور اِس کو زینت اور زیور بنانے کی غرض یہ ہے کہ ہم اِن انسانوں کی آزمائش کریں کہ اِن میں سے کون سی قوم عُمدہ عمل کر رہی ہے۔

(۱۱۰) ا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ ۲۳ / ۱

(۱۱۰) ا۔ بے شک اور بالضرور ہم نے اِنسان کو مٹّی کے ایک خُلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اس کو ایک مقررہ جگہ میں قطرۂ آب (منی) بنایا، پھر اِس نطفۂ منی کو لوتھڑا بنایا، پھر اِس کو مُضغہ بنایا، پھر اِس مُضغہ سے ہڈیاں پیدا کیں پھر اِن ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اس کو کسی دُوسری پیدائش کا شروع کر دیں گے پس بہترین پیدائش کرنے والا بڑا صاحبِ برکت ہے، پھر تم اِس کے بعد یقیناً مر جاؤ گے، پھر قیامت کے روز اُٹھائے جاؤ گے۔

(ب) مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَخَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ ۱ / ۲۹

(ب) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے اپنے درجوں کی بُلندی کی اُمّید نہیں رکھتے حالانکہ اُس نے تم کو (ایک پیدائش سے بُلند کرنے کے بعد دُوسری پیدائش میں بدل کر) کئی طریقوں سے پیدا کیا۔

(ج) اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ

(ج) اَے لوگو! اگر خُدا مناسب سمجھے گا تو تمہاری نوع کو

بِاٰخَرِیْنَ ۝ ۴ ۱۹ نیز دیکھو ۲۰

(زمین پر سے) اُٹھا لے جائے گا اور دُوسروں کو (یعنی نئی مخلوق کو) لے آئے گا۔

(د) اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ ۱۴ ۳۵

(د) اگر وُہ مناسب سمجھے گا تو تُم کو اس صفحۂ زمین سے اچک لے جائے گا اور نئی پیداوار (مخلوق) لے آئے گا۔

(ہ) نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ۝ ۲۹

(ہ) ہم ہی نے اِن کو پیدا کیا اور اِن کے جوڑ باندھے اور جس وقت ہم مناسب سمجھیں گے اِن جیسے اور بدل دیں گے

(و) ۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ ۲۰

(و) اور پُورے چاند کی قسم، تم ضرور ایک درجے سے دُوسرے درجے تک چڑھتے جاؤ گے۔

(۱۱۱) ا۔ مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۲۹

(۱۱۱) ا۔ جو شخص خُدا سے مُلاقات کرنے کی اُمید رکھتا ہے تو (وُہ ضرور رکھے کیونکہ) خُدا کی (مقرر کی ہُوئی) مُدّت تو ضرور اور بالیقین آنے والی ہے اور وُہ بڑا صاحبِ سمع و علم ہے (اور اِسی لئے اپنے برابر کے صاحبانِ سمع و بصر ہی سے مُلاقات کرے گا) اور جس شخص نے صاحبِ سمع اور صاحبِ علم ہونے میں (انتہائی) کوشش کی تو وُہ صرف اپنے نفس کے لئے ہی کوشش کر رہا ہے (کیونکہ خُدا کی مُلاقات تو صرف افراد ہی سے ہوگی اور وُہ بھی وُہ افراد جو علم کے بُلند ترین مرتبوں تک پُہنچ چکے ہوں گے) بے شک اور بالتحقیق خُدا تمام دُنیا (کے باقی انسانوں) سے (جو سعی و عمل کر کے اُس بُلند درجے تک نہ پُہنچے ہوں گے) بے نیاز ہے (اور اُن سے مُلاقات کرنا ہرگز گوارا نہ کرے گا)۔ (اس تشریح کی تائید "لقائے ربّ" کے عُنوان میں ہوگی)

(ب) قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ

(ب) وُہ لوگ یقیناً گھاٹے میں رہیں گے جنہوں نے خُدا کی مُلاقات کو جُھوٹ سمجھا (اور اُس کے ہونے کی شرائط پر عمل نہ کیا)، یہاں تک کہ وُہ وقتِ مُلاقات اُن پر اچانک آجائے گا تو وُہ کہیں گے کہ وا حسرتا ہم نے جس شئے میں کمی کی تھی (یعنی

* دیکھو صفحہ ۸۸ تا ۱۰۵ نیز صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۴

مَا يَزِرُوْنَ ○ وَمَا الْحَيٰوةُ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ۳۲

سعی وعمل) اس پر افسوس کر رہے ہیں اور وُہ ان گراں ذمہ داریوں کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوں گے، خبردار ہو کہ اُس وقت جو بوجھ اُن پر ہوگا نہایت ہی بُرا ہوگا اور یاد رکھو کہ دُنیاوی لذات میں پھنس کر سعی وعمل نہ کرنا اور غافل رہنا بڑا ہی بُرا ہے کیونکہ حیاتِ دُنیا تو ایک کھیل کود ہے اور آخرت کا گھر (جہاں سعی وعمل کا نتیجہ ملے گا) ہی بہترین ہے ان لوگوں کے لئے جو خُدا (کے قانون) سے خوفزدہ ہے تو کیا اس بات کا تعقّل نہیں رکھتے۔

(ج) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ۸

(ج) بیشک وُہ لوگ جو ہم سے مُلاقات کی اُمید نہیں رکھتے اور دُنیاوی (کھیل کُود کی) زندگی سے راضی ہو گئے اور اُس کی وجہ سے بے فکر ہو گئے اور وُہ لوگ جو ہماری اِن آیات سے غافل ہو گئے (جن کا ان کو صحیفۂ فطرت کے بغور مطالعہ کے بعد ملنے کا اعلان اِس قرآن میں کیا گیا ہے)، تو یہی وُہ لوگ ہیں، جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ اُن کی بداعمالی کے بدلے میں ہوگا۔

(د) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ○ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ ۲۵

(د) اور وُہ لوگ جو ہماری مُلاقات کی اُمید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ کیوں اِس شخص پر فرشتے نہیں اُترے یا کیا خاص ضرورت ہے کہ ہم اپنے رب سے مُلاقات کریں۔ بے شک اور بالضرور اِن لوگوں نے اپنے نفسوں میں اکڑ اختیار کی ہے اور انتہائی بڑی سرکشی کے مُجرم ہیں۔ جس دن وُہ فرشتوں کو (سامنے کھڑا) دیکھیں گے تو اِن مُجرموں کو ہرگز کوئی خوشخبری اُس دن نہ ملے گی اور صاف پُکار اُٹھیں گے کہ خُدا ہم سے یہ مصیبت ٹال دے (تو ہم خوش ہوں گے)، اور جب ہم اِن کے کسی عمل پر توجّہ کریں گے تو اُس کو خاک کر کے اڑا دیں گے۔

(ہ) وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ

(ہ) اور اگر خُدا انسانوں کے لئے بُرائی کو اُس بدلے میں کہ وُہ خُدا سے نیکی مانگنے کی جلدی کر رہے ہیں، جلدی کرتا تو

اَجَلُهُمْ ۚ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

(آج تک) اُن کی مدت (مہلت) ختم ہو گئی ہوتی تو ہم اُن لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے اپنی سرکشی میں ٹامک ٹوئیے مارتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(و) سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

(و) ہم اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں دُنیا میں دِکھا دیں گے اور جو کچھ اُن کے نفسوں کے اندر ہے یہاں تک کہ ان کو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ یہ سچ ہے۔ کیا یہ خُدا کے متعلق کافی نہیں ہے کہ وُہ ہر شئے کا نگران ہے۔ یاد رکھو کہ یہ لوگ اپنے ربّ سے ملاقات کے بارے میں شک میں ہیں اور یاد رکھو کہ وُہ ہر شئے پر حاوی ہے۔

(ز) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَاۗىِٕهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ يَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(ز) اور جو لوگ خُدا کی آیات سے (جو صحیفۂ فطرت کی تلاش سے متعلق ہیں) منکر ہو گئے اور خُدا کی ملاقات سے بھی منکر ہیں وُہ لوگ ہیں جو خُدا کی رحمت (اور انعامات جو صحیفۂ فطرت کی تلاش کے بعد اُن کو ملنے والے تھے) مایوس ہو گئے ہیں اور اُنہی کو دردناک عذاب ملے گا۔

(ح) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝

(ح) اور وُہ لوگ جو منکر (فطرت) ہو گئے اور اُنہوں نے ہمارے احکام کو (جو صحیفۂ فطرت سے متعلق ہیں) جھوٹ سمجھا اور آخرت میں ہماری ملاقات کو (ممکن) نہ سمجھا تو یہی لوگ ہیں جو عذاب کے لئے ہماری پیشی میں ہوں گے۔

(۱۱۲) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

(۱۱۲) خُدا کو یہ (موجودہ) آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے اور وُہ انتہائی طور پر باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔

(۱۱۳) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

(۱۱۳) کیا تُم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا اور تم ہماری طرف واپس نہیں آؤ گے (اور پھر ہماری ملاقات نہیں کرو گے)۔

(۱۱۴) قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ

(۱۱۴) ربّ نے کہا کہ اے ابلیس کس شئے نے تمہیں اس بات

لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ ٣٨/٧٥

سے منع کیا ہے کہ تو اُس شئے (یعنی انسان) کے آگے سجدہ نہ کرے جس کو مَیں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، کیا تُو اکڑتا ہے یا ویسے ہی بُلند ہے۔

(۱۱۵) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ١٦/٧٨

(۱۱۵) اللہ نے تم کو اپنی ماؤں کے پیٹ سے اِس حالت میں نکالا کہ تُم کسی شے کا علم نہ رکھتے تھے پھر تمہارے واسطے کان اور آنکھیں اور ذہن مقرر کر دیئے تاکہ تُم (اُن کا صحیح استعمال کر کے) اُن کی قدر کرو۔

(۱۱۶) ا۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ ٣٩/٧٣

(۱۱۶) ا۔ تم پر سلام ہو، تم نے بہت اچھا کیا پس اِس (جنّت) میں داخل ہو کر ہمیشہ رہو۔

(ب) فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ ٣٩/٧٤

(ب) پس کیا ہی اچھا اجرِ عمل کرنے والوں کا ہے۔

(۱۱۷) ا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ ٦/٩٤

(۱۱۷) ا۔ اور تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

(ب) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ١٩/٩٥

(ب) اور سب روزِ قیامت کو رب کے پاس ایک ایک کر کے آئیں گے۔

(ج) وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ ١٨/٤٨

(ج) اور اپنے ربّ کے سامنے صف وار اکیلے پیش کئے جائیں گے (اور ہم کہیں گے کہ) تم تو اسی طرح اکیلے آئے جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

(۱۱۸) ا۔ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ٥٣/٣٨-٤٠ نیز دیکھو ١٧/١٥، ٣٥/١٨، ٣٩/٧

(۱۱۸) ا۔ یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دُوسرے شخص کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے کوئی شئے نہیں مگر اُس کے مطابق جس قدر اُس نے کوشش کی اور یہ کہ بالتحقیق اُن کی کوشش (ہی) کو دیکھا جائے گا۔

(ب) فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ ٧٩/٣٥

(ب) پس جب وُہ قیامتِ کبریٰ آجائے گی تو وُہ وُہ دن ہوگا کہ انسان کو اُس کی وُہ سعی یاد دلائی جائے گی جو اُس نے کی۔

(۱۱۹) ا۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(۱۱۹) ا۔ اور اُس دن تول (بالکل) سچا ہوگا۔ پھر جن کے تول بھاری ہوئے وُہی نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ ۹/۷

تول ہلکے ہُوئے تو وُہ وُہی ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھا کہ وُہ ہمارے احکام کے ساتھ (جو ہم نے دیئے تھے) ظلم کرتے رہتے تھے۔

(ب) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ ۲۳

(ب) پس جن کے تول بھاری ہُوئے تو وُہی نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے تول ہلکے ہُوئے تو وُہ وُہی ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھا (اور) جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ج) يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○ ۳۱

(ج) (حضرت لُقمانؑ نے کہا) اے میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی بوجھ ہُوا اور وُہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو وُہ خُدا (تولنے کے لئے) سامنے لے آئے گا بیشک اللہ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔

(د) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ ۲۱

(د) اور ہم روزِ قیامت کو ترازُو نہایت ٹھیک تولنے والے لگا دیں گے اور کسی متنفس پر ادنیٰ ظُلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی وزن (کہیں) ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور حساب کرنے کے لئے ہم (بالکل) کافی ہیں۔

(۱۲۰) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ۴۷

(۱۲۰) اور جو لوگ ایمان لے آئے اور اُنہوں نے صالح (مناسب) عمل کئے اور اس پر ایمان لے آئے جو محمدؐ پر اُتارا گیا اور وُہ اُن کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، تو ایسے شخصوں کی بدحالیاں اُن سے دُور ہو جائیں گی اور اُن کے دُنیاوی حالات دُرست ہو جائیں گے۔ نیز دیکھو آیۃ (۱۰۷)

(۱۲۱) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ ۴۷

(۱۲۱) بے شک خُدا اُس (قوم) کو جو ایمان لے آئی اور اُنہوں نے مناسب اعمال بھی کئے اُن باغوں (کی بادشاہت) میں داخل کر دیتا ہے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں اور جو (قوم) مُنکر ہو گئی وُہ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور زندگی گذارتے ہیں جیسا کہ مویشی اپنا چارہ کھاتے ہیں اور اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے۔

(۱۲۲) یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۚ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ ٤٣

(۱۲۲) اے (وُہ) بندو (جو خُدا کے ملازم رہے ہو) آج سے تمہیں کوئی خوف نہیں نہ حُزن۔ یہ وُہ لوگ تھے جو (ہماری صحیفۂ فطرت کی) آیتوں پر ایمان لے آئے تھے اور اِن کو تسلیم کرتے تھے۔ تُم اور تمہاری بیبیاں باعزت اس جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ اُن پر سونے کی رکابیوں اور پیالوں کے دَور چلیں گے۔ اور جو کُچھ نفس چاہیں گے اور آنکھوں کو سرُور دے گا ملے گا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ (نفس کا سرُور، آنکھوں کی لذت، سونے کی رکابوں وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دُنیا کا بہشت ہے۔)

(۱۲۳) ا۔ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۗ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

(۱۲۳) ا۔ اور ایمان رکھ کر مناسب عمل کرنے والے لوگ باغوں میں داخل کر دیئے گئے جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں۔ خُدا کے حکم سے وُہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور اُس میں اُن کو ہر طرف سے سلام و دُعا ہو گی۔

(ب) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۝ ١١

(ب) وُہ لوگ اِس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں۔ (گویا یہ بھی دُنیاوی واقعہ ہے)۔

(۱۲۴) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۚ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ١٧

(۱۲۴) اور در حقیقت اور بالضرور ہم نے عبرت دلانے کے بعد زبُور میں لکھ دیا (یعنی فیصلہ کر دیا) ہے کہ بالتحقیق اِس زمین کے وارث میرے صالح بندے (ہی ہوتے ہیں) درحقیقت اِس (عظیم الشان اعلان) میں خُدا کی مُلازمت اختیار کرنے والی قوم کے لئے ایک (بڑا اہم) پیغام ہے اور (اے پیغمبر!) ہم نے نہیں بھیجا تُم کو مگر یہ کہ تُم (یعنی تمہارا پیغام) تمام کائنات کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

(۱۲۵) ا۔ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ٣٢

(۱۲۵) ا۔ اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرُور ہر متنفس کو اِس کی ہدایت دے دیتے۔

(ب) خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ٨٠

(ب) اُس کو پیدا کیا پھر اندازے کے مطابق کیا پھر رستہ آسان کر دیا۔

٭ دریا چل رہے ہیں۔

(ج) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ ۷۶

(ج) ہم نے اُس کو (سمیع اور بصیر بنا کر) رستہ دکھلا دیا ہے اب وُہ اِس کی قدر کرے یا اِس نعمت کا کفران کرے

(۱۲۶) ا۔ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ ۴۶

(۱۲۶) ا۔ لوگو یہ بڑا پیغام ہے تو کیا سوائے فاسق قوم کے کوئی ہلاک ہو سکتی ہے۔

(ب) هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ۶

(ب) کیا سوائے ظالم قوم کے کوئی قوم ہلاک ہو سکتی ہے۔

(ج) وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ ۲۸

(ج) اور ہم بستیوں کو ہلاک ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ اُن کے لوگ ظالم ہوں۔

(د) فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ۶

(د) جو قوم ایمان لے آئی اور اصلاح پا گئی وُہ بے خوف و خطر ہے۔

(ہ) فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ۷

(ہ) جو قوم ڈر گئی اور اصلاح پا گئی وُہ بے خوف و خطر ہے۔

(۱۲۷) ا۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ۲۶۔

(۱۲۷) ا۔ پھر اُنہوں نے اِس کو جھٹلایا تو ہم نے اُس قوم کو ہلاک کر دیا۔ اِس میں ایک اشارہ ہے اور اُن لوگوں میں اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ب) فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ۲۶

(ب) پھر اُن کو عذاب نے آ پکڑا۔ اِس عذاب میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور یہ لوگ اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ج) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ۲۶

(ج) پھر ہم نے اُن پر ایک (عذاب کی) بارش برسائی، تو کیا ہی بُری بارش اُن پر تھی جن کو ڈرایا گیا تھا۔ اِس عذاب میں ایک اشارہ ہے لیکن یہ لوگ اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں

(د) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ۲۶

(د) پھر ہم نے باقیوں کو غرق کر دیا۔ اِس حادثے میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور اُن لوگوں میں سے اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ہ) ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ۲۶۔

(ہ) پھر اُس کے بعد ہم نے باقیوں کو غرق کر دیا۔ اِس عذاب میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور اُن میں سے اکثر تو صاحبِ ایمان تھے ہی نہیں۔

۲ ۔ عِلم ، حُکم اور نبوّت کے مدارج

بنی نوعِ انسان پر منشائے خُدا اِس طرح پر واضح کرنے کے بعد قرآنِ حکیم اِس امر کے درپے ہے کہ یہ زمین اِنسان کے سمع و بصر اور ذہن کے استعمال سے انتہائی ترقّیات کا مصدر بن جائے۔ اِنسان کو یہ ترغیب دے کر کہا کہ اُس کا اس زمین کے طُول و عرض کو صحیفۂ فِطرت کی بے پناہ اور بیکراں طاقتوں سے مزیّن کر دینا ہی اُس کا حسنِ عمل ہے؛ (۱۲۸) اُس کی توجّہ اِس طرف منعطف عمداً کی کہ نہ صِرف زمین بلکہ آسمان کے ستاروں میں بھی جو کچُھ ہے وہ سب کا سب* اُس کے اُس حسنِ عمل کا انعام ہے؛ (۱۲۹) اور وُہ گویا اِس ترکیب سے تمام کائنات کے گوشے گوشے پر حاوی ہونے کی سعی کرے۔ اِسی نقطۂ نظر سے قرآن نے اعلان کر دیا کہ اِس دُنیا میں عمل کی جزائیں اِس قدر آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی ہیں کہ اِنسان اِن کو اپنے تصوّر میں بھی نہیں لا سکتا؛ (۱۳۰) بے گماں طور پر واضح کر دیا کہ سَب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والی قومیں (اَلْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً) وُہی ہیں جن کا سعی و عمل اِس دُنیا میں بے نتیجہ رہا اور وُہ لذّاتِ دنیوی میں پڑ کر قانونِ خُدا سے غافل ہو گئیں؛ (۱۳۱) قرآن نے ہلاکتِ اقوام کے ہر نئے عنوان میں بار بار صحیفۂ فِطرت کے ہر مشاہدے کے اندر خُدا کی صدہا آیات کے مِلنے کی ترغیب دے کر؛ (۳۴) تا (۶۹) تا (۷۵) اِس امر کا احساس دِلایا کہ جو لوگ اِن آیاتِ خُدا کے مُنکر ہیں وُہ خُدا کے مُنکر اور کافر ہیں؛ (۱۳۲۔ ا) وُہ مُفسد فی الارض (زمین میں فساد مچانے والے اور اشدّ فاجر ہیں؛ (۱۳۲۔ ب) وہ ماسوا کے پرستار ہیں، اُن کو لذّاتِ دُنیوی نے غافل کر رکھا ہے؛ (۱۳۱) وہ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ کی اُس محنت سے جو آیاتِ خُدا کے خوف و طمع سے تلاش کرنے میں صرف ہوتی ہے گریز کرتے ہیں؛ (۱۳۰) اور حیاتِ دُنیا میں مستغرق ہیں، اُن کو خُدا سے مُلاقات کرنے کی کوئی دُھن نہیں؛ (۱۳۱)، وُہ خُدا کی آیات کو مخول سمجھتے ہیں، اُس کے بھیجے ہوئے رسُولوں کو جو اُن کی توجّہ اِن آیات کی طرف دِلاتے ہیں مخول سمجھتے ہیں؛ (۱۳۱) یہ آیات اور یہ کلماتِ ربّ اِس قدر لامتناہی ہیں کہ اگر سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں تو یہ پانی ختم ہو جائیں گے لیکن خُدا کے کلمات کبھی ختم نہ ہوں گے؛ (۱۳۱) گویا یہ صحیفۂ فِطرت ایک بیکراں جولانگہِ سعی و تلاش ہے جس کے انعامات قطعاً ختم ہونے والے نہیں اور اِنسان کو چاہیئے کہ اُس کی تفتیش و تجسّس میں لگا رہے؛ (۱۳۱)۔ خُدا سے مُلاقات* کرنے کی شرط عملِ صالح ہے؛ (۱۳۱) اور یہ صلاحِ عمل یا حُسنِ عمل؛ (۱۲۸) اُنہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اِس کارخانۂ زمین و آسمان کو باطل نہیں سمجھتے؛ (۱۳۲) ابا

* نیز دیکھو (۱۰۸) ب صفحہ ۵۷

جو اُٹھتے بیٹھتے بلکہ لیٹے لیٹے بھی اسی دُھن میں ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی مخلوق کے اسرار دریافت کریں؛ ((۱۳۲)۔ج)۔ یہی وُہ لوگ ہیں جو گھاٹے میں نہیں رہیں گے؛ ((۱۳۲)۔ب)' اور اَلْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کے مصداق نہ ہوں گے!!

اِن امُور سے صرفِ نظر کر کے قرآنِ حکیم نے خاص الخاص طور پر انبیاء کے اعمال کو جو صحیفۂ فطرت کی تفتیش و تلاش سے متعلق تھے، یادگار لفظوں میں سراہا۔ سورہ صٓ ۳۸ میں حضرت داؤدؑ کو اپنا بندہ (عَبْد) اور اَوَّاب (یعنی خُدا کی طرف بڑا رجُوع کرنے والا) کہہ کر ذَا الْاَيْدِ (یعنی ہاتھوں والا) کا عظیم الشان خطاب دیا؛ (۱۳۳)۔ کہا کہ اُس کے دستِ قدرت میں پہاڑ تھے، پرندے تھے؛ (۱۳۳)، اُس کی سلطنت اِسی عِلم کے زور سے مضبُوط ہو گئی تھی؛ (۱۳۳) اُس کو خُدا کی طرف سے حکمت ارزانی تھی؛ (۱۳۳)، اُس کو خُدا سے تقرب حاصل تھا؛ (۱۳۴۔۲) حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ تینوں کو اُولِي الْاَيْدِي وَالْاَبْصَارِ (ہاتھوں اور آنکھوں والے) (۱۳۵)، بلکہ پسند کئے ہُوئے بہترین لوگوں میں سے (مِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○)؛ (۱۳۵) کہا، حضرات اسمٰعیلؑ، الیسعؑ اور ذُوالکفلؑ کو بھی اِسی مؤخر الذکر خطاب سے نوازا؛ (۱۳۶)۔ ۱ حضرت سلیمانؑ کے متعلق شاندار الفاظ میں فخراً کہا کہ اُس نے ہوا کو مسخر کیا ہوا تھا، جو اُس کے حکم سے چلا کرتی تھی، بڑے بڑے گرانڈیل صناع اُس کے دستِ قدرت میں تھے؛ (۱۳۷)، اُس کو خُدا کی قربت حاصل ہے؛ ((۱۳۴)۔۲)۔ کہا کہ سُلیمانؑ کی تمام علمی ترقیوں کا جو اُنھوں نے اِس زمین پر کیں، ہم پُورا عِلم رکھتے تھے؛ (۱۳۷)۔ حضرت داؤدؑ کے متعلق (جنگی) لباسوں کے تیار کرنے کی صنعت کے سلسلے میں فخریہ کہا، کہ کیا تُم اُن صنعتوں کی قدر نہ کرو گے؛ (۱۳۸) وغیرہ وغیرہ ۴*۔ الغرض جو کچھ زمین کی ترقی کے اُن ابتدائی زمانوں میں انسان سے ہوسکا تھا اُس کو قرآن حکیم نے اِن یادگار الفاظ میں سراہا کہ ہر صاحبِ نظر اِس قدر دانی پر دنگ ہے۔ قرآن انبیاء کی صحیفۂ فطرت کی قدر دانی کو فضلِ خُدا کے نام سے پُکار کر؛ (۱۳۹) حضرت داؤدؑ کی فضیلت اس میں دیکھتا ہے کہ پہاڑ اور پرندے اُس کے ہاتھ میں مسخر تھے اور لوہے کی صنعت کو اُس نے اِس قدر فروغ دیا تھا کہ وُہ گویا اُس کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو گیا تھا؛ ((۱۳۹)۔۱)۔ قرآن حکیم نے اُس سے بھی آگے بڑھ کر اُن تمام اعمال کو اعمالِ صالحہ کہا! دیکھو ((۱۳۹)۔۱)۔ اِنہی اقسام کی صنعتوں کو حضرت سُلیمانؑ سے منسوب کیا اور آلِ داؤدؑ کو خطاب کر کے واضح الفاظ میں پُکارا کہ صحیفۂ فطرت کی صحیح قدر دانی یہی ہے کہ اِنہی خطوط پر عمل کرتے جاؤ؛ ((۱۳۹)۔۱)۔ ساتھ ہی کہا کہ خُدا کے بندوں میں سے بُہت کم ہیں جو صحیفۂ فطرت کے صحیح

۴* آج بھی بڑے سے بڑے متنوّر سائنسداں اس امر کا کھُلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں کہ پُرانے زمانوں کی حیرت انگیز ایجادیں بہت سی تھیں جن کو ہم نے اب پھر دریافت کیا۔ یا ابھی تک دریافت نہیں کر سکے۔

قدر دان ہیں؛ (۱۳۹۱)-۲)۔ وغیرہ وغیرہ۔

زمین کی علمی ترقی کے اُن ابتدائی مراحل میں بھی قرآنِ حکیم نے بارہا مختلف اقوام کی سیاسی اور تمدنی طاقت، کا ذکر کیا۔ ملکۂ سبا کے کارناموں تک کا ذکر قرآن میں کر کے مختلف عنوانوں سے دنیاوی ترقی کو مرحبا کہا؛ (۱۴۰)، اقوامِ فرعون، ابراہیمؑ، نوحؑ، عاد، ثمود، لوطؑ اور اصحاب الایکہ کے کارناموں اور نافرمانیوں کا ذکر کر کے تنبیہہ کی کہ یہ قومیں اس لئے خدا کے غیظ و غضب کا شکار ہوئیں کہ بالآخر اُن میں ایمان کی قوتیں مسلوب ہو گئی تھیں؛ (سورۂ شعراء ۲۶)، اور جب تک کسی قوم کی اکثریت میں ایمان کے لازمات باقی نہ رہیں وہ قوم دوام اور خلود حاصل نہیں کر سکتی نہیں بلکہ صاف اور واشگاف الفاظ میں اسی سورۂ شعراء کے شروع میں اسی صحیفۂ فطرت کی طرف غور و خوض کو لازمۂ ایمان قرار دے کر جتلا دیا کہ یہی غور و خوض انسان کے لئے ایک آیتِ الٰہی ہے اور اکثر لوگ اسی لئے صاحبِ ایمان نہیں!؛ (۱۴۱) امارتِ اقوام کے بارے میں طالوت کا حوالہ دے کر یہ کلیہ قائم کیا کہ کسی قوم کے امیر کے لئے لازم ہے کہ وہ علمی اور جسمانی قوتوں کے لحاظ سے افضل ہو اور قوم کو قوت کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچانے کے قابل ہو؛ (۱۴۲) نری دولت کا ہونا کوئی اہلیت نہیں؛ (۱۴۲)۔

اسی سلسلے میں بنی نوعِ انسان کے سامنے مستقل نصب العین رکھنے کے لئے قرآنِ حکیم نے حُکم (یعنی حکومت)، کو عِلم بلکہ نَبُوَّۃ کے ساتھ پیوست کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا؛ (۱۳۸)، حضرت لوطؑ کے بارے میں بھی یہی اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا اور عِلْمًا کے الفاظ؛ (۱۴۳)، حضرت یوسفؑ کے بارے میں اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّ عِلْمًا وَّ کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○؛ (۱۴۴) کے الفاظ کہہ کر واضح طور پر اعلان کر دیا کہ حکومت کی پیوستگی عِلمِ فطرت سے ہے اور یہی صاحب القرآن تعالیٰ کی لغت میں حُسنِ عمل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت الیاسؑ اور دیگر تمام انبیاء و مرسلین پر خدا کا سلام بھیج کر پھر وہی کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ کے الفاظ دُہرائے، انہیں انبیاء علیہم السلام اور اُن کی ہم عصر اُمتوں کی ہلاکت کی داستانیں سُنانے کے بعد تنبیہ کی کہ اب اُن کے بعد تمہیں حکومت اس لئے دی گئی ہے کہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو؛ (۱۴۵) صاف الفاظ میں قرآنِ حکیم میں سلامتیٔ اُمَم کے مُشکل اور محنت طلب لائحۂ عمل کو واضح کر کے اور اُس لائحۂ عمل کی تکمیل کے بعد لقائے رب (یعنی خدا سے دُو بدُو ملاقات) کو انسان کا آخری مقصد جتلا کر اشارہ کیا کہ جو قومیں کاہل ہیں، اور لقائے رب کے ولولے کو قائم نہیں رکھ سکتیں وہ تو اس قرآن سے بیزار ہو کر فرمائش کرتی ہیں کہ اس قرآن کو بدل دو اور اس کی جگہ کوئی اور آسان دستور العمل لا کر دو؛ (۱۴۵) پھر کہا کہ اس قرآن کا دستور العمل

کچھ ایسا نہیں کہ اِس کو انسان اپنے پاس سے گھڑ کر پیش کر دے بلکہ اِس کا ایک ایک لفظ اُس شئے کی تصدیق کر رہا ہے جو اُس کے سامنے اِس زمین پر عملاً ہو رہی ہے اور جو دراصل صحیفۂ فطرت کی تصدیق ہے اور یہ تو درحقیقت اِس کتابِ فطرت کی تفصیل ہی ہے جو جہانوں کے پروردگار اور ربّ العالمین کے ہاں سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔(۱۴۶) الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو قرآن کے طُول و عرض میں عِلم، حُکم اور نبُوّۃ کی پیوستگی قوموں کے لئے ایک فطری پیوستگی ہے جس میں انسان کی آئندہ دائمی ترقی کا راز مضمر ہے۔ یہاں پر جن آیاتِ قرآنی کا اشارہ اِس عُنوان کے تحت میں کیا گیا ہے سِلسلہ وار دی جاتی ہیں تاکہ ہر صاحبِ نظر اِن دعاوی کی جو کئے گئے ہیں، تصدیق کر سکے۔

(۱۲۸) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ ۱۸ۛ

(۱۲۸) بے شک ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اُس کیلئے زیور بنادیا ہے تاکہ ہم اِنسانوں کو آزمائیں کہ اُن میں سے کون حُسنِ عمل (کرکے اِس زمین کو آراستگی سے مالامال کر دینے) والا ہے اور ہم بے شک جو کچھ اِس زمین پر اُونچا ہے نیچے کرنے والے ہیں (یعنی انسان کی تفتیش و تلاش کے باعث اس کی ایک ایک شئے تہ و بالا ہو کر رہے گی)۔

(۱۲۹) وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ۵۳ۛ

(۱۲۹) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، خُدا کا ہے تاکہ وُہ (اُنہی چیزوں کے ذریعے سے) اُن لوگوں کو جنہوں نے بُرا کیا (اور غافل رہے) اُنکے بُرے عمل کی جزا دے اور اُنہی چیزوں کو انعام بنا کر اُن لوگوں کو جنہوں نے عُمدہ عمل کئے بطور جزا کے دے۔

(۱۳۰) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۳۲ۛ

(۱۳۰) ہماری آیات (یعنی صحیفۂ فطرت سے اخذ ہوئے ہوئے احکام یا وحی کے احکام) پر صرف وُہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کے سامنے جب یہ آیات منکشف ہو جاتی ہیں تو لڑکھڑا کر (اور عالمِ تحیّر میں) سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف میں (اُن کے دِلوں سے) حمد کے نعرے اُٹھتے ہیں اور وُہ اِن آیات کو ناقابلِ توجہ یا بے نتیجہ سمجھ کر اکڑتے نہیں۔ وُہ (تلاشِ آیات میں اِس قدر محو ہوتے ہیں کہ) اُن کے پہلو بستروں سے ناآشنا ہوتے ہیں، وُہ اپنے پروردگا

کو سزا کے خوف سے یا (صحیفۂ فطرت سے فائدے حاصل کرنے کی) طمع سے (اس کی فطرت کو تلاش کرتے کرتے ملاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں اور جو انعامات اُن کو صحیفۂ فطرت کی تلاش سے حاصل ہوتے رہتے ہیں اُن میں سے (بہت کچھ بہبُودیٔ خلق پر) صرف کرتے رہتے ہیں۔ تو (لوگو!) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ (خالقِ زمین و آسمان کی اِس عظیم الشان فطرت کی تلاش میں) کیا آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والے انعام* اُن کے واسطے اُن کے عُمدہ عمل کی پاداش میں چھُپائے گئے ہیں۔

(۱۳۱) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ ع ۱۲

(۱۳۱) اے پیغمبرؐ! (اُن کو) کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں بتلائیں کہ از رُوئے عمل سب سے زیادہ گھاٹا کھانے والے لوگ کون ہیں؟ یہ وُہ لوگ ہیں جن کی کوشش اِس دُنیا کی زندگی میں ناکامیاب رہی اور وُہ یہی سمجھتے رہے کہ وُہ عمدہ کام کر رہے ہیں۔ یہی وُہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے خُدا کی (صحیفۂ فطرت سے یا وحی سے بھیجی ہُوئی) آیات کے نفع مند ہونے) کا عملاً انکار کیا اور (اس طرح پر خُدا سے بالآخر دُوبدُو ملاقات (کرنے کے واقع) سے بھی انکار کیا (اور اِسی وجہ سے اُن کی کوشش بھی غفلت یا بددلی کی وجہ سے ناکام ہُوئی) تو اُن کے رہے سہے عمل (بھی) سب ضائع ہوگئے اور اِسی وجہ سے روزِ حساب کو ہم اُن کو کوئی اہمیّت نہ دیں گے (اُس دن ہم کہیں گے کہ) یہ لو تمہاری جزا جہنّم ہے اِس لئے کہ اُنہوں نے کُفر کیا تھا اور (ہماری صحیفۂ فطرت کی) آیات اور بھیجے ہُوئے پیغامبروں کو مخول سمجھا تھا۔ بیشک وُہ لوگ جو (صحیفۂ فطرت اور وحی پر) ایمان لے آئے اور اُنہوں نے مناسب عمل کئے تو اُن کے لئے بہشت نما باغات (یعنی بادشاہت کی تمام شان و شوکت) بطور مہمانی کے نازل ہوگی وُہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور

* یعنی دُنیا کی وُہ حیرت انگیز علمی ایجادات جنہوں نے دُنیا کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا ہے۔

اور اُن سے رُوگردانی نہ ہوگی۔ اَے پیغمبرؐ! کہہ دے کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کو لکھنے کے لئے (یعنی صحیفۂ فطرت میں سے جو جو کچھ آگے چل کر اخذ ہو کر باعثِ زینتِ دُنیا بننا ہے یا کتابِ وحی کے علم کو پاکر انسان نے جس بام ترقی پر چڑھنا ہے اُس کے لئے) سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے پیشتر اِس کے کہ کلماتِ رب ختم ہو جائیں گو کہ ایک سمندر اور بھی اِسی طرح مدد کو آئے۔ اَے پیغمبرؐ! بتلا دو کہ مَیں تو صرف تمہاری طرح کا ایک اِنسان ہُوں (فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر) وحی یہ کی گئی ہے کہ تمہارا پروردگار صرف ایک ہے، تو جو کوئی مُلاقاتِ رب کا خواہاں ہے تو اُس کو چاہیئے کہ (انتہائی درجہ کے) مناسب اعمال کرے اور اللہ کے قانُون کی تابعداری میں کسی دُوسرے شخص کو شریک نہ کرے۔

(۱۳۲) ا۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ۳۸/۲

(۱۳۲) ا۔ اور ہم نے اِس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے باطل، جھوٹ اور بے حقیقت (یعنی بے معنی اور بے مطلب) نہیں بنایا۔ (اِن کے بنانے کا ایک مستقل مقصد ہمارے ذہن میں ہے)۔ یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں، (اور اِس تمام کارخانۂ قدرت کو لاشئے سمجھ کر غافل ہیں یا لذّاتِ دُنیوی میں ڈُوبے ہُوئے ہیں)۔ تو جہنّم کی آگ کے تعلق (جو اُن کو آگے چل کر ملنے والی ہے) اُن کافروں پر کیا ہی افسوس ہے۔ تو کیا ہم ایمان لانے والے اور مستعد ہو کر برجستہ عمل کرنے والوں کو اُن لوگوں کے برابر کر دیں جو اِس زمین میں (غافل اور بے عمل ہو کر یا بدعمل ہو کر) فساد مچانیوالے ہیں اور کیا ہم قانُونِ خُدا سے ڈرنے والوں کو اُن لفنگوں کے برابر کر دیں (جو اِس زمین کو بدکاری کی تماشا گاہ سمجھے ہُوئے ہیں) (یاد رکھو) یہ قرآن ایک کتاب ہے جو ہم نے تجھ پر برکت دینے والی بنا کر

اتارا تاکہ تم اس کی آیات پر انتہائی غور و خوض کرو اور تاکہ عقلمند لوگ اس سے سبق حاصل کر سکیں۔

(ب) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

(ب) اور وہ لوگ جو "باطِل" پر ایمان لے آئے اور انہوں نے اللہ سے کفر کیا تو یہی ہیں جو گھاٹے میں رہیں گے (مقابلہ کرو اس آیت کے لفظ خٰسِرُوْنَ کا آیت (۱۳۱) کے اَلْاَخْسَرِيْنَ سے اور اس آیت کے بَاطِلُ کا آیت (۱۳۲۔ا) کے بَاطِلُ سے)

(ج) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○

(ج) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے اختلاف میں علم و دانش والے لوگوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اشارے (آیات) ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے خدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں (اور بالآخر جب رُوئے زمین کی کسی مخلوق کی تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار تو نے ہرگز اس کارخانے کو باطِل اور جھوٹ نہیں بنایا۔ (اس کا ضرور کوئی مدعا ہے، تو (بے شک) پاک اور اعلیٰ ہستی ہے تو ہم کو آگ کے اس عذاب سے (جو تو نے غافلوں کیلئے تیار کر رکھا ہے (دیکھو آیہ ۲۶ (ا) صفحہ ۱۹)) بچا۔ اَے ہمارے پروردگار بے شک جن کو تو جہنم میں پھینکے گا وہ تو ضرور ذلیل ہوئے اور ظلم کار لوگوں کا تو کوئی مددگار ہی نہیں۔

(۱۳۳) وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○

(۱۳۳) اور (اَے محمدؐ! اپنے آدمیوں کو) ہمارے بندے داؤدؑ کا "جو ہاتھوں والا" (یعنی بڑا صاحبِ دست و قدرت تھا) قصہ سناؤ، بیشک وہ بڑا ہی خدا (کی کائنات) کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (اس کی اس جستجوئے فطرت کا جو اس نے اپنے عہد میں کی یا کروائی، یہ نتیجہ ہوا کہ) ہم نے پہاڑوں کو (اس کے فائدے کیلئے) مسخر کر دیا جو اس کے ساتھ ساتھ (خدا کی) تسبیح میں صبح و شام مصروف رہتے تھے۔

اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو سب کے سب (اُس کے علمِ فطرت کے باعث) اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور (اسی علمِ فطرت کے کمال کے باعث اور اُن ترقیوں کے باعث جو اُس نے اپنے عہد میں کیں) ہم نے اُس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے اُس کو (اِسی علم کے باعث اِس دُنیا میں ترقی کرنے کی) حکمت عطا کی اور (اپنی رعیت کو) معلومات کے متعلق فیصلہ کُن اطلاعات بذریعہ خطاب دینے کی اہلیت بھی دی۔

(۳۴) ۱۔ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ ۳۰

(۳۴) ۱۔ اور داؤدؑ کو ہم نے سُلیمانؑ (جیسا باہوش شخص) عطا کیا (جس نے اُس کی سلطنت اور مضبوط کر دی) وُہ بڑا ہی عمدہ (خُدا کے قانون پر چلنے والا) بندہ تھا اور بے شک وُہ بار بار خُدا کے قانون کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

(۲)۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ ۳۵

(۲) اور بے شک ہم نے سُلیمانؑ کی آزمائش کی اور اُس کے تختِ حکومت پر (اُس آزمائش کے سلسلے میں ایک بے جان جسم (یعنی ایک لاینحل مُشکل ہیں) ڈال دیا (جو اُس کی حکومت کو خطرے میں ڈالتی تھی)۔ پھر سُلیمانؑ نے (اُس مُشکل کے پیشِ نظر جب وُہ اُس کو حل کر چُکا خُدا سے) التجا کی کہ اے میرے پروردگار میری کوتاہیوں پر پردہ ڈال اور مجھے ایسی (مضبوط) سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو (کیونکہ) بے شک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے (جو لوگوں کو مُشکلات کے حل کرنے کی ہوش دے دیتا ہے)۔

(۳)، فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ

(۳) پھر ہم نے اُس (سلیمانؑ) کے لئے ہوا کو مسخر کیا جو اُس کے حُکم سے جہاں وُہ پہنچنا چاہتا تھا نرم نرم چلتی تھی اور دیو صُورت مزدور جو سب کے سب بڑے کاریگر معمار اور ڈُبکیاں لگانے والے تھے اور دُوسرے اور جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے، یہ ہماری

أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا
لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ○ ع ۳۸/۳

بخشش (سلیمانؑ پر) تھی۔ تو اب (صحیفۂ فطرت کی تلاش کا،
یہ (علم جو تمہارے پاس ہے) ہماری بخشش (تم پر) ہے اِس
علم کو دُوسروں پر احسان کریا اپنے پاس جس قدر چاہے رکھ
اور بے شک سُلیمانؑ کو ہمارے ہاں بڑا تقرّب حاصل ہے اور
اُس کی بازگشت عُمدہ ہے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزمائش
وُہی آیۂ زینۃ (۱۲۸) والا ابتلا تھا)۔

(۴) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ
خَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ○ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَ
إِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ○
يَٰدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ
فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ
ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ
ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ ○ ع
وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَآءَ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
بَٰطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ ○ ط ۳۸/۲۴-۲۷

(۴) اور داؤدؑ نے گمان کیا کہ ہم نے اُس کو آزمائش میں ڈالا
تو اُس نے اپنے ربّ سے اپنی واماندگیوں پر پردہ پوشی کی دُعا
کی اور لڑکھڑا کر جُھک گیا (معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزمائش بھی
وُہی آیۂ زینۃ (۱۲۸) والی اس زمین کو آراستہ کرنے والی
آزمائش تھی) اور (اپنی آنے والی ممکن انسانی غلطیوں کے
باعث) خُدا کی طرف رجُوع ہوا۔ پھر ہم نے بھی (اُس کو ہر
ممکن غلطی سے بچا کر) اُس کی پردہ پوشی کی اور بے شک داؤدؑ
کو ہمارے ہاں بڑا تقرّب کا درجہ حاصل ہے اور اُس کا ہماری
طرف لوٹ کر آنا بھی عُمدہ طریقے سے ہوگا۔ (بالآخر ہم نے داؤدؑ
کو یہ بھی جتلا دیا کہ) اَے داؤدؑ ہم نے بے شک تم کو اِس زمین
پر بطور اپنے قائم مقام کے بنایا ہے تو (خُدا کی قائم مقامی کا
تقاضا یہ ہے کہ) تو اپنی رعیّت کے مابین حق و عدل سے حکومت
کرے اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ کہیں یہ پیروی
تمہیں خُدا کے رستے سے نہ بھٹکا دے کیونکہ جو لوگ خُدا کی راہ
سے بھٹک جاتے ہیں اُن کو اس لئے شدید عذاب ہے کہ وُہ
یومِ حساب کو بھُول جاتے ہیں اور (یاد رکھو کہ) ہم نے اِس آسمان
اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جھُوٹ اور بے حقیقت
پیدا نہیں کیا (کہ تم میرے بنائے ہُوئے صحیفۂ فطرت کی تلاش
کرکے اپنی راہ نجات اِس زمین پر نہ ڈھونڈو اور دُنیاوی ترقی

کے فلک الافلاک تک نہ پہنچو)۔ یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ تو کافروں کا جہنّم کے بارے میں (جو اُن کو غفلت کی پاداش میں ملے گا) کیا ہی افسوسناک (انجام) ہے۔

(۱۳۵) وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝

(۱۳۵) اور (اَے محمّدؐ! اپنی اُمّت سے) ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کا ذِکر کرو جو بڑے "ہاتھوں والے" اور "بڑے آنکھوں والے" تھے (اور اُنہوں نے اپنے عہد میں وُہ طاقت ور کام اور صحیفۂ فِطرت کی تلاش کے متعلق وہ کامل بصیرت دِکھلائی کہ ایک دُنیا اُن کے علم کے باعث صحیح راہ پر لگ گئی)، ہم نے فی الحقیقت اُن کو اِسی (دُنیا کے) گھر (یعنی صحیفۂ فِطرت) سے نصیحت اور درس (لے کر اُس کو مخلوقِ خدا کی مدنی ترقی اور دُنیاوی جلال حاصل کرنے) کے لئے خاص طور پر منتخب کر لیا تھا اور درحقیقت وُہ ہمارے پاس عُمدہ عمل کرنے والے بندوں میں سے دو چُنے ہوئے شخص تھے۔

(۱۳۶)! وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۚ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

(۱۳۶)! اور (اَے پیغمبرؐ! اپنی اُمّت سے) اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ، اور ذُوالکفلؑ کا قصّہ بیان کرو کہ یہ سب لوگ عُمدہ عمل کرنیوالے تھے۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے اور (خُدا کے قانون سے) ڈرنے والوں کے لئے ضرور عُمدہ بازگشت ہے۔

(۲) وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۖ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(۲۔) اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ سب کے سب (نہایت اِستقلال والے بندوں میں سے تھے (کیونکہ صحیفۂ فِطرت سے آیاتِ الٰہی تلاش کرنے کی دُھن میں تمام عُمر لگے رہے) اور ہم نے اُن کو (اِس کا بے تحاشا انعام دے کر (اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا اور بے شک وہ صالح العمل بندوں میں سے تھے

(۱۳۷) وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ

(۱۳۷) اور سُلیمانؑ کو (ممتاز کرنے والی شئے) تُند ہوا تھی جو اُس کے حُکم سے اُس سرزمین میں چلتی تھی جس کو ہم نے (صحیفۂ فِطرت سے اَخذ کی ہُوئی ترقیوں کے باعث مال و دولت کی)، برکت دے

مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

دی تھی اور ہم (اس بارے میں پوری حقیقت) کا علم رکھتے تھے (کہ سُلیمانؑ کو کیونکر یہ طاقت حاصل ہوئی)۔ اور پھر اُن دیو صورت مزدوروں کے متعلق جو اُس کے لئے ڈبکیاں لگاتے (اور صحیفۂ فطرت سے قوّت اور ترقّی کا مواد حاصل کرتے تھے) اور اِس کے سوا دُوسرے عمل کرتے تھے (یہ بھی سُلیمانؑ کے نمایاں کارناموں میں داخل ہیں)، اور ہم خُود اُن لوگوں کی نگہبانی کرتے تھے۔ (تاکہ سُلیمانؑ کی سلطنت مضبُوط ترین ہو جائے۔)

(۱۳۸) وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

(۱۳۸) اور داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا قصہ یاد دِلاؤ) جبکہ وُہ کسی کھیتی کے بارے میں جبکہ اُس کو کسی گروہ کی بکریاں چر گئیں، فیصلہ کر رہے تھے اور ہم خُود اس امر کے گواہ تھے (کہ جو فیصلہ اُنہوں نے کیا وُہ عدل و انصاف پر مبنی تھا)۔ (کِسی سلطنت کے اندر یہی عدل و انصاف اُس کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ اور یہی وُہ شئے ہے جس کے ہم اِنسان سے متوقّع ہیں)، تو اِس (سیاست) کے متعلق ہم نے سُلیمانؑ کو (کافی طور پر) سمجھا دیا تھا اور اُن سب کو ہم نے حکُومت اور (حکُومت کو مضبُوط کرنے کا) عِلم عطا کر دیا تھا اور داؤدؑ کے ساتھ ہو کر ہم نے پہاڑوں کو مسخر کیا تھا جو خُدا کی حمد کا ترانہ گاتے تھے، اور پرندوں کو مسخر کیا (گویا یہ سب ترقّیاں قانونِ فِطرت کی متابعت کے ماتحت ہوئیں اور اُن میں کچھ خرقِ عادت کے طور پر نہ تھا) اور ہم ایسے باصبر اور با استقلال بندوں کے لئے یہ بات (ضرور) کرنے والے تھے۔ اور ہم نے سُلیمانؑ کو (جنگی) لباس کا بنانا سِکھلایا تاکہ تُم کو لڑائی کے ضرر سے بچائے تو کیا تُم اس عِلم کی قدر نہیں کرتے۔

(۱۳۹) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝

(۱۳۹) اور ہم نے بے شک داؤدؑ کو (یعنی اُس کی قوم اور اُس کی حکُومت کو) اپنے ہاں سے فضیلت اور برتری عطا کی۔

أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ○ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ○ ۳۴

(صحیفۂ فطرت کے مطالعے سے اُس کی قوم کو وہ علم حاصل ہُوا کہ ہم نے بالآخر پہاڑوں اور پرندوں کو کہہ دیا کہ) اَے پہاڑو اور پرندو! تم اُس کے ساتھ ساتھ ہی (خُدا کی طرف) رجُوع کرو اور ہم نے (اُس کو لوہے کی باریک تاریں بنانے کا وہ علم عطا کیا کہ) لوہا اس کے واسطے نرم کر دیا، پھر داؤدؑ کو کہا کہ کشادہ (زرہیں) بنائے اور اُن کی کڑیوں کے جوڑنے میں پُوری کاریگری کرے (کیونکہ دُنیا کے اِس کارگاہ سعی و عمل میں یہی مناسب ہے کہ ایسے صالح عمل کرتے جاؤ۔ میں بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو نہایت باریک بینی سے دیکھ رہا ہُوں۔ اور سُلیمانؑ کے ذمّے (ہواؤں کے علم کی تحقیق و تلاش تھی جس کی رُو سے) ہوا صُبح کے وقت ایک ماہ اور شام کے وقت ایک ماہ چلتی تھی اور (اُس کے عہد کی صنعتیں لوہے کی بجائے تانبے کی اِس قدر باریک اور اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ) ہم نے اُس کے لئے تانبے کے چشمے بہا دیئے اور پھر اُس کے قوی ہیکل اور دیو صُورت مزدُور جو خُدا کے حکم سے اُس کی نگرانی میں کام کرتے تھے اور جو اُن میں سے اپنے عمل میں ہمارے احکام کے بجالانے میں کوتاہی کرتے تھے تو اُن کو ہم بھڑکتی آگ کا عذاب (یعنی بدنی سزائیں) دیتے تھے۔ وُہ مزدُور سُلیمانؑ کے لئے محرابیں اور مُورتیں اور حوضوں جتنے بڑے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں تیار کرتے تھے) اور ہم سُلیمانؑ کی اُن مادی ترقیات کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ) اَے آلِ داؤدؑ خُدا کی نعمتوں کی قدر کرتے کرتے عمل کرتے جاؤ۔ کیونکہ میرے بندوں میں سے بُہت ہی کم ہیں جو میرے (صحیفۂ فطرت) کے قدردان ہیں۔

(۱۴۰) لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ

(۱۴۰) بیشک قوم سبا کے لئے ان کے (عظیم الشّان) شہر

عَنۡ يَمِيۡنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ ۝ ۳۴-۱۵

ہیں (جو انہوں نے علمِ فطرت کے زور پر آباد اور پُر رونق کیا تھا، خُدا کی طرف سے ایک عظیم الشان) اشارہ (اس امر کا) تھا (کہ دیکھو صحیفۂ فطرت کے علم سے کیا کیا ترقیاں دُنیا میں ہو سکتی ہیں)۔ وُہ دو (عظیم الشان) باغ تھے دائیں اور بائیں (جن میں یہ ترقیاں کی تھیں، تو یہ دیکھ کر ہم نے شاباش دی اور کہا کہ) اپنے پروردگار کا دیا ہُوا رزق (خُوب) کھاؤ اور اُس کی (فطرت کی) قدردانی کرتے جاؤ (کیونکہ تمہارے عمل کا نتیجہ) ایک نہایت (عظیم الشان اور) پاکیزہ شہر ہے اور (تمہارا) پروردگار (بھی تمہیں ایسا ملا ہے جو) تمہاری واماندگیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

(۱۴۱) اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ۝ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۝ # ۲۶-۷

(۱۴۱) کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہی معزز جوڑے اُگائے۔ بیشک (فطرت کے) اس منظر میں ایک عظیم الشان اشارہ ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقتِ کبریٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور (یہ سمجھ لو کہ) تمہارا پروردگار نہایت ہی صاحبِ عزت اور نہایت ہی صاحبِ رحم ہے۔

(۱۴۲) وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٮهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِى الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤۡتِىۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝ ۲-۲۴۷

(۱۴۲) اور اُن لوگوں کو اُن کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے طالوت کو بطور بادشاہ کھڑا کیا ہے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ کس طرح اُس کو ہم پر حکومت مل سکتی ہے، حالانکہ ہم (میں سے کئی اس سے بہتر ہستیاں) حاکم بننے کی زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ اس کو مال و دولت کی فراخی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا کہ خُدا نے طالوت کو تم پر منتخب کیا ہے اور (ساتھ ہی) اُس کو علمِ فطرت اور تندرستی بدن میں فراخی عطا کی ہے اور اللہ حکومت اُس کو دیتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے اور اللہ بڑا وسیع النظر اور صاحبِ علم ہے۔

(۱۴۳) وَلُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا وَّنَجَّيۡنٰهُ

(۱۴۳) اور لُوطؑ کو ہم نے حکومت اور علم عطا کیا اور ہم نے

عہ یعنی صحیفۂ فطرت کی دریافت سے قوموں کو عزت دے سکتا ہے اور ان پر رحمتیں (یعنی ایجادات کے انعام) نازل کر سکتا ہے۔ فتدبر۔

اِن آیات کے الفاظ اور ان کی منطق انتہائی طور پر غور طلب ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ دین اسلام کا "ایمان" کیا ہے!

مِنْ قَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ وَأَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ إِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۵ ۞

اُس کو اُس بستی سے نجات دی جو نہایت خبیث باتیں کیا کرتی تھی۔ بے شک یہ لوگ (نہایت ہی) بُرے اور (پرلے درجے کے) بدکار تھے اور ہم نے اس کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا اور بے شک وُہ ہمارے صالح بندوں میں سے تھا۔

(۱۴۴) ا۔ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۵

(۱۴۴) ا۔ اور یُوسفؑ جب اپنے سنِ بلوغ کو پہنچا تو ہم نے اُس کو حکومت اور علم عطا کیا اور حُسنِ عمل کرنے والوں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۲) سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ ۵ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۵

(۲) اِبراہیمؑ پر ہمارا اسلام ہو۔ ہم حُسنِ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۳) سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۵ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۵

(۳) مُوسٰیؑ اور ہارُونؑ پر ہمارا اسلام ہو۔ بیشک ہم حُسنِ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۴) سَلٰمٌ عَلٰٓى إِلْيَاسِيْنَ ۵ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۵

(۴) الیاسؑ پر ہمارا اسلام ہو۔ بے شک ہم حُسنِ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۵) سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۵ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۵

(۵) تمام دُنیاؤں میں نُوحؑ پر ہمارا اسلام ہو۔ بیشک ہم حُسنِ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۱۴۵) وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۵ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۵ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰٓى إِلَيَّ ۚ إِنِّيْٓ أَخَافُ إِنْ

(۱۴۵) اور بے شک ہم نے تم سے پہلے بستیوں کو ہلاک کر دیا جب وُہ (قانونِ خُدا کی حدُود سے تجاوز کر کے) ظالم بن گئیں درآنحالیکہ اُن کے پاس اُن کے رسُول روشن احکام لے کر آچکے تھے لیکن وُہ قریب ہی نہ تھے کہ ایمان لائیں۔ تو ہم مجرم قوم کو اِس طرح کی جزا دیا کرتے ہیں۔ پھر اُن کے بعد ہم نے تم کو زمین میں خلیفے بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ اور جب اُن لوگوں پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو وُہ لوگ جو ہم سے مُلاقات کرنے کی اُمید نہیں رکھتے، وُہ تو (اُس مُلاقاتِ ربّ کے جھگڑے کو ایک عظیم الشان مُصیبت سمجھ کر اور خُدا کے

عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ○

احکام اور صحیفۂ فطرت میں آیاتِ ربّ کے ٹوٹنے کے احکام کی لازوال تکلیف کو دیکھ کر) پکار اٹھتے ہیں کہ اِس (مُصیبت میں ڈالنے والے) قرآن کے سوا کوئی اور (آسان سا) قرآن لے آؤ۔ (اے محمّدؐ!) انہیں کہہ دو کہ یہ میرے شایانِ شان ہی نہیں کہ مَیں اِس قرآن کو اپنی طرف سے بدل دُوں۔ مَیں تو اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا گیا ہے۔ مَیں تو اگر مَیں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، اُس بھاری دن کے عذاب سے ڈر رہا ہوں۔

(۱۳۶) وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡـكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○

(۱۳۶) اور یہ تو ہو ہی نہ سکتا تھا کہ اِس قرآن کو خُدا سے علیحدہ ہو کر گھڑ لیا جاتا۔ یہ تو (دیکھ لو کہ حرف بحرف) اُس شئے (یعنی صحیفۂ فطرت) کی تصدیق کرتا ہے جو اِس کے سامنے ہے اور اِس الکتٰب (یعنی صحیفۂ فطرت) کی تفصیل و تشریح ہے، جو پروردگارِ عالمیان کی طرف سے ہے اور جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

آیات: (۱۲۸ تا ۱۳۶) میں حسبِ ذیل الفاظ انتہائی طور پر قابلِ غور ہیں اور چونکہ صدیوں اور پُشتوں کی غلط بینیِ قرآن نے اِن الفاظ پر اصطلاحی پردے ڈال دیئے ہیں، آج اِن الفاظ کے الٰہی معنوں کا اعتراف سرسری نگاہوں میں مُشکل ہو گیا ہے۔ (۱۲۸) میں صاف ہے کہ زمین کی آرائش کرنا ہی "اَحۡسَنُ عَمَلًا" ہے اور اِس حُسنِ عمل کا امتحان خُدا قوموں سے لے رہا ہے۔ آج ہمارے مولوی صرف نماز روزہ وغیرہ کو حُسنِ عمل سمجھے بیٹھے ہیں۔ (۱۲۹) میں صاف آسمان اور زمین کی ہر مادی شئے کو بطور جزا و سزا کہا گیا ہے اور یہاں "اَحۡسَنُ عَمَلًا" کی جگہ اَحۡسَنُوۡا کا لفظ ہے۔ (۱۳۰) میں نماز والا سجدہ یا یہودیوں والی تسبیح کرنا مُراد نہیں جیسا کہ سطح بین مولوی سمجھتے ہیں، نہ تہجّد کی نمازیں ادا کرنا مقصد ہے جو بستروں سے اُٹھ کر کی جاتی ہیں، نہ اٰيٰتِنَا سے مُراد قرآنِ حکیم کی آیتوں کی تلاوت ہے، نہ ذُكِّرُوۡا بِهَا سے مُراد یہ ہے کہ کوئی اُن کو قرآن کی آیتیں یاد دلائے تو سجدے میں گر گر کر روئیں بلکہ اٰيٰتِنَا سے مراد وہ آیات ہیں جو صحیفۂ فطرت سے ملتی ہیں (دیکھو ۴۴ تا ۶۹) اور سجدہ اور تسبیح سے مراد اُن کی حقانیت کو تسلیم کر کے اُن کی تلاش اِس اضطراب سے کرنا ہے کہ نیندیں حرام ہو جائیں (تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ) جو تلاش کی جائے اِس خوف سے کی جائے کہ اگر نہ کی گئی تو عذابِ خُدا قوم پر "غَافِلٌ" ہونے کی وجہ سے نازل ہوگا (دیکھو (۲۶) و ۴۷) یا اِس طمع سے کی جائے کہ اُس کی

ایجاد سے انعاماتِ خُدا ملیں گے۔ اِسی تقریب سے خُدا نے کہا کہ اگر ان آیاتِ خُدا کی پیروی کرتے رہو گے تو نہ جانے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈکیں (قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنی انعامات) تم کو خُدا کے ہاں سے ملیں گی۔ اور یہ جزا تمہاری محنت اور عمل کی ہوگی (جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝)

(۱۳۱) میں اسی طرح اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے صاف مقصد وُہ قومیں ہیں جن کا سعی و عمل اِس دُنیا میں بے نتیجہ رہا۔ اِنہی کے متعلق کہا کہ وُہ آیاتِ ربّ کی مُنکر رہیں گویا صحیفۂ فطرت کو باطل و بے کار سمجھتی رہیں (دیکھو، (۱۳۲) اور اِسی لئے کافر ہیں' اِسی غافل ہونے کی وجہ سے اُن کو جہنّم ہے۔ دیکھو: (۲۶) اور *) اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی اصطلاح کی تشریح جو اس آیت (۱۳۱) میں ہے آگے چل کر (۱۳۲)۔ا) میں آ رہی ہے جہاں صاف طور پر زمین و آسمان کو باطل سمجھنے والوں کو کافر اور جہنّمی بلکہ مُفسدُ فی الارض (یعنی زمین میں فساد مچانے والے) اور فاجر اور صحیفۂ فطرت کو برحق سمجھنے والوں کو اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا مصداق بلکہ متقی کہا گیا ہے۔ اِس خُدائی تشریح کو سامنے رکھ کر آیت (۱۳۱) میں اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا مطلب عیاں ہے اور جَنّٰتٍ کے معانی چُونکہ زمینی انعام اور بادشاہت زمین ہے اور اُخروی انعاموں کے لئے اَلْجَنَّةَ کا لفظ مخصوص ہے اِس لئے واضح ہے کہ جن قوموں نے صحیفۂ فطرت کو برحق سمجھ کر اپنی سعی کو اِس دُنیا میں کامیاب کیا وُہی جَنّٰتٍ کی اہل ہیں، اُن کی حکومت بہت دیر تک برقرار رہے گی اور یہی خُلْد کے معانی ہیں۔ یہی بات نُزُلًا کے لفظ سے ثابت ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ یہ انعام خُدا کی طرف سے اُن پر نازل ہُوا اِس تمام تشریح کی تائید كَلِمٰتِ رَبِّيْ کے لامتناہی ہونے سے ہوتی ہے اور مقصد یہ ہے کہ صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش سے جو خُدائی ہدایتیں حاصل ہوتی ہیں اُن کی تعداد اتنی ہے کہ سمندروں کی سیاہیاں سُوکھ جائیں گی لیکن وُہ ختم نہ ہوں گی۔ آگے چل کر خُدا کو ایک کہا ہے۔ گویا اگر خُدا کے بندے بنتے ہو تو اُسی خُدا کی دی ہُوئی ہدایتیں حاصل کرو اور اگر خُدا سے آگے چل کر مُلاقات کی اُمید ہے تو عملِ صالح کرو جس کی تشریح (۱۳۹)۔ا) وغیرہ میں آ رہی ہے۔

(۱۳۲)۔ا کی تشریح اُوپر کر دی ہے۔ (۱۳۲) ب کے اَلْاَخْسَرِيْنَ اور (۱۳۱) کے اَلْاَخْسَرِيْنَ میں تعلق صاف ظاہر ہے۔ (۱۳۲) ج سے بے گُمان طور پر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ صحیفۂ فطرت میں غور و فکر کرنے والے ہی خُدا کی نگاہوں میں صاحبِ دانش (اُولُوا الْاَلْبَابِ) ہیں، فیصلہ ہو جاتا ہے کہ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا سے مُراد ہرگز نماز کا قیام و قعود نہیں اور یہ اصطلاحیں بعد میں وضع ہوئیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ صحیفۂ فطرت کے اسرار کو دریافت کرنے کی دُھن اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہُوئے ہو۔ نماز کبھی لیٹے ہُوئے نہیں ہوتی۔ اسی آیت (۱۳۲) ج میں پھر جہنّم کی سزا اُن کے لئے ہے جو صحیفۂ فطرت پر غور نہیں کرتے۔

* دیکھو صفحہ ۱۹

(۱۳۳) میں حضرت داؤدؑ کو ذَا الْاَيْدِ کہہ کر صنعت و حرفت اور پہاڑوں اور پرندوں پر قابو پانے کے علم کو سلطنت کی مضبوطی کا باعث کہا، حضرت کے اُن افعال کو عبادت اور انابتِ الی اللہ کہا۔ (۱۳۴) ۱) میں یہی بات حضرت سلیمانؑ کے متعلق کہی۔ یہاں پھر سلیمانؑ کی دلی خواہش کو ظاہر کیا کہ وُہ بے مثال سلطنت کا مالک بنے؛ (۱۳۴) ۔ ۲) ۔ (۱۳۴) ۔ ۳) میں صاف بتلایا کہ حضرت کی مُلکی ترقیاں تقرب خُدا کا باعث تھیں اور آخرت میں اُن کا انجام نیک ہے؛ (حُسْنَ مَاٰبٍ) ۔ (۱۳۷) اور (۱۳۸) میں اور بھی صاف طور پر تمام علمی ترقیوں کے متعلق كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ اور كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ کے الفاظ کہہ کر (یعنی ہم اُن کی تمام ایجادوں کا علم رکھتے تھے اور ہم اُس کی حکومت کے گواہ تھے) صاف جتلا دیا کہ خُدا کا مقصد یہی ہے کہ انسان انتہائی مادّی ترقی کرے۔ (۱۳۹) میں اُن تمام باتوں کو اعمالِ صالحہ (اِعْمَلُوْا صَالِحًا) دندنا کر کہا۔ یہی بات (۱۴۰) سے اور بھی ظاہر ہے۔ (۱۴۱) میں صحیفۂ فطرت میں غور و خوض کو پھر نہایت حیرت انگیز الفاظ میں ایمان کہا اور شکایت کی کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے۔

(۱۴۲) میں پھر مُلک اور سلطنت کا بار بار ذکر کر کے اس کی اہمیت واضح کی اور امیر قوم میں عِلم اور جسم کی خوبیوں کو لازم قرار دیا۔ بلکہ صاف اشارہ کر دیا کہ نری دولت کا ہونا قوم کے امیر کیلئے کوئی قابلیت نہیں۔

(۱۴۳) میں حکومت اور علم کو توأم قرار دے کر دُنیاوی ترقیوں کو رحمتِ خُدائے عظیم اور صالحیت قرار دیا، جو اِن سے غافل تھے اُن کو خبیث اور فاسق کہا۔

(۱۴۴) میں پھر مُحْسِنِيْنَ سے دُنیاوی حُسنِ عمل مقصد تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۴۶) میں صاف جتلا دیا کہ قرآنِ حکیم کا تمام لائحۂ عمل اُن تمام واقعات کی تصدیق ہے جو اِس زمین پر روزمرّہ ہو رہے ہیں۔ اَلَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مُراد تورات اور انجیل وغیرہ کے پہلے صحیفے لینا مولویانہ جہالت کی وجہ سے ہے۔ بَيْنَ يَدَيْهِ کے معنی "سامنے" کے ہیں، "پہلے" کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو اِن تمام آیتوں (۱۲۸ تا ۱۴۶) میں حیرت انگیز وحدتِ مطالب ہے۔ اور اِن کی تمام اصطلاحات حیرت انگیز طور پر دینِ اسلام کے مقصد کو دُنیاوی ترقی ظاہر کرتی ہیں۔

انبیاء کے متعلق ان تمام آیاتِ قرآنی کی تصریح کے بعد جو امر لائق بیان رہ جاتا ہے یہ ہے کہ انسانی مادّی ترقی کے اُن انتہائی طور پر ابتدائی مراحل میں جب کہ انسان کو صرف چند اشیائے فطرت کا علم حاصل ہُوا تھا۔ انبیاء کو اُولُوا الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ (یعنی ہاتھوں اور آنکھوں والے) کہہ کر اُن کے سعی و عمل کو سراہنا ؛ (۱۳۵) اُن کے متعلق اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (یعنی وہ صحیفۂ فطرت سے نصیحت لیتے تھے)۔ کے الفاظ استعمال کر کے ؛ (۱۳۵) اشارہ کرنا کہ یہی وُہ لوگ تھے جنہوں نے صحیح معنوں میں اِس دُنیا سے عبرت

اور نصیحت پکڑلی تھی، اُن کو لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ کے الفاظ سے یاد کرکے یہ کہنا کہ یہی چُنے ہُوئے بہترین لوگ تھے، اُن کو متقی کہہ کر: (۱۳۶) اشارہ کرنا کہ یہی وُہ لوگ تھے جنہوں نے اِس آسمان و زمین کو باطِل نہ سمجھا تھا: (۱۳۲)۔الف)، اور صحیح معنوں میں خُدا سے ڈرنے والے تھے (دیکھو آیۃ (۱۳۶) میں اور (۱۳۲)۔الف) میں دونوں جگہ مُتَّقِيْنَ کے الفاظ ہیں) یہ سب حیرت انگیز زورِ بیان اور اصطلاحیں جو تیرہ سو ستر برس کی مُدت کے بعد اَب بے معنی و بے مقصد ہوگئی ہیں اور اِن کا مفہوم قطعاً بدل کر ہولو یا نہ اور صُوفیانہ رہ گیا ہے، اِس لئے استعمال کی گئی تھیں کہ انبیاء کے متعلق قطعی طور پر واضح ہو جائے کہ اُن کی حکومت عِلمِ فِطرت پر مبنی تھی، اُن کا ملک (یعنی سلطنت) اِسی عِلم کے زور پر مضبوط ہُوا تھا:۔ (شَدَدْنَا مُلْكَهٗ: (۱۳۳))، اِسی لئے خُدا نے كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝: (۱۳۷) کے الفاظ کہے، یعنی ہم اُن کے تمام کارناموں کا عِلم ذاتی طور پر رکھتے تھے، اِسی لئے كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝: (۱۳۸) کہا یعنی ہم خُود ان کی حکومت کے دُرست ہونے کے گواہ تھے، اِسی لئے اُن کے متعلق اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا کہا یعنی ہم نے اُن کو حکومت دی جس کی بناء عِلم پر تھی، اِسی تقریب سے اُس "الکتٰب" کو جو ان کو دی گئی تھی اور جن سے وُہ اپنی ہدایت اخذ کرتے تھے، بار بار قرآن میں عِلم کہا گیا، (دیکھو (۹۴)۔الف، ب، ج، د، نیز (۱۲۷)۔۳-۴-۵) اِسی تقریب سے کہ اُن انبیاء کی قوموں کے پاس اَلْكِتٰب یعنی قانونِ خُدا کا ضابطہ اور نَبُوَّةٌ یعنی خُدا کے قانُون کے متعلق صحیح خبر اور مکمل معلومات تھیں، خُدائے عزّوجل نے اُن کی سلطنت کے متعلق کہا کہ اُس میں دُنیا کی بہترین نعمتیں ان کو ارزانی تھیں اور اُن کی قوم کو دُنیا کی تمام اقوام پر برتری دے دی گئی تھی:۔

(۱۴۷) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(۱۴۷) اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو "الکتٰب" (یعنی صحیفۂ فِطرت کا ملخص) دیا اور (صحیفۂ فطرت کو سمجھنے کا عِلم) یعنی نبوۃ عطا کی اور (انہی عطیہ جات کے صحیح استعمال کی وجہ سے) ہم نے اُن کو دُنیا کی بہترین پاکیزہ اشیاء ارزانی کر دیں اور تمام دُنیا جہان کی قوموں پر سرافراز کر دیا۔

اِسی تناسب سے کہ خُدا "ہر حُکم" یعنی سلطنت کو عِلمِ فِطرت سے بلکہ ہر حکومت کو اِس عِلمِ فِطرت کی انتہا یعنی نَبُوَّةٌ سے پیوست کرنا چاہتا ہے، قرآنِ حکیم نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اُمتوں کی بداعمالی کے متعلق کہا کہ اگرچہ نَبُوَّةٌ اُن کے خاندان میں پے در پے بھی رہی مگر اُن میں سے بہت تھوڑوں نے ہدایت حاصل کی اور اکثر اُن میں سے فاسق ہی رہے۔ (یہ لوگ غالباً مُسلمانوں کی موجودہ اُمت

کی طرح تھے جو اَلْکِتٰب کے عِلم کو بھول گئے تھے اور اِس کی مولویانہ تفسیریں کرلی تھیں !)

(۱۴۸) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ۵۷

(۱۴۸) اور بے شک ہم نے نُوحؑ اور ابراہیمؑ کو ایلچی بناکر بھیجا۔ (انہوں نے اپنی قوموں میں علم وعمل کے وہ عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ تمام کی تمام قوم عِلم وعمل کا مجسمہ بن گئی اور مادی ترقیاں مُلک کے طول وعرض میں نمایاں ہو گئیں اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ) ہم نے دونوں انبیاء کی اولاد کو بھی نَبُوّۃ اور اَلْکِتٰب عطا کیں۔ پھر (رفتہ رفتہ مرورِ مُدت سے یہ حالت ہوگئی کہ) اُن میں سے کچھ ہدایت پر رہے اور اُن میں سے اکثر بدعمل ہو چکے تھے۔

اِسی تقریب سے کہ خُدائے عالمیان ہر حکومت اور ہر حُکم کو عِلمِ فِطرت سے پیوست کرکے اِس مُلک کو مضبوط کرنا چاہتا ہے، حضرت داؤدؑ کے متعلق اُن تمام کارناموں کا ذِکر کرکے جن کی وجہ سے اُس کو خُدا کے ہاں سے ذَا الْاَيْدِ، اَوَّابٌ اور اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ کے خطابات ملے (دیکھو (۱۳۳)، (۱۳۴-۱۴۴) قرآن حکیم حضرت داؤدؑ کی حکومت کو حسبِ ذیل انتہائی طور پر معنی خیز اور فیصلہ کُن الفاظ میں خطاب کرتا ہے۔

(۱۴۹)۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ ۳۸

(۱۴۹) اَے داؤدؑ! بے شک ہم نے تُم کو اِس زمین میں (اپنا) قائم مقام بنایا، تو داب خُدا کی قائم مقامی کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوقِ خُدا کے درمیان حقیقت سے حکومت کر اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ وُہ تجھے خُدا کے رستے سے بھٹکا دیں۔ بے شک وُہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اُن کو اس کی پاداش میں کہ وُہ یومِ حساب کو بھول گئے سخت ترین عذاب ہے۔

گویا حضرت داؤدؑ کو کہا کہ اپنی حکومت کو صحیفۂ فِطرت کی حقیقت (بِالْحَقِّ) سے مضبوط کر، کیونکہ انہی فِطرت کی حقیقتوں کے اندر جفاکشی اور سعی وعمل مضمر ہے۔ اِنہی حقیقتوں کی پیروی سے قومیں صاحبِ دستِ قُدرت بنتی ہیں، اِسی جدّوجہد اور صحیفۂ فِطرت کی حقیقتوں سے عِبرت پکڑ کر قوموں کو خُدا کا رستہ نظر آتا ہے، نفسانی خواہشوں اور لذّتوں میں پڑی ہُوئی قومیں خُدا کے رستے سے بھٹک جاتی ہیں اور وُہی قومیں خُدا کی پکڑ کو،

جو حساب کے دِن ہُوا کرتی ہے بھُول کر خدا کے سخت ترین عذاب میں پھنستی ہیں۔ یہ تشریح جو مَیں نے کی ہے قطعی اور آخری اِس لئے ہے کہ اِس آیت کے عَین بعد حسبِ ذیل عظیم الشّان آیت ہے جس میں فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ کے حق کے مقابلے میں مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا کا باطِل آیا ہے (دیکھو (۱۳۴)۔۴))' جو صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کو کہا گیا تھا کہ تمہیں درحقیقت مَیں نے دُنیا میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے تو اِس قائم مقامی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تُو اپنی حکومت مخلوق کے درمیان صحیفۂ فِطرت کی بُنیادوں پر قائم کر۔ کیونکہ مَیں نے اِس کارخانۂ زمین و آسمان کو باطِل و بیکار نہیں بنایا۔ کیا کِسی مولوی یا مفسّر کی مجال ہے کہ اِس تشریح کے بعد جو مَیں نے کی ہے اپنی لغو اور لچر تشریح پیش کر سکے کہ "حضرت داؤدؑ معاذ اللہ غلط فیصلے دیا کرتے تھے اور حضرت سُلیمانؑ اُن کو درُست کیا کرتے تھے، اِس لئے یہ تنبیہ اُن کو دی گئی"۔ یہ آیت مَیں پھر پوُری شان سے یہاں پر نقل کرتا ہُوں۔

(۱۵۰) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ ۳۸

(۱۵۰) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے باطِل اور بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو (خدا کو بے معنی چیزوں کا پَیدا کرنے والا سمجھ کر) خُدا کے منکر ہیں، تو جہنّم کی آگ کے بارے میں (جو کافروں کو مِل کر رہے گی) کافروں کے واسطے کیا ہی افسوسناک منظر ہے۔ تو کیا ہم ایمان والی اور (صحیفۂ فِطرت کی تلاش و تجسّس میں) مناسب تگ و دو (اور حتّی الوسع سعی و عمل) کرنے والی قوم کو اس قوم کے برابر کر دیں جو زمین میں (کاہل اور غافِل رہ کر) فساد مچاتے ہیں اور کیا ہم عذابِ خُدا سے ڈرنے والوں کو (جو اِس کائنات کے مقصد سے کما حقہٗ واقف ہیں) ان لوگوں کے برابر کر دیں جو بد عمل اور بدکار ہیں۔

اور آگے چل کر اس آیت کے ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ قرآنِ عظیم وُہ برکت دینے والی کتاب ہے جو اے محمدؐ! ہم نے تم پر اُتاری تاکہ تُم اِس کی آیتوں پر پُورا غور و خوض کرو اور نیز اِس لئے کہ اِس سے اُولُوا الالباب عبرت پکڑیں۔ اُدھر اِسی اُولُوا الالباب کی تشریح ((۱۳۲) ج) میں کر دی کہ اُولُوا الالباب وُہ لوگ ہیں جو صحیفۂ فِطرت کی تلاش میں دِن رات اِس یقین سے لگے ہیں کہ یہی فِطرت واحد حقیقت ہے جو اِس کائنات کے اندر ہے اور جو اِس پر نہ چلیں گے وُہ جہنّمی ہیں۔

(۱۵۱) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(۱۵۱) یہ (قرآن) ایک (انتہائی طور پر) برکت پیدا کرنے والی (اور قوم کو ترقی اور عزت کے فلک الافلاک پر پہنچانے والی) کتاب ہے جس کو تم پر اِس لئے اُتارا کہ تم اس کی آیات پر نہایت سنجیدگی سے غور و خوض کرو اور اِس لئے کہ صاحبِ علم و دانش لوگ اِس سے سبق لے کر ترقی کے منازل پر گامزن ہوں ۔

الغرض (۱۴۹)، (۱۵۰)، (۱۵۱) اور اِن سے پہلے حضرت داؤدؑ، حضرت سُلیمانؑ اور باقی انبیاء کے دُنیاوی کارناموں والی آیات بلکہ (۱۲۸) تا (۱۵۱) کو یکجا پڑھنے سے یہ حقیقت قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حُکم یعنی حکومت یا سلطنت، بلکہ خُدا کی اِس دُنیا پر قائم مقامی یعنی خلافت کو چلانے کے لئے عِلم بلکہ کمالِ علم یعنی نبوّت کی قطعی ضرورت ہے اور اسی عِلم کا ایک معتدبہ اور انتہائی طور پر قابلِ قدر حصّہ اَلْكِتٰب یعنی قرآنِ عظیم اور دیگر آسمانی صحیفے ہیں جن میں صحیفۂ فطرت کے متعلق عِلم حاصِل کرنے کی رہنمائی کی گئی ہے نہیں بلکہ (۱۴۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ اَلْكِتٰب (یعنی عِلم)، اور حُکم اور نبُوّۃ کی تینوں نعمتیں، افراد سے زیادہ قوموں کو عطا ہُوا کرتی ہیں اور انہی نعمتوں کی قدردانی کی وجہ سے بعض قومیں دُنیا پر برتری حاصِل کر لیتی ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل نے کی تھی (دیکھو (۱۴۷))، اور بعض قومیں ان نعمائے الٰہی کی بے قدری کر کے فاسق بن جاتی ہیں جیسا کہ حضرت نوحؑ اور حضرت اِبراہیمؑ کی قومیں بن گئی تھیں (دیکھو (۱۴۷)) اور اِسی نُقطۂ نظر سے خُدائے عزّوجل نے قوموں کے زوال کی کہانی حسبِ ذیل الفاظ میں کھینچی اور بتلادیا کہ حُکم (یعنی رُوئے زمین پر سلطنت) عِلم اور نبُوّۃ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور جب اُمّتیں خُدا کا سِکھلایا ہُوا سبق بھُول جاتی ہیں تو خُدا کے دردناک عذاب سے دوچار ہوتی ہیں بلکہ اُن کے جاہ و شوکت کے تمام حُلیے بگاڑ کر اُن کو انسان نما بندر بنا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آجکل کی محمّدی اُمّت ہر صاحبِ نظر کہے گا کہ عملاً بن چکی ہے!

(۱۵۲) ا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○

(۱۵۲) ا۔ تو جب یہ لوگ اُس شئے کو بھُول گئے جو اُن کو (کسی زمانہ میں خوب) یاد دِلائی گئی تھی، ہم نے اُن لوگوں کو جو بُرے عملوں سے بچتے رہے نجات دے دی اور خُدا کی حدُود سے گذرنے والے ظالموں کو دردناک عذاب میں اُن کی بدکاری کے عوض میں پکڑا۔ پھر جب اُنہوں نے اُن باتوں

کے متعلق جن سے منع کیا گیا تھا سرکشی کا رنگ اختیار کیا تو (رفتہ رفتہ اُن کی دُنیاوی حالت، اخلاق، معاملات، جسمانی قوتیں، خُود داری، سعی وعمل، حوصلے، بُود و باش، آپس میں میل جول الغرض اُن کا سب تمدن بگڑتا گیا حتّٰی کہ اُن کی ظاہری شکلیں بھی بگڑ گئیں پھر وُہ اُس منزل پر پہنچ گئے کہ عام انسانیت بھی اُن میں رہی نہ تھی) تو پھر ہم نے اُن کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔ (دو آیتوں کے بعد حسبِ ذیل آیت ہے)

(۲) فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

(۲) پھر اُن کے بعد دُوسرے لوگ جانشین ہُوئے جو اسی الکتٰب (یعنی صحیفۂ فطرت کے قانون) کے وارث ہُوئے، وُہ اِس دنیا کے مال و متاع کو خُوب (دِل لگی سے) پکڑے ہوئے تھے (لیکن اِن چیزوں کو اپنے پاس رکھنے کی کوئی کوشش اُنہوں نے نہ کی اور اسی اُمید میں) کہتے رہے کہ عنقریب خُدا (سعی وعمل کے بارے میں) ہم سے در گذر کرے گا، (اور بغیر کسی جدّوجہد کے ہم کو یہ چیزیں بدستور دیتا رہے گا) اور اگر اُن لوگوں کو اُتنا ہی مال و متاع اور دے دیا جاتا تو وُہ اُس کو لے لیتے۔ (اور اپنی زندگیاں خُوب عیش و عشرت میں گذارتے) تو (یہ بتاؤ کہ) کیا اُن لوگوں سے (اُن کو وارث بناتے وقت) الکتٰب کا معاہدہ (گویا) نہیں لیا تھا (کہ دیکھنا) خُدا پر کوئی ایسی بات نہ تھوپ دینا مگر وُہ جو سچی اور سچائی پر مبنی ہے اور (حیرت یہ ہے کہ) اُنہوں نے جو کچھ اِس کتاب میں تھا خُوب پڑھ لیا تھا۔ تو (سمجھ لو کہ) آخرت کا گھر (یعنی عظیم الشان انجام) تو اُنہی لوگوں کا ہے جو قانونِ خُدا سے خوفزدہ ہیں۔ کیا تُم (اتنی چھوٹی سی اور صریح بات) نہیں سمجھتے۔

عِلم، حُکم اور نبُوَّۃ کے اِس مقام سے اور آگے بڑھ کر خُدائے عظیم نے قرآنِ حکیم میں صاف طور پر واضح کر دیا کہ مختلف پیغمبروں کی اُمتوں کو (جن میں سے اٹھارہ کے نام پے در پے دیئے گئے ہیں[1]) یہ تینوں چیزیں عطا کی گئی تھیں، وُہ اُن انبیاء کی عینِ حیات میں صراطِ مستقیم پر رہیں لیکن جب اُن اُمتوں نے اِن نعمتوں کا کفران کیا تو ہم نے اُن کو لامحالہ اُن قوموں کے سپُرد کر دیا جو اِن کی قدر دان ثابت ہوئیں۔

(۱۵۳) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝

(۱۵۳) تو یہی وُہ قومیں تھیں جن کو ہم نے الکتاب اور حکومت اور نبوّت عطا کی۔ پھر اگر (خدا کی) اِن (عظیم الشان نعمتوں) سے یہ قوم کفرانِ نعمت کرتی ہے تو لامحالہ ہم اِن چیزوں کو کسی ایسی قوم کے سپرُد کر دیں گے جو اِن کی منکر نہیں ہوگی۔

اِن تمام روشن شہادتوں سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے دَور کے بعد بھی حکومت، علم اور (صحیفۂ کائنات سے انتہائی باخبری یعنی) نبُوت کا اقوامِ عالم کو سپُرد کیا جانا اٹل ہے اور وُہ وُہی قومیں ہیں جو خُدا کے قانُون سے اور فاطرِ زمین و آسمان کی معرفت سے پُورے طور پر باخبر ہونے کی سعی کر رہی ہیں۔ یہی وُہ قومیں ہیں جو دُنیا میں اِس وقت زمین کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر حکومت کر رہی ہیں، اِنہی کو ملکُوتِ آسمان و زمین کی خبر آئے دِن مِل رہی ہے اور اِنہی قوموں کا علمِ نبُوت (یعنی انتہائی خبر) کے مدارج تک پہنچ رہا ہے۔ یہی وُہ صالح اعمالِ حسنہ کی علمبردار، خُدا کے قانُون سے ڈرنے والی (مُتقین) اُمتیں ہیں جو خُدا کے پیدا کئے ہوئے صحیفۂ فطرت پر ایمان لانے والی، اعمالِ صالحہ کرنے والی اور اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی مصداق ہو سکتی ہیں جو اپنے دِن رات کے سعی و عمل سے اَلْكِتٰبَ، اَلْحُكْمَ اور اَلنُّبُوَّةَ کی الٰہی نعمتوں کی مصداق بن رہی ہیں اور وُہی قوم بالآخر اِس دُنیا میں سَب سے زیادہ حُکم اور علم اور نبوۃ کی اہل ہوگی جو اِن سَب کو پچھاڑ کر رہے گی۔ آیۃ (۱۵۳) سے قطعی طور پر واضح ہے کہ خُدا کو اپنی وحی بلکہ نبُوّۃ بھی کسی قوم کے سپُرد کرنے میں ادنیٰ قِسم کا دریغ نہیں اور اِنہی معنوں میں تمام قرآن، تمام دُنیا کی حکومت، اور تمام نبوّت آج مغرب کی قوموں میں منتقل ہو چکی ہیں۔ فتدبر!

---

[1] دیکھو فرہنگ دہُ الباب ۳۵ (۲)، صفحہ ۲۲۲۔

۳۔ لقائے ربّ کی آخری منزل

اِس تمام شرح وتصریح کے بعد جو قرآنِ حکیم میں حیرت انگیز وثوق، استقلال اور تطابق کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ یہ امر واضح ہے کہ قوموں کا معراج علم اور حکم کے بعد نبوّۃ کے مقام کا حاصل کرنا ہے اور اِس کا واحد وسیلہ صحیفۂ فطرت کے علم کے ذریعے سے سب سے پہلے معرفتِ خُدا اور پھر معرفتِ خُدا کے انتہائی مقام کو حاصل کر کے حضرتِ انسان اور خلیفۂ خُدا کی فاطرِ زمین وآسمان سے رُوبرُو مُلاقات ہے۔ یہ نکتہ قرآنِ حکیم میں اِس قدر روشن ہے کہ اِس کے لئے اَب کسی مزید استدلال کی ضرورت نہیں رہی۔ سُورۃُ الرُّوم میں ہے۔

(۱۵۴) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ ۳۰/۱

(۱۵۴) کیا اِن لوگوں نے اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈال کر نہیں سوچا کہ خُدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ ان کا وجُود حقیقت پر مبنی ہے (اور انہی چیزوں کی دریافت اور تلاش سے نشانِ خُدا معلوم ہو سکتا ہے، یہی چیزیں ہم کو ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا سکتی ہیں، اِن کو پیدا کرنے کی غرض ہی یہی ہے کہ اِنسان اِن سے فائدہ اٹھا کر علم کے بلند منازل طے کرے اور روز بروز صاحبِ نباء اور باخبر بنتا جائے روز بروز نبوۃ کے درجے اُس کو ملتے جائیں بلکہ) اِن چیزوں کو ایک مقررہ مُدت تک پیدا کیا (تاکہ اِس مقررہ مُدت کے اندر اندر اِنسان علم، حکم اور نبوۃ کے منازل طے کر کے خُدا سے مُلاقات کرنے کا اہل بن سکے) لیکن اِس میں شک نہیں کہ اِنسانوں کی ایک کثیر تعداد خُدا سے مُلاقات کرنے (کے نصب العین) کے مُنکر ہیں۔

انسانوں کے ایک کثیر حصّے کو مُلاقاتِ ربّ کا مُنکر کہنا اور جیسا کہ (۳۶) میں واضح کر دیا گیا ہے،

اِس کثیر حصّے کے متعلق خُدائے عزّوجل کا کہنا کہ وُہ جہنّم کے سپُرد کر دیئے جائیں گے اور اِس کی وجہ یہ بیان کرنا کہ یہ کثیر حِصّہ سمع وبصر اور ذہن کو استعمال نہیں کرتا، اِس امر کی تصدیق ہے کہ وہاں یعنی (۳۶) ۱ـ میں بھی اشارہ صحیفۂ فِطرت کا علم نہ حاصِل کرنے کے متعلّق ہے، کسی اور شئے کے متعلّق نہیں۔ اِسی سِلسلے میں حسبِ ذیل آیت اِس مسئلے کو اور صاف کر دیتی ہے:۔

(۱۵۵) اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ ۲/۱۳

(۱۵۵) خُدا وُہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستُون بُلند کیا جن کو تُم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، پھر اُس کے بعد وُہ تختِ سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا اور سُورج اور چاند کو (تمہارے فائدے کے لئے) مسخر کیا۔ یہ سب چیزیں ایک وقتِ مقررہ تک چل رہی ہیں (تاکہ تُم اُس وقت مقررّہ کے اندر اندر اِس قابل ہو جاؤ کہ فطرت کی ماہیّت دریافت کر کے صاحبِ عِلم وخبر بن جاؤ اور اُس مرحلے تک پہنچو کہ خُدا تم کو اپنی مُلاقات کا اہل سمجھے)۔ (یاد رکھو کہ) خُدا قانُونِ (فِطرت) کی تدبیر کرتا ہے (اور یہ تدبیر امر لاکھوں برس میں جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے)۔ وُہ تُم کو آیات کھول کھول کر بیان اِس لئے کرتا ہے کہ شاید تُم کو بالآخر اپنے پروردگار سے مُلاقات ہونے کا یقین آ جائے!

(۱۵۴) اور (۱۵۵) میں دونوں جگہ ایک مقررہ مُدّت (اَجَلٍ مُّسَمًّى) تک اِس کارخانۂ فطرت کے برقرار رکھنے کا ذکر معنی خیز ہے اور دونوں جگہ صحیفۂ فِطرت کے مطالعے کی ترغیب مُلاقاتِ رب کی اُلجھن کو اور صاف کر دیتی ہے۔ صحیفۂ فِطرت کی دریافت کی طرف اِس سے بھی واضح اشارہ سُورۂ یُونُسؔ میں موجُود ہے جہاں ؛ (۲۶) ۹ـ کی خطرناک اصطلاح یعنی غَافِلٌ کا پھر ذکر، جہنّم کی دوبارہ یاد اور بالخصُوص اِس امر کی تاکید کہ ایسی غافِل قومیں لذّاتِ دُنیوی میں مستغرق ہو کر مطمئن ہو گئی ہیں اور محنت، سعی و عمل اور جد وجہد سے بیزار ہیں، اِس امر کا ثبُوت ہے کہ مُلاقاتِ رب کی منزل انتہائی عِلم وعمل کی منزل ہے اور اِس عِلم وعمل کا تمام تر تعلّق صحیفۂ فِطرت کی دریافت سے ہے، کسی صُوفیانہ یا مُلّایانہ تسبیح ونماز یا لفظی ذکرِ رب سے ہرگز ہرگز نہیں۔ مُسلمانوں کے لئے عِبرت کا مقام ہے کہ وُہ اَب بھی سوچ لیں کہ اُنہوں نے قرآنِ حکیم کے اِس انتہائی طور پر عِلمی صحیفے کو کیا مخول بنا لیا ہے۔

(۱۵۶) اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

(۱۵۶) (لوگو! یاد رکھو کہ) بے شک تمہارا پروردگار وُہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو چھ (بڑے بڑے لاکھوں کروڑوں برسوں کے) دِنوں میں پیدا کیا، پھر وُہ تختِ حکومت پر جم کر بیٹھ گیا (اور اِس سلطنت کو چلا رہا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ) وُہ قانون (صحیفۂ فطرت) کی تدبیر کرتا ہے (جس کی تکمیل ہزاروں اور لاکھوں برس میں جاکر ہوتی ہے۔ سمجھ لو کہ اِس قانونِ فطرت سے گریز کرنے کے بعد) تمہارا کوئی سفارشی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ خُدا (عفوو درگُذر کر دینے کی صُورت میں کسی رعایت کا) حکم دے۔ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار تو بس اُسی کی روز و شب ملازمت میں ٹکے رہو (اور اُسی کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت پر پیہم عمل کرتے رہو)، تو کیا تم (اِس عظیم الشّان کارخانے سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے کوئی) عبرت نہیں پکڑتے؟ تم سب لوگوں کا (بالآخر) اِسی کی طرف (اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے) رجُوع ہوگا۔ یہ خُدا کا پختہ وعدہ ہے اِس میں شک و شبہ نہیں کہ وُہ فطرت کی پیدائش کو شرُوع کرتا اور پھر اُس کو بار بار دُہراتا اس لئے ہے کہ صاحبِ ایمان قوم کو جو (صحیفۂ فطرت کے رازہائے سربستہ کو معلوم کرنے کے لئے دِن رات جدّ وجہد اور) مناسب اعمال میں لگی ہے عدل و انصاف کے ساتھ اُن کی سعی و عمل کی جزا دیا جائے اور وُہ لوگ جو (اِس صحیفۂ فطرت کے برحق ہونے کے) مُنکر ہیں اُن کو (بطورِ جزا) جلتا ہُوا پانی اور دردناک عذاب اُن کے کُفر کی پاداش میں دے۔ وُہی (پاک) ذات ہے جس نے سُورج کو شعلہ اور قمر کو روشنی بنا دیا اور پھر چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سنوں کی گنتی کا علم اور (مُدّتوں کا) حساب حاصل کر سکو۔ (یاد رکھو کہ) اِن چیزوں کو

خُدا نے پَیدا نہیں کیا مگر یہ کہ وُہ برحق ہیں۔(اور اِسی
حقیقت ہونے کی وجہ سے اِنتہائی طور پر قابِلِ توجّہ۔)
(اِسی لِئے) وُہ صاحبِ علم قوم کے لئے آیات (قدرت)
کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔(یاد رکھو کہ) دِن اور رات
کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں
پَیدا کیا، اُن میں لامحالہ اُس قوم کے لئے جو قانونِ خُدا سے
خوفزدہ ہے (بے شمار) اشارے موجُود ہیں (جو اُن کو قوّت
اور امن کی منزلوں تک لے جاسکتے ہیں)۔ بے شک وُہ لوگ
جو خُدا سے (بالآخر) مُلاقات کرنے کی اُمّید نہیں رکھتے اور
اِسی دنیاوی زندگی (کے عیش وطرب) سے راضی ہو گئے
ہیں اور (صِرف کھانے پینے اور عیش اُڑانے اور کچھ نہ کرنے
کی بے معنی) دُنیاوی زندگی سے مطمئن ہو گئے ہیں، نیز وُہ
لوگ جو ہماری (صحیفۂ فطرت کی) آیات سے غافل ہو گئے
ہیں (جن کا اشارہ ہم نے ابھی اُوپر کیا)، تو یہی وُہ لوگ ہیں
جن کا ٹھکانا دوزخ اُن کے اپنے اعمال کی پاداش میں ہے۔

اِن آیات سے فیصلہ ہوگیا کہ آسمان وزمین کی تمام مخلُوق کا باربار پَیدا کئے جانا اور آسمان اور زمین میں پَیدا کی ہُوئی ہر شئے کا وجُود صِرف اِس لِئے ہے کہ خُدا کی خُدائی پر صِدقِ دِل سے ایمان رکھ کر اِس صحیفۂ فِطرت کی کُنہ و ماہیّت کو دریافت کرنے والی ہر صالح العمل قوم کو انصاف وعدل سے اِسی صحیفۂ فِطرت کے بہترین اِنعامات بطور جزا دیئے جائیں اور اُن صاحبِ عِلم قوموں کو جو خُدا کی بنائی ہُوئی فِطرت کا بغور مشاہدہ کرکے اِس کی دریافت میں لگے ہیں اور صحیح معنوں میں خُدا سے ڈرنے والی قومیں ہیں، جنّت الارض کا انعام دے کر آسُودگی قوّت اور غلبے کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچائے۔ اِنہی آیات میں صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ جن قوموں کو خُدا سے مُلاقات کی اُمّید باقی نہیں رہی وُہ وُہی کاہل العمل اور غافل قومیں ہیں جن کو اِس صحیفۂ فطرت کے اندر کوئی آیاتِ خُدا نہیں مِلتیں، وُہ سعی وعمل سے اِس لئے بے بہرہ ہیں اور کِسی طرح کی کوشش کرنا پسند اِس لئے نہیں کرتیں کہ وُہ لذّاتِ نفسانی اور عیش وعشرت میں منہمک ہیں، محنت اور کوشش کرنے سے اُن کی جان جاتی ہے، وُہ خُدا کے حکموں کا پابند ہونا اپنے لِئے عذاب سمجھتی ہیں اور اِسی لِئے وُہ کِسی معنوں میں خُدا کی عابد نہیں۔ ایسی قوموں کا ٹھکانا جہنّم ہے

کیونکہ اِس دُنیا میں تو وُہی قوم عُمدہ سے عُمدہ اجر لے گی جو عُمدہ سے عُمدہ عمل کرے گی۔ یہ دُنیا صِرف دارُالعمل ہے اِس میں کاہل اور غافِل قوم کا ہرگز گُذارہ نہیں۔

اِسی لِقائے ربّ کی آخری منزل کو قرآنِ حکیم نے ایک اور جگہ نہایت مُختصر الفاظ میں یُوں بیان کیا ہے۔

(۱۵۷) مَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ۲۹

(۱۵۷) جو شخص خُدا سے مُلاقات کرنے کی اُمید رکھتا ہے تو (سمجھ لو کہ) اللہ کی مقرّر کی ہُوئی مُدّت تو (ایک نہ ایک دن ختم ہو کر) آنے والی ہے اور وُہ خُدا انتہائی طور پر صُورتِ حال کو سمجھنے والا اور بڑا صاحبِ علم ہے۔ تو (اِس مُلاقات کو ممکن کرنے اور اِس مُدّت کو قریب لانے کے لئے جو ہرگز ہرگز اِس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان کو اِس تمام کائنات کا مکمّل علم نہ حاصِل ہو جائے اور وُہ ترقّی کے فلک الافلاک تک نہ پہنچے) جس (قوم یا) متنفّس نے سعی و عمل کیا تو وُہ صِرف اپنے نفس (کی بہتری) کے لئے کرتا ہے ورنہ اِس میں تو شک ہرگز نہیں کہ خُدا تمام کائنات سے بے نیاز ہے (اور اِس مُلاقات میں جو ہونے والی ہے اُسکو کوئی اپنا فائدہ مدِّنظر نہیں)۔

الغرض حضرت انسان کی ربّ زمین و آسمان سے ایک نہ ایک دِن مُلاقات اِس کائنات فِطرت میں ایک طے شُدہ امر ہے اور اِس کا واحد وسیلہ وہ زہرہ گداز سعی و عمل ہے جس کے باعث صدہا اُمّتیں صدہا سال سے صحیفۂ فِطرت کی ماہیّت کی دریافت میں لگی ہیں۔ چُونکہ فاطِر زمین و آسمان خود صاحبِ سمع و علم ہے وُہ اِنسان سے متوقّع ہے کہ سمیع و علیم بن کر خُدا کی تلاش کرے، یہ جدّ و جہد خُود انسان کی اپنی بہتری کے لئے ہے کیونکہ وہ اِس صُورت میں کہ مساویانہ درجے پر خُدا سے مُلاقات کرنے کا اہل ثابت ہو جائے، خُود خُدا کا ایک جُز بن سکے گا، اِس میں ربّانی طاقتیں موجُود ہوں گی، وُہ اوصافِ خُدا کا ایک مظہر ہو گا، وہ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ کا مصداق ہو گا، وُہ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ کی صحیح تصویر ہو گا اور اِس صُورت میں کہ وُہ جدّ و جہد نہ کر کے اور غافِل رہ کر اِس بُلند مقام تک نہ پہنچا، اُس کا ٹھکانا جہنّم ہو گا؛ (۲۶) اے خُدا کے قہر و غضب کی آگ اُس کو بھسم کر دے گی اور ابدالاباد تک اُس کا نام و نشان مٹا کر رہے گی؛ (۱۵۶)۔ خُدائے عظیم ایک ایک قوم اور ایک ایک متنفّس کے اعمال کو بغور دیکھ رہا ہے؛ (۱۵۸)۔ روز بروز صحیفۂ فِطرت کی آیتیں

مُعجزے بن بن کر دُنیا کو حیران کر رہی ہیں، (۱۵۸)؛ روز بروز فطرت کی نئی سچائیاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ عِلم کی طرف ہر نیا قدم اقطارِ عالم میں باآوازِ بلند پکار پکار کر نئی سچائی کا اعلان کر رہا ہے، اعلان کر رہا ہے کہ صحیفۂ فطرت ہی اِس کائنات میں واحد حقیقت ہے؛ (۱۵۸)، نیز عنوان ۲ مقامِ فطرت ؛(۱۲) تا (۲۲)، اعلان کر رہا ہے کہ فاطرِ زمین و آسمان ہی برحق ہے، اعلان کر رہا ہے کہ خُدا کی آخری بھیجی ہُوئی کتاب ہی برحق ہے، اعلان کر رہا ہے کہ جن اُمّتوں نے حقیقت کو پکڑا ہے وُہی اِس دُنیا میں اُبھر رہی ہیں، اُنہی کے پاس حکم ہے علم ہے، نبوّت ہے، وُہی اُمّتیں خُدا کی برگزیدہ اُمّتیں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ مُسلمان لاکھ بار اپنے آپ کو برگزیدہ اور خیرِ اُمّت کہتا پھرے، مگر حقیقت بہرحال حقیقت ہے، وُہ سُورج کی طرح روشن ہے، اِس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، وُہ خُود اپنی سچائی کی دلیل ہے، مُسلمان کی خوش فہمی اِس کی حالت کو اُس وقت تک دُرست نہیں کر سکتی جب تک کہ وُہ قرآنِ عظیم کو پھر مضبُوطی سے نہ پکڑے اور خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؛ ۱/۹، ۱۷/۲، ۱۱/۲، ۱۲/۲، ۸/۲ کا مصداق پھر نہ بن جائے۔ سُورۂ حٰمٓ اَلسَّجْدَة میں ہے:۔

(۱۵۸) سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ ۴۱/۴۔

(۱۵۸) وُہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ ہم اُن لوگوں کو (جو صحیفۂ فطرت کو باطل سمجھ کر غافل اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے ہیں)، اپنی آیات (کی کرامتیں اور تہذیب و تمدّن کی جو عظیم الشّان ترقّیاں اِن کے باعث ہوں گی) دُنیا کے چار اقطار میں دِکھلادیں اور (نہ صرف آفاق میں ہی دِکھلائیں بلکہ) اُن کے وجُودوں کے اندر، یہاں تک کہ اُن کو روزِ روشن کی طرح نظر آجائے کہ یہ (کائناتِ فطرت) برحق ہے کیا یہ تیرے پروردگار کے ساتھ کافی نہیں کہ وُہ انسان کی ہر (ترقّی اور سعی وعمل کی ہر چھوٹی سے چھوٹی) شئے کو بغور دیکھ رہا ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ کافر لوگ (جو اِس کارخانۂ جہان کو باطل اور بیکار سمجھے بیٹھے ہیں)، خُدا سے اپنی مُلاقات کے بارے میں (سخت) شک میں ہیں اور خبردار ہو جاؤ کہ خُدائے عظیم بلاشک وشبہ ہر شئے پر حاوی ہے۔

اِس حیرت انگیز حوصلہ افزائی کے بعد قرآنِ حکیم میں لقائے رب کے متعلق دُوسرے مقاموں پر مزید معنی خیز اشارے حسبِ ذیل الفاظ میں ہیں:۔

* فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نہ جانے کیا کیا معجزے انسان کے وجُود کے اندر ظاہر ہونے والے ہیں۔ اللہ اکبر!

(۱۵۹) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○

(۱۵۹) اور بے شک ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب (یعنی صحیفۂ فِطرت کا ملخّص دیا)، تو دیکھنا خُدا سے مُلاقات کے بارے میں ہرگز شک و شُبہ میں نہ پڑنا اور ہم نے اِس الکِتٰب کو بنی اِسرائیل کے واسطے ہدایت (کی ایک پُرنُور شمع) بنادیا تھا اور وُہ (اِس پر عمل کی برکت سے ترقّی کے اُس فلکُ الافلاک تک پہنچے کہ) ہم نے اُن میں سے (صحیفۂ فِطرت کے علم کے) بڑے بڑے امام اور لیڈر پیدا کئے جو ہمارے قانُون سے (اُمتوں کو) راہِ راست پر چلاتے رہے جب تک وُہ اپنی جدوجہد میں مستقل مزاج رہے، اور یہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے تھے۔

(۱۶۰) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○

(۱۶۰) تو جو شخص مُلاقات رب کی اُمّید رکھتا ہے اُس کو چاہئے کہ (صحیفۂ فِطرت کے قانُون کی تلاش میں) مناسب (اور بے پناہ) عمل کرتا جائے اور اپنے پروردگار کے مُلازم ہونے کی حیثیت میں وُہ کسی دُوسرے کے قانُون کو شریک نہ کرے

(۱۶۱) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(۱۶۱) اور وُہ لوگ جو خُدا کی (صحیفۂ فِطرت سے اخذ کی ہُوئی) آیات سے مُنکر ہوکر خُدا سے مُلاقات کرنے کے مُنکر ہوگئے تو یہی وُہ لوگ ہیں جو میری (بے کراں) بخششوں اور انعاموں سے مایُوس ہوگئے اور یہی وُہ لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہوگا۔

(۱۶۲) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ○

(۱۶۲) لیکن وُہ لوگ جنہوں نے ہماری (صحیفۂ فِطرت سے اخذ ہُوئی ہُوئی) آیتوں کو جھُوٹ سمجھ کر ان پر عمل نہ کیا اور (بطور نتیجہ کے) آخرت کی (خُدا سے) مُلاقات کو جھُوٹ سمجھا (یعنی اِس بات کو ناقابلِ توجّہ سمجھا کہ اِنسان کی دُنیا میں مسلسل تگ و دَو کا انجام مُلاقاتِ خُدا ہوگا) تو یہی وُہ لوگ ہیں جو عذابِ الٰہی سے دوچار ہوں گے۔

(۱۶۳) ا۔ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝

(۱۶۳) ا۔ (یہ بھی یاد رکھو کہ) میں عنقریب اُن لوگوں کو جو اِس زمین میں ناحق اکڑ بازی دِکھلا کر (میری صحیفۂ فطرت کی آیات کو ناقابلِ توجہ سمجھتے ہیں اور) بپھرے پھرتے ہیں، اپنی آیات سے (خُود) پھیر دُوں گا اور اُن کی حالت یہاں تک ہو جائے گی کہ اگر وُہ (صحیفۂ فطرت کی) اِن آیات کی حقیقت بھی پُوری طرح سمجھ لیں گے تو ہرگز اِن پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر رُشد و ترقّی کی کوئی سبیل بھی دیکھ لیں گے تو ہرگز اِس پر نہ چلیں گے بلکہ اگر (آنکھیں ہو ہُوا کر) ان کی گمراہی کا کوئی رستہ نظر بھی آ جائے گا تو (جھٹ) اُس کو اختیار کر لیں گے۔ یہ اِس لئے کہ درحقیقت اُنہوں نے ہماری آیات کو جُھٹلا دیا اور اُنہوں نے اُن سے غافل ہو کر رہنے کا (خطرناک) مقام حاصِل کر لیا۔

(۱۶۳) ب۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(۱۶۳) ب۔ اور وُہ لوگ جنہوں نے ہماری (صحیفۂ فطرت کی) آیتوں کو اور بالآخر ہم سے مُلاقات کو جھُوٹ سمجھا تو اُن کے سَب اعمال ضائع ہو گئے۔ (تو دیکھو) کیا اُن کو سوائے اُن کے جو وُہ عمل کر رہے تھے کسی اور شئے کی جزا دی جا رہی ہے۔

(۱۶۴) فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

(۱۶۴) تو ہم اُن لوگوں کو جو ہم سے مُلاقات کی اُمید نہیں رکھتے، اپنی گمراہی میں ہی چھوڑ دیں گے کہ پڑے بھٹکتے رہیں۔

آج ایک ایک قوم جو مُسلمانوں کی طرح خُدا سے مُلاقات کے متعلق شک میں پڑی ہُوئی ہے صحیفۂ فطرت کو بیکار اور باطِل سمجھ رہی ہے، اِن آیات کو جو صحیفۂ فطرت سے زِندہ قوموں کو مِل رہی ہیں ناقابلِ توجّہ یا کم از کم اُنہی کا فرض سمجھ کر جُھٹلا رہی ہے؛ (۱۶۳)، وُہ قوم خُدا کی رحمتوں سے قطعاً بے پرواہ یا مایُوس ہے؛ (۱۶۱)، وہ محکُومیت اور افلاس کے عذاب میں پڑی چیخ رہی ہے؛ (۱۶۱) لذّات دُنیوی میں مستغرق ہے، خُدا کو چھوڑ کر کمتر درجے کے نفسانی خُدا پکڑے ہُوئے ہے؛ (۱۵۶) اُس کے تمام اعمال ناکارہ اور ضائع ہو چکے ہیں؛ (۱۶۳)، وُہ اپنی سرکشی اور غفلت میں پڑی ٹامک ٹوئیے مار رہی ہے؛ (۱۶۴)۔ ایسی قومیں گھاٹے میں ہیں اور جب ہلاکت کا فرمانِ خُسروی اچانک آ پہنچا تو پچھتائیں گی کہ اُنہوں نے اِس دُنیا میں کیا کمی کی تھی اور کِس بات میں قاصِر رہ گئے تھے،

واماندگیوں اور گناہوں کے بوجھ ان کی کمروں پر لدے ہوئے ہوں گے اور اُن کی تپلی حالت عبرتناک ہوگی۔

(۱۶۵) ا۔ قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطۡنَا فِیۡهَا ۙ وَ هُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰى ظُهُوۡرِهِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ۝۳۱

(۱۶۵) ا۔ بیشک وُہ قومیں گھاٹے میں رہیں جنہوں نے (انسان کی) خُدا سے (بالآخر) مُلاقات کو جھوٹ سمجھا (یہ مُہلت تو اُن کو خاص وقت تک ہی ہے کہ اکڑے پھریں) حتیٰ کہ جب اُن پر (اُن کی صحیفۂ فطرت سے غفلت کے حساب لینے کا) وقت ناگہاں آپہنچے گا تو وہ واویلا کریں گے کہ ہائے ہم نے دُنیا میں کیا کوتاہی کی اور وُہ اپنی کمروں پر (خطرناک) بوجھ لادے ہُوئے ہوں گے۔ تو دیکھو کیا ہی بُرا بوجھ ہے جو وُہ اٹھائے ہُوئے ہیں!۔

(۱۶۵) ب۔ وَیَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ كَاَنۡ لَّمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوۡنَ بَیۡنَهُمۡ ؕ قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوۡا مُهۡتَدِیۡنَ ۝۴۵

(۱۶۵) ب۔ اور جس دن ہم اُن کو (اپنی غفلتوں کا حساب دینے کے لئے اکٹھا کریں گے (اور یہ مُہلت جس میں اکڑے بیٹھے ہیں جلد اس طرح کٹ جائے گی کہ) گویا وُہ دِن کا ایک گھنٹہ بھی چھوٹے نہ رہے' (ادھر) ایک دُوسرے کو پہچانتے ہوں گے (کہ ہاں ہم سب ایک ڈگر کے تھے، تو یقین ہو جائے گا کہ) بیشک وُہی قوم گھاٹے میں رہی جس نے اللہ کی مُلاقات کو جھُوٹا سمجھا تھا اور وُہ راہِ راست پر آنے والے ہی نہ تھے۔

قرآنِ حکیم نے یہاں تک کہہ دیا کہ جن قوموں کو مُلاقاتِ رب کی دُھن نہیں اور کاہلی میں پڑی اپنے دِن گُذار رہی ہیں وہ تو یہ کٹ حجتی کرتی ہیں کہ اگر خُدا سے مُلاقات ایسی ہی ضرُوری شئے تھی کہ اُس کے بغیر اِس کائنات کا مقصد پُورا نہ ہوتا تھا تو کیوں ہم پر بجائے انسانی پیغمبروں کے نازل ہونے کے (جو عام انسانوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور انسانوں کی طرح کھانا کھاتے ہیں، وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مَلَكٌ فَیَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِیۡرًا ۝ اَوۡ یُلۡقٰۤى اِلَیۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاۡكُلُ مِنۡهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ۝ (۲۵-۷) کیوں ہم پر فرشتے نازل نہیں ہوئے تاکہ ہم اِس قطع کے پیغام کی اہمیت کو فوراً

۲۵-۷ (ترجمہ۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس رسُول کو کیا ہو گیا ہے کہ (معمولی انسانوں کی طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے اِس پر کیوں کوئی فرشتہ نہ اُتارا گیا کہ وُہ اِس کے ساتھ ہو کر ہم کو (عذابِ الٰہی سے) ڈراتا، یا اِس پر ایک خزانہ (لاکھوں اور کروڑوں کا)

باقی اگلے صفحہ پر دیکھو

تسلیم کر لیتے، یا اگر یہ نہیں ہوتا تھا تو کم از کم ہم اپنے پروردگار کو دُور سے ہی ان آنکھوں سے دیکھ لیتے تا کہ اُس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر ہم میں اشتیاقِ مُلاقات پیدا ہوتا۔ قرآنِ حکیم اِس قطع کی کام چوری کا جواب یہ دیتا ہے کہ غافل اور کاہل قوموں کو جو ایسے لنگ عُذر تراشتی رہتی ہیں اپنی اہمیت کا بے انتہا غرور ہوتا ہے، وُہ سعی و عمل سے کتراتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وُہ اس قدر بڑی ہیں کہ اُن کے سامنے پکا پکایا حلوہ آنا چاہیئے۔ اُن کو معلوم ہی نہیں کہ خُدا سے مُلاقاتِ کن جانکاہ مراحل سے گُذر کر اور کس زُہرہ گداز سعی و عمل کے بعد واقع ہو سکتی ہے اور اِسی بناء پر ایسی قوموں میں انتہائی طور پر سرکشی ہُوا کرتی ہے جو اُن کو عمل سے بے پرواہ کر دیتی ہے !۔

(۱۶۶) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ ۲۱

(۱۶۶) اور وُہ لوگ جو ہم سے مُلاقات کی دُھن نہیں رکھتے، (اپنی کٹ حُجتی میں، دلیل پیش کرتے ہیں کہ (اگر مُلاقاتِ ربّ ایسی ہی ضروری اور اہم شئے تھی تو) کیوں ہم پر فرشتے نہیں اُتارے گئے (تا کہ ہم اِس کی اہمیت کو سمجھتے) یا کم از کم) ہم اپنے ربّ کو

ڈال دیا جاتا، یا (اور کچھ نہیں تو) اِس کا کوئی (اپنا ہی) باغ ہوتا جس میں سے کھاتا۔ (یہ دلیلیں دے کر) ظالم کہتے ہیں کہ تم تو صرف ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادُو کر دیا گیا ہے۔) ایک دُوسری جگہ ہے۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۲۳

ترجمہ۔ اور قوم کے سربرآوُردہ رہبروں نے جو مُنکر تھے اور آخرت میں (خُدا سے ایک نہ ایک دِن دُو بدُو) مُلاقات کے تخیل کا مضحکہ اُڑاتے تھے اور جن کو ہم نے اِس دُنیا کی زندگی میں آسُودہ حال کر دیا تھا، کہا کہ (دیکھو) یہ شخص تو تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہے جو وُہی شئے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وُہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے جیسے (معمُولی) آدمی کی پیروی کی تو لامحالہ تم گھاٹے میں ہو گے۔ کیا یہ تمہیں دھمکی دیتا ہے کہ (تم اپنے آپ کو مُلاقاتِ ربّ کا اہل بناؤ اور جو تھوڑی سی مُہلت تمہیں دی گئی ہے اِسی کے اندر اندر صحیفۂ فطرت سے آیاتِ الٰہی تلاش کر کے صاحبِ علم و عمل بن جاؤ۔ (ورنہ) جس وقت تم مر گئے اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

(دُور سے ہی) دیکھ لیتے بیشک اُن لوگوں نے اپنی حیثیت کے بارے میں بہت ہی تکبر ظاہر کیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے۔

قرآنِ حکیم لِقائے رب کی اِس حیرت انگیز ترغیب وتحریص سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ، ۳۳ (یعنی موجُودہ انسانی آنکھیں خُدا کی درک نہیں لگا سکتیں اور خُدا کو پانے کے لئے کسی نئی آنکھوں کی ضرُورت ہوگی) کا خدائی محاکمہ اِنسان کے سامنے رکھ کر، بلکہ اِنسان کی پیدائش کے تمام ابتدائی مراحل سِلسلہ وار (یعنی مٹی کے قوام سے لے کر انسانی سمع و بصر اور ذہن کی تکمیل تک کے) گِن کر ایک نہایت باریک اشارہ احسن الخلق انسان کی اِس پیدائش کے بعد بھی کسی دُوسری خلقِ جدید ۳۴ کے واقع ہونے کے متعلق کرتا ہے، جس سے مجھے غالب شک پڑتا ہے کہ سمع و بصر اور ذہن کے صحیح استعمال اور صحیفۂ فطرت کی تفتیش وتلاش کے سلسلے میں ہی اِنسان کی موجُودہ تقویم میں ایک اور انقلاب آکر رہے گا، جس انقلاب میں موجُودہ سَمْعَ وَبَصَرَ اور اَفْئِدَةً اپنی پیدائش کا ایک اور چولا بدلیں گے اور وُہ چولا اِس قطع کا ہوگا کہ خُدا سے دُوبدُو مُلاقات کا مسئلہ اِس خلقِ جدید کے واقع ہونے کے بعد ممکن ہو سکے گا۔ میں اِس تمام سُورت کو یہاں پر نقل کرکے اِس کا ایک مربُوط ترجمہ دیتا ہُوں۔ مجھے یقین ہے کہ ہر صاحبِ نظر میری اِس تشریح سے اتفاق کرے گا۔ سُورۂ سجدہ حسبِ ذیل ہے اور اِس کو سات حصّوں میں مَیں نے تقسیم کیا ہے تاکہ ربط واضح ہو سکے۔

مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو یقینی طور پر تم (سزا دہی کے واسطے) باہر نکالے جاؤ گے (اور غافل قوموں سے بدلہ لیا جائے گا)۔

اَے واہ! یہ دھمکیاں جو دی جا رہی ہیں عقل وقیاس سے بعید ہیں۔ یہاں (اِس دُنیا میں) تو یہی ہماری (عیش وعشرت کی) دُنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مرجاتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں (اِس کے بعد کون ہماری ٹوہ لگائے گا اور سزا کے لئے پکڑے گا) اور ہم تو (ہرگز) پھر اُٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ تو سوائے اِس کے نہیں کہ ایک شخص ہے جس نے اللہ پر جھُوٹ باندھا ہے اور ہم تو ہرگز اس پر ایمان لانے والے نہیں! (اس پر ڈرانے والے نبی نے) کہا کہ اے رب میری مدد اس بارے میں کر جو مجھے جھُوٹا سمجھتے ہیں۔ خُدا نے کہا کہ ذرا سی دیر (انتظار کر) اور وُہ نادم ہو کر صُبح کریں گے پھر اُن کو (خُدا کی دردناک) چیخ نے برحق پکڑ لیا اور ہم نے اُن کو خس وخاشاک کا ڈھیر کر دیا۔ تو ظالم قوم دفع دُور ہی ہو جائے (تو اچھا ہے) پھر اُس کے بعد ہم نے دُوسری اُمتیں (اُن کی جگہ لینے کے لئے) پیدا کر دیں تو کوئی اُمت نہ اپنی مُدت سے پہلے بڑھ سکتی ہے نہ وُہ (مدت سے) پیچھے رہ سکتے ہیں۔ پھر ہم نے اپنے ایلچی پے درپے بھیجے (کہ حُجت باقی نہ رہے) لیکن جب بھی کوئی رسُول آیا وہ اُمت اُس کو جھُٹلاتی ہی رہی۔ پھر ہم ایک قوم کو دُوسری کے پیچھے (رُخصت) کرتے گئے حتیٰ کہ اُن کی (لوگوں میں) کہانیاں بنا دیں تو دفع دُور ہی ہو جائیں وُہ قومیں جو (کائنات کے اس عظیم الشّان مقصد پر) ایمان نہیں لاتیں!۔

کیا اِن آیاتِ الٰہی کے اِس مربُوط اور مدلّل ترجمے کے بعد کوئی گنجائش فہم باقی رہ جاتی ہے کہ دُنیا کے عیش وعشرت میں مستغرق قومیں اور اُن کے رہبر کیوں مقصدِ کائنات سے غافل ہیں اور کیوں قیامت اور حساب دہی سے منکر ہیں بلکہ یہ کہہ کر کہ اِس دُنیا کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا وُہ دراصل

۳۵ اُس سعی وعمل سے کترانا چاہتے ہیں جس کو خُدا نے اِس دُنیا میں لازم قرار دیا ہے۔ فتدبر۔ ۳۶ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ، ۱۴:۱۹ قرآن میں ہے یعنی خُدا جب مناسب سمجھے گا تمہیں نیست کرکے بہتر مخلوق پیدا کر دے گا اس لئے "جدید" کے لفظ سے مقصد "بہتر" مخلوق ہے "دُوسری" نہیں۔

سُورۂ سجدہ کا ناقابلِ رد مفہوم

(۱۶۷) ۱۔ الٓمّٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ؐ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ

(۱۶۷) ۱۔ یہ قرآن، جہانوں کے پروردگار (اور تمام دُنیا کے سب عالموں کی ہر شئے کو نشوونما دینے والے) کی طرف سے اِس الکتٰب (یعنی صحیفۂ فطرت کے علم) کی (اِنسان پر) اُتاری ہوئی صُورت ہے جس میں کوئی شک وشُبہ نہیں (اور جو ایک مستقل حقیقت ہے)۔ اَے پیغمبر کیا یہ لوگ (تجھے اِس کے مُشکل ترین دستُورالعمل کو دیکھ کر) یہ کہتے ہیں کہ اِس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؛ اُن کو کہہ دو کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے تاکہ تُو اِس قوم کو (ہلاکت کے عذاب سے) ڈرائے جس کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ راہِ راست پر چلیں۔ (تو اُس راہِ راست کو سمجھنے کیلئے اِس امر کی طرف خیال کرو کہ) خُدا وُہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ (بڑے بڑے لمبے) دِنوں میں (جن کی مُدّت لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے) پیدا کیا، پھر تخت (حکومت) پر جم کر بیٹھ گیا تو جب حکومت اُس کی ہے (سوچو کہ) اُس کے سوا تمہارا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں (ہو سکتا)[1]، پھر کیا اِس سے نصیحت نہیں پکڑتے؟ وُہ (حاکمِ اعلیٰ) آسمان سے لے کر زمین تک ایک قانُون کی تدبیر کرتا ہے پھر وُہ (قانُون) اُس (خُدا) کی طرف ایک ایسے یوم (یعنی مُدّت) میں (آہستہ آہستہ) ارتقاء کرتا ہے (یعنی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے) جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک

* قرآن میں ضلال کا لفظ ۶۱ جگہ استعمال ہُوا ہے اور سب جگہ اس کے معنے "گمراہی" ہیں۔ اِس لئے مَیں مفسرین کے معنوں سے انکار کرتا ہُوں کہ صرف اِس جگہ اس کے معنی "مٹی میں رَل مِل جانا" ہے۔ [1] گویا اِتنی بڑی حکومت کے سوچے سمجھے ہُوئے قانُون پر عمل کے سوا چارہ نہیں۔

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ع ۲۲ ۱

ہزار برس کی ہوتی ہے۔ یہ ہے وُہ آئندہ احوال کو جاننے والا اور موجُودہ حالات کو پرکھنے والا خُدا جو (قوموں) کو بڑا ہی عزت دینے والا اور (اُن کی خوشحالی کے بارے میں اُن پر) بڑی رحمتیں برسانے والا ہے[۲]۔ یہ وُہی خُدا ہے جس نے ہر شئے کی خلقت کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے اور جس نے انسان کی خلقت کو مٹی سے شرُوع کیا، پھر اِس کی نسل کو گندے پانی کے ایک نچوڑ سے (قائم) کیا پھر اِس کے (اعضاء کو) درُست کیا[۳] اور اِس میں اپنی (ربانی صفات والی) رُوح کا ایک حِصّہ پھُونک دیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن ارزانی کر دیا (لیکن افسوس ہے کہ تم بہُت ہی کم (اِن اشیاء کی) قدر کرتے ہو[۴] اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم جب اس زمین میں (اِس طرح پر) گمُراہ ہو گئے (جس طرح کہ یہ پیغمبر ہم کو گمُراہ کرنا چاہتا ہے اور صحیفۂ فطرت کی ہدایتوں پر عمل کر کے ترقی کے انتہائی مقامات پر چڑھتے گئے) تو کیا فی الواقع ہم (اس سے بھی بہتر) نئی پیدائش ہو جائیں گے (تاکہ خُدا سے دُو بدُو مُلاقات کرنے کے قابل ہو سکیں[۵] (اُنہوں نے کیا کسی بہتر یا نئی پیدائش میں بدلنا ہے) بلکہ وُہ تو (سِرے سے) اپنے پروردگار کی مُلاقات کے مُنکر ہیں۔ انہیں کہہ دو کہ تُم کو تو وُہی موت کا فرشتہ ختم کر دے گا جو تمہارے سپُرد کیا گیا پھر تُم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے (تاکہ اپنے کیئے کی سزا پاؤ)[۶]۔

(۲) وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

(۲) اور کاش کہ تُو اُس وقت اُن مجُرموں کو دیکھے کہ وُہ سر لٹکائے ہُوئے اپنے رب کے پاس (پُکار رہے ہوں گے کہ) اَے ہمارے پروردگار ہم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا اور (اصلیّت کو) سمجھ لیا تو اب ہمیں (زمین کی طرف) واپس کر دے تاکہ ہم (وُہی) مناسب ترین اعمال کریں (جن کا تُو نے حکم دیا تھا)

[۲] گویا عزت اور رحمت اطاعت قانون سے ہی ہے۔ [۳] گویا انسان احسن الخلق ہے۔ [۴] گویا انہی تین کے ذریعے ترقی کر سکتے ہو۔ [۵] غور کرو کہ میں نے خلاف مفسرین کیا عظیم الشان معانی بتلائے ہیں جن کا پورا ربط ۳ سے ہے۔ [۶] دیکھو حدیث القرآن آیت (۲۶) صفحہ ۱۹۔

وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيۡنٰكُمۡ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝

اب ہم کو درحقیقت یقین ہوچکا ہے۔ اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اس کی راہِ ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ قول پورا ہو کر رہے گا کہ مَیں ضرور جِنّ و انس سب سے جہنم کو بھر کر رہوں گا (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انسان اپنی خودسری، خودرائی اور کِبر کے باعث حقیقتِ حال اور اس کائناتِ جہاں کی پیدائش کے آخری منشاء کو سمجھنے والا ہی نہیں) پھر (ہم اُن لوگوں کو کہیں گے کہ اس عذابِ جہنم کا) چکھو اُس (گناہ) کی پاداش میں کہ تم آج اُس دن کی مُلاقات کو بھول گئے تھے، بیشک ہم نے تم کو بھلا دیا اور یہ ہمیشگی کا عذاب چکھو اُس کی پاداش میں جو تم جانتے تھے۔

(۳) اِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِىَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا وَقِيۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝

۳۲/۲۔

(۳) (یاد رکھو) صرف وُہی لوگ ہماری (صحیفۂ فطرت کی آیات کی) ہدایات کو (نفع مند) یقین کرتے ہیں جو جس وقت یہ آیات (ان کے سامنے حقیقت کے طور پر آکر اُن کو بیدار کر دیتی ہیں یعنی) متنبہ کر دیتی ہیں تو وُہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں[۸] اور اپنے پروردگار کے (کمالِ قُدرت کو دیکھ کر) ترانۂ حمد گاتے ہیں اور وُہ (صحیفۂ فطرت کو محض لاشے یا ناقابلِ توجّہ سمجھ کر) اکڑ نہیں کرتے (بلکہ) ان کے پہلو (اِس اضطراب میں کہ وُہ اِس صحیفۂ فطرت کی ماہیّت کو سمجھ کر ترقّی کے فلک الافلاک تک پہنچیں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے، وُہ اپنے آپ کو (سزا کے خوف (سے) اور (دُنیا میں بہترین چیزوں کے حاصل کرنے کی طمع سے (مُلاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں[۹]۔ اور (پھر) جو کچھ انعامات (نئی نئی ایجادات کی صُورت میں) ہم اُن کو عطا کرتے رہتے ہیں اُن میں سے (بہت سے) وُہ (خلقِ خُدا کی بہبُودی کے لئے) عوام النّاس کو عطا کرتے رہتے ہیں[۱۰]۔ تو کوئی متنفس بھی نہیں جانتا کہ ایسے (صاحبِ علم و عمل) لوگوں کے لئے کیا

[۷] دیکھو حدیث القرآن آیت (۲۶) صفحہ ۱۹۔ [۸] یہ وُہ مرحلہ ہے جو ہر عالم کو پیش آتا ہے جب اُس کو فطرت سے کوئی نئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ [۹] یعنی اُس وقت خُدا سے ملنے کا شوق بڑھ جاتا ہے۔ [۱۰] یہی معنی ہو سکتے ہیں ورنہ عبارت بے ربط ہے۔

آنکھوں کی ٹھنڈکیں (اور لازوال انعامات) چھپے پڑے رکھے ہیں جو اُن کے عمل کے بدلے میں بطور جزا دیئے جائیں گے، تو کیا وُہ قوم جو (صحیفۂ فطرت پر) ایمان لے آئی اُس کے برابر ہو سکتی ہے جو منکر اور بدکار ہو۔ ہر گز برابر نہیں ہو سکتے۔ تو وُہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ کئے اُن کے لئے (بادشاہت زمین کی) جنّٰت بطور پناہ کے ہوں گے اور یہ اُن کے اعمال کی جزا میں اللہ کی طرف سے اُتاری ہُوئی مہمانی ہو گی اور جو منکر اور بدکار ہو گئے تو اُن کی جائے پناہ جہنم ہو گی، وُہ اُس (ذلت، غلامی، دُکھ اور تنگی کی) زندگی میں جب بھی ارادہ کریں گے کہ اس سے نجات پائیں تو بار بار اُس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اُن کو کہا جائے گا کہ اُس جہنم کا مزا چکھو جس کو تُم (محض مخول سمجھ کر) جھٹلا رہے تھے۔ (غور کرو کہ غُلام قوموں کی حالت آج بعینہٖ یہی ہے)۔

(۴) وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ۝ ع ۲۲

(۴) اور ضرور ہے کہ ہم اُن قوموں کو چھوٹے چھوٹے وقتی عذاب[1] ہلاکت کے بڑے عذاب کو چھوڑ کر (جو کہ ہماری انتہائی اور ناقابلِ معافی سزا ہے) دیتے رہیں تاکہ شاید وُہ (غفلت اور کاہلی کے گُناہوں سے) باز آجائیں۔ اور کون (قوم) اُس سے زیادہ ظالم ہے کہ اُس کو اُس کے پروردگار کی آیات کے متعلق تنبیہ کر دی گئی ہو اور پھر وُہ اِن سے رُوگردان ہو جائے۔ ہم تو ضرور (ایسے) مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

(۵) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ ع ۲۳

(۵) اور بالتحقیق ہم نے مُوسیٰؑ کو (یہی قانونِ فطرت) الکِتٰب (کی صُورت میں) دے دیا تھا (اور اُس کی قوم اِس کے ذریعے سے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ گئی)۔ تو (اے پیغمبر!) تُم بھی خُدا سے مُلاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑنا اور ہم نے اِس الکِتٰب کو بنی اسرائیل کے لئے ایک (مجسّمہ) ہدایت بنا دیا تھا

[1] یعنی اِس قطع کے عذاب (مثلاً غم، بیماریاں، مفلسی، کثرت اموات وغیرہ وغیرہ) جو مُسلمانوں کو پچھلے دو تین سو برس سے مِل رہے ہیں۔

اور (وہ اِس ہدایت کے طفیل تمدّن اور عمران کی اُن انتہائی منزلوں تک پہنچ گئے کہ، ہم نے اِنہیں میں سے بڑے بڑے جیّد) رہنما اور امام پیدا کئے جو ہمارے قانون کو پیشِ نظر رکھ کر اُس وقت تک رہنمائی کرتے رہے جب تک وُہ (سعی و عمل میں) مستقل مزاج رہے اور وہ ہماری (صحیفۂ فطرت سے مِلی ہُوئی اور وحی کی) آیات پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

(٦) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ○ ٣٢

(٦) پھر اُن میں (الکتٰب کے عِلم کے متعلق، نیز وحی کی الکتٰب کی آیتوں کے متعلق اختلاف پیدا ہوگیا اور اُن میں زوال شروع ہوگیا تو) بے شک تیرا پروردگار یومِ حساب کو اُن کے درمیان اُن کے آپس کے اختلاف کے متعلق فیصلہ کرے گا (کہ زوال کا مُجرم کون تھا)۔ کیا اُن لوگوں کو یہ سُوجھ نہیں آئی کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (انہی جُرموں کے باعث) ہلاک کر دیا تھا جن کے گھروں میں وُہ اب چل پھر رہے ہیں، اِس میں بیشک (ان کے لئے) ایک اشارہ ہے تو کیا وُہ اُس کو نہیں سُنیں گے۔

(٧) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ○ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ○ ٣٢

(٧)۔ اور کیا اُنہوں نے اِس حقیقت کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم اپنے رحمت کے پانی کو (ہمیشہ) اسی زمین کی طرف لے جاتے ہیں جو ہموار اور نیچی ہو (اور جس میں اُونچ نیچ کی کجی نہ ہو[1]۔ (اسی طرح جو قوم ہموار اور اطاعت گُذار ہو اس پر ہماری رحمت کے پانی برسا کرتے ہیں)۔ پھر اِس پانی سے ہم کھیتیاں اور سرسبز درخت اُگاتے ہیں جن سے اُن کے مویشی اور وُہ خُود بہرہ مند ہوتے ہیں (اور اسی طرح ایسی قوموں کو ہم نعمتوں سے مالامال کر دیتے ہیں)، تو کیا یہ لوگ اِس حقیقت کو بصیرت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور یہ لوگ تم سے پُوچھتے ہیں کہ یہ دِن کب ہوگا جب (کائنات کی پیدائش کا آخری راز اور خُدا سے دُوبدُو مُلاقات کا

[1] یعنی جس قوم کی فطرت صالح ہو اور اُس میں قبولیت کا مادّہ اُس میں تکبّر، غرور اور ٹیڑھا پن نہ ہو۔ یہ لفظ نہایت قابلِ غور ہے۔

عظیم الشان واقع یعنی فتح ؎ نمودار ہو گی، اگر تم جو کہہ رہے
ہو فی الحقیقت سچ ہے' اُن کو کہہ دو کہ اُس فتح کے دِن
مُنکروں کو اُن کا ایمان کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن کو کوئی
مُہلت دی جائے گی۔ پس اُن سے علیحدہ ہو جاؤ اور انتظار
کرو (کیونکہ) وُہ بھی (اپنی سزا ہی کا) انتظار کر رہے ہیں!۔

کیا اِس مربُوط اور مُدلّل ترجمے کے بعد ممکن ہے کہ کوئی شخص لِقائے ربّ کے منتہاء کو صحیفۂ فِطرت کی کامل تفتیش وتلاش اور سمع وبصر اور ذہن کے صحیح استعمال کے بغیر حاصل کرنا، یا سمع وبصر اور ذہن کی نعمتہائے الٰہی کا منتہا لِقائے ربّ کے سِوا ہونا یقین کرے۔ قرآنِ حکیم ایک انتہائی طور پر پُراز علم وخبر آسمانی صحیفہ ہے جس کا علم اِس قدر اتھاہ ہے کہ سطح بین آنکھیں اِس کی ظاہری بے ربطی کو دیکھ کر سٹپٹا جاتی ہیں لیکن اِس کا استدلال اِس قدر مُحکم اور ناقابلِ ردّ ہے کہ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ خُدا کی دی ہُوئی حکمت اور خبر کے سِوا اِس کی آیات کے مطالب تک پہُنچنا اور ایک آیت کی دلیل کو اگلی آیت کے بیان سے مربُوط کر دینا محال ہے۔ سُورۂ سجدہ کی اِس تشریح کو آئندہ چل کر سُورۂ جاثیہ کی تشریح کے بالمقابل آیت وار پیش کیا جائے گا، تاکہ دونوں سُورتوں کو پاس پاس رکھ کر دونوں کے استدلال کا مقابلہ کیا جائے اور قطعی نتیجے تک پہُنچا جائے کہ کائنات کی پیدائش کا منتہا لِقائے ربّ ہے اور اِس کے سوا کچھ نہیں۔

بُلند نقطۂ نظر سے اِس کائناتِ فِطرت کو دیکھنے والا انسان بھی اِنہی نتیجوں پر پہُنچے گا۔ وُہ سمجھتا ہے کہ صحیفۂ فِطرت ہی وُہ واحد عظیم الشّان حقیقت ہے جو انسان کو اِس دُنیا میں نظر آ رہی ہے اور جس کی تمام پیدائش حیران کُن ہے۔ انسان ہی وُہ واحد وجُود ہے جو اِس صحیفۂ فِطرت کی کماحقہٗ قدر کر سکتا ہے۔ خالقِ کائنات کی توقع بھی اگر اپنی بیکراں حکمت کی قدر شناسی یا اپنی معرفت کے متعلّق ہو سکتی ہے تو وُہ صِرف انسان سے ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک فِطری امر ہے کہ خدا نے فِطرت پیدا ہی اِس لئے کی ہو کہ صاحبِ عقل وادراک اِنسان لکھوکھہا سالوں کے سعی وعمل کے بعد قابلیّت کا وُہ بُلند مرتبہ حاصل کر لے کہ خُدا اُس کو اپنی مُلاقات کا اہل سمجھے۔ خُدا کی بنائی ہُوئی فِطرت سے ہٹ کر تسبیحوں اور نمازوں کے ذریعے سے "خُدا تک پہُنچنا" ہر ہوشمند شخص کی نگاہوں میں ایک مضحکہ خیز بات معلوم دیتی ہے۔ انسان نے جو کارنامے اس وقت تک صحیفۂ فِطرت کی دریافت کے بارے میں کیئے ہیں اور جو انعامات خُدا کی طرف سے اس کو مِل رہے ہیں' وُہ خود اِس امر کی دلیل ہیں کہ فِطرت کو بیکار اور باطِل سمجھنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ "خُدا تک پہُنچنا" دراصل خُدا کی بنائی ہوئی فِطرت کی حقیقت تک پہُنچ کر خُدا سے برابری کا "مصافحہ" کرنا ہے۔ خُدا نے اپنی بنائی ہُوئی فِطرت کو ایک معمّا اور چیستاں ہی اِسی لئے بنایا ہے ؎

۵ ۔ معرفتِ خُدا کے تین اوزار
(سمع و بصر و افئدۃ)

خُدا اور بشر کا باہمی تعلق واضح کر دینے کے بعد جو سوال اُٹھتا ہے یہ ہے کہ لقائے رب کے اس آخری مرحلے تک پہنچنے کے لئے وُہ کیا اوزار ہیں جن سے اِنسان معرفتِ رب حاصل کرے اور تسخیرِ فطرت کی اس اِنتہائی منزل تک پہنچ سکے۔ قرآنِ حکیم کے اِس نُکتہ کا مکمل حدیث القرآن کی تمہید میں میں نے پیش کر دیا ہے۔ خُدائے عظیم یہ چاہتا ہے کہ اِنسان اپنے اِس زمین پر وجود کے کسی مرحلے میں ماسوا علم کے کسی ظن و گمان کی پیروی نہ کرے اسی نقطۂ نظر سے ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ ۱ کے الفاظ کہہ کر اُس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ ۲ فرمانِ ایزدی ربانی حکمت ہے جس کی اہمیت اِنسان پر بدرجہ اُولیٰ واضح ہونی چاہیئے۔ اَلَمْ تَرَوْا (کیا تم نے نہیں دیکھا)، اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا)، اَلَمْ تَرَ (کیا تُو نے نہیں دیکھا)، اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ (کیا اُن کو یہ ہدایت نہیں ہُوئی)، اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا (کیا اُن کو اس امر کا علم نہیں ہُوا)، اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا (کیا اُنہوں نے نہیں سوچا)، اَرَءَيْتُمْ (کیا تم نے دیکھا)، اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا (کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا) کے الفاظ جو بار بار قرآنِ حکیم میں اِس سلسلے میں آتے ہیں اور جو اَب تک (۱۸)، (۲۲)، (۲۹)، (۳۰)، (۳۳)، (۴۳)، (۴۶)، (۴۹)، (۵۳)، (۵۸)، (۵۹)، (۶۱)، (۶۲)، (۶۶)، (۷۱)، (۷۲)، (۷۳)، (۷۸)، (۸۰) وغیرہ میں آ چکے ہیں، اس بات پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ خُدا کی کسی حقیقت کو دلنشین کرنے کی سفارش اِنسان کی آنکھ سے ہے۔ وُہ کسی ایسی قطع کی حجّت سامنے رکھ کر اِنسان کو قائل نہیں کرتا جس کا تعلق اِنسان کے براہِ راست علم سے نہ ہو، اور ظن و وہم یا نظر سے غائب شئے کو حجّت قرار نہیں دیتا۔ اِسی سلسلے میں ایک اور قرآنی آیت ہے جو بے حد توجّہ کی محتاج ہے اور جس میں خُدائے عظیم نے اِس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) وُہ کتاب ہے کہ اس کی ایک ایک آیت کو پہلے مضبوط کیا گیا ہے تاکہ اِس کی حجّت میں کسی قسم کی کمزوری باقی نہ رہے، پھر کائنات کی سب سے زیادہ پُرحکمت اور سب سے زیادہ باخبر ہستی (یعنی خُدا) کے ہاں سے اس آیت کی تفصیل و تشریح کرائی گئی ہے، كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ۳ اس دعوے کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی شخص قرآنِ حکیم کی کسی آیت کو لغو یا بے معنی یا فضول

۱ تا ۳ دیکھو صفحہ ۸

یا غیر اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ انسان اس وقت اس چھوٹی سی کتاب کو، جسے قرآن کہتے ہیں اِس نقطۂ نظر سے دیکھنے کی سعی کرے اور اگر وُہ کسی آیت یا سُورۃ کو پڑھ کر بے معنی سمجھتا ہے، یا اس کے مقصد کو سمجھنے سے قاصر ہے، یا کسی مافوق الفطرت مضمون کو پڑھ کر قرآن سے بیزار ہوتا ہے تو وُہ صبر اختیار کرے اور سب سے پہلے صرف اُس حکمت کی طرف متوجہ ہو جو اُس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ مشکل اور پیچیدہ باتوں کو سمجھنے کے لئے اپنے دماغ کو ملتوی کر دے۔ صحیفۂ فطرت کو سمجھنے میں بھی عُلمائے فطرت نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہی طریقہ خُدا کے کلام کو سمجھنے میں نہ اختیار کیا جائے۔

اِنسان کو جو اوزار اِس کائناتِ فطرت کو سمجھنے کے سلسلے میں ملے ہیں اُن کے متعلق قرآنی آیات یہاں جمع کر دی جاتی ہیں:۔

(۱۶۸) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ ۱۶/۷۸

(۱۶۸) اور خُدا نے تُم کو تُمہاری ماؤں کے پیٹ سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کسی شئے کا علم نہ رکھتے تھے اور تُمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنا دیئے تاکہ تُم (اِن نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کر کے خُدا کی بنائی ہوئی فِطرت کے سچے) قدر دان بن جاؤ۔

حیرت ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد کسی چہرے کی خُوبصورتی، یا بدن کے رنگ، یا جسم کے سڈول ہونے کا ذکر نہیں کیا، فقط یہ بتایا کہ وُہ بچہ قطعاً کسی شئے کا علم نہیں رکھتا اور سَمْعَ، اَبْصَارَ اور اَفْـِٕدَۃَ کی نعمت اُس کو ارزانی کر کے اِنسان پر افسوس ظاہر کیا کہ وُہ اِس گراں بہا نعمت سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ یہ شکایت حسبِ ذیل آیت میں ہے:۔

(۱۶۹) لا۔ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ ۶۷/۲۳

(۱۶۹) لا۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ وُہی (پاک ذات) ہے جس نے تُمہیں نیست سے ہست کیا (اور سمجھ لو کہ اس تُمہارے وجُود کی ابتداء کرنا کتنا عظیم الشّان کام تھا) اور (پھر اِس عظیم الشّان احسان کے ساتھ ساتھ) تمہارے (فائدے کے) لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنا دئیے (لیکن افسوس ہے کہ تُم اِن کو استعمال کر کے میری) تھوڑی ہی چیزوں کے قدر دان ہو۔

نہیں، بلکہ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمْ کی جگہ ایک دُوسری سُورت میں اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ کے نہایت معنی خیز الفاظ کہہ کر حیرت انگیز اشارہ کر دیا ہے کہ یہ سَمْعَ اور بَصَرْ اور اَفْـِٕدَۃ ابھی بھی ابتدائی حالت میں ہیں اور اِن کا ارتقاء ایک نہ ایک دِن ضرُور آگے چل کر ہو گا! کیا یورپ کے بڑے سے بڑے سائنسدان

اِس حیرت انگیز انکشاف کو دیکھ کر اپنا سر قرآنِ عظیم کے آگے نہ جُھکا دیں گے اور اٰمَنّا نہ پُکار اُٹھیں گے۔؟

(۱۶۹) ب۔ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۲۳ ۵

(۱۶۹) ب۔ اور وُہ (پاک ذات خُدا) وُہ ہے جس نے تمہارے (استعمال کے) لئے کانوں اور آنکھوں اور ذہنوں کی (پیدائش کی) ابتداء کر دی۔ (تو اِس قابلِ رشک مرتبے کے باوجود) بہت ہی تھوڑی چیزیں ہیں جن کی قدر دانی تم (ان کے استعمال سے) کر رہے ہو۔

(۱۷۰) وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۲۶ ۲۴

(۱۷۰) اور بالتحقیق اور بالضرور ہم نے اُن کو ایسی (عمدہ) جگہ دی کہ ہم نے تم کو بھی ایسی (عمدہ) جگہ نہ دی تھی اور ان کو کان اور آنکھیں اور ذہن (بھی) دیئے لیکن نہ اُن کے کانوں، نہ آنکھوں، نہ ذہنوں نے اُن کو فائدہ دیا جبکہ وُہ خُدا کی دی ہُوئی (صحیفۂ فطرت کی) آیات کا انکار کرتے تھے اور جن (آیات) کو وُہ ہنسی مخول سمجھتے تھے وُہی اُن کیلئے باعثِ عذاب بن گئیں۔ (گویا قانونِ خُدا نہ سمجھنا باعثِ ہلاکت ہُوا)۔

(۱۷۱) ا۔ اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۳۲ ۱

(۱۷۱) ا۔ وُہ (پاک ذات) وُہ ہے جس نے ہر شئے کی پیدائش کو بہتر (سے بہتر) بنایا اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی۔ پھر اُس کی نسل کو گندے پانی کے خُلاصے سے جاری کیا، پھر اُس (کے اعضاء) کو درُست کیا، پھر اُس میں اپنی رُوح پھُونکی اور (اب ان تمام تبدیلیوں کے بعد) تمہارے (استعمال کے) لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنائے (لیکن افسوس ہے کہ) تم (ان نعمتوں کی) بہت ہی تھوڑی قدر کرتے ہو۔

دُوسرے لفظوں میں یہ کہ اِنسان کی تخلیق کا کمال یہ ہے کہ اُس کو سَمْعَ، بَصَرْ اور فُؤَادْ دیئے اور اِس عطیہ کے بعد اُس کی خِلقت بہترین کر دی۔ کیونکہ یہ اعضاء کمتر درجے کے حیوانات میں اِس درجے تک مکمّل نہیں جس درجے تک کہ اِنسان کے اندر ہیں۔

اِس سِلسلے میں ایک معمُولی سا شُبہ اَفْئِدَہْ اور فُؤَادُ کے صحیح مفہُوم کے متعلّق ہے جس کا رفع کر دینا یہاں ضرُوری ہے۔ فُؤَادْ کا ترجمہ قلب یعنی دِل ہے۔ ہم نے اِس کا ترجمہ ذہن یعنی دماغ کیا ہے

عرب کے نزدیک دِل اور دماغ ایک ہی شئے ہے اور اِن میں کوئی نمایاں فرق نہیں کیونکہ جس شئے کو دماغ تسلیم نہ کرے اُس کو دِل تسلیم نہیں کرتا۔ چُنانچہ قرآنِ حکیم میں خُدا نے بھی قلُوب کو تعقّل کی جگہ قرار دیا ہے، اور قلب یعنی ذہن کو سینے میں رکھا ہے۔

(۱۷۱) ب۔ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿﴾ ۲۲/۴۶۔

(۱۷۱) ب۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اِن کے "دِل" ہوتے جن سے تعقّل کرتے (یعنی سمجھتے) یا کان ہوتے، جن سے سُنتے۔ کیونکہ درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وُہ "دِل" اندھے ہوجایا کرتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔ (حیرت انگیز بات یہ ہے کہ "سینوں" کا لفظ کہہ کر "دماغ" کا مقام بھی بتلا دیا کہ وُہ "دِل" ہے۔ گویا "دِل" نہیں مانتا تو "دماغ" کیا مانے۔

اِن تینوں اعضائے اِنسانی کے عطیّہ کے علاوہ قرآنِ حکیم میں کسی اور عضو کے عطیّے کا کوئی خاص ذِکر نہیں اور ظاہر ہے کہ یہی وُہ اعضائے شریفہ ہیں جن کے باعث اِنسان کو تمام ارضی مخلُوق پر تفوّق حاصِل ہُوا ہے اور جو تمام عِلم و خبر کے مصدر ہیں۔ اندریں حالات لازماً یہ نتیجہ نِکلتا ہے کہ تمام ظنُون واہمہ اور فرضی باتیں جو دینِ اسلام کے گرد اگرد لوگوں کی مکّاری خوُد رائی اور نفس پرستی کے باعث پَیدا ہو گئی ہیں محض پاکھنڈ ہیں، اور اِنسان کے لائق نہیں کہ اُن کی طرف توجّہ دے۔

۶۔ مقامِ کتاب (اَلْکُتُب)

مسئلہ اتحادِ عالم

اِن معاملات کے فیصل ہو جانے کے بعد جائے غور یہ ہے کہ پیغمبروں کی وساطت سے بھیجی ہُوئی کتاب کیا تھی اور کیا ہے، اِس کتاب کی کیا خصُوصیت تھی، اِس کا موضُوع کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ اگر سمع و بصر اور اَفئِدہ انسان کے عِلم کے اوزار ہیں تو اِنسان کو مخصُوص وحی کی کیا ضرُورت تھی۔ کتاب اگر خُدا کا ایک پیغام مختلف انبیاء کی وساطت سے تھا تو وُہ ایک پیغام کیوں اِنسان کو متحد نہیں کر سکا۔ کیوں نسلِ اِنسانی کے الگ الگ گروہ بن گئے جو اکثر مذہب کی بِناء پر ہی آپس میں جنگ و جدال میں مصرُوف ہیں۔ اور فرشتوں کا

کہا پُوراہوکر رہا کہ یہ اِنسانی نسل زمین میں فساد اور خُونریزی کرے گی۔ اِس مطلب کو حل کرنے کے لِئے یہاں پرسلسلہ وار آیات جمع کر دی جاتی ہیں جن سے مذکورہ بالا معاملات کے متعلق قطعی فیصلہ پر پہنچنا آسان ہوجائے گا۔

(۱۷۲)۱۔ اَللّٰہُ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَالۡمِیۡزَانَ ؕ

(۱۷۲)۱۔ خُدا وُہ ہے جس نے الکِتٰب کو برحق طور پر نازل کیا اور المیزان کو۔

(۲) لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ

(۲) بےشک اور بِالضرور ہم نے اپنے ایلچی روشن احکام دے کر بھیجے اور اُن کے ساتھ ایک الکِتٰب اور المیزان اُتاریں تاکہ لوگ درمیانی راستے (یعنی عدل و انصاف اور سیدھے راستے) پر قائم رہیں۔

(۳) نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ

(۳) اَے پیغمبر! تجھ پر خُدا نے الکِتٰب برحق اُتاری جو اس (فطرت) کی تصدیق کر رہی ہے جو اس کے سامنے ہے اور اِس سے پہلے تورات اور انجیل اُتاریں جو لوگوں کے لئے ہدایت تھیں اور الفرقان اُتارا، بےشک وُہ لوگ جو خُدا کے احکام کے مُنکر ہیں اُن کو سخت ترین عذاب ہوگا۔

(۴) وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ۝

(۴) اور بےشک اور بِالضرور ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب دی کہ شائد لوگ راہِ راست پر آجائیں۔

(۵) وَاِذۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ۝

(۵) اور (وُہ وقت یاد کرو) جب ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب اور الفرقان دیئے تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔

(۶) وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ۝

(۶) اور بےشک اور بِالضرور ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارُونؑ کو (اُن کا) وزیر مقرر کیا

(۷) وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَقَفَّیۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَاَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ

(۷) اور بےشک اور بِالضرور ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب دی اور اُس کے بعد پے در پے ہم نے (دُوسرے) ایلچی بھیجے (تاکہ اِس الکِتٰب پر عمل مکمّل ہوتا جائے) اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کو روشن احکام دیئے اور اُس کی مدد رُوح القُدس سے کی

(۸) وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

(۸) اور بےشک اور بِالضرور ہم نے مُوسیٰؑ کو پہلی اُمّتوں کے ہلاک کر دینے کے بعد الکِتٰب دی (تاکہ لوگوں کیلئے

ﻤ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ سب پیغمبروں پر ایک ہی شے یعنی الکِتٰب بھیجی گئی تھی اور دوسری جگہ ہے کہ ہر قوم، ہر قریہ، ہر امت، ہر بستی میں پیغمبر بھیجے گئے جو لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ الکِتٰب صرف قانون فِطرت یا اس کا کوئی حصّہ تھا اور

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○

غور کی بات ہو اور ہدایت اور رحمت ہو اس غرض سے کہ شاید وُہ اِس سے نصیحت پکڑیں۔

(۹) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ○ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ○

(۹) اور بے شک اور بالضرور ہم نے مُوسیٰ کو الْهُدٰی دی اور بنی اسرائیل کو الکِتٰب کا وارث بنایا (جو کہ) دانشمند لوگوں کیلئے ہدایت اور عبرت تھی۔

(۱۰) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

(۱۰) اور ہم نے (حضرت ابراہیم کو) اسحٰق اور یعقوب عطا کیئے اور اُس کی نسل میں نبوّت اور الکِتٰب دونوں کر دیئے اور (ابراہیم کو) اُس (کے عُمدہ کاموں) کی اُجرت اِس دُنیا میں (ہی) دے دی اور بے شک وُہ آخرت میں (بھی) صالحین میں سے ہوگا۔

(۱۱) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۚ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ

(۱۱) اور بے شک اور بالضرور ہم نے مُوسیٰ کو الکِتٰب دی، تو (اَے پیغمبر!) تُو خُدا کی مُلاقات کے متعلق شک میں نہ پڑ اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کے لئے (صاحب) ہدایت بنا دیا، اور اُن میں سے ہی ہم نے امام پیدا کیئے جو ہمارے قانون کے مطابق لوگوں کو راہِ راست دِکھاتے تھے جب تک وُہ صاحبِ استقلال بنے رہے اور وُہ ہمارے احکام پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

(۱۲) وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○

(۱۲) اور جو شئے الکِتٰب میں سے ہم نے تم پر وحی کی ہے، وُہ برحق ہے اور اُس شئے کی تصدیق کر رہی ہے جو اُس کے سامنے ہے، بے شک خُدا اپنے بندوں (کے اعمال) کے متعلق پُورے طور پر باخبر ہے اور اُن کو نہایت غور سے دیکھ رہا ہے۔ پھر ہم نے اِس الکِتٰب کا وارث ان لوگوں کو بنایا، جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا تھا تو اُن میں سے وُہ ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور وُہ ہیں جو میانہ رو رہے اور وُہ جو خُدا کے حکم سے نیکیوں کی طرف لپک لپک کر

پہنچتے رہے اور یہ بڑا بھاری فضلِ خُدا تھا۔

(١٣) إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝ ع ۳۹/۴۱

(١٣) درحقیقت ہم نے تُم پر لوگوں (کی ہدایت) کے لئے برحق طور پر الکِتٰب اُتاری تو جو سیدھی راہ پر لگ گیا تو وُہ اپنے نفس کے فائدے کے لئے لگا رہا اور جو گُمراہ ہو گیا وُہ خود ہی گُمراہی کا ذمّہ دار ہے اور تُو ان پر کوئی وکیل تو مقرّر نہیں

(١٤) وَمِن قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوسٰىٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ ؛ ۴۶/۱۲

(١٤) اور اِس سے پہلے مُوسیٰؑ کی کتاب بطور رہنما کے تھی اور رحمت تھی اور یہ کتاب (یعنی قرآن اِس کی) تصدیق کر رہا ہے

(١٥) وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ ؛ ۵/۴۸

(١٥) اور ہم نے تیری طرف الکِتٰب برحق طور پر اُتاری جو اس کی تصدیق کر رہی ہے جو اس کے سامنے الکِتٰب میں سے ہے (یعنی صحیفۂ فطرت جس کو کئی بار الکِتٰب کہا گیا ہے) اور اِس کی محافظ ہے۔ پس تُو ان کے درمیان اِسی کتاب کے ذریعے سے حکُومت کیا کر۔

(١٦) وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؛ ۲/۲۳۱

(١٦) اور اللہ کی آیات کو ہنسی ٹھٹھول نہ سمجھا کرو۔ اور اللہ کے احسانوں کو جو تُم پر کئے یاد کرو اور جو کُچھ تُم پر الکِتٰب میں سے اُتارا اور حکمت سے وُہ تُم کو اسی سے پند لینے کی کہتا ہے اور اللہ سے ڈرو۔

(١٧) هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ ؛ ۳/۷

(١٧) وُہ ہے جس نے تُم پر الکِتٰب اُتاری، اِس میں وُہ احکام ہیں جو پُختہ اور اصُولی ہیں۔ یہ وُہ ہیں جو الکِتٰب کی بُنیاد ہیں۔ اور دُوسرے (بھی) ہیں جو مِلتے جُلتے ہیں۔

(١٨) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ ؛ ۲/۲

(١٨) یہ وُہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

(١٩) وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا الْفٰسِقُونَ ۝ ۲/۹۹

(١٩) اور بے شک اور بالضرور ہم نے تُم پر روشن آیات اُتاریں اور سوائے فاسقوں کے کوئی اِن کا انکار نہیں کرتا۔

(٢٠) كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ ۲/۱۵۱

(٢٠) جس طرح کہ ہم نے تُم میں سے ایک رسُول بھیجا جو ہماری آیتیں تُم پر پڑھتا ہے اور تم کو پاکیزہ بنا رہا ہے، اور تُم کو الکِتٰب اور الحکمۃ کا علم دے رہا ہے اور تُم کو اُن باتوں

کا علم دے رہا ہے جو (اِس سے پہلے) تم نہ جانتے تھے۔

(۲۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ ۱۴/۴

(۲۱) اور ہم نے کوئی رسُول (آج تک) نہیں بھیجا مگر یہ کہ وُہ اُس قوم کی زبان میں (پیغام لے کر آیا) تاکہ قوم پر پُوری طرح (ہمارے احکام) روشن کر دے۔

(۱۷۳) ا۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ ۲/۱۲۱

(۱۷۳) ا۔ جن لوگوں کو ہم نے الکتٰب دی وُہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ اُس کے پڑھنے کا حق ہے اور یہی وُہ ہیں جو اُس پر ایمان لاتے ہیں (گویا اس نیّت سے پڑھتے ہیں کہ اُن احکام پر عمل کریں، بدنیّت نہیں کہ احکام کے کچھ کے کچھ معنی بنالیں)

(ب) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۔ ۲۹/۴۷

(ب) اور اسی طرح ہم نے تم پر الکتٰب اُتاری (اگرچہ وُہ دُوسری زبان میں ہے) لیکن جن کو ہم نے (تم سے پہلے) الکتٰب دی وُہ (چونکہ بدنیّت نہیں) اُس کو بھی خدا کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے بھی (جو اس وقت تمہارے سامنے ہیں کئی ایسے ہیں جو) ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار کرنیوالے تو کافر ہی ہیں۔ (جن کی نیّت ماننے کی ہے ہی نہیں)۔

(ج) بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○ ۲۹/۴۹

(ج) نہیں بلکہ یہ (قرآن) تو اہل علم لوگوں کے سینوں میں روشن آیات ہیں (وُہ خواہ کسی زبان میں الکتٰب ہو تسلیم کر لیتے ہیں) اور ہماری آیات سے انکار تو وُہی کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔

(۱۷۴) ا۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ ۲/۱۴۶

(۱۷۴) ا۔ اور جن کو ہم نے الکتٰب دی تو وُہ (خواہ کسی زبان میں ہو اور کسی نبی کی وساطت سے آئے) اس کو (فوراً) پہچان لیتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو (خواہ وُہ کسی لباس میں آئیں) اور بیشک اُن میں ایک گروہ ایسا ہے جو (اِس تمہارے قرآن کو یہ سمجھ کر کہ دُوسری زبان میں اور دُوسرے

نبی کے ذریعے سے آیا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں پہچانتے کہ یہ کیا ہے اور) اِس طرح حق کو چُھپاتے ہیں۔ حالانکہ وُہ اندرُونی طور پر جانتے ہیں (کہ یہ وُہی شئے ہے جو پہلے نبیوں کو آئی تھی)، (اِس سے ظاہر ہے کہ یہ شئے قانونِ فطرت ہی تھا۔)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰۤئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ ۱۵۹

(۲) بے شک وُہ لوگ جو اِن روشن احکام اور خالص ہدایت کو جو ہم نے (پیغمبروں پر) اُتاری اِس فعل کے بعد کہ ہم نے اِس (امرِ مبہم) کو الکتٰب کے اندر (عام) لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے بالکل واضح کر دیا، چُھپاتے ہیں (یا توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں تاکہ قانونِ خُدا پر عمل کرنے میں آسانیاں ہوں)، تو ایسے ہی لوگ (وُہ نابکار) ہیں جن پر خُدا لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (گویا قانونِ خُدا کو بدلنا سخت بُرا ہے)۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۤئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱۷۴

(۳) بے شک وُہ لوگ جو اُس شئے کو چُھپاتے ہیں (اور واضح الفاظ میں تسلیم نہیں کرتے) جو خُدا نے الکتٰب کے طور پر اُتاری ہے اور اِس انکار کے بدلے تھوڑا سا دُنیاوی فائدہ (یعنی اپنے پیروؤں کی خوشنودی اور الکتٰب کے احکام پر عمل کرنے سے گریز کرنے کی صُورت میں اپنے رہنماؤں سے مُحبت) حاصل کر لیتے ہیں، تو یہی وُہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے کچھ نہیں بھرتے اور روزِ قیامت کو خُدا اُن سے کلام تک نہ کرے گا اور نہ اُن کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (گویا خُدا سے مُلاقات اُس کے قانون پر مکمّل عمل سے بھی ہے)۔

(۴) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

(۴) کیا تُو نے اُن لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خُدا کی بھیجی ہُوئی) الکتٰب کا ایک حصّہ مِل چُکا ہے کہ وُہ (خُدا کی زیادہ مکمّل اور نئے پیغمبر کی وساطت سے بھیجی ہُوئی) کتاب

۱؎ دیکھو صفحہ ۱۱۹ مع

مُّعْرِضُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

کی طرف بُلائے جا رہے ہیں تاکہ وُہ اُن لوگوں کے درمیان بطور حَکَم کے کام کرے (لیکن) پھر لوگوں میں سے کا ایک گروہ مُنہ پھیر لیتا ہَے اور (کتابِ خُدا سے) ہٹ جاتا ہَے (کیُونکہ ایسے لوگوں کو خُدا کے نئے احکام پر عمل کرنا اور نئی تکلیف اُٹھانا موت کی طرح مُشکل نظر آتا ہے) یہ اِس لئے ہَے کہ (اُن کے مذہب کے پُرانے ہوجانے اور کتابِ خُدا کا غلط اور محرف شُدہ مفہُوم لینے کی وجہ سے) وُہ (اِس قطع کا عقیدہ رکھے ہوتے ہیں کہ) کہتے ہیں کہ ہم کو تو (جہنّم کی) آگ صِرف چنّد دن تک چھُوئے گی (اور ہم صِرف عقیدہ رکھنے کی وجہ سے بغیر کِسی عمل کرنے کے سیدھے جنّت میں جائیں گے) اور (شیطان نے) اُن کو اُن کے دِین میں اِس تہُمت اور جھُوٹ کے متعلّق دھوکہ دیا ہُوا ہَے جس کو وُہ من گھڑت طور پر بناتے ہیں۔

(۵) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(۵) اَے الکِتٰب کے وارثو! (خُدا کے واسطے بتاؤ کہ) تم کیوں جھُوٹ کو سچ پر لپیٹ رہے ہو اور حق کو اِس صُورت میں چھُپاتے ہو کہ تُم کو (اچھّی طرح) عِلم ہَے (کہ سچ یہی ہَے جو اَب خُدا کی طرف سے اُترا ہَے)۔ (گویا انسان فِطرتاً جانتا ہَے کہ اُس نے کیا جھُوٹ بنایا ہَے)۔

(۶) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

(۶) اور (وُہ وقت یاد کرو) جب خُدا نے اُن لوگوں سے پکّا وعدہ لیا جن کو الکِتٰب دی گئی تھی کہ تُم ضرُور اُس (کے احکام) کو اچھی طرح (اور بغیر لاگ لپیٹ) لوگوں پر روشن کر دینا اور کوئی غلط فہمی کی گنجائش نہ چھوڑنا) اور ہرگز اُس کو چھُپانا نہیں تو پھر (باوجُود اتنی تاکید کے) اُن لوگوں نے اِس الکِتٰب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ دیا (اور لوگوں کو اناپ شناپ اور آسان باتیں بنا کر الکِتٰب سے غافل کر دیا) اور تھوڑے سے دُنیاوی فائدے (یعنی اپنی ہردِلعزیزی یا ذاتی محبّت) کے عِوض میں

الکِتٰب کو بیچ دیا۔ تو (یاد رکھو کہ) یہ جو کچھ خرید تے ہیں وُہ بہُت ہی بُرا ہے (کیونکہ اِس کے عِوض میں قوم غافِل ہو کر بربادی اور ہلاکت کے کنارے پر آلگے گی)۔

(۷) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ ؕ

(۷) کیا تُو نے اُن لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خُدا کی بھیجی ہُوئی) الکِتٰب کا ایک حِصّہ (اِس سے پہلے) مِل چکا ہے کہ وُہ گمراہی کو خرید رہے ہیں۔

(۸) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ؕ

(۸) کیا تُو نے اُن لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خُدا کی بھیجی ہُوئی) الکِتٰب کا ایک حِصّہ (اِس سے پہلے) مِل چکا ہے کہ وُہ (آج توڑ مروڑ کر) بُتوں اور شیطان پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔

(۹) وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ؕ

(۹) اور جب اِن (پُرانے پاپیوں) کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسُول آیا جو اُس شئے کی تصدیق کرتا تھا جو اُن کے پاس تھی (اور کہتا تھا کہ دیکھو یہ پیغام جو مَیں لایا ہُوں ٹھیک وُہی ہے جو تمہارے نبیوں کے پاس مُدت ہُوئی آیا تھا اِس لئے آؤ اِس پر عمل کریں) تو اُن لوگوں میں سے جن کو الکِتٰب (پہلے) دی گئی تھی، ایک گروہ (فوراً) ہٹ گیا اور اللہ کی کتاب اُن کے پیٹھ کے پیچھے تھی (کیونکہ مُدت کی بے عملی نے اُن کو کتاب سے بیزار کر دیا تھا)۔

(۱۷۵) ا۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝

(۱۷۵) ا۔ اور اگر یہ الکِتٰب کے (پُرانے) وارث (اِسی طرح) ایمان لے آتے (جس طرح کہ محمدؐ کے نئے وارث قرآن پر عمل کر کے لے آئے ہیں)، اور (اِسی طرح) ڈرتے (جس طرح کہ رسُولؐ کے پَیرو ڈرتے ہیں)، تو ہم ضرُور اُن کو نِعمت سے بھرے ہُوئے باغوں میں داخِل کر کے (بادشاہ بنا کر) رہتے اور اگر وُہ (قرآن نہ سہی صِرف) تورات اور انجیل پر (ہی) قائم رہتے (جیسا کہ قائِم رہنے کا حق ہے) اور اُس پر عمل کرتے جو اللہ نے اُن کی طرف اُتارا تھا تو یقینی طور پر اُوپر سے اور اپنے

پاؤں کے نیچے سے خُدا کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاتے۔ (یہ ضرور ہے کہ) اِن میں سے ایک گروہ ہے جو میانہ روی کر رہا ہے (یعنی نہ بہت سرگرمی سے عمل کر رہا ہے نہ بالکل غافل ہے۔ لیکن) بہت سے ان میں سے ایسے ہیں کہ بُرا ہے جو عمل کر رہے ہیں۔

(۲)۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(۲)۔ اِن (پُرانے) الکتٰب کے وارثوں کو (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ تم ہرگز کسی (قابلِ توجّہ) بات پر نہیں ہو جب تک کہ تورات اور انجیل پر اور جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا تھا (صحیح معنوں میں) قائم نہ ہو جاؤ (جیسا کہ قائم ہو جانے کا حق ہے) اور ضرور ہے کہ اِن میں سے بہت تمہاری طرف اُترے ہوئے احکام سے زیادہ بغاوت اور سرکشی کریں گے (کیونکہ وُہ زیادہ نئے اور تکلیف دِہ ہیں۔ اِسی لئے ہم اِن کو تورات اور انجیل سے زیادہ ماننے کے لئے بھی نہیں کہتے۔ وُہ اتنا بھی نہ مان سکیں گے اِس لئے تم اِن لوگوں پر جو مُنکر ہیں (اور عمل کی نیت ہی نہیں رکھتے) افسوس نہ کرو۔ (ہمیں تمہیں مُسلمانوں کی جماعت میں رسماً داخل کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ ہم تو یہاں تک ہیں کہ) بے شک وُہ لوگ جو (رسمی طور پر بطور مُسلمان) ایمان لائے یا جو یہودی بن گئے، یا صابئین بن گئے، یا نصاریٰ بن گئے، اُن میں سے جو کوئی بھی (صحیح معنوں میں) اللہ اور یوم آخر پر ایمان لے آیا اور اُس نے عُمدہ عمل کئے تو (بلا لحاظ اِس کے کہ وُہ کس فرقے سے ہے) اُن کو کوئی خوف نہیں ہوگا، نہ کوئی غم۔ (خُدا تو تمام انسانوں کی ایک اُمّت اور احکام پر دیانتدارانہ عمل چاہتا ہے اور بس)۔

(۱۷۶) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ

(۱۷۶) اے الکتٰب کے (پُرانے) وارثو! اب تمہیں موت کیوں آگئی کہ پیچھے ہٹے ہو، اب تو ہمارا رسُول تمہارے پاس البتہ پہنچ چکا ہے

الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ ۵

اور وُہ اُس شئے کا بُہت سا الکتٰب کا حِصّہ کھول کھول کر تمہیں بیان کرتا ہے جس کو الکتٰب میں سے چھُپایا کرتے تھے اور بُہت سے حِصّے سے (جس کی اِس وقت ضرورت نہیں رہی) درگُذر کر رہا ہے۔

(۱۷۷) ۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ ۴

(۱۷۷) ۱۔ اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر (یعنی اُس کے احکام عملاً مانو) اور اِس الکتٰب پر جو اس کے رسُول (محمدؐ) پر اُتری اور اُس الکتٰب پر جو اُس سے پہلے اُتری (یعنی اِس الکتٰب پر ایمان لانا بھی اِس کے احکام پر عمل کرنا ہے اِس کے سوا کچھ نہیں)

(۲) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۟ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ۳

(۲)۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ ہم ایمان اللہ پر لے آئے اور اِس پر جو ہم پر اُترا اور جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اِسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اُن کی اولاد پر اُترا" اور جو لائے مُوسٰیؑ اور عیسٰیؑ اور (دیگر) انبیاؑ اپنے ربّ سے۔ (گویا تمام احکام جو اُن پر اُترے اُن پر عمل کرنے کے ہم پابند ہیں)۔ ہم اُن انبیاء کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے (کیونکہ سَب قاصِد ایک ہی خُدا کی طرف سے آئے تھے اور ایک ہی پیغام لاسکتے ہیں اور قاصِد یا پیغمبر اصل مقصد نہیں تھے بلکہ اصل مقصد وُہ پیغام تھا جو لائے تھے) اور ہم تو (درحقیقت) اُس خُدا کو ہی (اپنا سردار) تسلیم کر کے (اُس کے حُکم) ماننے والے ہیں۔ اور جو (شخص یا قوم) اُس اسلام کے سِوا (جو سَب انبیاء کی لائی ہُوئی الکتٰب کے احکام کی تعمیل پر مشتمل ہے) کوئی اور اِسلام بطور مذہب کے اختیار کرے گا تو وہ اِسلام ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا اور وُہ آخرت میں گھاٹے میں رہیگا۔

(۳) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۴

(۳) خُدا کے نزدیک (پسندیدہ) دِین تو "اِسلام"[۱] ہی ہے اور جن لوگوں کو (اِس سے پہلے) الکتٰب دی گئی تھی وُہ اس علم (اور حقیقت) کے آنے پیچھے آپس میں بغاوت کر کے ایک دُوسرے سے مختلف ہو گئے (اور اس بغاوت کا اصلی مقصد احکامِ خُدا سے گریز کرنا اور افراتفری ڈال کر بےعمل ہونا تھا)، تو جو (شخص یا قوم) اللہ کے احکام سے مُنکر (گریزاں) ہے تو خُدا بڑا جلد حساب کرنے والا ہے۔ (گویا اب سے وُہی قومیں خوشحال[۲] ہو کر رہ سکتی ہیں جو قرآنی احکامات پر عمل کریں گی)

۲۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مقصد خدا کے پورے پیغام کو بہ حیثیت مجموعی لے کر تمام انسانی مذاہب کو متحد کرنا اور ایک اُمّت قائم کرنا تھا۔

۱۔ یعنی وہی "الاسلام" جس کا ذکر اوپر کی آیت ۲ میں ہوا۔ فتدبّر!

(۴) إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

(۴) بے شک وُہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسُولوں کے منکر ہیں۔ (یعنی اُن کے دیئے ہُوئے احکام پر عمل نہیں کرتے) اور چاہتے ہیں کہ (الگ الگ نبیوں کو علیحدہ علیحدہ مان کر یہ ثابت کر دیں کہ) اللہ اور اُس کے نبیوں کے درمیان دُشمنی تھی (اِسی لئے اُس نے الگ الگ پیغام بھیجے) اور یہ (بھی) کہتے ہیں کہ ہم بعض نبیوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے گویا چاہتے ہیں کہ (اِس بارے میں قطعی اور کُلّی رستہ نہیں بلکہ) ایک درمیانی رستہ پکڑ لیں (جو خُدا کو نیم راضی کر دے) تو (جان لو کہ یہی سچے کافر ہیں (اور اُن سے بڑا کافر کوئی نہیں)۔ اور ہم نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر لیا ہے

(۵) وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

(۵) اور ہم نے اُن کو قانُونِ خُدا کے روشن اور واضح احکام دیئے تو یہ لوگ علم (اور حقیقت) آ چُکنے کے پیچھے آپس میں بغاوت کے باعث ایک دُوسرے سے مختلف ہو گئے۔ بیشک تیرا پروردگار روزِ قیامت کو اِس بارے میں جس کے باعث یہ لوگ الگ الگ گروہ (یعنی نصاریٰ یہود مُسلمان وغیرہ) بن گئے تھے فیصلہ کرے گا۔

(۶) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۝

(۶) اور بیشک اور بالضرور ہم نے مُوسیٰؑ کو الکِتٰب دی پھر اُس میں (بھی) اختلاف پیدا کیا گیا اور اگر ایک کلمہ اِس اختلاف کے بارے میں اِس سے پہلے نہ آ گیا ہوتا (وُہ یہ کہ روزِ قیامت کو فیصلہ ہو گا) تو (آج تک) اس کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بے شک وُہ (اِس سزا کے نہ آنے کے بارے میں) بڑے شک میں ہیں (کہ کیوں نہیں آئی)۔

(۷) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

(۷) اور الکِتٰب کے وارثوں نے الگ الگ گروہ نہیں بنائے مگر بعد اس کے کہ اُن کو ایک روشن حقیقت اور علم آ چکا تھا۔ (اور حیرت ہے کہ باوجود اُسکے علم ہونے کے وُہ آپس میں مختلف ہو گئے حالانکہ علم پر ہمیشہ ساری دُنیا متفق ہُوا کرتی ہے) اور (یہی نہیں بلکہ اُنہوں نے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گویا اپنے اپنے خدا الگ الگ کر لئے) حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا کہ کسی کی مُلازمت سوائے خُدا

مجموعہ آیۃ: (۴،۱۷،۱) ۲) صفحہ ۱۱۴ اور آیۃ: (۱،۷)۔ ۵، ۷) صفحہ ۱۱۹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے احکام بیّنات یعنی سُورج کی طرح روشن تھے اور انکے متعلق اختلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا مگر اختلاف ہو گیا۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ خُدا نے صرف قانُونِ فطرت دیا تھا مگر لوگوں نے مکر سے

کے اختیار نہ کریں اور اپنا تمام عمل اُس خدائے واحد کے لئے خالص کر دیں۔ (یہ ایک اور ثبوت ہے کہ خُدا دُنیا میں ایک اُمّت چاہتا ہے)

(۱۷۸) مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؛ ۳/۸

(۱۷۸) کسی بشر کو تو شایاں نہیں کہ ہم اُس کو الکتٰب اور حکم اور نبوت دیں اور پھر (باوجود اِس بلند مقام کے حاصل کرنے کے) وُہ کہتا پھرے کہ خُدا کی ملازمت چھوڑ کر میرے ملازم بن جاؤ (کیونکہ لوگوں کا آپس میں الگ الگ گروہ بن جانا یہی دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ خُدا کے بندے نہیں تھے دراصل اُن نبیوں کے بندے تھے)۔

(۲) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ ۳/۷

(۲) ۔(اے پیغمبرؐ!) کہہ دو کہ اے الکتٰب کے (پُرانے) وارثو! اُس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تُمہارے درمیان یکساں ہے (یعنی جو تمہاری الکتٰب میں بھی موجود ہے اور ہماری الکتٰب میں بھی) اور وُہ یہ ہے کہ ہم سوائے خُدا کے اور کسی کی ملازمت نہیں کریں گے اور کسی شئے (یعنی انبیاؑ وغیرہ) کو اُس کے ساتھ شریک نہ کریں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دُوسرے بشر کو اللہ کے سوا اپنا ربّ (اور حاکم) نہ بنائے گا۔ پھر اگر یہ تمہاری اِس دعوت سے رُوگرداں ہو جائیں تو اُن کو کہو کہ اب صاف گواہی دو کہ ہم ہی درحقیقت خُدا کو (صحیح معنوں میں) خُدا تسلیم کرنے والے ہیں (کیونکہ ہم سب نبیوں کے احکام مانتے ہیں اور کسی میں فرق نہیں کرتے)۔ (اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ خُدا سب کو ایک اُمّت بنانا چاہتا ہے)

(۱۷۹) وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ؛ ۱۶/۸

(۱۷۹) اور ہم نے تُم (یعنی محمدؐ) پر تو الکتٰب کسی اور غرض سے سوائے اِس کے نہیں اُتاری کہ تُو اُن پر واضح طور پر جس شئے میں وُہ اختلاف کرتے ہیں بیان کر دے اور ایمان والی قوم کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔

(۱۸۰) وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝

(۱۸۰) اور ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر مارا جو بڑی خوشحال تھیں تو اب یہ اُن کے گھر ہیں جو اُن کے بعد بھی تھوڑی دیر تک ہی آباد رہے اور (بالآخر) ہم ہی اُن کے وارث بنے اور (یاد رکھو کہ خُدا کا دستور

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ ۲۸/۵۹

نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کرے جب تک کہ اُن کے نمایاں اور قائم مقام شہر میں اپنا پیغامبر بھیج کر اُن پر احکامِ خُدا نہ پڑھا لے (تاکہ وُہ اُن سے پُورے طور پر باخبر ہو جائیں) اور ہم بستیوں کو ہلاک ہی نہیں کرتے جب تک کہ اُن کے رہنے والے ظالم (یعنی حدُودِ خُدا سے تجاوز کرنے والے) نہ بن جائیں۔

(۱۸۱) وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۚ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ○ ۱۳/۳۹

(۱۸۱) اور کسی رسُول کے شایاں ہی نہیں کہ وُہ کوئی آیت (یعنی حکم) خُدا کی اجازت کے بغیر لے آئے۔ ہر زمانے کیلئے (اس کے مخصُوص حال و احوال اور درجہ ترقی کے مطابق) ایک کتاب (مقرّر) ہے (اُس کتاب میں سے) خُدا جو مناسب سمجھتا ہے مٹا دیتا ہے یا قائم رکھتا ہے اور اُس کے پاس اُمّ الکتٰب (یعنی تمام کتابوں کی ماں) ہے۔

(۱۸۲) ا۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ ۴۲/۱۳ *

(۱۸۲) ا۔ تمہارے لئے (بھی) وُہی دین جاری کیا گیا ہے، جس کی وصیت نوحؑ کو کی گئی اور وُہ جو تجھ (محمدؐ) پر وحی کیا گیا اور (وُہی تھا) جس کی وصیت ابراہیمؑ اور مُوسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی گئی (اور وہ) یہ (تھا) کہ اِس دین پر قائم رہو اور اِس کے بارے میں الگ الگ گروہ (یعنی یہوُد نصاریٰ اور مُسلمان وغیرہ) نہ بن جاؤ (اب الگ الگ خُداؤں کے ماننے والوں یعنی مُشرکوں پر (وہ اتحاد) گراں گذرتا ہے جس کی طرف تُو اُن کو بُلا رہا ہے۔ اللہ پسند کر لیتا ہے (اِس اتحاد کیلئے) جس کو مناسب سمجھتا ہے اور اِس (دین) کی طرف رہنمائی کرتا ہے اُس کو جو انابت (یعنی پشیمانی ظاہر) کرتا ہے۔

(۲) مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ ۳/۶۷

(۲) ابراہیمؑ یہوُدی (ہرگز) نہ تھا نہ نصرانی تھا بلکہ وُہ خالص خُدا کی طرف جُھکنے والا (یعنی اُس کے حکم کو ماننے والا) تسلیم کرنے والا بندہ تھا۔ (گویا زمین پر تمام قسم کی فرقہ بندی غلط ہے)۔

(۳) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ

(۳) پس تُو اپنی توجہ کو اس دین کی طرف خالصۃً جُھک کر قائم کر (یہ دین) اللہ کی (بنائی ہُوئی) وُہ فطرت ہے جس پر اُس نے تمام

* یہ آیت بھی صاف ظاہر کرتی ہے کہ قرآن حکیم کا منتہا اتحادِ عالم تھا اور خدا کی طرف سے سب انبیاء کو پیغام ایک تھا۔

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

بنی نوعِ اِنسان کو پیدا کیا (اِس لئے ایسا ہی دین بنی نوعِ انسان کے لئے مناسب ہوسکتا ہے) (اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ) اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی (ہرگز نہیں (ہوسکتی) لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کے متعلق) عِلم نہیں رکھتے۔ (گویا دین صِرف صحیفۂ فِطرت کا دین ہے)

(۴) وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

(۴) (خبردار رہو کہ) بیشک یہ تمہاری (بنی نوعِ اِنسان) کی اُمت (ایک) واحد اُمت ہے اور میں تمہارا پروردگار (یعنی حاکم) ہوں تو مجھ ہی سے ڈرو (اور ایک اُمت بنے رہو لیکن (اُن لوگوں نے اِس تنبیہ کی پرواہ نہ کی اور) اُنہوں نے آپس میں اپنا معاملہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (اب) ہر گروہ جو کچھ اُن کے پاس (اُس کا اپنا محبوب نصب العین) ہے (اس پر) خوش ہے (اور الگ ہو کر مزے لے رہا ہے)

(۱۸۳) وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝

(۱۸۳) (اَے لوگو! یہ صحیفۂ فِطرت جو تمہارے سامنے ایک) روشن کتاب (کی طرح ہے اِس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ درحقیقت ہم نے اِس (روشن صحیفۂ فطرت) کو ہی عربی زبان کا قرآن بنا دیا ہے (یعنی فِطرت کی کہانی کو ہی عربی زُبان میں بدل کر اس کا نام قرآن رکھ دیا ہے) تاکہ تُم (اِس قرآن کو پڑھ کر) تعقل کرنے لگو (اور قانونِ فِطرت سے آگاہ ہوجاؤ) اور بے شک یہ قرآن ایک اُمّ الکِتٰب (کتابوں کی ماں) میں درج ہے جو ہمارے پاس رکھی پڑی ہے اور لامحالہ ایک بہت ہی بُلند اور بہت ہی پُر از حِکمت کتاب ہے۔ (یہ "اُمّ الکِتٰب" گویا پُورا صحیفۂ فِطرت ہے)۔

قرآنِ حکیم کی اُن تمام آیات کو جو الکِتٰب کے متعلق ہیں موضُوعات کی مُختلف شِقوں میں علیحدہ علیحدہ کرنے کے بعد جو نتیجہ مستنبط ہوتا ہے حسبِ ذیل ہے:۔ یہاں جو چیز توجّہ کے لائق ہے یہ ہے کہ قرآنِ حکیم جس وقت نازل ہُوا اُس وقت اِس کا پیغام نیا تھا اور اِس سے پہلے کے خُدائی پیغام اِنسان کی چیرہ دستی کے باعث بے معنی اور بے اثر ہو چُکے تھے۔ آج مُسلمانوں کا سلوک بھی قرآن سے وُہی ہے جو اُس زمانے میں خُدا کی بھیجی ہُوئی پہلی کتابوں سے تھا بلکہ بعض معاملات میں اُس سے بدتر ہے۔ اِس بِناء پر الکِتٰب کا مقصد سمجھنے کے لئے لازمی ہے کہ یہ نُکتہ پیشِ نظر رکھا جائے اور جو تنبیہ اِن آیات میں اہلِ کتاب کو دی گئی ہے اِس کے اہل اِس وقت باقی سب سے زیادہ مُسلمان ہیں

کیونکہ وُہی آج کل سب سے زیادہ زوال میں ہیں۔

الکِتٰب خُدا کا وُہ تحریری قانُون ہے جو ہر قوم کو اُس کی اپنی زبان میں بھیجا گیا تاکہ وُہ قانُون اُس قوم پر واضح ہو جائے ؛((۱۷۲)۱۱۔) اور اس کے بعد اُس قوم کو کوئی گنجائش عُذر کی باقی نہ رہے ؛((۱۸۰)۱۔) اِس بنا پر اس کا کِسی خاص زبان میں ہونا کوئی شئے نہیں اور اصل مقصد اِس قانُون کی تعمیل ہے' اِس کی زبان کی تقدیس یا کِسی خاص نبی کی پیروی نہیں ؛((۱۸۲)۔۱) انبیاء جو الکِتٰب کو لائے کِسی خاص مذہب (یہُودی نصرانی یا محمّدی) کے بنانے والے نہ تھے ؛((۱۸۲)۲۔) وُہ صِرف اسلام کو لائے تھے جس کے خالِص معنی خُدا کے قانُون کی اطاعت ہے ؛((۱۸۲)۔۲) وُہی ایک قانون کم و بیش سب انبیاء لائے۔ اِنسان کو چاہیئے کہ کِسی ایک نبی اور دُوسرے نبی کے درمیان اُس کی شخصیت کی بناء پر فرق نہ کرے ؛((۱۷۷)۲۔)' جو کرے گا وہ سچا کافر ہے ؛((۱۷۷)۔۴) اصل شئے قانُونِ خُدا پر عمل ہے' انبیاء کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہونا یا الگ الگ مذہب بنانا نہیں اور جو شخص اِس اسلام کے سِوا کوئی دُوسرا مذہب بنائے گا تو وُہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ؛((۱۷۷)۔۲)۔

خُدا نے الکِتٰب مختلف انبیاء کو اِس لئے بھیجی تھی کہ لوگ قِسط و عدل پر قائم رہیں ((۱۷۲)۔۲)۔ حضرت مُوسیٰؑ کو بھی اِس لئے بھیجی کہ لوگ ہدایت پکڑیں ؛((۱۷۲)۔۴، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۱) حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی مقصد کے لئے بھیجی ؛((۱۷۲)۔۳، ۷)۔ آخری نبی پر جو کتاب (یعنی قرآن) اُتری وُہ بھی کم و بیش وُہی قانُونِ ہدایت تھا جو پہلے نبیوں کو دیا تھا اور اِس قانون کی تصدیق کرتا تھا ؛((۱۷۲)۔۱۵) اور اِس کارخانۂ فِطرت کی بھی تصدیق کرتا تھا جو اُس کے سامنے ہے ؛((۱۷۲)۔۳، ۱۲)' یہ دین جو انبیاء کی وساطت سے بنی نوعِ انسان کو دیا گیا تھا اِس لئے تھا کہ لوگ اِس دین پر چل کر مضبُوطی سے قائم ہو جائیں ؛((۱۸۲)۔۱) اِس میں فرقہ بندی کر کے الگ الگ نہ ہو جائیں بلکہ ایک اُمّت بنے رہیں ؛((۱۸۲)۔۱) کیونکہ یہ قانون (دین) فِطرت ہے جس پر سب دُنیا پیدا کی گئی ہے ؛((۱۸۲)۔۱)' لیکن لوگ اِس عِلم کے آنے کے بعد ضِد اور بغاوت سے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اُنہوں نے الگ الگ فِرقے بنا لئے ؛((۱۷۷)۔۳، ۴، ۵)' اُن لوگوں کو جو اِس طرح فرقہ بند ہو کر مُشرک ہو گئے ہیں پھر بُلانا کہ آؤ ایک قانون پر متحد ہو جاؤ بڑا گراں گزرتا ہے ؛((۱۸۲)۔۱)۔

اِس گراں گزرنے کی وجُوہات کئی ایک ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جو قانون خُدا کی طرف سے آیا اُس کا بعض حِصّہ لوگ چھُپاتے ہیں تاکہ اُس پر عمل کرنا لازم نہ ہو جائے ؛((۱۷۴)۔۱)' ورنہ خُدا کا قانون تو ایسا واضح ہے کہ لوگ اُس کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ؛((۱۷۴)۔)' ایسے لوگ جو عمل کے ڈر سے خُدا کے قانُون پر پردہ ڈالے ہُوئے ہیں وُہ بدکردار لوگ ہیں جن پر خُدا کی لعنت ہے ؛((۱۷۴)۔۲) تھوڑی سی قیمت کے عِوض میں (یعنی اِس لئے کہ لوگوں کو اپنے گِرد اگِرد جمع کر کے اُن سے ذاتی فائدہ اٹھائیں) یہ لوگ قانُونِ خُدا کو

چھپاتے ہیں؛((۱۷۴)۔۲،۴،۳) اور اِس میں تحریف پیدا کرتے ہیں تاکہ اِس کے معنی اور مطلب بدل دیں اور دینِ خُدا میں آسانیاں پیدا ہو جائیں؛((۱۷۴)۱،۲،۳) دوئم یہ کہ یہ لوگ اپنے لئے عذابِ خُدا سے بچنے کی سبیلیں نکالتے ہیں کہ ہم کو خدا ہر حالت میں جہنم کی آگ سے بچائے گا، ہم ہی خُدا کے دوست اور برگذیدہ بندے ہیں؛(۱۷۴) ۔۴) یہ لوگ خدا کے احکام کو پسِ پُشت ڈال کر اور نظر انداز کر کے خُدا کی سزاؤں سے بچنے کا تخیل پیدا کرتے ہیں اور خُدا کی ملازمت اختیار کرنا جو درحقیقت مقصدِ قانُونِ خُدا ہے، اِس سے عوام الناس کو ہٹا کر دین کو بیکار کرنا چاہتے ہیں اور علم ہوتے ہُوئے کتمانِ حق اور تلبیس الحق بالباطل کرنے کے درپے ہیں؛((۱۷۴)۔۵،۶،۹) سوئم یہ کہ یہ لوگ خُدا کی سرداری کو چھوڑوا کر اپنے نئے احکام پیدا کرتے ہیں؛(۱۷۸)۔۱)، اور اپنے آپ کو بھی اَرْبَاب یعنی خُدا کے سوا رب بنانا چاہتے ہیں تاکہ اُن کا حکم مانا جائے اور خُدا کے حُکموں کو نظر انداز کر کے دین میں سہولت کی صُورت پیدا کی جائے۔ اگر اُن کو کہا جائے کہ اَوْ الکِتٰب میں تو صِرف خُدا کے قانُون کی پابندی لکھی ہے، شیطان یا اَرْبَابٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے حُکم کی متابعت تو نہیں لکھی تو یہ لوگ اکٹھے ہونے سے کتراتے ہیں اور انسانوں کے تفرّقے کو ہٹانے پر تیار نہیں؛((۱۷۸)۔۲)۔

خُدائے عظیم نے آخری نبی پر الکِتٰب اِس لئے اُتاری کہ وُہ اختلاف جو قانُونِ خُدا اور اُن لوگوں کے بنائے ہوئے دین میں پیدا ہو گیا ہے واضح ہو جائے؛((۱۷۹)،(۱))۔ دُوسری غرض یہ ہے کہ الکتٰب میں پہلے لوگوں نے جو باتیں چھُپا رکھی ہیں اُن کو اکثر پھر علی الاعلان کہا جائے؛((۱۳۶)) کسی بشر کی مجال نہیں کہ اِنسان کو یہ کہے کہ خُدا کے قانُون کو چھوڑ کر میرے حُکموں کے تابع ہو جاؤ؛((۱۷۸۔۱))، اگر یہ اہلِ کتاب فی الحقیقت اُن احکام پر جو تورات اور انجیل میں لکھے ہیں عمل کرتے تو خُدائے عظیم اُن کو بے حد آسودہ حال کر دیتا۔ وُہ انتہائی طور پر خُدائی نعمتوں سے مالا مال ہوتے؛((۱۷۵)۔۱)۔(اِس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم آج کل کے نصاریٰ جو تمام دُنیا پر غالب ہیں خُدا کے قانون پر ضرُور عمل کر رہے ہیں) اُن اہلِ کتاب پر واضح ہونا چاہیئے کہ وُہ جو اِس وقت آخری نبی کے عہد میں الکِتٰب کی مخالفت کر رہے ہیں، وُہ کسی مضبُوط بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتے جب تک کہ تورات اور انجیل کے احکام پر عمل نہ کریں کیونکہ خُدا کے نزدیک تو اصل شئے عمل کرنا ہے اور یہودی، نصرانی یا صابئین میں سے جس شخص یا قوم نے خُدا کے قانُون پر عمل کیا وُہی بے خوف و خطر ہے اور اُس کو پُورا اجر رب کے ہاں سے ملے گا؛((۱۷۵)۔۲)۔

الکِتٰب صِرف خُدا کا واجب العمل قانُون ہے۔ جن قوموں کو یہ قانون دیا گیا ہے وہ اِس کا مطالعہ کرتے ہیں جیسا کہ مطالعہ کرنے کا حق ہے؛((۱۷۳)۔۱) جس قوم کی الکتٰب کے اندر وُہ قانُون موجُود ہوتا ہے وُہ اِسکو فوراً پہچان لیتے ہیں اور اِس پر عمل کرتے رہتے ہیں اُن کو عُذر نہیں ہوتا بلکہ صاحبِ علم لوگوں کے سینوں میں تو

وُہ الکِتٰب ایک روشن حقیقت نظر آتی ہے ؛(۳/۱۷ ج) یہ کتاب جو آخری نبی پر اُتاری گئی ہے حقیقت ہے اس کو جو چاہے لے لے ؛(۲/۱۷)۔۱۳) پیغمبر اُن پر کوئی وکیل نہیں ہے حقیقت کو اپنا لینا ہر صاحبِ علم قوم کا کام ہے۔ خُدا کا منشاء یہ نہیں کہ لوگ الگ الگ نبی کے پیچھے الگ الگ مذہب بنا کر فرقہ بند ہو جائیں بلکہ اُس کے قانُون پر عمل کریں۔ ہر قوم جو ہلاک ہو چُکی ہے اُس کے پاس اُس کی الکِتٰب تھی جس کو وُہ جانتی تھی ؛(۱۸۰)۲) کوئی خُدا کا بھیجا ہُوا پیغمبر خُدا کے حُکم کے سِوا کوئی حکم یا کتاب اپنے پاس سے نہیں لا سکتا۔ دُنیا میں ہر زمانے کیلئے اُس عہد کی انسانی ترقّی کے مطابق ایک کتاب ہوتی ہے جو خُدا بھیجتا ہے اُس زمانے کی ترقّی کے مطابق جو شئے اُس کتاب میں غیر ضرُوری ہو جاتی ہے، کم کر دیتا ہے اور جو ضرُوری ہوتی ہے بڑھا دیتا ہے کیونکہ اُس کے پاس اِس زمین کی انتہائی ترقّی تک کا پُورا قانُون موجُود ہے ؛(۱۸۱)۔ یہ قرآنِ حکیم جو عربی زُبان میں خُدا نے بھیجا ہے درحقیقت اِس صحیفۂ فِطرت کی روشن کتاب کا ملخص ہے جو تُمہارے سامنے نظر آ رہا ہے اور منشاء یہ ہے کہ عرب قوم اِس قانون پر عمل کر کے صاحبِ فراست بن جائے اور یہ قرآن اِسی مکمّل قانون کا ایک اقتباس ہے جو ہمارے پاس موجُود ہے ؛(۱۸۳)۔

الغرض اگر اِن تمام آیتوں پر جو اِس موضُوع میں جمع کر دی گئی ہیں ایک غائر نظر دوڑائی جائے تو نتیجہ نِکلتا ہے کہ اِس الکِتٰب کا موضُوع اقوامِ زمین کو اُن کی اپنی زبان میں ایک فوری دستُور العمل اُس زمانے کی اِنسانی ترقّی کے مطابق دینا تھا۔ اُس وقت تک اِنسانی سمع اور بصر اور افئدۃ اِس مرحلے تک نہ پہنچے تھے کہ اقوامِ عالم صِرف مشاہدۂ فِطرت سے قوانینِ اِنسانی اخذ کر سکتیں۔ ہر قوم کو اُس زمانے کی ترقّی کے مطابق تحریری قانُون پیغمبروں کے ذریعے پہنچایا گیا۔ وُہ لوگوں کو سمجھاتے رہے لیکن اِنسان چُونکہ نافہم رہا وُہ بجائے اِس کے کہ قانُون کی ماہیّت کو دیکھتا اور اُس عِلم کو دیکھتا جو اُس کتاب میں تھا، وُہ پیغمبروں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہو گیا اور صِرف اپنے پیغمبر کو سِرا ہتا رہا اور اُس نے اپنا الگ مذہب بنا لیا۔ یہ ستم ظریفی اِس قطع کی ہے کہ خط جو بھیجا گیا ہو اُس کی طرف کِسی کا دھیان نہ ہو بلکہ اصل دھیان اُس قاصد کی طرف ہو جو خط لایا ہے! قرآنِ حکیم مُختلف پیراؤں میں اِنسان کی اِس بغاوت اور ضِد کی توضیح کرتا ہے اور اِن آیات کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسُولِ خُدا کے وقت میں قرآن کی نیت کِسی علیحدہ فرقہ بنانے کی نہیں تھی بلکہ جو جو نقص اہلِ کتاب نے تورات اور انجیل کی تعلیم میں ڈال دیئے تھے اُن کی توضیح کر کے تمام نسلِ انسانی کو ایک کرنا تھا۔ قرآنِ حکیم میں اَلْکٰفِرُوْنَ حَقًّا (اصلی اور سچا کافر) کے الفاظ صِرف ایک جگہ استعمال ہُوئے ہیں وُہ سُورۃ النِّسَآء کے اکیسویں رکُوع میں اُن لوگوں کے واسطے ہیں جو ایک نبی کی کتاب مان کر اور دُوسرے کی کتاب کو رد کر کے گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مُختلف انبیاء مُختلف پیغام لائے تھے اور اِس طرح پر خُدا اور پیغمبروں کے درمیان "لڑائی" کرانا چاہتے ہیں۔[م] اِس سے

م اِس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تمام آبادی اِس گُناہ کی مُجرم اور سچّی کافر ہے! بلکہ اِسی گُناہ کی یاداش میں جہنّم میں جائے گی۔

اندازہ ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم کس قدر ایک مجتمع اِنسانی کا موید تھا اور اس کی نیت کس قدر نیک تھی۔ اِس آیت کو یہاں مسلمانوں کے لئے خاص غور کیلئے نقل کیا جاتا ہے اگرچہ اِن تصانیف میں یہ آیت کئی جگہوں پر آچکی ہے۔ (دیکھو مثلاً فرہنگ حریم غیب ۲۵ (۵) صفحہ ۲۷۴ یا مثلاً فرہنگ حریم غیب ۸۳ (۱) صفحہ ۲۸۸) یہ آیت مفصل ترجمہ کے ساتھ (۴-۱۷۰) کے عنوان سے صفحہ 119 پر آچکی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ۱۵۱

ترجمہ:- بے شک وُہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسُولوں کے (منتہائے نظر کے) مُنکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُسکے پیغمبروں کے درمیان پھوٹ ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ بعض پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض کے مُنکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین راہ اختیار کریں، وُہی اصلی کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اَب مُسلمان کے ہاتھوں اتحادِ عالم کا یہ سب سلسلہ ہی بدل چکا ہے۔ مُسلمانوں نے دُنیا میں تبلیغ چھوڑ دی، اِس لئے تمام دُنیا کو اپنے دائرے میں نہ لاسکے۔ پہلے پہل تبلیغ کی وجہ سے قوموں کی قومیں دائرۂ اسلام میں اِس لئے داخل ہو جاتی تھیں کہ مُسلمانوں کے اپنے اعمال حیرت انگیز طور پر عُمدہ اور کتابِ خُدا کے احکام کے مطابق تھے۔ لوگ جب اِن کے کردار دیکھتے جھٹ اِسلام کی جماعت میں داخل ہو جاتے۔ اَب کردار بے انتہا خراب ہوگئے۔ اِدھر مُسلمان خود بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ وُہ ایک دُوسرے پر کُفر کے فتوے لگاتے ہیں حتّٰی کہ اِسی داخلی ہڑبونگ کی وجہ سے اَب بعض فرقوں کو یہ جُرأت بھی ہوگئی ہے کہ وُہ نبی آخر الزمان کے بعد بھی اور "انبیاء" کے آنے کو ممکن سمجھتے ہیں۔ اَب جب تک کہ اِس تمام نظام کی تجدید اَز سرِ نو نوکِ شمشیر نہ ہو موجُودہ مُسلمانوں سے یہ اُمید کہ وُہ تمام دُنیا کو ایک وحدت میں پرو دیں گے نہایت مُشکل ہے۔ البتّہ ایک صُورتِ ممکنہ یہ ہے کہ اگر مُسلمان مشاہدۂ فطرت کے دینی ولولے کو اپنا شعار بنا کر دُنیا کی باقی قوموں پر گوئے سبقت لے جائیں تو اگلے دو سو سال میں اُمید ہوسکتی ہے کہ وُہ تمام دُنیا پر غالب آکر ایک وحدت پھر پیدا کر سکیں۔ قرآنی نقطۂ نظر سے معنی خیز بات اِس وقت صرف یہ ہے کہ دُنیا پر (۴)

۷۔ ہلاکتِ اقوام اور سَیر فی الارض

قانُونِ خُدا کی اِس توضیح کے بعد طبعی سوال اُٹھتا ہے کہ وُہ الکِتٰب کا قانُون کیا تھا جو قرآنِ حکیم لایا۔ اِس کی تشریح اِس قدر طویل ہے کہ دہُ الباب کا یہ چھوٹا سا ضمیمہ اِس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اِس قانُون کو مَیں نے

پھُ نہ کچھ تَذْكِرَة کی پہلی جلد میں واضح کر دیا ہے۔ اس کی باقی تو جلدیں جب وُہ چھپیں گی اور واضح کر دیں گی لیکن قُرآنِ حکیم کے مُطالعہ سے جو حیرت انگیز بات دم بدم واضح ہوتی ہے وُہ ہلاکتِ اقوام کا مسئلہ ہے۔ قرآنِ حکیم قوموں کے ہلاک ہونے کی ایک مختصر وجہ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سُورۃ الشعراء) (یعنی اُن میں سے اکثر مومن نہ تھے) بیان کرتا ہے، رسُولوں کے آنے کی ایک مختصر غرض اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (سُورۃ الشعراء) (یعنی تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں کہ تُم کو اَمن کی انتہائی منزل تک پہنچادوں) قائم کرتا ہے، اور قوموں کو عروج کی منزل تک پہنچانے کا ایک مختصر دستورُالعمل فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (سُورۃ الشعراء) پیش کرتا ہے (یعنی ایک تو اللہ کے قانُون کا ڈر اپنے دِل میں ہمیشہ کے لئے رکھو اور میرے زبانی حکموں کی اطاعت کرو)۔ اِن تین مختصر باتوں کی تشریح گویا تمام قُرآن ہے اور اِنہی پر اقوام کی ہلاکت کا پُورا مسئلہ مشتمل ہے۔

قوموں کا دُنیا میں ظہُور اور پھر تھوڑی مُدت کے اندر اُن کا تختہ اُلٹ جانا اور کسی دُوسری قوم کا اُن کی جگہ لے لینا فی الحقیقت دُنیا کا سب سے زیادہ حیران کن واقعہ ہے اور اس واقعہ کے پے در پے ہوتے رہنے میں زمانہ کے کسی مرحلے میں کمی نہیں ہُوئی۔ مقامِ فِطرت کے عنوان ۲ کے ماتحت مُطالعہ صحیفۂ فِطرت کے ضمنی عنوان (۳) کی آیتوں میں قُرآنِ حکیم نے جس شدّ و مدّ سے قوموں کے کھنڈرات کا مُطالعہ لازمی قرار دیا ہے وُہ مَیں نے آیات (۶۱) تا (۶۹) میں واضح کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر قرآنِ حکیم کے اِس اہم حصّے کی طرف کما حقہٗ توجہ کی گئی تو ہلاکتِ اقوام کے مسئلے میں عِلم کا اضافہ حیرت انگیز طور پر ہو سکتا ہے لیکن علمِ قُرآن کے اِس حصّے کی اہمیّت اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ضرُوری ہے کہ یہاں پر اِس موضُوع کی باقی آیات بھی جمع کر دی جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ قرآنِ حکیم کو اس مسئلے کے کھوج لگانے پر کس قدر اصرار ہے:۔

(۱۸۴) ۱۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○

(۱۸۴) ۱۔ (اے پیغمبر! ان کو) کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو اور پھر ملاحظہ کرو کہ خُدا کے احکام کو محض سمجھ کر ان پر عمل نہ کرنے والوں کا کیا انجام ہُوا[1]۔

(۲) فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○

(۲) پس زمین میں چلو پھرو اور پھر ملاحظہ کرو کہ جھٹلانے والوں (یعنی عمل نہ کرنے والوں) کا کیا انجام ہُوا۔

(۳) قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ○

(۳) کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو دیکھو کہ اُن لوگوں کا جو پہلے تھے کیا انجام ہُوا کیونکہ اُن میں سے اکثر[2] خُدا کے ساتھ ساتھ کئی اور خُدا شریک کرنے (الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ جانے) والے لوگ تھے۔

(۱) مقصد یہ کہ وُہ قانُونِ فِطرت سے ہٹ گئے تھے اور مومن نہ رہے تھے۔ (۲) یعنی خُدا کا قانُون چھوڑ کر اوروں کے قانُون مانتے تھے۔

۲ دیکھو صفحہ ۳۹ تا ۴۱

(۴) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○

(۴) بے شک تم سے پہلے کئی (لوگوں کے بنائے ہوئے) طریقے ہو گذرے ہیں تو زمین میں چلو پھرو اور ملاحظہ کرو کہ خدا کے قانون کو جھٹلانے والوں کا کیا (بُرا) انجام ہوا۔

(۵) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ○

(۵) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ اُن لوگوں کا جو پہلے ہو گذرے ہیں کیا انجام ہوا خدا نے اُن کو ملیامیٹ کر دیا اور (خدا کے قانون کے منکروں یعنی) کافروں کے لئے اسی طرح کی مثالیں (سامنے موجود) ہیں۔

(۶) اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○

(۶) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وُہ ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور اُنہوں نے زمین پر (اپنی کوشش کے بہت سے) نشان چھوڑے اور اُس کو ان لوگوں سے بہت زیادہ آباد (اور پُر رونق) کیا تھا اور اُن کے پاس اُن کے پیغامبر بھی روشن احکام ساتھ لے کر آئے تھے تو خدا ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن وُہ (احکامِ خدا و فطرت کی خلاف ورزی کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (وُہ تمدن اور عمران کے ایک مرحلے پر پہنچ کر غافل ہو گئے اور اُن پر زوال آگیا)۔

(۷) اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ○

(۷) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وُہ اِن سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور خُدا ایسا نہیں کہ زمین اور آسمانوں میں کوئی شئے اُس کو عاجز کر سکے (اور طاقتور قومیں اُس کی سزا سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ سکیں) کیونکہ بے شک وُہ بہت ہی بڑا علم والا اور بڑی ہی قُدرت والا ہے (وُہ جانتا ہے کہ قوّت اور طاقت کے زور میں بھی کس طرح قومیں کمزور ہو جاتی ہیں اور کس بہانے سے اُن کو خدا کی نافرمانی کی سزا دی جا سکتی ہے)۔

(۸) اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

(۸) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ○ ۲۱/۴۰

آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ (اُن قوموں کا) کیا انجام ہُوا جو اِن سے پہلے تھیں، وُہ اِن سے بُہت زیادہ قوی طاقت کے اعتبار سے اور (اِن) نِشانوں کے اعتبار سے تھیں (جو اُنہوں نے چھوڑے) تو خُدا نے اُن کو اُن کے گناہوں (یعنی واماندگیوں) کے بدلے میں پکڑ لیا اور اللہ (کی پکڑ) سے کوئی شخص نہ تھا جو اُن کو بچا لیتا۔

(۹) أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ط كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ ۸۲/۴۰

(۹) تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ اِن سے پہلوں کا کیا (بُرا) حال ہُوا جو تعداد میں اِن سے زیادہ، قوت میں اِن سے بُہت سخت اور نِشانوں کے لحاظ سے (جو اُنہوں نے چھوڑے تھے) بُہت زیادہ شاندار تھے تو جو کُچھ (بُرے عمل) وُہ کر رہے تھے اُس نے اُن کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔

(۱۰) أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ط وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ ۱۰۹/۱۲

(۱۰) تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہُوا جو اِن سے پہلے تھے اور بے شک آخرۃ کا گھر اُنہی لوگوں کے واسطے اچھا ہے جو قانونِ خُدا سے خوفزدہ (رہ کر اُس پر مستقل طور پر عامل) ہیں تو کیا (اِس اعلان کے بعد) تم (خُدا کی حِکمت عملی کو) نہ سمجھو گے (کہ وُہ ٹھیک چلنے والوں کو ہی ہمیشہ رکھتا ہے)۔

باقیاتِ اقوام کو بچشم خُود مشاہدہ کرنے کی یہ حیرت انگیز اور اِس کثرت سے ترغیب کیا عجب ہے کہ مسئلۂ ہلاکتِ اقوام کے بارے میں ایک مستقل اور عظیم الشّان عِلم کی بُنیاد آگے چل کر ہو جو دُنیا کے لئے کشفِ حقیقت کا ایک نیا دروازہ کھول دے۔ بہر نوع اِن تمام آیات میں كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ کے اِلفاظ نہایت قابلِ غور ہیں، جن سے مُراد اِس دُنیا میں انجام ہے حالانکہ عام طور پر مُسلمان عَاقِبَةُ کا لفظ "یومِ قیامت" کے انجام کے لئے غلط طور پر استِعمال کرتے ہیں۔ اُدھر آیۃ (۱۸۴) ۱۰۔) میں وَالْآخِرَةُ کے الفاظ جو عَاقِبَةُ کے لفظ کے عین بعد استِعمال ہُوئے ہیں قطعی طور پر اِس معاملہ کو صاف کر دیتے ہیں کہ کسی قوم کا اِس دُنیا میں ہلاک نہ ہونا ہی اُس کی "عاقبت بہ خیر" ہے اور یہی اُس کی "آخرت بہ خیر" بلکہ یہی دَارُ الْآخِرَةُ ہے۔ یہ قوت خُدا کے قانون پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے اور جب قانونِ خُدا کا ڈر باقی نہ رہے مِٹ جاتی ہے۔ فتدبّر!

* خط کردہ الفاظ اور "دیکھنے" کے لفظ سے یہ نتیجہ نکلا ہے!

۸۔ انسان کی پیدائش کی آخری غرض ملاقاتِ خدا ہے

مآلِ انسان کا قطعی ثبوت، سورۂ جاثیہ کا مربوط ترجمہ

قرآنِ حکیم میں اس حیرت انگیز علمی ترغیب کا انکشاف جو مَیں نے حدیثُ القرآن میں کیا ہے، ممکن ہے کہ خدا کی کتاب کو سطحی نظر سے دیکھنے والوں کے دلوں کو مطمئن اس لئے نہ کرے کہ آج کل کا عام طور پر یورپ زدہ اور اپنے زعم میں متنوّر مسلمان مشرق کی اکثر دریافتوں کو مغرب کے مقابلے میں ناقابلِ توجہ سمجھتا ہے اور ممکن ہے کہ اپنے دل میں یہ اندیشہ لے کر یہ سب تلاش و تفتیش جو اس تصنیف میں کی گئی ہے، قرآن کی برتری جتلانے کے لئے ایک تکلّف اور آوُرد ہے ورنہ قرآن کو مسلسل طور پر پڑھنے سے یہ نتائج ایک عام شخص پر منکشف نہیں ہوتے اور وُہ ان نتیجوں پر جو حدیث القرآن میں قرآنِ حکیم کے متعلق نکالے گئے ہیں مجبور نہیں ہوتا۔ اُدھر مولویانہ تخیّل والے مسلمان قرآن کو عالمِ آخرت کی ایک کتاب سمجھنے اور دُنیا سے کچھ تعلق نہ رکھنے میں اس قدر مشاق ہو چکے ہیں کہ قرآنِ حکیم کے اندر اپنی مادّی دُنیا کو سُدھارنے کی کوئی بات اُن کے عقیدے کو متزلزل کرنے والی بات معلوم دیتی ہے اور وُہ قرآن کو کسی اور نقطۂ نظر سے دیکھنے کے منکر ہیں ان حالات میں چونکہ وُہ تمام استدلال جو تذکرہ کی کئی جلدوں کے اندر ہے، اس چھوٹی سی تصنیف کے چند صفحوں میں کوزہ بند نہیں ہو سکتا اور قرآنِ حکیم کو اول سے آخر تک منطقی طور پر مربوط کر کے ایک دفعہ پھر دُنیا کے سامنے رکھ دینا بڑی تفصیل کا طالب ہے۔ مَیں نے تجویز کی ہے کہ مولوی اور مغرب زدہ مسلمان دونوں کو ہمیشہ کے لئے ساکت و صامت بلکہ حواس باختہ کرنے کے لئے قرآنِ حکیم کی صرف ایک سُورۃ یعنی سُورۂ جاثیہ کا مربُوط ترجمہ یہاں پر کر دُوں تاکہ دُنیا حیرت زدہ ہو جائے کہ کم از کم اِس سُورۃ کا ترجمہ نہ مولوی اور نہ مغرب زدہ مسلمان سوائے اس کے کچھ اور کر سکتا ہے اور قرآنِ حکیم کا دُنیا میں آنے کا منشاء درحقیقت وُہی ہے جو بیان کیا گیا۔

اِس سُورت میں ایک خاصیّت ہے جو قرآنِ حکیم میں اور جگہ کم ملتی ہے وُہ یہ کہ اِس تمام سُورت میں جس میں چار رکُوع اور سینتیس آیتیں ہیں مظاہرِ فطرت کی طرف توجہ دلانے کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں اور قرآنِ حکیم کی بُلند نظری پر یقین رکھنے والے گروہ کو اُن نتائج کے سوا کسی دُوسرے نتیجے پر پہنچنا محال ہے جو حسبِ ذیل مربُوط (اور ناقابلِ ردّ) ترجمے میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔

(۱۸۵) حٰمٓ ع ۳۶   (۱۸۵) حٰمٓ۔

(۱۸۶) تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○ *

(۱۸۶) یہ الکتٰب اُس خالق زمین و آسمان کی طرف سے اِنسان پر نازل ہُوئی ہے جو انتہائی طور پر غالب اور بڑی حکمت کا مالک ہے۔

(۱۸۷) اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ○ *

(۱۸۷) یہ ایک طے شُدہ حقیقت ہے کہ صاحبِ ایمان لوگوں کیلئے آسمانوں اور زمین میں (انسان کی ہدایت کیلئے) بالضرور کئی (ہزارہا) احکام موجود ہیں۔

(۱۸۸) وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ *

(۱۸۸) اور (اے لوگو!) تمہاری اپنی پیدائش میں اور جو کچھ خدائے عظیم حیوانات کو (زمین پر) پھیلاتا ہے کئی ہدایات (آیات) اُس قوم کیلئے ہیں جو (صحیفۂ فطرت کے ہونے پر) یقین کرتی ہے (آیات کے لفظ پر غور کرو جو بار بار آرہا ہے)۔

(۱۸۹) وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ *

(۱۸۹) اور (لوگو!) دِن اور رات کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان سے رِزق (یعنی پانی) اُتارا اور پھر اُس پانی سے زمین کے مر جانے کے بعد اُس کو زندہ کیا اور ہواؤں کے مختلف اطراف سے چلنے میں صدہا احکام وہدایات اس قوم کے لئے ہیں جو صاحبِ عقل و دانش ہے۔

(۱۹۰) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ *

(۱۹۰)۔ (اَے محمدؐ!) یہ (اُوپر کی آیات) وُہ آیات ہیں جو ہم تم کو حقیقت کے طور پر پڑھ کر سُنا رہے ہیں پھر (مجھے بتاؤ کہ) خدا کی (کہی ہوئی) بات اور اُس کی (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات کے بعد یہ لوگ کونسی زیادہ سچ بات پر ایمان رکھیں گے۔

(۱۹۱) وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيمٍ ○ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ ○ *

(۱۹۱)۔ اُس جھوٹے اور گناہگار پر (جو فطرت کی حقیقت کو نہ دیکھنے کا گناہِ عظیم کرتا ہے اور اس کو لاشئے سمجھ کر اس سے اکڑتا ہے) ہزار حیف ہے کہ وُہ خدا کی آیات کو سُن رہا ہے کہ اُس کے سامنے پڑھی جارہی ہیں پھر وُہ جہالت کے باعث) اکڑتا ہے کہ گویا اُس نے اِن کو سُنا ہی نہیں، تو (اَے پیغمبر!) ایسے (نامعقول) شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری دو (ایسے شخص کی حقیقت سے نفرت اور اکڑ ہی قوم کو ہلاک کردے گی)۔

(۱۹۲) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○ *

(۱۹۲) اور (مزا یہ ہے) کہ جب وُہ ہماری آیتوں میں سے کچھ کا عِلم حاصل کرلیتا ہے تو اِن کو ٹھٹھا مخول سمجھ کر بے معنی سمجھتا ہے،[1] تو یہی وُہ لوگ ہیں جن کو ذلیل کر دینے والا عذاب (اِس دُنیا میں) ملے گا۔

* کم از کم یہاں تک تو صاف ظاہر ہے کہ آیات سے مُراد صرف صحیفۂ فطرت کی آیات ہیں کیونکہ اور تو کسی شئے کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ * اور * اِن الفاظ نَتْلُوْهَا، تُتْلٰى عَلَيْهِ اور مُسْتَكْبِرًا کو پھر (۲۱۴) میں دیکھو۔ (۱) معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفۂ فطرت سے بڑی بڑی ایجادوں کا عِلم حاصل کرنے کے بعد بھی صحیفۂ فطرت کے قائل نہ ہونے والے لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو شاید دُنیا میں نوّے فیصدی ہیں۔

(۱۹۳) مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۴۵

(۱۹۳) اور (اِس عذاب کے بعد اُن کے پیچھے جہنّم ہوگا اور جو کچھ وُہ کر رہے ہوں گے اُس کا اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اُس شئے کا کہ اُنہوں نے خُدا کو چھوڑ کر اپنے سردار دُوسرے اشخاص پکڑ لئے ہیں اور اُن کو بڑا عذاب لاحق ہوگا۔

(۱۹۴) هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ ۴۵

(۱۹۴) (یاد رکھو کہ یہ جو کچھ ہم نے اُوپر واضح کیا ہے) یہی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے خُدا کی (بھیجی ہُوئی) آیتوں سے اِنکار کیا (اور اُن کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے گریز کیا) اُنکو دردناک مُصیبت سے آلُودہ عذاب مِلے گا۔

(۱۹۵) اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۴۵

(۱۹۵) (لوگو! یاد رکھو کہ) خُدا وہ (قاہر اور غالب) ذات ہے جِس نے تمہارے (فائدے کے) لِئے سمندر کو مسخّر (یعنی اِس امر کا پابند) کیا تاکہ اُس میں خُدا کے قانُون (حُکم) سے جہاز چلیں اور تاکہ تُم انسان اپنی تجارت کر سکو اور تاکہ تُم (اسکی بنائی ہُوئی فِطرت کی) صحیح قدر کر سکو۔

(۱۹۶) وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴۵

(۱۹۶) اور (لوگو! یہی نہیں بلکہ) اُس نے تمہارے (اِستعمال کی خاطر) جو کچھ شئے بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے، سَب کا سَب مسخّر کیا۔ بیشک اِس (نئے انکشاف) میں (جواَب کیا گیا ہے) سوچ دوڑانے والی قوم کے لِئے (ہزارہا) ہدایات موجُود ہیں۔

(۱۹۷) قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ۴۵

(۱۹۷) (اے پیغمبر!) اِن لوگوں کو جو (صحیفۂ فِطرت پر) ایمان لے آئے ہیں کہہ دو کہ اُن لوگوں (کو نامعقول اور قابلِ رحم سمجھ کر اُن) سے درگُذر کریں جن کو اُمّید نہیں کہ خُدا کے دِن بھی آئیں گے (گویا وُہ دِن جن میں خُدا اُن سے رُوبرُو مُلاقات کریگا) تاکہ خُدا اُنکو جو انہوں نے

(۱۹۸) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۴۵

(۱۹۸) جس قوم نے (اِس کائناتِ فِطرت کے احکام کی تلاش کے بارے میں) مناسب اور عُمدہ عمل کیا تو اِس میں اُس قوم کی اپنی ہی بہتری ہے اور جس نے بُرا کیا تو اپنے لئے (لیکن پھر تُم اپنے رب کی طرف ہی لوٹو گے (اور اُس کے حضُور میں پیش کئے جاؤ گے کہ اپنی غفلت کی جواب دہی کرو)۔

(۱) آیۃ (۱۹۵) اور (۱۹۶) میں صحیفۂ فطرت کی ہر شئے کو انسان کیلئے مُسخّر بتلا دینے کے بعد عملِ صالح کا ذکر (۱۹۸) میں صاف دلالت کرتا ہے کہ فطرت کو مسخّر کرنا ہی عملِ صالح ہے۔

(۱۹۹) وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ۱۶

(۱۹۹) اور ہم نے بنی اسرائیل کو صحیح معنوں میں اور بِالتحقیق الکتٰب حکومت اور نبوت دی اور ہم نے اُن کو نہایت پاکیزہ نعمتوں سے مالامال کیا اور ان کو تمام دُنیا پر (انسانی تقدّم اور عمران کی ہر شِق میں) فضیلت دی۔ (گویا بنی اسرائیل تسخیرِ فطرت کے عملِ صالح سے ہی سرفراز ہوئے!)۔

(۲۰۰) وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ[1] بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ ۱۷

(۲۰۰) اور قانون (فطرت) کی روشن حقیقتیں بھی اُن کو عطا کر دیں لیکن وُہ آپس میں ایک دُوسرے سے باغی ہو کر علم اور حقیقت کے حاصِل ہُوئے پیچھے آپس میں پھٹ گئے (اور اُنہوں نے اپنی سلطنت کو کمزور کر دیا ورنہ اُن کی دُنیا پر مادّی فضیلت قطعی طور پر برقرار رہتی) لیکن اَب بیشک تیرا پروردگار اِس آپس کے (المناک) اختلاف کے متعلق فیصلہ کرے گا (کہ کون فریق مُجرم تھا)۔

(۲۰۱) ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[1] ۝ ۱۸

(۲۰۱) اَب (اُس بنی اسرائیل کی سلطنت کے زوال کے بعد اَے پیغمبر!) ہم نے تُم کو قانونِ خُدا کے ایک رستے (شریعۃ من الامر گویا قانونِ فطرت کی ایک شاخ) پر مقرّر کر دیا ہے تاکہ تو اُس راہ کی پیروی کر کے (اپنی قوم کو عرُوج اور فضیلت کی لازوال منزل تک پہنچا سکے اور بنی اسرائیل کی سزایافتہ قوم کی طرح) بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرے (یہ بے علم لوگ جو صحیفۂ فطرت سے کچھ ہدایات اور آیات اخذ نہیں کرتے اور آپس میں اختلاف پیدا کر کے اپنی قوم کو جہنّم کے گڑھے پر لا رکھتے ہیں)۔

(۲۰۲) إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝ ۱۹

(۲۰۲) یہ کِسی صُورت میں بھی تجھے اللہ کے مقابلے میں فائدہ نہ دیں گے اور اِس میں شک نہیں کہ (فطرت کی حدُود سے) تجاوز کرنے والے آپس میں جو کچھ کرتے ہیں صلاح و مشورہ سے کرتے ہیں (کیونکہ ہر مُجرم کا طبعی میلان مُجرم کی طرف ہے) لیکن خالقِ زمین و آسمان (صِرف) اُس قوم کا دوست ہے جو قانونِ خُدا سے (پُورے طور پر) خائف ہے۔

(۲۰۳) هَٰذَا بَصَائِرُ[2] لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ ۲۰

(۲۰۳) یہ (تمام نکات جو اِس سُورت میں بیان ہُوئے ذہنِ انسانی کے لیئے) بصیرت کی باتیں اور مستقل ہدایت ہے۔

(۱) اَلْعِلْمُ اور لَا یَعْلَمُوْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے صحیفہ فطرت سے کوئی علم حاصِل نہ کیا تھا۔

(۲) آیۃ (۱۹۰) میں تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ آیۃ (۱۹۴) میں هَٰذَا هُدًى اور آیۃ (۲۰۳) میں هَٰذَا بَصَائِرُ کے الفاظ بار بار کہہ رہے ہیں کہ صحیفۂ فطرت کو مسخر کرو۔

بلکہ (سر بسر ایک سرچشمۂ) رحمت اُس قوم کے لئے ہیں جو اُن کی صداقت پر یقین رکھتی ہو۔ (غور کرو کہ اب تک صرف فطرت پر غور کرنے کی بات ہُوئی ہے)۔

(۲۰۴) اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[1] سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ ۝

(۲۰۴) کیا اُن (قوموں) نے جو (اِس دُنیا میں) اپنے بُرے عمل سے زوال کو پہنچیں یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اِن کو ان قوموں کے برابر کردیں گے جنہوں نے ایمان (کے لازمات کو) حاصل کرکے بہترین اعمال کئے، کیا وُہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی زندگیاں اور موتیں برابر کی ہوں گی (یاد رکھو کہ) اُن کا یہ فیصلہ انتہائی طور پر غلط (اور بے معنی) ہے۔

(۲۰۵) وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ[2] وَلِتُجۡزٰی كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ۝

(۲۰۵) اور اب (اِن امُور کے واضح کردینے کے بعد کہ آسمانوں اور زمین میں صدہا احکام الٰہی موجُود ہیں نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وُہ انسانوں کے استعمال کے لئے خُدائے عظیم نے مسخر کر رکھا ہے جو سنسنی خیز انکشاف کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ) خُدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا ہی بطور ایک حقیقت کے کیا ہے اور اِس پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ ہر نفس کو (انفرادی طور پر) اُس کے عمل (یعنی تلاش صحیفۂ فِطرت) کی جزا پُورے طور پر دی جائے اور انسانی نسل پر ظلم نہ ہو۔

(۲۰۶) اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ[3] غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ۝

(۲۰۶) کیا تُو نے اُس شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو ہی اپنا حاکم بنا لیا ہو اور باوجُود جانتے ہُوئے کہ اِس دُنیا کے اندر کوئی حاکم یا سردار بجُز خُدا کی ذات کے نہیں خُدا نے اُس کو گمراہ کر دیا ہو اور اُس کے علم کے تینوں مصدروں یعنی سمع و بصر پر مُہر اور قلب پر پردہ ڈال دیا ہو، تو (کیا ممکن ہے کہ) ایسے شخص کو کوئی ہستی خُدا کے بعد راہ دِکھائے۔ کیا تم اِس سے عبرت نہیں پکڑتے۔

(۲۰۷) وَقَالُوۡا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ

(۲۰۷) اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بس یہی دُنیاوی انفرادی زندگی

(۱) گویا فِطرت کی تسخیر ہی ایمان اور عمل صالح ہے۔ (۲) گویا فِطرت کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ انسان کو اس کی تسخیر پر انعام دیا جائے۔ فتدبّر
(۳) گویا سمع، بصر اور قلب کا استعمال کر کے فطرت کا علم حاصل نہ کرنا شرک اور گمراہی ہے۔

وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ ⁽¹⁾

ہی ہے (جو کسی مطلب کی ہے) اِسی میں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر ہلاک ہو جاتے ہیں اور زمانہ ہی خود بخود ہم کو ہلاک کر دیتا ہے (اس کے سوا کوئی اور محرک نہیں نہ اس ہلاکت میں کسی قانون کی نافرمانی یا آخرت کی پرسش یا خدائی گرفت کا سوال ہی پیدا ہوتا ہے) اُن لوگوں کو اس کا علم نہیں اور وُہ محض اٹکل پچو باتیں کر رہے ہیں۔ (کیونکہ بقائے اصلح کے قانون سے ناواقف ہیں)

(۲۰۸) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(۲۰۸) اور جب اُن پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو اُن کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ (اگر فی الحقیقت خدا کے احکام قوموں کو ہمیشہ کی زندگی دینے والے احکام ہیں تو) ہمارے باپ دادوں کو پھر زندہ کر دو، اگر تم سچے ہو۔

(۲۰۹) قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

(۲۰۹) اُن کو کہو کہ خدا تمہیں زندہ کرے گا پھر تمہیں مار یگا پھر تمہیں روزِ قیامت کو جمع کرکے (تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا) لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (کہ وہاں فرداً فرداً پوچھ ہو گی)

(۲۱۰) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

(۲۱۰) اور تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کی ہے اور جس دن وُہ وقت آگیا سب صحیفۂ فطرت کو جھٹلانے والے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ (مُبْطِلُوْنَ کے لفظ پر غور کرو دیکھو (۲۵) صفحہ ۱۹ نیز (۱۳۳) الف صفحہ ۷۰۔ و (۱۳۲) ب صفحہ ۷۱)

(۲۱۱) وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ⁽²⁾

(۲۱۱) اور تو دیکھے گا کہ سب اُمتیں گھٹنے ٹیکے ہوئے سب اپنی کتاب کی طرف (جو اُس کیلئے بنائی گئی تھی) بلائی جا رہی ہیں (اور اُن کو کہا جائے گا) کہ آج تم کو اُس کی جزا دی جائے گی جو کچھ تم عمل کر رہے تھے

(۲۱۲) هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(۲۱۲) یہ ہماری وُہ کتاب ہے جو بالکل سچ بولتی ہے اور ہم جو کچھ تم کر رہے تھے لکھواتے جاتے تھے۔

(۲۱۳) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

(۲۱۳) پھر ایمان اور عمل صالح والی قوم کو خدا اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہ بڑی روشن کامیابی ہے۔ (غور کرو آیات (۱۹۱) تا (۱۹۴) پر اور اُن کے مضمون کو اُس کے ساتھ ملا کر پڑھو)۔

(۱) مطلب یہ کہ یہ کہنا کہ صحیفۂ فطرت کو غور سے نہ دیکھنے اور اس سے آیات نہ تلاش کرنے سے قوموں پر عذاب آتا ہے (دیکھو (۱۹۲) تا (۱۹۴)) اور وہ ہلاک ہو جاتی ہیں، ایک بے معنی بات ہے۔ اس دنیا میں کوئی ایسا قانون رائج نہیں۔ بس یہی دنیا کی عیش و عشرت کی انفرادی زندگی ہر انسان کیلئے ہے اور

(۲) تُجْزَوْنَ کے اور تَعْمَلُوْنَ کے الفاظ کو آیۃ (۲۰۵) کے لِتُجْزٰی اور كَسَبَتْ سے ملا کر پڑھو تو واضح ہو جائے گا کہ صحیفۂ فطرت کو نہ دیکھنے سے اُمتیں ذلیل ہوتی ہیں اور دونوں جگہ سلسلۂ کلام ایک ہی ہے۔

(۲۱۴) وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاسْتَکْبَرْتُمْ[1] وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ○

(۲۱۴) اور مُنکر جماعت کو کہا جائے گا (جیسا کہ اِس سُورۃ کے شرُوع میں کہا گیا ہے) کہ کیا ہماری آیات تُم پر پڑھی نہ جاتی تھیں تو تُم اِن سے نفرت کے باعث اکڑا کرتے تھے اور اِس طرح تُم مُجرم قوم ہو گئے۔

(۲۱۵) وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ○

(۲۱۵) اور جب تُم کو کہا گیا تھا کہ اللہ کا وعدہ اور ہلاکت کا وقت دونوں برحق ہیں اور اِن کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں تو تُم کہا کرتے تھے کہ ہم جانتے ہی نہیں وقت کیا شئے ہے ہم سوائے اِسکے کہ شک کریں اُس پر یقین ہی نہیں کر سکتے۔

(۲۱۶) وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○

(۲۱۶) پس اُس وقت اُن پر اپنی بداعمالی کے بُرے نتیجے واضح ہوں گے اور جس کو وُہ ٹھٹھا مخول سمجھتے تھے وُہی اُن پر آ پڑے گا۔

(۲۱۷) وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○

(۲۱۷) پھر اُن کو کہا جائے گا کہ آج ہم بھی تُم کو بھول جاتے ہیں جس طرح کہ تُم نے اِس آج کے دِن کی ہماری مُلاقات کو بھلا دیا تھا اور تُمہارا ٹھکانا جہنّم ہے اور اَب تُمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(۲۱۸) ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ○

(۲۱۸) یہ اِس لئے کہ تُم نے آیاتِ خُدا کو مخول سمجھا اور دُنیاوی تعیّش اور غفلت نے تُم کو دھوکہ میں ڈال دیا پس آج تُم اِس عذاب سے نہ نکل سکو گے نہ تُمہیں معاف کیا جائے گا۔

(۲۱۹) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ[2] الْعٰلَمِیْنَ ○

(۲۱۹) پس اُس پروردگارِ عالم اور خالقِ زمین و آسمان کی ہی تعریف ہونی چاہئے۔

(۲۲۰) وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ[3] ○ ع

(۲۲۰) کیونکہ اُن آسمانوں اور زمین میں اُسی کی کبریائی ہے، اور وُہی صحیح معنوں میں انتہائی طور پر غالِب اور حکمت کا مالک ہے

اِس سُورۃ کے مطالب سمجھنے میں جو باتیں قابلِ غور ہیں حسبِ ذیل ہیں۔ سُورۃ کے شرُوع میں اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کے الفاظ ہیں۔ وُہی الفاظ آیت (۲۲۰) میں ہیں۔ سُورۃ کے شرُوع میں السَّمٰوٰت اور الْاَرْض کی آیات کا ذکر ہے اور اُس دردناک عذاب کا جو اُن قوموں کو ہوگا جو اِن آیاتِ الٰہی کو مخول ٹھٹھا سمجھتی ہیں۔ اِسی عذاب کی تصویر کو سُورۃ کے اخیر میں بھی کھینچا ہے۔ دُوسرے رکُوع میں پھر نیا انکشاف کیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شئے اِنسان کے لئے ہے اور بتایا ہے کہ اِنہی کی تسخیر اور صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش سے مُلاقات خالقِ زمین و آسمان سے ہو

(۱) یہی اَسْتَکْبَرْتُمْ کا لفظ آیۃ (۱۹۱) میں ہے۔ فتدبر۔ (۲) تین جگہ رَبّ کا لفظ ہے یعنی آسمانوں اور زمین کو فروغ اسی سے ہے اور دنیا کی قوموں کو فروغ صحیفۂ فطرت کو زیر... سورۃ لیتی ہے۔ فتدبر (۳) یہی اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کے الفاظ آیۃ (۱۸۶) میں ہیں۔

سکتی ہے اور یہی انتہائے منشائے ایزدی ہے۔ پھر بتلایا ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل والے آپس میں اس فطرت کے احکام کا غلط مطالعہ کر کے ہلاک ہو گئے اور اب یہ ذمہ داری محمدؐ عربی کی قوم پر ہے کہ وہ صحیفۂ فطرت کی ان آیات کو اپنا دستور العمل بنادے اور محمدؐ کی قوم بھی بے علم لوگوں کی خواہشاتِ نفسانی میں پڑ کر ہلاک نہ ہو جائے۔

پھر تیسری منزل اسی علم کی تیسرے رکوع کے شروع میں آتی ہے کہ خدا نے صاف ہی یہ انکشاف کر دیا کہ آسمانوں اور زمین کو ہی خدا نے برحق پیدا کیا اور پیدائش کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ ہر متنفس کو اس کے عمل کی جزا اور سزا دے اور وہ جو اس فطرت کو اپنا واحد رہنما نہیں سمجھتے اور عیش و عشرت کی غفلتوں میں پڑ کر مقصدِ حیات بھول جاتے ہیں اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ مرنا جینا ایک زمانہ کا معمول ہے اور اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو دردناک سزا روزِ جزا کو ملے گی اور جو کتاب اُن کو عمل کرنے کے لئے دی گئی تھی (دیکھو آیہ ۲۱) اُن کے سامنے لائی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم ہی ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے؟ آؤ دیکھو آج تمہارا کیا حشر ہے آج ہم تم کو بھول جاتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمیں بھلا دیا تھا اور اُن لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں جنہوں نے ہماری فطرت پر یقین کیا تھا۔

الغرض اس تمام سورۃ کا ایک ایک لفظ اُس تمام دعوے کی تائید کرتا ہے جو حدیث القرآن میں قرآن کے دستور العمل کے متعلق اور تَذْکِرَۃٌ اور ذکریٰ الباب میں اسلام کے تمام مفہوم کے متعلق کیا گیا ہے اور ایّام اللّٰہ اور لِقَآءِ یَوْمِکُمْ هٰذَا کے الفاظ نے تو حیرت انگیز طور پر میرے اُوپر کے عنوان مقامِ خدا و بشر اور معادِ بشر کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے کہ بالآخر خدا سے ملاقات ہی انسان کو پیدا کرنے کی آخری غرض ہے، اور اُس کا واحد وسیلہ تلاشِ صحیفۂ فطرت ہے۔

مطالعۂ صحیفۂ فطرت کا سبق قرآنِ عظیم میں ہر جگہ نمایاں ہے

سورۂ جاثیہ میں انسان کو اپنے لئے صحیفۂ فطرت سے احکام اور ہدایات اخذ کرنے کی اپیل اور اس تلاش و تفتیش کو لازمۂ ایمان قرار دے کر ایک رُو سے تمام دینِ اسلام کی بنیاد انہی اعمال پر رکھنا، آج کل کے اسلام بھولے ہوئے مسلمان کے لئے ایک تعجب خیز شئے معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور سے قرآنِ حکیم کا مطالعہ سیاق و سباقِ کلام کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے اور کسی ایک سورۃ کے مختلف رکوعوں کے مضامین کو ایک منطق کی لڑی میں پرو کر اس سورۃ کے تمام استدلال کو پرکھا جائے تو یقین ہو جائے گا کہ تمام قرآن میں ہر جگہ سورۂ جاثیہ والی اپیل نمایاں ہے اور رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ماسوا اس کے

کچھ نہ تھا کہ صحیفۂ فطرت کا بدرجہ اتم مطالعہ کر کے خُدا کے مکمّل راہِ عمل کو بطورِ خُود دریافت کیا جائے تاکہ انسان ترقی اور تمدّن کے فلک الافلاک تک جا کر آفرینش کے آخری مقصد تک پُہنچے۔ انبیاء کی وساطت سے خُدا کا بھیجا ہُوا مختصر سا قانُون، ظاہر ہے کہ اِس سے بہتر لائحہ عمل انسان کو نہیں دے سکتا۔ اسی راہ کے دریافت کرتے جانے میں قوموں کا اِس دُنیا پر خلُود (یعنی ہمیشگی) ہے اور اِسی سے ہٹ جانے میں اُن کی ہلاکت ہے۔ سُورۂ جاثیہ میں ایّامَ اللّٰہ اور لِقَآءِ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا کے الفاظ، مُمکن ہے، کم بین حضرات کو اُن معنوں میں، جو مَیں نے لئے ہیں، دُور از کار "تاویل" ہی نظر آئیں اور وُہ سمجھیں کہ ان کے یہ معنی کھینچ تان کر بنائے گئے ہیں، لیکن لقائے رب کے متعلق مستقل اور فیصلہ کُن بحث اِس سے پہلے حدیثُ القرآن میں صفحہ ۸۸ تا ۴۰ اگذر چکی ہے اور وہاں بھی سُورۂ سجدہ کا بہ تمام وکمال مضمُون وار ترجمہ کر کے (دیکھو صفحہ ۹۸ تا ۱۰۴) لقائے رب کے مقصد کو واضح کر دیا تھا، لیکن مزید تشریح و توکید کے لئے اس جگہ پھر سُورۂ سجدہ (۳۲) کو بہ تمام وکمال نقل کر کے اس کا مدلّل اور مربُوط ترجمہ آیت وار کیا جاتا ہے تاکہ قرآنِ حکیم کے لائحہ عمل کے متعلق ادنیٰ شک باقی نہ رہے۔ اس سُورۃ میں بھی بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ اور لِقَآءِ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا اور وَلَا تَكُنۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ کے الفاظ بلکہ "فتح" اور "یوم الفتح" کے الفاظ موجُود ہیں۔ **سُورۂ سجدہ کا مربُوط اور ناقابلِ رَدّ ترجمہ:**

(۲۲۱) الٓمّٓ ۝ ۳۲

(۲۲۱) الٓمّٓ

(۲۲۲) تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ۳۲

(۲۲۲) (یہ قرآن) جہانوں کے پروردگار (اور تمام دُنیا کے سب عالموں کی ہر شئے کو نشو و نما دینے والے) کی طرف سے اُس الکتٰب (یعنی صحیفۂ فطرت کے علم) کی (انسان پر) اُتاری ہُوئی صُورت ہے جس میں کوئی شک و شُبہ نہیں (اور جو ایک مستقل حقیقت ہے)

(۲۲۳) اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ۚ[1] بَلۡ هُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ۝ ۳۲

(۲۲۳) اے پیغمبرؐ! کیا یہ لوگ (تجھے اس کے مشکل ترین[1] دستور العمل کو دیکھ کر) یہ کہتے ہیں کہ اُس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ اُن کو کہہ دو کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے تاکہ تو اُس قوم کو ڈرائے جس کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شائد کہ وُہ راہِ راست پر چلیں۔

(۲۲۴) اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا شَفِيۡعٍ ؕ

(۲۲۴) (تو اس راہِ راست کو سمجھنے کے لئے اس امر کی طرف خیال کرو کہ) خُدا وُہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ (بڑے بڑے لمبے) دِنوں میں (جن کی مدّت

(۱) "گھڑے ہُوئے ہونے" کا الزام اسی صُورت میں لگایا جاتا ہے کہ دستور العمل مُشکل نظر آئے ورنہ اس الزام دینے کی ضرورت کیا ہے۔

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ ۳۲

لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے)، پیدا کیا، پھر تخت (حکومت) پر جم کر بیٹھ گیا (تو جب حکومت اُس کی ہے سوچو کہ) اُس کے سوا تُمہارا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں (ہو سکتا) پھر کیا اِس سے نصیحت نہیں پکڑتے۔

(۲۲۵) يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ۝ ۳۲

(۲۲۵) وُہ (حاکمِ اعلیٰ) آسمانوں سے لے کر زمین تک ایک قانون کی تدبیر کرتا ہے پھر وُہ (قانون) اُس خُدا کی طرف ایک ایسے یوم (یعنی مدت) میں (آہستہ آہستہ) ارتقا کرتا ہے (یعنی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے) جس کی مقدار تُمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔

(۲۲۶) ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ ۳۲

(۲۲۶) یہ ہے وُہ آئندہ احوال کو جاننے والا اور موجُودہ حالات کو پرکھنے والا خُدا جو (قوموں کو) بڑا ہی عزت دینے والا اور (اُنکی خوشحالی کے بارے میں اُن پر) بڑی رحمتیں برسانے والا ہے۔

(۲۲۷) الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ۳۲

(۲۲۷) یہ وُہی خُدا ہے جس نے ہر شئے کی خِلقت کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے اور جس نے اِنسان کی خِلقت کو مٹی سے شروع کیا۔

(۲۲۸) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ ۳۲

(۲۲۸) پھر اُس کی نسل کو گندے پانی کے ایک نچوڑ سے (قائم) کیا

(۲۲۹) ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۝ ۳۲

(۲۲۹) پھر اُس (کے اعضاء) کو دُرست کیا اور اُس میں اپنی (ربانی صِفات والی) رُوح کا ایک حِصّہ پھونک دیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن ارزانی کر دیا (لیکن افسوس ہے کہ) تم بہت ہی کم (اِن اشیا کی) قدر کرتے ہو (گویا غور سے فِطرت کا مُطالعہ کرو)

(۲۳۰) وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝ ۳۲

(۲۳۰) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم جب اِس زمین میں (اِس طرح پر) گُمراہ ہو گئے (جس طرح کہ یہ پیغمبر ہم کو گُمراہ کرنا چاہتا ہے اور صحیفۂ فِطرت کی ہدایتوں پر عمل کر کے ترقی کے انتہائی مقامات پر چڑھتے گئے) تو کیا فی الواقع ہم (اِس سے بھی بہتر) نئی پیدائش ہو جائیں گے۔ (تاکہ خُدا سے رُوبرُو مُلاقات کرنے کے قابل ہو سکیں)، (اُنہوں نے کیا کِسی بہتر یا نئی پیدائش میں بدلنا ہے) بلکہ وُہ تو (سِرے سے) اپنے پروردگار کی مُلاقات کے مُنکر ہیں۔[1]

(۱) اِس ترجمہ کے سِوا جو مَیں نے کیا ہے اس آیت کا کوئی مربوط ترجمہ نہیں ہو سکتا اور نہ آیۃ (۲۲۹) کی دلیل کا سِلسلہ قائم رہ سکتا ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۰)

(۲۳۱) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ع ۳۲

(۲۳۱) اِنہیں کہہ دو کہ تُم کو تو وُہی موت کا فرشتہ ختم کر دے گا، جو تمہارے سپرد کیا گیا پھر تُم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ (تاکہ اپنے کئے کی سزائیں پاؤ)۔

(۲۳۲) وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا[1] فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا[2] اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ ۳۲

(۲۳۲) اور کاش کہ تو اُس وقت اُن مجرموں کو دیکھے کہ وُہ سر لٹکائے ہُوئے اپنے رب کے پاس (پکار رہے ہوں گے کہ) اَے ہمارے پروردگار ہم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا اور (اصلیت کو) سمجھ لیا تو اَب ہمیں (زمین کی طرف) واپس کر دے تاکہ ہم (وُہی) مناسب ترین اعمال کریں (جن کا تُو نے حکم دیا تھا)، اَب ہم کو درحقیقت یقین ہو چکا ہے۔

(۲۳۳) وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا[2] وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[3] ○ ۳۲

(۲۳۳) اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اُس کی راہِ ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ قول پُورا ہو کر رہے گا کہ مَیں جن و انس سب سے جہنّم کو بھر کر رہُوں گا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اِنسان اپنی خُود سری، خُود آرائی اور کبر کے باعث حقیقتِ حال اور اِس کائناتِ جہاں کی پیدائش کے آخری منشاء کو سمجھنے والا ہی نہیں،

(۲۳۴) فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ۳۲

(۲۳۴) پھر (ہم اُن لوگوں کو کہیں گے کہ اِس عذابِ جہنّم کو) چکھو اُس (گناہ) کی پاداش میں کہ تم آج اِس دن کی مُلاقات کو بھُول گئے تھے بیشک ہم نے تُم کو بھُلا دیا اور یہ ہمیشگی کا عذاب چکھو اُس کی پاداش میں جو تم کرتے تھے۔

(۲۳۵) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ ۳۲

(۲۳۵) (یاد رکھو) صرف وُہی لوگ ہماری صحیفہ فطرت کی آیات کی ہدایات کو (نفع مند) یقین کرتے ہیں جو جس وقت یہ آیات (اُن کے سامنے حقیقت کے طور پر آکر اُن کو بیدار کر دیتی ہیں (یعنی) متنبہ کر دیتی ہیں تو وُہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کے (کمالِ قُدرت کو دیکھ کر) ترانۂ حمد گاتے ہیں اور وُہ (صحیفہ فطرت کو محض لاشئے یا ناقابلِ توجہ سمجھ کر) اکڑ نہیں کرتے۔

(۲۳۶) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ[4]

(۲۳۶) (بلکہ) اُن کے پہلو (اِس اضطراب میں کہ وُہ اِس صحیفہ فطرت

(۱) دیکھو آیۃ (۲۲۹) میں سَمْع اور بَصَر کے الفاظ اور ان کی ناقدردانی (۲) مقابلہ کرو اِس نَعْمَلْ صَالِحًا کا (۱۹۸) صفحہ ۱۳۲ کے عَمَلْ صَالِحًا سے اور (۳) کا تحت المتن (۱) (۲) (۳) اِس ھُدٰی کے لفظ کا مقابلہ کرو آیۃ (۱۹۴) صفحہ ۱۳۲ کے ھُدًی سے (۳) دیکھو آیۃ (۳۱) صفحہ ۱۹ جہاں بھی [illegible]

[illegible]

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ٣٢

کی ماہیت کو سمجھ کر ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچیں (بستروں سے آشنا نہیں ہوتے' وُہ اپنے پروردگار کو (سزا کے) خوف (سے) اور (دُنیا میں بہترین چیزوں کے حاصل کرنے کی) طمع سے (مُلاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں اور (پھر) جو کچھ انعامات (نئی ایجادات کی صُورت میں) ہم اُن کو عطا کرتے رہتے ہیں اُن میں سے (بہت سے) وُہ (خلقِ خُدا کی بہبُودی کیلئے) عوام النّاس کو عطا کرتے رہتے ہیں (گویا ایجادات کرنا ہی مطالعۂ صحیفۂ فطرت کا مقصد ہے)

(٢٣٧) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ٣٢

(٢٣٧) تو کوئی متنفس بھی نہیں جانتا کہ ایسے (صاحبِ علم وعمل) لوگوں کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈکیں (اور لازوال انعامات) چھپے پڑے رکھے ہیں جو اُنکے عمل کے بدلے میں بطور جزا دیئے جائیں گے۔

(٢٣٨) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ* ○ ٣٢

(٢٣٨) تو کیا وُہ قوم جو (صحیفۂ فطرت پر) ایمان لے آئی اُس کے برابر ہوسکتی ہے جو (منکر اور) بدکار ہو، ہرگز برابر نہیں ہوسکتی۔

(٢٣٩) اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ*عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ٣٢

(٢٣٩) تو وُہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ کئے اُن کیلئے (بادشاہت زمین کے) جنّات بطور پناہ کے ہوں گے اور یہ اُنکے اعمال کی جزا میں اللہ کی طرف سے اُتاری ہُوئی مہمانی ہوگی۔

(٢٤٠) وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○ ٣٢

(٢٤٠) اور جو مُنکر اور بدکار ہو گئے تو اُن کی جائے پناہ جہنّم ہوگی' وُہ اِس (ذلّت' غلامی' دُکھ اور تنگی کی) زندگی میں جب بھی ارادہ کریں گے کہ اُس سے نجات پائیں تو بار بار اُس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اُنکو کہا جائے گا کہ اِس جہنّم کا مزا چکھو جس کو تم (مخول سمجھ کر) جھٹلاتے تھے۔ (غور کرو کہ غلام قوموں کی حالت آج بعینہٖ یہی ہے)۔

(٢٤١) وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ ٣٢

(٢٤١) اور ضرور ہے کہ ہم اُن قوموں کو چھوٹے چھوٹے وقتی عذاب ہلاکت کے بڑے عذاب کو چھوڑ کر (جو کہ ہماری انتہائی اور ناقابلِ معافی سزا ہے) دیتے رہیں تاکہ شائد وُہ (غفلت اور کاہلی کے گناہوں سے) باز آجائیں

(٢٤٢) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ ٣٢

(٢٤٢) اور کون (قوم) اِس سے زیادہ ظالم ہے کہ اُس کو اُس کے پروردگار کی آیات کے متعلق تنبیہ کر دی گئی ہو اور پھر وُہ اُن

* غور کرو بعینہٖ یہی مقابلہ (١٣٢) (صفحہ ٧٠) پر ہے اور وہاں بھی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے لیکن وہاں فَاسِقٌ کی جگہ فُجّار کا لفظ ہے اور صحیفۂ فطرت کو باطل سمجھنے والے فاجر ہیں۔ (١) اس آیت کے لفظ اٰيٰت اور آیۃ (٢٣٥) کے لفظ اٰيٰت کا مقابلہ سُورۃ جاثیہ کی تمام ان آیات سے کرو جہاں لفظ اٰيٰت

سے رُوگردان ہوجائے ہم تو ضرور (ایسے) مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

(۲۴۳) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

(۲۴۳) اور بالتحقیق ہم نے مُوسیٰؑ کو (یہی قانونِ فطرت) الکِتٰب (کی صُورت میں) دے دیا تھا اور (اُس کی قوم اِسی کے ذریعے سے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ گئی تھی) تو (اے پیغمبرؐ!) تم بھی خُدا سے مُلاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑنا اور ہم نے اِس الکِتٰب کو بنی اسرائیل کیلئے ایک (مجسمہ) ہدایت بنا دیا تھا۔

(۲۴۴) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝

(۲۴۴) اور (وُہ اِس ہدایت کے طفیل تمدّن اور عمران کی اُن انتہائی منزلوں تک پہنچ گئے کہ) ہم نے اُنہی میں سے (بڑے بڑے جیّد) رہنما اور امام پیدا کیے جو ہمارے قانُون کو پیشِ نظر رکھ کر اُس وقت تک رہنمائی کرتے رہے جب تک وُہ (سعی و عمل میں) مستقل مزاج رہے اور وُہ ہماری صحیفۂ فطرت سے ملی ہُوئی اور وحی کی) آیات پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

(۲۴۵) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

(۲۴۵) پھر اُن میں الکِتٰب کے علم کے متعلق نیز وحی کی الکِتٰب کی آیتوں کے متعلق) اختلاف پیدا ہو گیا اور اُن میں زوال شرُوع ہو گیا تو) بے شک تیرا پروردگار یومِ حساب کو اُن کے درمیان اُن کے آپس کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا (کہ زوال کا مجرم کون تھا)

(۲۴۶) اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝

(۲۴۶) کیا ان لوگوں کو یہ سُوجھ نہیں آئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (انہی جرموں کے باعث) ہلاک کر دیا تھا جن کے گھروں میں وُہ اَب چل پھر رہے ہیں، اِس میں بے شک (ان کے لئے) ایک اشارہ ہے، تو کیا وُہ اِس کو نہیں سُنیں گے۔

(۲۴۷) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝

(۲۴۷) اور کیا انہوں نے اِس حقیقت کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم (اپنی رحمت کے) پانی کو (ہمیشہ اُسی زمین کی طرف لیجاتے ہیں جو ہموار اور نیچی ہو (اور جس میں اُونچ نیچ کی کجی نہ ہو) (اسی طرح جو قوم ہموار اور اطاعت گذار ہو اُس پر ہماری رحمت کے

پانی برسا کرتے ہیں) پھر اُس پانی سے ہم کھیتیاں اور سرسبز درخت اُگاتے ہیں جن سے اُن کے مویشی اور وُہ خود بہرہ مند ہوتے ہیں (اور اسی طرح ایسی قوموں کو ہم نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں)، تو کیا یہ لوگ اِس حقیقت کو بصیرت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔

(۲۴۸) وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(۲۴۸) اور یہ لوگ تم سے پُوچھتے ہیں کہ یہ دِن کب ہوگا جب (کائنات کی پیدائش کا آخری راز اور خُدا سے دُوبدُو مُلاقات کا عظیم الشّان واقعہ یعنی) فتح نمودار ہوگی اگر تم جو کہہ رہے ہو فی الحقیقت سچ ہے۔

(۲۴۹) قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

(۲۴۹) اُن کو کہہ دو کہ اُس فتح کے دِن مُنکروں کو اُن کا ایمان کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن کو کوئی مُہلت دی جائے گی۔

(۲۵۰) فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝

(۲۵۰) پس اُن سے علیحدہ ہو جاؤ اور انتظار کرو (کیونکہ) وُہ بھی (اپنی سزا ہی کا) انتظار کر رہے ہیں!۔

کیا سُورۂ جاثیہ اور سُورۂ سجدہ کے اِن مربُوط ترجموں کے بعد جن میں کئی نقاطِ نظر سے یکسانی مضمُون ہے اور جن میں بنی اِسرائیل کی ہلاکت کے اسباب بیان کئے گئے ہیں بلکہ لِقائے رب پر دونوں جگہ زور دیا گیا ہے، کسی متنفّس پر گمان ہوسکتا ہے کہ "اللّٰہ کی مُلاقات" یا بالفاظِ دیگر "خُدا کی طرف لوٹ جانے اور اپنے اعمال کا حساب دینے" یا صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش میں دِن رات بے قرار ہو کر خُدا کو پہچاننے کی سعی کرنے اور پھر دُنیاوی ترقی اور حصُول طاقت کے ساتھ ساتھ خُدا کے حضُور میں جا کر انعام حاصل کرنے اور آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والے باغات کی بادشاہت پر قادر ہونے" کے سوا کوئی اور منتہا اِسلام کا اِس دُنیا اور آخرت میں ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لِقائے رب" کی منزل تو اِس قدر دُور ہے کہ اُس کا گمان بھی اِنسان کو اِس وقت بھی نہیں ہوسکتا جب کہ دُنیا بنی اِسرائیل کے زمانے سے کروڑوں قدم آگے چل چُکی ہے، تو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں کیا ہوسکتا تھا اِس کا جواب یہ ہے کہ لِقائے رب" کی منزل[۱]

۹۔ زِندہ قوم کا اِبتدائی اور اجتماعی دستُورالعمل

اِن اُمور کے طے ہونے کے بعد کہ قوم کا علمی اور ذہنی دستُورالعمل ازرُوئے قرآن کیا ہے، دُوسرا سوال جو ذہن میں آتا ہے کہ اُس کا روزمرہ دستُورالعمل کیا ہے اور آخری شرائط ایمان اور اِسلام کی کیا ہیں۔ یہ تمام بحث تذکرہ

[۱] کے مرحلے بھی اِسی طرح کئی ہیں جس طرح کہ ترقی اور تمدّن کے ہزاروں مرحلے ہیں اور ہر قوم کو اُس کی ترقی کے مطابق لِقائے رب حاصل ہوسکتا ہے۔ خوش قسمت وُہ قوم ہوگی جو اُس کا آخری مرحلہ طے کرے!

کی پہلی چھ جلدوں کی بحث ہے لیکن یہاں چند سطروں میں صرف وُہ اعمال لکھے جاتے ہیں جن کے بغیر کسی مُسلمان کا مُسلمان رہنا ناممکن ہے اور وُہ فوراً خُدا کے نزدیک کافروں کی قطار میں ہے اور اُس پر خُدا کی اِنتہائی سزا واجب ہے۔

اوّل ۔ سب گُناہوں کی بخشش ہے لیکن "شِرک" کی بخشش نہیں۔

(۲۵۱) ۱۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○

(۲۵۱) ۱۔ بے شک اللہ اس کو معاف ہرگز نہیں کرسکتا، (لفظی طور پر پردہ پوشی نہیں کرسکتا) کہ اُس کے (حُکم کے) ساتھ کسی (اور حاکموں) کو شریک (کرکے کئی خُداؤں کا مُلازم) بنالیا جائے اور اُس کے سِوا جو (گُناہ) ہوں جس کو مناسب سمجھے معاف کردیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شِرک کرے گا تو اُس نے بڑا بھاری گُناہ (اپنے پلّے) باندھا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ○

(۲) بے شک اللہ اُس کو معاف ہرگز نہیں کرسکتا کہ اُس کے (حُکم کے) ساتھ کسی اور (حاکموں یعنی نفس یا کوئی اور بُت) کو شریک کیا جائے اور اِس کے سِوا جو (گُناہ) ہوں جس کو مناسب سمجھے معاف کردیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک (پیدا) کیا تو وُہ بہت دُور تک گُمراہ ہوگیا۔

دوئم ۔ خواہشات نفسانی کی پرستش بھی شِرک ہے اور اس کی بخشش نہیں۔

(۲۵۲) ۱۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ *

(۲۵۲) ۱۔ تو کیا تُونے اُس شخص پر غور کیا جس نے اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنے خُدا کے طور پر پکڑلیا (یعنی اُس پر لٹّو ہوگیا جیسا کہ خُدا پر لٹّو ہوجانا چاہئے تھا) اور خُدا نے باوجود علم ہونے کے اُس کو گُمراہ کردیا۔ گویا کہ اُس کے کانوں اور ذہن پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو (ایسی حالت میں) اللہ سے گُذر کر کون اُسکو راہِ راست پر لائے گا، کیا تُم اِس سے عبرت نہیں پکڑتے۔

(۲) اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ○ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○ ** ۲۵

(۲) تو کیا تُونے اُس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خُدا بنا لیا، تو کیا ایسے شخص کی تُو حمایت کرے گا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اُن میں سے اکثر کانوں سے سُنتے ہیں یا (انسانوں کی طرح) بات کو سمجھتے ہیں، یہ تو نہیں ہیں مگر مویشیوں کی طرح (کہ اپنے نفسوں کے تابع رہ کر

** اِس آیت میں مقصود صرف مویشیوں کی غُلامی کی زِندگی جتلانا ہے کہ وُہ رسّوں سے بندھے رہتے ہیں اور بے بس ہیں۔

* اِن دونوں آیتوں کے خط کھنچے ہُوئے الفاظ سَمعَ، بَصَرَ، قَلْب اور عِلْم سے ضمناً یہ بھی ثابت ہے کہ شِرک یعنی خواہشاتِ نفسانی کو خُدا

اور عیش و عشرت میں گذار کر رذیلوں اور غلاموں کی) زندگی بسر کرتے ہیں۔ بلکہ راستہ کے نقطۂ نظر سے مویشیوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (لیکن یاد رکھو خدا نے دوسری جگہ تمام چوپاؤں کو پورے فرمانبردار کہا ہے[۴۹])۔

گویا از روئے قرآن جس شخص یا قوم نے آنکھ، کان اور ذہن ہوتے ہوئے اپنی خواہشات کو خدا بنالیا وہ مشرک ہو گئی اور اس کی ہلاکت آخرت کو قطعی ہے۔

سوئم۔ جس نے دین کے اندر فرقہ بندی یا پارٹی بازی کی وہ مشرک ہے اور اسکی بخشش نہیں۔

(۲۵۳) ۱۔ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ ۳۰

(۲۵۳) ۱۔ اور (دیکھو ہرگز) مشرکوں میں سے نہ ہو جانا (اور یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور الگ الگ گروہ بن گئے۔ (اب) ہر گروہ اُس (نصب العین) سے خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔

(۲) إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۝ ۲۱

(۲) خبردار رہو کہ یہ تمہاری اُمت ایک اُمتِ واحدہ ہے اور مَیں تمہارا حاکمِ اعلیٰ ہوں تو میرے ہی ملازم بنے رہو لیکن اُن لوگوں نے (خدا کی ملازمت اختیار نہ کی اور) اپنے معاملے کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سب کے سب (جوابدہی کیلئے) ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

(۳) وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ ۲۳

(۳) اور دیکھو یہ تمہاری اُمت ایک اُمتِ واحدہ ہے اور مَیں تمہارا حاکمِ اعلیٰ ہوں تو مجھی سے ڈرتے رہو لیکن اُن لوگوں نے (خوفِ خدا کچھ نہ کیا اور) اپنے معاملے کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے کٹ گئے۔ اب ہر گروہ اُس (نصب العین) پر جو اُس کے پاس ہے خوش ہے (اور تفرقہ کے مزے لے رہا ہے)

(۴) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ ۴۹

(۴) صرف وہی لوگ مومن (کہے جاسکتے) ہیں جو آپس میں بھائی چارہ (کے طور پر رہیں تو (اے لوگو!) اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت پیدا کرو اور خدا (کے قانون) سے خوفزدہ رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ (گویا دنیا میں صرف بھائی بن کر رہنے والے صاحبِ ایمان ہیں)۔

[۴۹] اس آیت میں مقصود صرف مویشیوں کی غلامی کی زندگی جتلانا ہے کہ وہ رسّوں سے بندھے ہوئے رہتے ہیں اور بے بس ہوتے ہیں۔

اِن آیتوں سے جو قطعی نتائج نکلے حسبِ ذیل ہیں۔ اُمّت میں کسی قسم کی پارٹی بازی شرک ہے اور اُس کی بخشش قطعاً نہیں، انسانی خواہشات بھی بُت ہیں اور اُن کی پرستش بھی شرک ہے اور اُس کی بخشش کبھی نہ ہوگی۔ (۲۵۳)۔ ۴) کے إِنَّمَا سے صاف واضح ہے کہ صرف ایمان والے ہی دُنیا میں بھائی بھائی ہوتے ہیں گویا جہاں بھائی چارہ گیا ایمان ختم ہوگیا۔ اسی طرح کی ایک آیت إِنَّمَا والی اِسی سُورت میں ہے۔

(۲۵۴) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ ۴۹/۲

(۲۵۴) صرف وُہی لوگ مومن (کہے جاسکتے ہیں) جو ایمان لے آئے اللہ پر اور اُس کے رسُول پر (یعنی جنہوں نے اللہ اور رسُول کے احکام پورے طور پر مان لینے کی ٹھان لی) پھر اُس کے بعد اُنہوں نے اپنے ایمان میں شک نہ کیا اور (پوری قوت سے) خُدا کی راہ میں (یعنی اُس کے مقصدِ غلبہ کو حاصل کرنے کے لئے) اپنے مالوں اور جانوں سے (تلوار کا) جہاد کیا یہی وُہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان کی تصدیق عمل سے کرنے والے ہیں۔

چہارم۔ گویا پُورا اور مکمّل ایمان خُدا اور رسُول پر رکھنا، جہاد اپنی جان اور اپنے مال سے کرنا صرف اُنہی لوگوں کا کام ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔ جہاد تلوار سے نہ کیا اور اپنے مال کی قُربانی میدانِ جنگ میں نہ کی تو ایمان ختم ہے۔ قرآنِ حکیم میں مُؤْمِنُونَ کے ساتھ إِنَّمَا کا لفظ صرف چار جگہ آیا ہے جن میں سے دو اُوپر کی آیات ۴۹/۲ اور ۴۹/۲ اور دو ۸/۲ اور ۲۴/۹ میں ہیں جو اطاعتِ امیر اور خوفِ خُدا سے متعلق ہیں۔ گویا ایمان کی مکمل تصویر آپس میں اخوّت اور دُشمن سے جہاد کرنا ہے۔

پنجم۔ جن لوگوں نے اپنی قوم کے مسلّمہ امیر کی اطاعت نہ کی وُہ بھی ایمان سے خارج ہیں۔ یہ آیت سُورۂ نِساء میں اِس طرح پر ہے۔

(۲۵۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ○ ۴/۸

(۲۵۵) اے وُہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو! اللہ کے حکموں کی (جو قرآن میں ہیں) تعمیل کرو اور رسُول کے حکموں کی (جو وُہ تمہیں زبانی دے) فرمانبرداری کرو اور اُن حکموں کی جو تم میں سے بنائے ہُوئے صاحبِ اختیار بندے تمہیں دیں۔ پھر اگر (تم میں اور تمہارے قائدوں میں) کسی بات پر اختلاف ہوجائے تو اُس معاملے کو (اُن سے بڑے حاکم یعنی) خُدا اور رسُول کی طرف لوٹا دو (تاکہ رسُول خود فیصلہ کرے کہ کون درست ہے اور اگر

رسُول نہ ہو تو اُس کی جگہ خلیفۃ المسلمین) اگر تم (صحیح معنوں میں)
اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ (گویا مومن ہونے کی
شرط اطاعت امیر ہے) یہی تمہارے لئے بہتر ہے (ورنہ اگر نافرمانی
کرو گے تو تمام قوم شکست کھا جائے گی) اور اِس نقطہ نظر سے بھی
کہ اُس کی بُنیاد کیا ہے بہترین (راستہ) ہے۔

دین اسلام کے متعلق یہ پانچ سیدھی سادی باتیں اور اِن کی تائید میں قرآنی آیتیں جو میں نے پیش کی ہیں (اور جن کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی) ایسی ہیں کہ ان پر غور کرنے سے ہر زندہ قوم کا ابتدائی اور اجتماعی دستور العمل تیار ہو سکتا ہے۔ شق اول (صفحہ ۱۴۴) کی آیات (۲۵۱) ۱، ۲ سے اگر آج کل کے مولویوں کے یہ معنی بھی لے لئے جائیں کہ "شرک" سے مُراد بُتوں کو پُوجنا "یعنی" مٹی یا پتھر کے بُتوں کے آگے جھکنا" ہے اور وُہ ہم مسلمانوں کو اِس گناہ سے آزاد بھی کرنا چاہیں تو شق دوئم (صفحہ ۱۴۴) کی آیات (۲۵۲) اور ۲ کی سزاؤں سے کس طرح چھٹکارہ ہو سکتا ہے جن میں خواہشاتِ نفسانی کے حکموں کو خدا کے حکموں پر ترجیح دینے سے وُہ گمراہی لازم آتی ہے جس میں آنکھ، کان اور ذہن بیکار ہو گئے ہوں، جس کے متعلق صاف کہا ہے کہ وُہ چوپاؤں اور مویشیوں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ الغرض پہلی دو شقیں اِس معاملے کو صاف کر دیتی ہیں کہ قرآن عظیم کا شرک قطعی طور پر یہ ہے کہ خدا کے احکام کو چھوڑ کر کسی دُوسرے خُدا کے احکام کی تعمیل کی جائے خواہ وُہ خُدا پتھر کا بُت ہو یا انسان کے اندر کا نفس۔ مثلاً اُدھر حکم خُدا ہو کہ "فلاں حالات میں دُشمن سے تلوار کی لڑائی کرو" اور بیوی یا بچے یا تن آسانی یا دولت کی کثرت اندر سے حُکم دیں کہ "چُپ بیٹھے رہو اور ابھی انتظار کرو" یا حکم خُدا ہو کہ ملت میں کوئی فرقہ نہ پیدا ہو اور مسلمان اپنے نفس کو مزا دینے کے لئے سُنی اور شیعہ، حنفی اور شافعی، وہابی اور اہل حدیث یا اہل قرآن بن جائیں اور آپس میں خوب گتھم گتھا ہوں۔ اِس بناء پر ہر زندہ قوم کا سچا دستور العمل یہ ہے کہ اُس قوم کا عملی طور پر خُدا ایک ہو اور اُس کے افراد کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے مجموعی طور پر قوم کمزور ہوتی ہو۔ اِس اصُول کا نام مَیں نے <u>تَوحِید فِی العَمَل[1] رکھا ہے۔ توحید کے قرآنی معنی یہ نہیں کہ خُدا کو مُنہ سے ایک کہا جائے بلکہ عملاً قوم کے افراد صرف اُسی خُدا کا حُکم مانتے ہوں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔</u>

شق سوئم میں فرقہ بندی کو اِس لئے شرک کہا گیا ہے کہ یہ بھی نفس کے "خُدا" کو ماننے سے پیدا ہوتی ہے اور آیۃ (۲۵۳) ۱۔ (صفحہ ۱۴۵) شرک کے معنی اور صاف کر دیتی ہے اور جس کی بخشش نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ قوم بدیر یا بزود کمزور ہو کر ہلاک ہو جائے گی۔ اگلی آیتیں (۲۵۳)۔ ۲، ۳، ۴ (صفحہ ۱۴۵) اِس وَحدَۃ الاُمّۃ[2] کے اصُول کو اور صاف کر دیتی ہیں اور آیۃ (۲۵۳)۔ ۴ (صفحہ ۱۴۵) سے تو صاف ظاہر ہے کہ جس قوم میں بھائی چارہ ہی نہیں وُہ مومن ہی نہیں۔ شق چہارم کی آیت (۲۵۴) (صفحہ ۱۴۴) سے صاف ظاہر ہے کہ مومن قوم صرف وُہ ہے

جس نے جِہَادُ بِالسَّیْفِ وَ بِالنَّفْسِ[۳] (یعنی تلوار اور جان سے جہاد) اور جِہَادُ بِالْمَالِ[۴] (یعنی اپنی دولت کو قوم کی بہتری کے لئے خرچ کرنے کا عمل) کیئے۔ شِقِ پنجم سے ثابت ہے کہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ اطاعت أُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[۵] (یعنی اپنی قوم کے امیر کی بلا چُون وچرا اطاعت) کی جائے۔

اِسی طرح قرآنِ حکیم میں اِسی سختی اور قطعیت کے ساتھ ھِجْرَۃ[۶] کا حُکم وقت پر ہے (یعنی خطرے کے وقت تمام قوم وطن کو چھوڑ کر دُوسری جگہ چلی جائے اور وہاں سے پھر اپنے وطن پر بزورِ شمشیر قبضہ کرے ورنہ وُہ مومن قوم نہیں اور جلد از جلد ہلاک ہو جائے گی)۔ پھر حُکم ہے کہ جس قوم نے وقت پر کمال استقلال اور جان توڑ سعی و عمل یعنی الاسْتقامۃ فی السّعْیِ[۷] نہیں دِکھلائی وُہ ہلاک ہو جائے گی جس کے اندر مکارِمِ اخلاق[۸] نہ رہے جلد نابُود ہو جائے گی۔ جس نے صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کر کے عِلْم[۹] حاصل نہیں کیا وہ قوم جہنمی ہے اور نیست و نابُود کر دی جائے گی، جس کو اِیْمَانِ بِالاٰخِرَۃ[۱۰] یعنی آخرت پر ایمان (یا دُوسرے لفظوں میں اس امر پر ایمان کہ اگر ہم خدا کے قانون کے تابع رہے تو یقینی امر یہ ہے کہ ہم بِالآخر اس دُنیا میں کامیاب ہوں گے) نہیں رہا وُہ قوم بِالآخر فنا ہو جائے گی۔

الغرض زندہ قوم کا ابتدائی اور اجتماعی دستُورُ العمل یہ دسؔ اصول ہیں جو قرآنِ حکیم میں قطعی طور پر اور واضح الفاظ میں ہیں۔ ہر شخص جس میں معمُولی ہوش بھی ہو دیکھ سکتا ہے کہ اِنہی دسؔ اصولوں پر عمل کرنے سے دُنیا کی ہر قوم دائمی عروج اور زمین کی دائمی وراثت حاصل کر رہی ہے اور یہی قرآن کا بتایا ہُوا دینِ اسلام ہے، یہی دینِ فطرت ہے، یہی وُہ دستُورُ العمل تھا جس پر مُسلمان قرُونِ اُولیٰ میں عامل رہے۔ اِن اُصُولوں میں پہلے ۵ پانچ اُصُولوں کے متعلق قرآنی شہادت قطعی طور پر یہاں دے دی ہے۔ باقی کے متعلق دیکھو تذکِرۃ جلد اوّل افتاحیہ عربی (صفحہ ۱۲۹ تا ۵۶)

۱۔۔۔ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی مِصداق کون اقوام ازرُوئے قرآن ہیں؟

اِس تمام تصریح کے بعد جو قرآنِ حکیم کے مفہُوم کے متعلق ہُوئی، ایک ضرُوری تصریح اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی قرآنی اصطلاح ہے جس کے متعلق مُسلمانوں میں بہت سی خُوش فہمیاں موجُود ہیں اور چُونکہ اس اصطلاح کی قرآنی اور یقینی تشریح ذہنوں میں موجُود نہیں رہی، مُسلمان کے سامنے ایمان اور عملِ صالح کے متعلق ایک علی الحساب سا "مُلّائی" تخیّل موجُود ہے جس کی افادت مِلّت کے حق میں باقی نہیں رہی۔ قرآنِ حکیم میں کم و بیش پینتیس ۳۵ جگہوں پر اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ اجتماعی معنوں میں اور آٹھ جگہوں پر انفرادی نقطۂ نظر سے آئے ہیں، اِن موقعوں میں

سے کئی ایسے ہیں جہاں اِس اصطلاح کی خاص وضاحت اِسی آیت میں ہے۔ کئی ایسے ہیں جہاں وضاحت تمام رکوع کے مطالعے سے ہوتی ہے اور بعض وُہ مواقع ہیں جہاں تمام سُورۃ کو غور سے پڑھنے کے بعد عملِ صالح کا قرآنی مفہوم کچھ کچھ واضح ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم کے اِس اہم معاملہ کو (بلکہ دراصل انسانی مخلوق کے اِس بُنیادی مسئلے کو) نہایت مختصر الفاظ میں یہاں پر بیان کر دیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے تذکرۃ کی چھٹی جلد ہم بہ عنوان قائم کیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے ہو نہیں سکتا تھا۔ یہاں پر چونکہ از رُوئے قرآن فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ صحیفۂ فطرت کے سوا اِس کائنات میں کوئی دُوسری حقیقت نہیں، اِس لئے اِن تمام آیات کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر کے یکجا کر دیا جاتا ہے

(۲۵۶) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۖ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝

(۲۵۶) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اِن دونوں کے درمیان ہے باطل اور جھوٹ پیدا نہیں کیا۔ یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں پس حیف ہے اُن لوگوں پر جو آخرت، کے جہنّم سے (جو ایسے لوگوں کی سزا ہوگی) مُنکر ہو گئے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ایمان اور عملِ صالح والی قوموں کو (اِس دُنیا کو یہ حقیقت سمجھ کر) زمین کو برباد کر دینے والوں کے برابر کر دیں یا خدا سے ڈرنے والی قوموں کو فاجر قوموں کے برابر سمجھ لیں۔

اِن آیات سے قطعی طور پر واضح ہے کہ آسمان اور زمین کے اِس کارخانہ کو باطل سمجھنے والے کافر، جہنّمی، زمین میں فساد مچانے والے اور فاجر ہیں اور اِس کو حقیقت سمجھ کر اِس زمین میں امن پیدا کرنے والے ایماندار، عملِ صالح کرنے والے اور متّقی (یعنی خدا سے ڈرنے والے) ہیں اور یہ الفاظ اجتماعی حیثیت میں استعمال ہُوئے ہیں سُورۃ عصر میں ہے:۔

(۲۵۷) وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(۲۵۷) یہ تمام زمانہ (جو تمہارے سامنے گذرا ہے یا گذر رہا ہے) اِس امر کا گواہ ہے کہ درحقیقت انسان ضرور گھاٹے ہی رہا مگر وُہ قومیں جو ایمان لے آئیں اور جنہوں نے عملِ صالح کئے اور اِس کارخانۂ دُنیا کی واحد حقیقت کو پکڑ کر ایک دُوسرے کی مدد کی اور انتہائی استقلال سے اِس پر جمے رہے

یہاں گھاٹے کے لفظ سے ظاہر ہے کہ تمام انسانی بہبُودی اور مرفّہ الحالی کا دار و مدار اِس پر ہے کہ حقیقت کو پکڑ کر اجتماعی عمل اِس پر ہو اور پھر پُورا استقلال دکھایا جائے۔ مقامِ فطرت کے عنوان کے تحت قطعی طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ صحیفۂ فطرت کے سوا از رُوئے قرآن کوئی دُوسری حقیقت نہیں اور صبر یعنی استقلال سے، ظاہر ہے کہ صحیفۂ فطرت کی مستقل حقیقت کو پکڑ کر اور پھر جم کر اِس سے فائدہ اُٹھانا ہی ایمان اور عملِ صالح ہے:۔

(۲۵۸) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

(۲۵۸) بیشک ہم نے اِنسان کو بہترین اعضا کے ساز و سامان

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ۹۵

کے ساتھ پیدا کیا پھر اُن کو اُن اعضا کے غلط ترین استعمال کی وجہ سے ذِلّت اور ادبار کے آخری گڑھے میں دھکیل دیا مگر وہ قومیں جو ایماندار ہیں اور عملِ صالح کی مرتکب ہیں اُن کو بے کم وکاست اپنے عمل کی اُجرت (اس کارخانۂ فطرت سے) ملے گی۔ تو تم مجھے بتاؤ کہ (ایسے کھرے سودے کے بعد) کوئی اس دین کو کیا جھٹلائے گا۔ کیا خدا سب حاکموں کا حاکم نہیں کہ وہ پُورا اجر دے سکے)۔

یہی مربُوط ترجمہ اس عظیم الشّان سُورۃ کو انسان کا دائمی اور حوصلہ افزا دستور العمل بنا سکتا ہے۔ انسان کے اعضا کی بہترین تقویم کا کوئی فائدہ انسان کو پہنچنا چاہئے ورنہ وہ تقویم بے معنی اور بے نتیجہ ہے اور وُہی دین انسان کے لئے قابلِ قبول ہو سکتا ہے جس میں دُنیاوی فائدہ ہو اور عمل کی اُجرت نقد انقد اور پُوری ملے۔ یہاں منطقی طور پر کہہ دیا کہ اگر "احسن تقویم" سے فائدہ اُٹھاؤ گے تو اجر بے کم وکاست ملے گا ورنہ نہیں۔ سُورۃ محمّد میں ہے۔

(۲۵۹) ا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ ۴۷

(۲۵۹) ا۔ اور جو ایمان لے آئے اور عملِ صالح کرتے رہے اور (بالخصوص) اُس شئے پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اُتاری گئی اور وُہی شئے اُن کے رب کی طرف سے تحقیق ہے تو ایسے لوگوں کی دُنیاوی بدحالی اُن سے یقیناً ہٹ جائے گی اور اُن کی دُنیاوی حالت یقینی طور پر درست ہو جائے گی۔ یہ اس لئے کہ کافر لوگ تو باطل کی پیروی کرتے ہیں اور ایمان والے اپنے پروردگار کی طرف سے جو سچائی آئے اس کی متابعت کرتے ہیں۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ ۴۷

(۲) بے شک خدا ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو اُن سرسبز ملکوں میں داخل کر دیتا ہے جن میں دریا بہہ رہے ہوں اور جو کافر قومیں ہیں وُہ (اس کارخانۂ فطرت سے) اتنا ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور اُسی طرح ہی کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ مویشی اور چارپائے (اُن کی دُنیاوی زندگی حیوانوں کی سی ہے) اور آگے چل کر اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے۔

۴۷ والی آیت میں جنّات کو آخرت کا جنّت قرار دینا ناممکن ہے کیونکہ مقابلہ کافروں کی ذلیل اور حیوانوں جیسی زندگی سے ہو رہا ہے۔ ان تمام آیتوں کو جو اُوپر گذریں بغور دیکھنے سے ایک ہی نتیجہ واضح ہے کہ قرآن حکیم کے پیشِ نظر حق سے ایک ہی شئے مُراد ہے وہ صحیفۂ فطرت اور اس سے دُنیاوی فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۲۵۶) میں کُفر اور ظُلم اُن کو کہا ہے جو فطرت کو باطل قرار دے۔ (۲۵۷) میں کہا کہ جب تک اس دُنیا کو مضبوط نہ پکڑو گے، گھاٹے میں رہو گے۔ (۲۵۸)

۴۷ دیکھو آیۃ (۲۵۶) صفحہ ۱۴۹ اور (۲۵۷) صفحہ ۱۴۹

ہیں کہا کہ تمہارے اعضاء ہی اسی واسطے بہترین بنائے گئے کہ اس فطرت سے مکمل فائدہ اُٹھاؤ اور گھاٹے میں نہ رہو۔ دین وُہی ہے جو دُنیاوی فائدہ دے۔ (۲۵۹) میں صاف طور پر کہا کہ حقیقت کی طرف لگنے سے ہی دُنیاوی حالت درُست ہو سکتی ہے اور یہ صرف محمّد کے دین کی خصوصیت ہے۔ اَصْلَحَ بَالَهُمْ اور کَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ سے سوائے دُنیاوی حالت کے درُست یا بُرے ہونے کے کوئی دُوسرا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ (۲۵۹) ا۔ میں كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (یعنی اُن کی دُنیاوی بدحالی دُور ہو گئی) اور (۲۵۹)۔ ۲۔ میں جَنّٰتٍ تَجْرِیْ (یعنی بادشاہتِ زمین) ہے۔ اِن دونوں دُنیاوی بہتری کی باتوں کو اور جگہ بھی عیاں کیا ہے اگرچہ یہاں خطاب انفرادی ہے اور فرد کو آمادۂ کار کرنے کے لئے ہے:۔

(۲۶۰) وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ۹

(۲۶۰) اور جو شخص (بحیثیت فرد جماعت) خُدا (کے احکام) پر ایمان رکھتا ہے اور (جماعت کے استحکام کو پیشِ نظر رکھ کر) مناسب اعمال کرتا ہے، تو (خُدا) اُس سے اُس کی بدحالیاں دُور کر دے گا اور اُس کو اُن باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے "نہریں" بہہ رہی ہونگی پھر وُہ (تمام قوم کی قوم) اُن باغات میں (جب تک وُہ قانونِ خُدا پر عمل کرتے رہیں گے) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے تو (دیکھ لو یہ (کتنی) بڑی کامیابی ہے۔ (آیت کے پہلے حصّے میں ایک فردِ واحد کا ذکر اور آخری حصّے میں جماعتی پیرائے میں اُسکے عمل کا اجر صاف دلالت کرتے ہیں کہ اُس کی انفرادی حیثیت بھی بطور فردِ جماعت کے ہی ہے اور افراد کا من حیث الجماعت عمل ہی جماعت کو کامیابی تک پہنچاتا ہے)۔

اِس طرح کے انفرادی خطاب سات آٹھ جگہ اور ہیں جو سہولت کے لئے یہاں پر لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ اُن کا آپس میں مقابلہ کرنے سے قرآنِ حکیم کا حیرت انگیز تطابق واضح ہو:۔

(۲۶۱) ا۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ ۹

(۲۶۱) ا۔ اور جو شخص (بحیثیت فرد جماعت) خُدا (کے احکام) پر ایمان رکھتا ہے اور (جماعت کے استحکام کو پیشِ نظر رکھ کر) مناسب عمل کرتا ہے تو (خُدا) اُس کو (زمینی بادشاہت کے) باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے۔ پھر وُہ (تمام قوم کی قوم) اُن باغات میں (جب تک وُہ قانونِ خدا پر عامل رہیں گے)

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اُس فرد کیلئے (جس نے یہ جماعتی عمل کیا) بے شک اللہ نے مال و نعمت تو خوب کر دی۔ (یہاں بھی آخری حصّے میں اجر تمام جماعت کو ہے)۔

(۲) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ ۲۰

(۲) اور جو شخص (بھی بہ حیثیت فرد جماعت) مناسب اعمال میں سے کرتا جائے گا اِس حالت میں کہ وُہ (خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے کا) پُورا قائل ہے تو اُس کو نہ کسی ظلم اور نہ کسی شکست کا خوف ہے

(۳) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝ ۲۱

(۳) اور جو متنفس (بھی بہ حیثیت فرد جماعت) مناسب اعمال میں سے (حسبِ موقع) کرتا جائے گا درآنحالیکہ اُس کو (خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے کا پُورا) یقین ہے تو اُس کی (انفرادی) کوشش کی کوئی بے قدری نہ ہوگی اور ہم خُود اسکے سعی و عمل کو لکھ لیں گے۔

(۴) وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ ۲۲

(۴) اور جو متنفس بھی (خُدا کے احکام کے پُورے طور پر نفع مند ہونے کا) یقین کر کے (اُس کی درگاہ میں مطیع ہو کر) آجائے گا۔ درآنحالیکہ اُس نے (جماعت کے استحکام کو مدِّنظر رکھ کر) مناسب اعمال بیشک کئے ہوں، تو وُہ (تمام قوم کی قوم) ہی ایسے لوگ ہیں جن کو بُلند درجے (اِس دُنیا میں) نصیب ہوں گے۔ (یہاں بھی آیت کے آخری حصّے میں اجر تمام جماعت کو ہے)۔

(۵) وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ ۲۳

(۵) اور بے شک مَیں (کمزوروں پر) پردہ ڈالنے والا ہُوں اُس شخص کے لئے جو (بُرے کاموں سے) رُوگردان ہو گیا اور جس نے (خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان پیدا کر لیا اور مناسب اعمال کئے اور پھر وُہ راہِ راست پر لگ گیا۔

(۶) فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝ ۲۴

(۶) پھر جو شخص (بہ حیثیت فرد جماعت کسی بُرے کام سے) رُوگردان ہو گیا اور اُس نے خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان پیدا کر لیا اور مناسب اعمال (پھر شرُوع) کر دیئے تو عنقریب ایسے لوگوں کی تمام قوم کی قوم کامیاب ہونے والی قوموں میں سے ہوگی۔

(۷) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

(۷) جس شخص نے بھی خواہ وُہ مردوں سے ہو یا عورتوں سے مناسب

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

عمل (استحکام جماعت کی خاطر) کیا اس حالت میں کہ وُہ (خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) پُورا یقین رکھتا ہے تو ہم اُس کو (نہایت) پاکیزہ اور خوشگوار زندگی پر متمکن کر دیں گے اور اُس (تمام کی تمام) قوم کو اُن کے اعمال کے بدلے میں بہترین اجر دیں گے (یہاں بھی پہلے فرد کا ذکر ہے اور بعد میں تمام جماعت کا کیونکہ دینِ اسلام میں فرد کا تخیل بغیر جماعت محال ہے)۔

(۸) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(۸) جو لوگ (محمدؐ کے پیروؤں میں سے) ایمان لے آئے اور جو یہودی اور نصارٰی اور صابئین ہیں، اُن میں سے جو بھی عملی طور پر اللہ پر ایمان لایا اور روزِ آخرت کو اُس نے برحق یقین کیا اور (ساتھ ہی) مناسب عمل کرتا رہا تو خُدا کے پاس اُن کی (پُوری) مزدوری موجود ہے اور اُن کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ (یہاں مُسلمان اور غیر مُسلمان کی خصوصیت بالکل اُڑا دی)۔

(۲۶۰) اور (۲۶۱) ا۔ دونوں کا مضمون تقریباً ایک ہے اور خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا کے الفاظ دونوں جگہ ہیں۔ اِن الفاظ کے لانے سے مقصد صرف بڑی مُدّت تک اِن نعمتوں کے برقرار رہنے کا ہے اُس کے سوا کچھ نہیں۔ اور مؤخر الذکر کے رزق کے لفظ سے بھی دُنیاوی فائدہ ہونے کی تائید ہوتی ہے نہ اُخروی کی، ماسوا (۲۶۱) ۵ یا ۷ کے جس میں کچھ اُخروی رنگ کا گمان ہو سکتا ہے۔ (۲۶۱) کی پہلی سات آیتیں اِنفرادی طور پر صالح العمل مومن کے لئے حوصلہ افزا ہیں جو از رُوئے (۲۵۶) وُہی شخص ہے جو صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت سمجھ کر اُس سے جلبِ منفعت اور اُس کی تسخیر کے لئے لگا ہے اور اُس کی سعی سے اِنسان کو (از رُوئے (۲۵۷) کوئی گھاٹا نہیں اور اُس کی جماعت از رُوئے (۲۵۹) اَصْلَحَ بَالَهُمْ کے درجہ تک پہنچتی ہے لیکن (۲۶۱) ۸ کی آیت اِن سب سے انوکھی ہے جس میں ہر مذہب کی تخصیص کر کے صاف کہہ دیا ہے کہ جس شخص نے بھی عملِ صالح کیا اُس کو پُوری اُجرت ملے گی اور وُہ قوم ساری کی ساری بے خوف و خطر ہوگی۔ اجتماعی طور پر جو آیتیں قریباً اِسی مضمون کی ہیں وُہ حسبِ ذیل ہیں:۔

(۲۶۲) ا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝

(۲۶۲) ا۔ بے شک وُہ لوگ جن کی تمام قوم کی قوم خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئے اور اُنہوں نے (استحکام قوم کو پیشِ نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو اُن کو (بطورِ اجر زمینی بادشاہت کے) باغ دیئے جائیں گے جن کے

نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور (دیکھ لو) یہ (کتنی) بڑی کامیابی ہے

(۲) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ○

(۲) تو جو لوگ (من حیث القوم) ایمان لے آئے اور انہوں نے مناسب اعمال (استحکام قوم کیلئے) کئے تو اُن کا پروردگار اُن کو اپنی رحمت میں داخل کر لے گا اور یہ ایک (بہت ہی) نمایاں کامیابی ہے۔

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○

(۳) بے شک خدا اُن لوگوں کو جو (ایک قوم اور ایک جماعت ہونے کی حیثیت میں احکام خدا کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئے اور جنہوں نے (استحکام جماعت کو پیش نظر رکھ کر) مناسب عمل کئے اُن (نہایت وسیع زرخیز اور سرسبز زمینوں کی بادشاہت کے) باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے (عظیم الشان) دریا بہہ رہے ہونگے بے شک اللہ وہی کر دیتا ہے جس کا ارادہ کر لیتا ہے۔

(۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○

(۴) بے شک وہ لوگ جن کی (تمام قوم کی) قوم احکام خدا کے نفع مند ہونے پر ایمان لے آئی اور انہوں نے (استحکام قوم کو مدِ نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو اُن کا پروردگار اُن کے (اِس) ایمان (یقین کی وجہ) سے (جو اُن کو مسلسل عمل پر مستعد کرتا رہتا ہے) اُنکو نعمتہائے خداوندی کے اُن سرسبز باغوں (کی بادشاہت) کی طرف لے جائے گا جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے۔

(۵) وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ○

(۵) اور وہ لوگ جو (بہ حیثیت قوم خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئے تھے اور جنہوں نے (استحکامِ قوم کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تھے (سرسبز باغوں میں داخل کر دیئے گئے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں۔ وہ (اب اپنے پروردگار کے حکم

---

* نہروں کا ترجمہ ہم نے یہاں اور (۲۶۱) ۔ ایت میں دریا کیا ہے اور یہی درست ترجمہ ہے۔ **نھر** کے معنی عربی میں دریا کے ہیں، مثلاً ماوراء النہر کا علاقہ جو دریائے جیحوں کے اُس طرف ہے۔ انہار کا ترجمہ پنجابی یا اُردو زبان کا لفظ "نہریں" کر دینا (جو ایک چھوٹی سی ندی ہوتی ہے) جنت کے تخیل کو قطعاً بدل دیتا ہے اور بدل دیا گیا ہے۔ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ جنت ایک عیش و عشرت کی جگہ ہے جس میں پانی کی نہریں انفرادی طور پر بہہ رہی ہوں گی تاکہ "نیک" لوگ ان کے کنارے بیٹھ کر حوروں سے صحبت کریں۔ یہ سب تخیل لغو اور لچر ہے۔ جنت سے مراد ہزاروں اور لاکھوں مربع میل کے سرسبز قطعے ہیں جن میں بڑے بڑے دریا بہہ رہے ہوں اور یہی بادشاہت زمین ہے۔ فتدبر!

سے (جب تک قانونِ خدا پر عمل کرتے رہیں گے) اُن میں ہمیشہ رہیں گے
(اور) اُن باغوں میں اُنکی دُعا (یعنی پکار) یہ ہوگی کہ امن سے رہو۔!

یہ آیت اِس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ جنّٰت سے مُراد قرآن میں جنّاتِ زمین ہی ہیں کیونکہ یہاں اُن میں داخل کر دیئے جانے کا ذکر ہے، یہ نہیں کہ وُہ کر دیئے جائیں گے۔ اِسی طرح خٰلِدِیْنَ فِیْهَا کے متعلق قرآن میں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ، ۱۱/۱۰۷ ہے یعنی وُہ اُن میں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، رہیں گے۔ گویا یہ اور ثبوت ہے کہ ذِکر دُنیا ہی کا ہے روزِ قیامت کا نہیں۔ اِسی طرح اور جگہوں میں ہے:۔

(۶) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝ ۱۳/۲۹

(۶) جو قوم باایمان اور عمل صالح والی قوم ہوگئی تو اُن کے لئے سب اچھا ہی اچھا ہے اور اُن کی بازگشت بھی عمدہ ہے۔

(۷) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ۝ ۱۷/۹

(۷) بے شک یہ قرآن اُس راہ کی طرف لے جاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور اُس قوم کو جو (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) یقین رکھتی ہے اور (ساتھ ہی قوم کے استحکام کو پیشِ نظر رکھ کر) مناسب اعمال کرتی ہے اس امر کی بشارت دیتا ہے کہ بیشک اُن کو (اپنے کئے کا) بڑا (ہی) اجر (بادشاہت زمین کی صورت میں) ملے گا۔

(۸) فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ[1] وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ ۴/۱۷۳

(۸) تو باایمان اور عمل صالح والی قوم جو ہوگی اُس کو تو خدا اُنکی اُجرتیں (اور مزدوریاں) پوری کر دے گا اور اُن کو اپنی رحمت کے انعاموں سے زِدوفزد کرتا جائے گا لیکن وُہ لوگ جنہوں نے (اُس کے قانون سے) کنارہ کشی کی اور (اُس کو لاشئے سمجھ کر) اکڑ گئے تو اُن کو دردناک سزا کا عذاب دے گا۔

(۹) فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ[1] كَرِیْمٌ ۝ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝ ۲۲/۵۱

(۹) تو (احکامِ خدا کو نفع مند یقین کرنے والی) وُہ باایمان قوم جنہوں نے (استحکامِ قوم کو مدِنظر رکھ کر) مناسب عمل کئے وُہ لوگ ہوں گے جن کے لئے (اُن کی چھوٹی موٹی ولاماندگیوں) پردہ پوشی ہوگی اور اُن کو باعزت روزی نصیب ہوگی۔ اور جن قوموں نے ہمارے احکام کے بارے میں اِس طرح کی دوڑ دھوپ کی کہ وُہ (بزدلی سے عمل کر کے ناکامی حاصل کرتے ہیں اور اس طرح پر

(۱) ان تینوں آیتوں کے موقعوں پر اَجْرٌ اور اُجُوْرَهُمْ اور فَضْل اور رِزْق یعنی مزدوری اور خوشحالی اور رِزْق کے الفاظ کی خصائص ایسی ہے کہ اجر کی بنیادی اور نقد النقد اجر معلوم دیتا ہے مزدوری قیامت کو ملی تو کیا مزدوری ہوئی! لیکن اِس مطلب کے لئے دیکھو صفحہ ۱۵۷ کا شروع اور ۱۶۰ کا نوٹ۔

اُن حکموں کو بے فائدہ ثابت کر کے ہم کو) ہرانا چاہتے ہیں تو یہی وُہ لوگ ہیں جو دوزخ والے ہیں۔

(۱۰) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

(۱۰) اور جو قوم (احکامِ خُدا کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئی اور اُنہوں نے (استحکامِ قوم کو مدِّنظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو وُہ بادشاہتِ زمین کے باغات میں (بڑے لُطف اُٹھا رہے) ہوں گے۔ اُن کو اپنے پروردگار کے پاس جو چاہیں گے مِلے گا اور یہ بُہت بڑی فضیلت ہے۔

اِن پہلی آٹھ آیتوں میں صِرف دُنیاوی فائدوں کا ذِکر ہے اور اِس کا مزید ثبُوت پانچویں آیت ہے جس میں صاف طور پر اقرار ہے کہ صالح العمل قوم جنّت میں داخل کر دی گئی۔ آخر کی آیت میں سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ خُدا یہ چاہتا ہے کہ صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش کا کام تمام بنی نوعِ انسان کے تعامل اور اتّحاد سے ہو تاکہ دُنیا میں رزقِ کریم کا وعدہ پُورا ہو جو اِس آیت میں ہے۔ اِن پندرہ متفرق آیتوں یعنی (۲۶۰) تا (۲۶۲) ا تا ۱۰ سے جو قریباً ایک ہی مضمون کی ہیں صِرف ایک ہی چیز یعنی دُنیاوی مرفہ الحالی اخذ ہوتی ہے لیکن یہ آیتیں عملِ صالح کی تعریف کرنے میں چنداں مدد نہیں دیتیں۔ حسبِ ذیل اور موقعے اِسی مضمون کے حامل ہیں جن سے دُنیاوی نعمتیں اور بھی واضح ہو جاتی ہیں۔

(۲۶۳) ۱۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۗ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝

(۲۶۳) ۱۔ بے شک خُدا ایماندار اور عمل صالح والی قوم کو (جو استحکامِ قوم کی خاطر احکامِ خُدا نفع مند یقین کر کے اِن پر ایمانداری سے عمل کرتے ہیں) زمین کے انتہائی سرسبز خطّوں میں حکمرانی کے لئے داخل کر دیتا ہے جن کو سیراب کرنے کے لئے (بڑے بڑے پُرشوکت) دریا بہہ رہے ہوں گے وُہ اِن باغوں میں سونے کے کڑے اور بیش بہا موتی پہنے ہُوئے ہوں گے اور اُن کا لباس ریشمی ہو گا اور (یہ وُہ لوگ ہیں جنہوں نے) خُدا کے بہترین قول کی راہ پکڑی اور (خُدا کے بنائے ہُوئے راستے کی طرف رہنمائی کئے گئے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ اُولٰٓئِكَ

(۲) بے شک جو قوم ایماندار ہو گی اور اُنہوں نے مناسب اعمال کئے تو (یاد رکھو کہ) بے شک ہم جس قوم نے حُسنِ عمل کیا اُس کی

لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ع

مزدوری کو روک نہیں رکھتے۔ یہی وہ ہیں جن کو ہمیشگی کے باغات ہوں گے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے، وہاں اُن کو سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے اور سُندس اور استبرق کے سبز کپڑے پہن کر (آرام کرسیوں کے) تخت پوشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اُن کے کیے کا بہترین اجر اور عمدہ آرام گاہ ہے م۔

(۳) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ۝

(۳) اور جو قوم ایماندار ہو گئی اور جس نے ساتھ ہی مناسب اعمال کیے تو اُن کو عنقریب ہم اُن عظیم الشان باغات کی حکومت عطا کریں گے جن کے نیچے عظیم الشان دریا بہہ رہے ہوں گے، وُہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ تک رہیں گے۔ یہ خُدا کا سچّا وعدہ ہے اور اپنے قول میں خُدا سے زیادہ سچّا کون ہے؟ (یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ بادشاہت زمین کے متعلق نہایت دھڑلّے سے کہا ہے کہ یہ اُن قوموں کو دی جائے گی جو ایماندار اور صالح العمل ہیں اور یہ بات دھڑلّے سے ہماری آنکھوں کے سامنے روزانہ ہو رہی ہے۔ ایک قوم آتی

م اِن دونوں آیتوں: (۲۶۳) ۱، ۲ سے ثابت ہے کہ جنّت کا یہ منظر دُنیاوی ہے اور بعینہٖ وُہی ہے جو ہر بادشاہ، قوموں کے حاکم آئے دن کرتے ہیں حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے موقع پر اَلدَّجْلَةُ وَالْفُرَاتُ نَهْرَانِ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ کے لفظ کہے یعنی "دجلہ اور فرات کے دریا جنّت کے دو دریاؤں میں سے ہیں"۔ اور اُن کے مقرّر کردہ حاکموں نے اُس موقع پر شہنشاہِ ایران کے سونے کے کنگن پہن کر کہا کہ خُدائے عظیم کا قرآنی وعدہ پُورا ہوا۔ اِن واقعات سے جو تاریخی ہیں اور جن میں کسی شک و شُبہ کی گنجائش نہیں ثابت ہے کہ بعد میں اسلام کو دین کے مولویوں نے کس قدر تنگ کر دیا اور ریشم اور لباسِ فاخرہ کا پہننا حرام قرار دیا۔ قرآنِ حکیم جہاں خُدا کی بنائی ہُوئی کسی دُنیاوی زینت کو ممنوع قرار نہیں دیتا وہاں یہ بھی تنبیہ کرتا ہے کہ لذّاتِ دُنیوی میں پڑنے والی قوم بالآخر اِن نعمتوں کو کھو بیٹھے گی اِس لیے یہ اشیاء اُسی حد تک جائز ہیں کہ میانہ روی سے چلا جائے۔ رہا یہ سوال کہ پاکستان کے موجودہ حاکموں کو یہ نعمتیں کس حُسنِ عمل کے سلسلے میں ملیں اور یہ نعمتیں کب تک برقرار رہیں گی، تو اِس کا جواب خُدا کا وُہ اٹل قانون ہے جس کی رُو سے خدا بلالحاظ ہر بُرے اور اچھے کو اُس کے عمل کی پاداش میں اُس کا حق دے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ آج کل کے حاکموں کو یہ جنّت انگریز سے وفاداری کے صِلے میں ملا ہو اور ساتھ ہی مقصد مُسلمان قوم کو اُن کے گناہوں کی پاداش میں دردناک سزا دینا ہو۔ فتدبّر! رہا یہ امر کہ اسلام صرف یہ چاہتا ہے کہ مُسلمان حاکم تو "سونے کے کنگن" اور "ریشمی کپڑے" پہنے ہُوئے ہوں اور رعیّت چیتھڑوں میں چنگھیں مار رہی ہو؟

۴۔ تو اِس کا جواب یورپ کی زندہ قوموں کی عام خوشحالی ہے جہاں ہر شخص عام طور پر "ریشم" پہنتا ہے صرف چند اُوپر کے حاکم نہیں۔ فتدبّر!

ہے، دُوسری چلی جاتی ہے جب تک یہ باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے نہ ہوں، ایسی باتوں کو "اللہ کا سچا وعدہ" کہنا دِل کو یقین نہیں دِلاتا۔ اُدھر عنقریب کا لفظ پھر اِس اَمر کو یاد دِلاتا ہے کہ یہ بات دُنیا میں ہی ہو کر رہتی ہے، اِس کا تعلق "آخرت" سے نہیں۔)

(۴) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ○ ۵۷

(۴) اور با ایمان اور صالح العمل قوم کو عنقریب ہم اُن باغات میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے دریا پڑے بہہ رہے ہوں گے وُہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کے (آرام کے) لئے پاکیزہ (صُورت و سیرت) بیویاں ہوں گی اور ہم اُن کو گھنے سایوں میں رکھیں گے۔ (یہ منظر بھی خالصۃً دُنیاوی ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ آخرت میں بھی مردانہ شہوت رانی ہوگی اور وہاں بھی دُنیا کا یہی لچ پنا ہوگا!)

(۵) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ۲۵

(۵) اور با ایمان اور صالح العمل قوم کو خوشخبری دے دو کہ اُن کے لئے وُہ باغات ہوں گے جن کے گرداگرد دریا پڑے بہہ رہے ہوں گے، وُہ جب جب (اپنی محنتوں کا) کوئی پھل (کسی نئے مُلک کی بادشاہت کی صُورت میں) چکھنے کو دیئے جائیں گے تو پکار اُٹھیں گے کہ ہاں یہی پھل تھا جو ہمیں (پچھلے سعی و عمل پر) اس سے پہلے بھی دِیا گیا تھا اور (جب تک وُہ اس سعی و عمل میں مکمل طور پر مشغول رہیں گے) اُن کو اسی طرح کے ایک ہی شکل کے پھل دیئے جائیں گے حتیٰ کہ تمام رُوئے زمین کے سرسبز باغات اُن کی تحویل میں ہوں گے) اور پاک (صُورت و سیرت) بیویاں ان (کو آرام دینے) کے لئے ہوں گی اور وُہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیات ۲۰۰ میں جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کے ساتھ سَنُدْخِلُهُمْ (ہم عنقریب داخل کر دیں گے) کے الفاظ سے مزید ثابت ہے کہ جَنّات کے معنی دُنیاوی بادشاہت ہی ہے اُخروی اَجر کے

لئے قرآن کریم میں اَلْجَنَّۃ کا لفظ مخصوص ہے اور وہاں پر جہاں اَلْجَنَّۃ کا ذِکر ہُوا یا اُس کی تفصیل ہے نہ کسی حُور کا ذِکر ہے نہ قصُور کا بلکہ زَوْجُکُمْ یعنی اپنی بیویوں کا ذِکر ہے۔ بہر نوع یہ ایک علیحدہ بحث ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ اِن چاروں آیات سے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ والی قوم کا دُنیاوی اَجر اور واضح ہے اور حضرت عمرؓ کے عہد میں دجلہ اور فرات کے دُو دریاؤں کو جنّت کی نہروں سے موسوم کرکے سپہ سالارِ ایران فوج کا ایران کے بادشاہ کو مغلوب کرنے کے بعد اُس کے سونے کے کنگن خود پہننے کا واقعہ تاریخ میں مشہور ہے۔ الغرض اِن چار اور (۲۵۹) سے (۲۶۳) تک کے تمام موقعوں سے جو یکجا کر دیئے گئے ہیں، یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ مومن اور صالح العمل قوم کے لیئے اِس دُنیا کے اندر دائمی آسُودہ حالی لازم و ملزُوم ہے اور قرآنِ حکیم میں ایک سرے سے لے کر دُوسرے سرے تک حیرت انگیز تطابق ہے جو ایک ایسے وقت میں جبکہ کاغذ قلم دوات موجُود نہ تھے اور قرآنِ حکیم جستہ جستہ تئیس سال میں نازل ہُوا تھا، بلکہ جن پر وحی نازل ہُوئی وُہ اُمّی تھے۔ قرآنِ حکیم کے منجانب اللہ ہونے اور محمّد عربی صلی اللہ علیہ وسلّم کے دعوئ نبوت کے صحیح ہونے کی قطعی اور مسکت دلیل ہے۔ اِن آیات کے یکجا کرنے کے بعد بھی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مفہُوم کی پُوری تشریح نہیں ہُوئی۔ اِلاّ وُہ کچھ جو (۲۵۶) سے (۲۵۹) تک کی آیتوں سے اخذ ہُوا۔ اِس لحاظ سے معاملہ کو واضح طور پر حل کرنے کے لئے میں سب سے پہلے قرآنِ حکیم کے اِن تین موقعوں کو یکجا کرتا ہُوں جن تین کو پیشِ نظر رکھ کر ایمان اور عمل صالح کے معنی لوگوں نے مولویانہ اور مذہبی رنگ کے لے لیئے ہیں اور باقی بیسیوں آیتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ تین موقعے حسبِ ذیل ہیں:-

(۲۶۴) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ط اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝

(۲۶۴) اور اُن کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اِس کے کہ وُہ خدا کی ملازمت اختیار کریں اور اُس کے حکموں پر اپنے تمام یقین کو خدا کے لئے مخصوص کرکے عمل کریں۔ خاص اُسی طرف جُھک جائیں اور (اپنی جماعت کے استحکام کے لئے) نماز کے نظام کو اور (مالی حالت کو پختہ کرنے کے لئے) زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں اور یہی دینِ قیّم ہے۔ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ قانُونِ خدا پر عمل کرنے سے مُنکر ہو گئے اور مشرک لوگ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی وُہ لوگ ہیں جو بدترین خلائق ہیں (لیکن) وہ قومیں جو ایماندار ہو کر صالح العمل بن گئیں تو وُہ وُہ ہیں جو دُنیا کے بہترین افراد ہیں

مولویوں کے نزدیک "عبادت" یعنی رات دن تسبیح پھیرنے اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کے معنی ہی عملِ صالح ہیں اور بس۔)

(٢٦٥) وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع ۱۴

(٢٦٥) اور ہزار افسوس (یعنی حیف) ہے اُن مشرکوں پر جو (اِس لئے کہ وُہ فاطرِ زمین و آسمان کے قانُون کو چھوڑ کر نفسانی خُداؤں کو پکڑے ہُوئے ہیں اور قوم کی بہتری کے لئے مال کی قربانی کا جو حِصّہ خُدا نے) زکوٰۃ (کی صُورت میں مقرّر کیا ہے) نہیں دیتے اور وُہ (اِس طرح پر قوم کے بُرے انجام بلکہ اپنی) آخرت سے مُنکر ہیں (اور پرواہ نہیں کرتے کہ خدا ان کو بالآخر پکڑ کر رہے گا۔ بے شک جو قوم (خُدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئی اور اُنہوں نے استحکامِ قوم کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کیے تو اُن کو (اُن کے عمل کی) مزدُوری* بلا کم و کاست مِل کر رہے گی۔ (یہاں بھی زکوٰۃ اور آخرت کے الفاظ سے مولوی صاحبان اخذ کر لیتے ہیں کہ صِرف زکوٰۃ دینا ہی "عملِ صالح" ہے۔

(٢٦٦) لَيْسُوْا سَوَآءً ۗ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ۲/۱۲

(٢٦٦) سب لوگ ایک قطع کے نہیں۔ اہل کتاب میں سے (بھی) ایک گروہ ہے جو (خُدا کے قانُون پر) قائم ہے۔ وُہ اللہ کے احکام کو (جو کتابِ خُدا میں ہوں یا صحیفۂ فطرت سے اخذ ہوتے ہوں) رات (کی خاموشیوں) میں (نہایت غور سے) مُطالعہ کرتے ہیں اور (پھر جب اُن کے برحق ہونے پر یقین آجاتا ہے تو تسلیم کرتے ہُوئے) جُھک جاتے ہیں۔ وُہ خُدا کے

---

* اِن آیات اور اِس سے پہلی آیات میں جہاں جہاں لفظ اَجرٌ آیا ہے اِس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم اِنسانوں کے اِس دُنیا میں اُن عملوں کی جو قانُونِ فِطرت کے مطابق ہوتے ہیں "مزدُوری" اُس قوم کی خوشحالی کی صُورت (یعنی جنّاتِ زمین) میں دیتا ہے۔ گویا یہ مزدُوری نقد ہے، اِدھر عمل کیا اور اُدھر اَجر مِل گیا۔ اِس لفظ کے اِستعمال سے بھی یہ مستنبط ہوتا ہے کہ مزدُوری کوئی اُخروی نہیں کہ عمل یہاں کرے اور اُجرت لاکھوں اور کروڑوں برس بعد "آخرت" میں ملے جیسا کہ آجکل زوال شُدہ مُسلمانوں کا خیال ہے یہی نقد اُجرت کا تخیّل تھا جو مُسلمانوں کو صدہا برس تک آمادۂ عمل کرتا رہا۔ فتدبّر! (اِس مطلب کیلئے نیز دیکھو صفحہ ۷۵ کی آیتیں اور نیچے کا حاشیہ)

احکام کے برحق اور نفع مند ہونے) پر ایمان رکھتے ہیں اور
(اُس) آخر کے دِن پر (جب کہ احکامِ خُدا کی تعمیل کالازمی
نتیجہ قوم کی خوشحالی پر منتج ہوگا) اور وُہ (قوم کو آپس میں
اتّفاق و اتّحاد کی خاص الخاص) نیکی کا حُکم دیتے ہیں، اور
(تفریق و اشتات کی خاص الخاص) بُرائی سے منع کرتے
رہتے ہیں اور خُود (اُمّت کی بہتری کے لئے خاص الخاص)
نیکیوں کی طرف لپک لپک کر پہنچتے ہیں اور یہی وُہ لوگ جو
جو صالح العمل لوگوں میں داخل ہیں۔ (یہاں بھی "تلاوت"
اور "نیکیوں" اور "سجدوں" اور "خیرات" اور "یوم آخر" کے
لفظوں سے مولوی صاحبان نماز، روزہ کو ہی "عملِ صالح" مُراد
لے لیتے ہیں)۔

اِن تین موقعوں سے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی اعمالِ صالح میں داخل ہونے کی اہمیّت واضح ہے لیکن یَعْبُدُوااللّٰہ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (یعنی اپنا تمام طرزِ عمل خالِصتاً خُدا کے حُکموں کی تعمیل میں وقف کر دینا) اِس قدر وسیع اور دُور رس فعل ہے کہ اِس سے قرآنِ حکیم کے ہر گوشے میں جو حُکم بھی لکھا ہے اِس کی پُوری پُوری تعمیل ہر صالح العمل مومن پر لازم اور واجب ہو جاتی ہے۔ اِس بناء پر قرآنِ حکیم کے تمام احکام کی تعمیل (نہ صرف صلوٰۃ اور زکوٰۃ) اعمالِ صالحہ میں داخل ہے۔ اپنا تمام طرزِ عمل خالِصتاً خُدا کی عبادت (یعنی اُس کے بندے بننے اور اُس کی مُلازمت میں گذارنے) کے لئے وقف کر دینا (۲۶۶) کی رُو سے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی تشریح ہے۔ یہ امر بجائے خُود اِس قدر دِقت طلب ہے کہ انسان کے لئے اِس کی تعمیل خالہ کا گھر نہیں۔ اِس بنا پر اِنسان کے طرزِ عمل کو مخصُوص بلکہ محدُود کرنے کے لئے تاکہ وُہ کسی کمال تک پُہنچ سکے، قرآنِ حکیم کی اُن آیتوں کو سب سے پہلے یکجا کیا جاتا ہے جن میں صلاح عمل یا حُسنِ عمل کی کوئی نہ کوئی تعریف لکھی ہے۔

یہ آیات حسبِ ذیل ہیں:۔

(۲۶۷) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ ۱۸

(۲۶۷) بے شک ہم نے جو شئے بھی زمین پر ہے اِس زمین کیلئے زیور اور زینت بنا دی ہے (تاکہ اِس کی آرائش میں کام آئے اور بالآخر اِس زمین کو انتہائی طور پر خُوبصُورت اور لائق رہائش بنا دے اور یہ) اِس لئے کہ ہم آزمائش کریں

کہ لوگوں میں سے کونسی قوم حُسنِ عمل کرتی ہے۔ اور (یہ یاد رکھو کہ اِس آرائشِ زمین کے سِلسلے میں جو سعی وعمل اور زہرہ گداز کوششیں ہمارے خلیفۂ ارضی یعنی اِنسان کی طرف سے ہزاروں اور لاکھوں برس تک رُونما ہوں گی وُہ اِس قدر انقلاب انگیز ہوں گی کہ وُہ اِس زمین کے چپّہ چپّہ کو تہ و بالا کردیں گی اور) ہم یقینی طور پر جو کچھ اِس زمین پر اُونچا ہے اُس کو چٹیل میدان کر کے رہیں گے۔ (لِنَبۡلُوَهُمۡ یعنی ہم امتحان لیں گے' کے الفاظ سے اس ترجمہ کی صحت ظاہر ہے۔

گویا زمین کے اُوپر یا اس میں جو شے بھی ہے وُہ زمین کی زینت ہے اِس لئے اِس زمین کو ہر طریقے سے آراستہ پیراستہ کرنا حُسنِ عمل یا دُوسرے لفظوں میں عملِ صالح ہے۔ سُورۂ سَبا میں ہے:۔

(۲۶۸) وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىۡ مَعَهٗ وَالطَّيۡرَ‌ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ ۙ‏ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرۡ فِى السَّرۡدِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ‏ ۝ وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ‌ ۚ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ‌ ؕ وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ‌ ؕ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ‏ ۝ يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ‌ ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا‌ ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ‏ ۝ ۳۴

(۲۶۸) اور بے شک ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے (صحیفۂ فطرت میں ماہر ہونے کی) فضیلت اور برتری عطا کی۔ (اُس کو اِس کائنات کی اشیاء کا اتنا ماہر کردیا کہ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ) اے پہاڑو اور پرندو! داؤدؑ کے ساتھ ساتھ (اُس کے حکم کے مطابق) چلو اور (لوہے کی صنعت کا ماہر تو وُہ اِس قدر تھا اور ایسی باریک زرہیں اسکے کارخانوں میں بنتی تھیں کہ فی الحقیقت) ہم نے اُس کیلئے لوہے کو موم کی طرح) نرم کردیا تھا۔ (پھر ہم نے داؤدؑ کی حوصلہ افزائی کی اور اس کو کہا کہ) کُشادہ کُشادہ (زرہیں) بناتے جاؤ اور (اُن کی کڑیوں کو جوڑنے کا) اندازہ لگا کر (صحیفۂ فطرت کو تلاش کرنے کا یہی) نیک کام کرتے جاؤ۔ میں بے شک جو کچھ تم کررہے ہو نہایت غور سے دیکھ رہا ہوں اور ہم نے ہوا کو سُلیمانؑ کے تابع کردیا۔ وُہ ایک ماہ تک صُبح کو چلا کرتی تھی اور ایک ماہ تک شام کو اور (تانبے کی صنعت کو اُسکے عہد میں اِس قدر فروغ ہُوا کہ) ہم نے اُس کیلئے پگھلے ہُوئے

تانبے کا چشمہ بہادیا اور (اس کے پاس) دیو صورت قوی ہیکل مزدور تھے جو اُس کی نگرانی میں خُدا کے حکم سے کام کرتے تھے اور جو اُن میں سے (کام چوری کر کے) ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو اُس کو بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔ وُہ مزدور سُلیمانؑ کے لئے جو کچھ وُہ چاہتا تھا مثلاً محرابیں اور مُورتیں (مکانات کی سجاوٹ کیلئے) اور لگن حوضوں جتنے بڑے بڑے (بادشاہی جلسوں کے لئے) اور جمی رہنے والی دیگیں (شاہی مہمانی کے لئے) بناتے رہتے تھے (اور سُلیمانؑ کے عہد میں تمدّن اور عمران اِس درجہ تک پہنچا کہ وُہ ضرب المثل ہو گیا تو ہم نے آلِ داؤدؑ کو پکارا کہ) اَے آلِ داؤدؑ! (صحیفۂ فطرت کی نعمتوں کی) قدر دانی کرتے کرتے عمل کرتے جاؤ (جب تک علمِ فطرت میں ترقی کرتے جاؤ گے تمدّن اور خوشحالی میں فلک الافلاک تک چڑھتے جاؤ گے) لیکن بالآخر داؤدؑ کی اولاد اِس سعی و عمل میں ماند پڑ گئی اور ان کو زوال ہوتا گیا تو افسوس ہے کہ بہت ہی تھوڑے بندے ہیں جو (صحیح معنوں میں میرے) قدر دان ہیں۔ (ان آیات میں تمام ذکر دُنیاوی باتوں کا ہے)۔

گویا صحیفۂ فطرت کے پہاڑوں کو، پرندوں کو، لوہے کو، ہوا کو، عَینَ القِطر کو مسخر کرنا، مُختلف صنعتوں اور دستکاریوں کو فروغ دینا عملِ صالح ہے اور شکرِ خُدا ہے، اِسی طرح پیغمبروں کے اِن دُنیاوی اعمال کا ذِکر شدّ و مدّ سے کرتے کرتے قرآنِ حکیم نے اُن کو جابجا صالح کہا ہے:۔

(۲۶۹) ا۔ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

(۲۶۹) ا۔ پھر ہم نے سُلیمانؑ کو (کھیتی باڑی کی تمام صورتِ حال سے جو سُلیمانؑ کی حکومت کو مضبوط کر سکتی تھی) پُورے طور پر آگاہ کر دیا اور اُس کی قوم (تمام کی تمام) کو ہم نے حکومت (کو ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچانے کا سلیقہ) اور (صحیفہ فطرت کے قانون کا) علم دیئے اور داؤدؑ کے ساتھ ہم نے پہاڑ اُسکے فرمانبردار کر دیئے اور پرندے جو (اپنا اپنا فرض ادا کر کے گویا خُدا کے

* صَنْعَةَ لَبُوْسٍ یعنی زرہوں کے بنانے کی صنعت کو عِلم قرار دینا جیسا کہ عَلَّمْنٰهُ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اِس امر کا ثبوت ہے کہ خُدا تمام قسموں

بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ○ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ○ ۸۲

ذُوالجلال کی) تسبیح کیا کرتے تھے اور ہم (ضرور) ایسا کرنے والے تھے (کیونکہ ہمارا فرض تھا کہ دیانتداری سے اِس دُنیا میں کام کرنے والوں کی ہم مدد کرتے) اور ہم نے اُن کو زرہوں کے لباس کا بنانا سکھلا دیا جو تُم کو لڑائی کے ضرر سے بچاتی تھیں، تو کیا تُم لوگ (اِتنے احسانوں کے بعد بھی میرے صحیفۂ فطرت کی) قدر کرنے والے بنو گے (یا نہیں) اور ہوا کو ہم نے سُلیمانؑ کا (اِتنا) فرمانبردار کر دیا (کہ وُہ) اُس کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف چلا کرتی تھی جس کو ہم نے (مادی ترقیوں سے مالا مال کر کے) برکت دی تھی اور ہم ہر شئے کے متعلق (جو سُلیمانؑ کی قوم علمِ فطرت کو استعمال کر کے بنایا کرتی تھی براہِ راست) علم رکھتے تھے (کیونکہ ہماری دلچسپی اِس امر میں پُوری تھی) اور سُلیمانؑ کے تابع ہم نے وُہ گرانڈیل مزدُور بھی کر دیئے جو اُس کے واسطے غوطہ لگاتے تھے اور دُوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم سب اُنکی (پُوری) حفاظت کرتے تھے (تاکہ یہ ترقیاں برقرار رہیں)۔ (۲۹۸) میں بھی شُکر کا لفظ ہے اور یہاں بھی شٰکِرُوْنَ کا لفظ ہے گویا صحیفۂ فطرت کو استعمال کرنا ہی شُکر اور قدردانی ہے۔

(۲) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ۲۷

(۲) اور بے شک ہم نے داوٗد اور سُلیمانؑ کو (صحیح معنوں میں) علم (صحیفہ فطرت) دیا (اور اِس صحیفۂ فطرت کے علم کا نتیجہ بالآخر یہ ہُوا کہ اُن کی سلطنت مادی ترقی کے اوجِ کمال تک پہنچ گئی) تو (بالآخر) یہ دونوں (آیاتِ خُدا کو اِس انتہائی حد تک نفع مند سمجھ کر بہ زبانِ حال) پُکار اُٹھے کہ شُکر ہے اُس پروردگارِ عالم کا جس نے ہم کو (اِسی علم کے باعث) دُنیا کی اکثر ایمان والی اور اطاعت گذار قوموں پر بھی (نمایاں) فضیلت اور برتری دی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ

پھر داوٗدؑ کا جانشین سُلیمانؑ ہُوا (اور اُس نے بھی ان ترقیات کو برقرار رکھا) وُہ پکار اُٹھا کہ اَے لوگو! (اب ہم مادی ترقی کے

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝

عظیم الشّان منازل تک پہنچ چکے ہیں، کہ ہم نے پرندوں کی بولی (تک) سیکھ لی ہے اور تمام دُنیا کی نعمتیں ہیں (خدا کے ہاں سے) ارزانی ہیں (تو دیکھو لوکہ خُدا کی فطرت کی اشیاء کو تسخیر کرنے سے خُدا کیسے کیسے انعاماتِ فاخرہ اِنسان کو مرحمت کرتا ہے اور جان لوکہ) درحقیقت ہماری یہ (قابلِ فخر) حالت بغیر کسی شک و شُبہ کے ایک بیّن اور روشن برتری ہے (جس سے ہر متنفس کو پروردگارِ عالم کے احکام کے نفع مند ہونے کا یقین ہو جاتا ہے)۔ (یہاں ثابت ہو گیا کہ بنی اسرائیل کی دُوسری قوموں پر "فضیلت" اِنہی دُنیاوی ترقیوں کی وجہ سے تھی)۔

(۳) وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(۳) اور ہم نے لُوطؑ کو حکم اور علم دیا (اور جب وُہ اُس حکم اور علم کے ذریعے ایک قوم کو جو طرح طرح کی خلافِ فطرت بدکاریوں میں پھنسی تھی اور زوال کے آخری گڑھے تک پہنچ چکی تھی، راہِ راست پر نہ لا سکے اور وُہ اندھا دُھند بدکرداری میں مُبتلا رہی) تو ہم نے اُس کو اُس بستی سے علیحدہ کر دیا (تاکہ وُہ خود بخود عذابِ الٰہی سے ہلاک ہو جائے اور لُوط اپنے حُکم اور علم کو کسی زیادہ اہل بستی کے لئے استعمال کر سکے)۔ بے شک یہ تمام قوم کی قوم پرلے درجے کی بدکار اور بدکردار تھی۔ (پھر لُوطؑ نے اپنے حکم اور علم کو دُوسری قوم پر استعمال کر کے اُس کو ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا) اور ہم نے (بھی) اُس کو اپنی مہربانیوں (کے سائے میں لے کر (کامیابی کے عظیم الشّان قصر میں) داخل کر دیا۔ لُوطؑ (کے اِس بے مثال طرزِ عمل سے ثابت ہو چکا تھا کہ وُہ) درحقیقت صالح العمل لوگوں میں سے تھا۔ (یہاں بظاہر کسی دُنیاوی ترقی کی طرف اشارہ نہیں لیکن حُکم کے ساتھ علم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ رحمت کی وجہ علمی ترقی ہی ہوگی)۔

(۴) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ

(۴) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اِسحاقؑ اور یعقوبؑ (جیسے جلیل القدر

وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ○ ۲۱/۵

شخص اور خُدا کی کائنات کے بڑے علاّمے اُس کے انتہائی عظیم الشّان عمل کی پاداش میں جو ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے لئے مُدّۃ العُمر کیا) بطور انعام اور شُکر کرنے کے عطا کئے اور (یہ سَب کے سَب اُس حیرت انگیز باخبری اور نبوّت کے مالک شخص تھے کہ ہم نے اُن کو صالح العمل لوگوں (کی فہرست) میں داخل کر دیا تھا ۔ (قوموں کو خُوشحال کرنے کے عمل سے ہی اُن کو صالح کا خطاب مِل سکتا ہے)۔

(۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۚۖ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ ۲۱/۵

(۵) اور اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذُوالکِفل سَب کے سَب انتہائی طور پر مستقِل مزاج (اور زُہرہ گداز تکلیف اُٹھا کر (قوم کو کامیاب کرنے والے) بندوں میں سے تھے (اور اُن کے صبر و استقلال کا نتیجہ بالآخر یہ ہُوا کہ اُنہوں نے اپنی قوموں کو مادّی ترقّی کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا یہاں تک کہ) ہم نے اُن کو اپنی رحمت میں داخل کر کے (لاانتہا برکتیں اُن کی قوموں کو دیں اور کامیاب بنا کر) چھوڑا بیشک یہ لوگ صالح العمل لوگوں میں سے تھے ۔ (استقلال سے قوموں کو ترقّی دینے کی وجہ سے ان کو صالح العمل کا خطاب مِلا)۔

(۶) رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۚ ۲۶/۵

(۶) (اور جب اِبراہیمؑ اس کارخانۂ فِطرت کی ملکُوت کا تمام علم حاصِل کر چکا اور اُس پر واضح ہوگیا کہ کائنات کا بھید کیا ہے اور اِس دُنیا میں اِنسان کے آنے کا کیا مقصد ہے تو اُس نے گِڑگِڑا کر خُدا سے دُعا مانگی کہ) اَے میرے پروردگار مُجھے حکُومت عطا کر (تاکہ مَیں اِس حکُومت کو مخلُوقِ خُدا کے فائدے کے لئے استعمال کر کے کائنات کا مقصد واضح کر سکُوں اور اِس قوم کو جس پر مَیں حکُومت کروں، ترقّی اور تمدّن کے فلک الافلاک تک پہنچا سکوں، اِس بناء پر اَے میرے ربّ! مجھے حکُومت دے) اور مُجھے صالح العمل لوگوں کے ساتھ مِلا دے (کیُونکہ

زبُور میں بار بار تُو نے کئی تاکیدوں کے ساتھ اِس اَمر کا ذِکر کیا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح العمل بندے ہی ہیں)۔ (آگے چل کر اِسی صفحہ میں صالحین کی تعریف یہی کی ہے کہ وُہی وارثِ زمین ہوتے ہیں)۔

(۷) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۝

(۷) (توجب حضرت سُلیمانؑ پر مُشکلات اور صعُوبتوں کا پہاڑ آپڑا اور وُہ اُن کو دُور کرنے کا پُختہ ارادہ کرنے کو تھا کہ) وُہ پُکار اُٹھا کہ اَے میرے پروردگار! (میری واماندگیوں پر) اپنی رحمت کا پردہ ڈال اور مُجھ کو (میرے سعی وعمل کو دیکھ کر) وُہ (لازوال) سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایاں نہ ہو۔ (انبیاؑ کو سلطنت کی خواہش اِس لئے تھی کہ وُہ قوم کو مادّی عرُوج دیں)۔

(۸) اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝

(۸) کیا یہ لوگ ساکنانِ زمین سے اِس بارے میں حسَد کر رہے ہیں جو خُدا نے اُن کو اپنے فضل میں سے عطا کیا ہے تو (ان کا یہ بغض وحسد ہم پر کوئی اثر نہیں رکھتا، کیُونکہ) درحقیقت ہم نے اِبراہیمؑ کی اولاد کو (نہ صِرف دُنیاوی فضیلت دی بلکہ) (صحیفۂ فِطرت کے علم پر مشتمل) الکِتٰب اور خُدا کے عظیم الشّان علم کی حامِل) حکُومت دی اور (اِنہی دونوں موہبتوں کی برکت سے) اُن کو ایک بہُت بڑی سلطنت بھی دی۔ (یہاں پھر "فضل" کا لفظ ہے جس کے معنی دُنیاوی ترقّی ہی ہو سکتی ہے)۔

(۹) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝

(۹) اور بے شک اور بِالتحقیق ہم نے ضرُوری تفصیل کے بعد اِس اَمر کا فیصلہ زبُور میں ہی لِکھ کر کر دیا تھا کہ درحقیقت اِس زمین کے وارث ہمارے صالح العمل بندے ہی ہیں، اِس (اعلان) میں بیشک اور بالضرُور ملازِم خُدا قوم کیلئے ایک بہُت ہی بڑا پیغام ہے۔

* غور طلب بات یہ ہے کہ اِن دو آیتوں میں لَ، قَدْ، کَتَبْنَا، اَنَّ، اِنَّ، لَ کی پے در پے چھ تاکیدیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ ان دو آیات میں خُدائے عظیم نے جو کُچھ کہا ہے وُہ دُنیا کی ایک بہُت بڑی حقیقت ہے جس کے متعلق اِنسان کو ادنیٰ سا شک نہ ہونا چاہیئے اور ہر قوم کو عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ اور قَوْمٍ عَابِدِیْنَ کا سچا مصداق ہونا چاہیئے۔ فتدبّر!

(جب انبیاء بھی حکومت مانگتے تھے تو یہاں "ارض" کا مولویانہ
ترجمہ "ارضِ جنت" کرنا نہایت لغو ہے)۔

اِس میں شک نہیں کہ اِنسان اُن پیغمبروں کے زمانے میں صحیفۂ فطرت کے علم کے متعلق نہایت ابتدائی واقفیت رکھتا تھا لیکن اِنسان کی اُن ابتدائی ایجادات کو اِس شدّ و مد سے بیان کرنے، اُن کو وراثتِ زمین سے مشرف اور صحیفۂ فطرت سے رُوشناس کر کے یہ کہنا کہ ہم نے اُن کو حکم اور علم دیا اور اُنہوں نے فلاں فلاں اشیائے فطرت مسخر کیں اور فلاں ایجادات کیں، وغیرہ وغیرہ' یہ تمام بیان اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآنِ حکیم کے نزدیک صلاحِ عمل، صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش بدرجہ اولیٰ ہے اور یہ علم صرف وُہی قومیں حاصل کر سکتی ہیں جو حکم بھی رکھتی ہوں گویا زمین کی وارث ہوں۔ چُنانچہ (۲۶۰)۔۶ میں (۱) لَ یعنی ضرور (۲) قَدْ یعنی بالتحقیق (۳) کَتَبْنَا یعنی فیصلہ کر دیا (۴) اَنَّ یعنی بے شک کی چار تاکیدوں کے بعد اِس امر کا اعلان کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ اور پھر اس کے بعد اِنَّ اور لَ کی دُو مزید تاکیدیں کر کے یہ کہنا کہ خدا کے قانون کو ماننے والی قوم (قَوْمٍ عَابِدِیْنَ) کے لئے یہ انکشافِ حقیقت ضرور ایک بہت بڑا پیغام ہے، اِس امر کی ناقابلِ انکار تائید ہے کہ خُدا کے نزدیک (جس کو اپنی بنائی ہُوئی فطرت پر بے حد ناز ہے (دیکھو عنوان مقامِ فطرت صفحہ ۲۱) بنی نوعِ انسان کی بہترین صلاحیت صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش، تسخیر اشیائے فطرت اور وراثتِ زمین بھی ہے تاکہ یہ اِنسان بالآخر اپنی فطری استعداد سے اِس قدر سمیع و بصیر ہو جائے کہ خُدا سے مُلاقات کرنے کا اہل ہو۔ (دیکھو عنوان لقائے ربّ صفحہ ۸۸) اِسی نُقطۂ نظر سے خُدائے عظیم نے صاف اعلان کر دیا کہ لقائے ربّ کے لئے ضروری ہے کہ اعمالِ صالحہ ہوں اور قانونِ فطرت کی مکمّل تلاش ہو:۔

(۲۷۰) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ؀

(۲۷۰) توجو شخص اپنے پروردگار سے مُلاقات کی اُمید* رکھتا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ (صحیفۂ فطرت سے علم حاصل کر کے اِس زمین کو پُرزینت اور پُررونق کرنے کے) مناسب اعمال کرتا

* آیات (۲۶۹)۔۹ میں صَالِحُوْنَ، عِبَادِیْ اور عَابِدِیْنَ اور یہاں عبادۃ اور عَمَلًا صٰلِحًا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں پہلی آیات میں عبادت اور صالحیت کا نتیجہ وراثتِ زمین اور یہاں نتیجہ لقائے ربّ ہے۔ گویا (۱) جن زمینی قوموں کے پاس وراثتِ زمین ہی نہیں وُہ صحیفۂ فطرت سے علم حاصل کر کے آرائشِ زمین کیا کر سکیں گی اور اُن کا عمل کیا عملِ صالح ہو سکے گا۔ (۲) عبادت کے معنی نماز' روزہ وغیرہ نہیں جیسا کہ آج کل کے مولویوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ خُدا کی نوکری (یعنی اُس کے قانونِ فطرت کی پابندی اختیار کرنا ہے (۳) صالحیّت بھی علیٰ ہٰذا القیاس کوئی لمبی ڈاڑھیاں رکھ کر "متقیانہ" چہرے بنا لینا نہیں بلکہ وُہ یہ ہے کہ صحیفۂ فطرت کے علم کے ذریعے سے اِس زمین کو انتہائی طور پر آباد اور پُررونق کر دیا جائے اور تمام خطۂ زمین عظیم الشّان

جائے اور اپنے پروردگار (کے قانون پر عمل کرنے) کی مُلازمت میں کسی دُوسرے (حاکم کے احکام کی متابعت کرکے اُس) کو (خُدا کے ساتھ) شریک نہ کرے۔ (انبیاء کو صالحین اگر اُن کے بُنیادی عمل کے باعث کہا تو یہاں بھی حُسنِ عمل زمین کو پُررونق کرنا ہے)۔

اِسی نقطۂ نظر سے بنی نوعِ اِنسان کو صالحیت کی فضا میں پرورش کرنے اور زمین کی اُس وقت کی آبادی کو علمی رنگ میں رنگنے کے لئے حسبِ ذیل تعلیم دی :-

(۲۷۱) حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ۲۷

(۲۷۱) تو جب (سُلیمانؑ کا جرّی اور ٹڈّی دَل) لشکر (جو بڑے بڑے گرانڈیل اور قدآور دیوصُورت سپاہیوں پر مشتمل تھا اور جس کو فتحمند کرنے کیلئے خبررسانی اور پیغامبری کی غرض سے سدھائے ہوئے پرندوں کے لشکر بھی ساتھ تھے) وادیٔ نمل میں پہنچا تو (مخالف لشکر کے سرکردہ) ایک نمل نے کہا کہ اے نملو! (تم اِس لشکر کا مقابلہ آسانی سے نہیں کرسکو گے اِس لئے) اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُس کا لشکر تم کو (اپنے آلاتِ حرب سے) بےخبری میں ہی تہس نہس کردے* اِس (بلامقابلہ سپر اندازی کی)

ایجادات اور اختراعات سے بھرپُور ہو جائے! (۳) اِس آیت یعنی آیۃ (۲۷۰) میں مُلاقاتِ رب کے بارے میں یَرْجُوْا (اُمّید) کا لفظ استعمال ہُوا ہے جس سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ مُلاقات سزا کھانے کیلئے نہ ہوگی جیسا کہ "مولویوں" نے سمجھ رکھا ہے کہ روزِ قیامت کو ہوگی بلکہ یہ انعام لینے اور خُدا سے برابری کا مصافحہ کرنے والی مُلاقات ہوگی۔ دُوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ مُلاقات کوئی معمُولی سی شئے نہیں جو معمُولی سے عمل سے ہو جائے بلکہ مُسلسل سعی وعمل اور جانکاہ جدوجہد کے بعد ہوگی۔ فتدبّر!۔

"عبادت" کا لفظ قرآنِ حکیم میں کئی جگہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے فعل سے الگ کرکے دکھایا گیا ہے۔ دیکھو تَذْکِرَہ اصل کتاب صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۳ جہاں عبادت کے لفظ پر مکمّل بحث کرکے اِس قرآنی اصطلاح کا صحیح مفہوم خُدا کی مُلازمت اختیار کرنا ثابت کیا گیا ہے۔

* معلُوم ہوتا ہے کہ یہ وادیٔ نمل جس میں سے حضرت سُلیمانؑ کا بےشمار لشکر تمام دُنیاوی ساز و سامان سے لیس ہوکر ملکۂ سبا کے مُلک پر حملہ کرنے کی غرض سے گذر رہا تھا، سلطنت کی سرحد پر ایک ایسا قطعہ زمین تھا جو مُلک کو حملہ آور فوجوں سے بچانے کے لئے خاص طور پر دفاعی ساز و سامان سے لیس کیا گیا تھا۔ اِس خاص علاقے میں مُلکی دفاع کی تجویز غالباً یہ تھی کہ زہریلے حشرات الارض کی بڑے پیمانے پر آبادیوں کو قائم کیا جائے تاکہ دشمن اُس علاقے میں داخل ہی نہ ہوسکے۔ چین والوں کے متعلق ہر شخص جانتا ہے

گفتگو پر سُلیمانؑ کی باچھیں کِھل گئیں اور وُہ (بزبانِ حال) پُکار
اُٹھا کہ اَے میرے پروردگار! مجھے اِس بات کی توفیق دے کہ
مَیں (صحیح معنوں میں) تیرے اِس احسان کی قدر کرُوں جو تُو
نے (مجھے اِس امر کے قابل بنا کر) مجھ پر کیا ہے (کہ مَیں ایسا
جرار لشکر تیار کر سکوں جس کے مقابلے کی کوئی دُوسرا لشکر تاب
نہ لا سکے) بلکہ میرے والد پر بھی (کیونکہ میرے والد کے انتہائی
سعی وعمل کی وجہ سے ہی مَیں قوّت وشوکت کے اِس درجے پر
پہنچا ہُوں) تو مجھے توفیق دے کہ مَیں (قوّت وشوکت حاصل
کرنے کے بعد بھی) مناسب اعمال کرتا جاؤں جن کو تُو پسند کرتا ہے

کہ اُنہوں نے اپنے مُلک کی سرحد پر ایک عظیم الشّان دیوار اِسی مقصد کے لئے کھڑی کی تھی جو اَب تک موجُود ہے۔ ممکن ہے کہ حشرات الارض ایسے خطرناک قسم کے کیڑے تھے جو لاکھوں کی تعداد میں دشمن کے سپاہیوں کو کاٹ کر ہلاک کر دیتے ہوں گے یا وُہ کوئی جراثیم تھے جن سے ہولناک بیماریاں سپاہیوں میں پھیلتی ہوں گی۔ افریقہ میں کئی خطرناک حشرات اب بھی موجُود ہیں جن کی وجہ سے زرد بخار وغیرہ پھیلتے ہیں اور مچھروں سے ملیریا کا پھیلنا تو ہر شخص جانتا ہے لیکن یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ ملکہ سبا کی سلطنت کے متعلق جدید ترین انکشافات یہ ہیں کہ وہ جزیرہ مڈغاسکر میں واقع تھی جو افریقہ کا ایک مشہور جزیرہ ہے۔ الغرض جب ملکہ سبا کی طرف سے اپنی سلطنت کو بچانے کے لئے یہ ہتھیار تھے کہ ایک بڑے خطّے کو خطرناک کیڑوں اور جراثیم سے آباد کیا گیا تھا تو لامحالہ حضرت سُلیمانؑ کی طرف سے بھی پُوری تیاریاں ضرور ہُوئی ہوں گی تاکہ اُس خُدائی آفت کا مقابلہ کیا جائے، میری نگاہ تو یہاں تک جاتی ہے کہ حضرت سُلیمانؑ نے تمام وُہ علمی آلات اپنی فوج کے سپاہیوں کو ان حشرات کی زد سے بچانے کیلئے تیار کئے ہوں گے جو آج کل کی زندہ قومیں تیار کرتی ہیں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت سُلیمانؑ کامل طور پر فتحمند ہُوئے اور حشرات کی مخالف فوج نے ہتھیار ڈال دیئے بلکہ اُس بڑی مہم کو سر کرنے کے بعد حضرت سُلیمانؑ کا ہنسنا یعنی خُوش ہو جانا اور ان کا بزبانِ حال خُدائے عزّ وجل کی حمد وثنا میں عملِ صالح کرنے کی توفیق مانگنا بلکہ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ بننے کی آرزُو کرنا جو وارثِ زمین بننے کی شرط ہے وغیرہ اس امر کی صاف دلالت کرتا ہے کہ قرآنِ حکیم کا عملِ صالح، ایمان، عبادت، کُفر، شرک الغرض اسلام کا تمام کا تمام مذہب صرف یہ ہے کہ انسانی تقدّم کی ہر شق میں انتہائی مادّی ترقی کی جائے اور مُسلمان کا عمل صرف یہ ہو کہ اُس کا اُٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، بھاگنا بلکہ سونا بھی اِس دُھن میں ہو کہ وُہ اپنی قوم کو ترقی اور تیاری کے فلک الافلاک تک پہنچا دے۔ اس قطعی فیصلے کے بعد سوچو کہ مُسلمان کس قدر پیچھے رہ گیا ہے، دُوسری قومیں کس قدر آگے بڑھ گئی ہیں اور دینِ اسلام کو عہدِ زوال کے مفسّروں اور فلسفیوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہے! اِس آیۂ شریفہ میں عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ کے الفاظ نہایت قابلِ غور ہیں کیونکہ وارثینِ زمین کی تعریف آیۂ: (۲۶۹)۔۹ میں اِنہی الفاظ میں ہُوئی ہے۔

اور مجھ کو اپنی رحمت کی وجہ سے اپنے صالح العمل بندوں (کی فہرست) میں داخل کر دے (تاکہ منشائے کائنات جو اس دُنیا میں مادّی قوّت حاصل کر کے صحیفۂ فطرت کی ماہیّت کو پالینا ہے حاصل ہو جائے)۔ (اِس تشریح کے سوا جو مَیں نے کی ہے کوئی دُوسری تشریح اِن دو مشکل آیات کی ہرگز نہیں ہو سکتی)۔

الغرض اِنسان کو خُدا سے علمی طور پر رُوشناس کرنے کے لئے قرآنِ حکیم کی ایک ایسے وقت میں تعلیم جبکہ رُوئے زمین پر علم کے ابتدائی نشانات بھی کسی بڑے پیمانے پر موجُود نہ تھے، اِسلام کے منجانب اللہ ہونے کی وُہ دلیل ہے جو ہر طالب العلم کو حیران کر دیتی ہے۔ اِس علم اور مادّی ترقی کے زمانے میں پہلے انبیاء کے زمانوں یا پہلی قوموں عاد اور ثمود اور ایکہ کے وقتوں کی ترقیات اور اُن کے تمدّنوں کا ذکر بلاشُبہ موجُودہ اِنسانوں پر اثر نہیں رکھتا لیکن جو بات قابلِ توجہ ہے یہ ہے کہ اُس وقت کہ قرآنِ حکیم دُنیا میں آیا ماسوا اُن واقعات کے جو ہو چُکے تھے اور واقعات موجُود نہ تھے کہ قرآن اُن کی مثالیں دیتا، نہ سوائے اُن انبیاء کے جن کا ذِکر ہُوا، کوئی بڑے ماہرینِ علم موجُود تھے کہ اُن کو بطورِ نمُونہ پیش کرتا۔ قرآن نے عام محاکمہ دے دیا کہ علمِ فطرت کے حاصل کرنے کے بدُون خُدا کے بارے میں آپس میں تنازعات پیدا کرنا اور اٹکل پچّو باتیں کرنا بنی نوعِ اِنسان کو غلط راہ پر چلا کر اُس کو ہلاک کرنا ہے۔ سُورہ حج میں ہے:-

(۲۷۲) ا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ ٣٢

(۲۷۲) ا۔ اور لوگوں میں سے (کئی) ایسے ہیں جو خُدا کے (متعلق اِس بات کی ٹوہ میں لگانے کے) بارے میں (کہ وُہ انسان سے کیا چاہتا ہے یا اُس کا قانُون کیا ہے اور وُہ کن اصُول کے ماتحت سزا و جزا دیتا ہے، خُدا کی خُدائی کا) علم حاصل کئے بغیر بحث و جدال کرتے رہتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (حالانکہ) شیطان کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ جس نے اُس سے دوستی کی تو وُہ ضرُور اُس کو گُمراہ کرتا ہے اور جہنّم کے عذاب کی طرف لے جاتا ہے۔ (اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خُدا کی مرضی کا علم صحیفۂ فطرت سے علم حاصل کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ گویا جو قومیں کسی خاص موضُوع کے متعلق کتابِ وحی سے ہدایت نہیں لیتیں یا نہیں لے سکتیں یا اُن کی کتابِ وحی معنوں

کے بدلنے کے باعث تحریف شدہ ہو چکی ہے' اُن کے لئے واحد رہنما عِلْم (صحیفۂ فطرت) ہے، جیسا کہ آجکل کی مغربی اقوام عملاً کر رہی ہیں)۔ (اگلی آیت میں عِلْم کے لفظ کے ساتھ اور الفاظ لگا دیئے ہیں جن سے یہ ترجمہ واضح ہو جاتا ہے)۔

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ۲۲

(۲) اور لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو خُدا (کی مرضی) کے بارے میں (صحیفۂ فطرت سے) عِلْم حاصل کئے بغیر یا (کتاب وحی سے) ہدایت لئے بغیر، یا (خُدا کی) روشن کتاب کا مطالعہ کئے بغیر بحث کرتا رہتا ہے، وُہ اِن تمام مصادرِ علم سے پہلو موڑ لیتا ہے تاکہ خُدا کے رستے سے بھٹک جائے، تو ایسے شخص کو دُنیا میں ذِلّت اور رُسوائی ہے اور روزِ قیامت کو ہم اُس کو جلا دینے والا عذاب چکھوائیں گے (فطرت کو "کتابِ مُبین" بھی بعض جگہ کہا گیا ہے، یہاں "کتابِ مُنیر" کہا ہے۔ فتدبّر!)۔

اِسی سلسلے میں اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مفہوم کی ایک قطعی اور فیصلہ کُن تشریح کے لئے حسبِ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے یقین ہو جاتا ہے کہ قرآنِ حکیم کی اِس معنی خیز اصطلاح کا حقیقی مقصد تلاش و تفتیشِ صحیفۂ فطرت کے سِوا کچھ نہیں۔ جو شئے قابلِ لحاظ ہے یہ ہے کہ دونوں موقعوں پر یہ آیات سیاق اور سباق کے لحاظ سے صحیفۂ فطرت کی مخلوق کی طرف توجّہ دِلانے والی آیات میں گھِری ہیں۔

(۲۷۳) ا۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اِلَيْهِ

(۲۷۳) ا۔ (لوگو! غور کرو) بے شک تمہارا پالنے والا اور دُنیا میں تمہیں ترقّی کی تمام فضیلتوں پر پہنچانے والا) وُہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کے اِس عظیم الشّان کارخانے) کو چھ (بڑے بڑے طویل المیعاد) دِنوں میں پیدا کیا، پھر وُہ تختِ حکومت پر جم کر بیٹھ گیا (اور وُہیں پر سے) قانون کی

٭۶۳ اسے لے کر اِس صفحے تک برابر کئی آیتیں آئی ہیں جن میں عِلْم کا لفظ آیا ہے اور آیۃ (۲۷۲)۔ا،۲ میں کہا ہے کہ خُدا بھی عِلْم کے بغیر پہچانا نہیں جاتا۔ مسلمان اور مولوی سوچے کہ کیا صحیفۂ فطرت کے عِلْم کے بغیر عِلْم کے کوئی اور معنی ممکن ہیں؟

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ؀

تدبیر کرتا ہے۔ (تو خُدا کی حکومت اور اُس کے قانُون کے جاری وساری ہونے کے بعد تمہارا) کوئی سفارشی نہیں (ہوسکتا) مگر اُس کی اجازت کے بعد، تو (جب، تمہارے پروردگار اللہ (کا) یہ (مقام) ہے (تو لازم ہے کہ تم) اُسی کی مُلازمت اختیار کرو۔ پھر کیا تم (اِن واقعات کے ہوتے ہُوئے نصیحت نہیں پکڑتے ؟ تم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے، بے شک وُہی ہے جو خِلقت کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اُس کو بار بار پَیدا اِسی اِس غرض سے کرتا ہے کہ صاحبِ ایمان وعمل صالح قوم کو عدل وانصاف سے (اُن کے عملوں کی جو وہ صحیفۂ فِطرت کی تلاش کے متعلق کریں) جزا دے اور جو لوگ (اس کی پَیدا کی ہُوئی خِلقت کے منتہا سے) مُنکر ہیں (اور اِس تمام کارخانۂ قُدرت کو لاطائل اور باطل سمجھتے ہیں) اُن کے واسطے کھولتا ہُوا پانی پینے کے لِئے اور اُن کے کُفر کے بدلے میں دردناک عذاب ہے۔ (اِس آیت میں صاف اِقرار اِس اَمر کا ہے کہ کائنات پَیدا ہی اِس واحد غرض ومطلب کے لئے کی گئی کہ ایمان اور عملِ صالح والی قوموں کو تلاشِ صحیفۂ فِطرت کی پاداش ہر قوم کو اُس کے مقدار عمل کے مطابق عدل وانصاف سے جزا دی جائے جو آج اِن آنکھوں کے سامنے ہر قوم کے ساتھ عملاً ہو رہا ہے۔ اِن آیات کا اگر یہ ترجمہ دُرست نہیں، تو معاذ اللہ یہ آیات بے معنیٰ ہیں)۔

(۲) اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَاۗىِٕهِمْ شُفَعٰۗؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

(۲) خُدا خِلقت کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کو بار بار پَیدا کرتا ہے، پھر تم لوگ (اس حقیقتِ خُدا کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنے کے بارے میں پُرسش کے لئے) خُدا کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے اور جس دِن وُہ (امتحان) کا وقت آ پہنچا

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ○

(اور اسی دُنیا کے اندر غافل قوموں کو اُن کے کِیے کی سزا ملنے لگی) تو مُجرم لوگ مایُوس ہو جائیں گے اور اُن لوگوں میں سے (جن کو یہ خُدا کا ساتھی سمجھ کر اُن کے بنائے ہُوئے ٹیڑھے قانُوں پر عمل کرتے تھے) کوئی (بھی خُدا کے سامنے) اُن کا سفارشی نہ ہو سکے گا اور یہ اپنے شریک (آقاؤں) کے مُنکر ہوں گے اور جب وُہ پرسش کی گھڑی آپہنچی تو اُسی وقت قومیں (مختلف ٹولیوں میں) الگ کر دی جائیں گی۔ پھر وُہ قومیں جو صاحبِ ایمان ہو کر مناسب اعمال کیا کرتی تھیں تو وُہ وُہی ہوں گے جو ایک (سجے سجائے) باغ میں باعزت داخل ہوں گے اور جن قوموں نے ہماری صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہُوئی آیات کو مخول سمجھ کر اُن سے بے پرواہی اختیار کی تھی اور جنہوں نے (خلقتِ خُدا اور صحیفۂ فطرت کی تلاش و تجسس کو بے معنی سمجھ کر) خُدا سے انسان کی بالآخر مُلاقات کو مخول سمجھا تھا تو وُہی ہوں گے جن کو عذاب کے سامنے لا کر حاضر کر دیا جائے گا۔

(ان آیات کے شرُوع کے الفاظ کا ربط اِسی ترجمہ سے ہو سکتا ہے جو مَیں نے کیا)

(۲۷۳)۔ اِسے مقصد صاف واضح ہو جاتا ہے وُہ یہ کہ صحیفۂ فِطرت کی تخلیق ہی اِس غرض سے کی گئی کہ ایماندار اور صالح العمل اِنسانی اقوام کو اُن کے حُسنِ عمل کی جزا دینے کا موقع ملے اور جو لوگ اِس فِطرت کو باطِل سمجھ کر اِس کی حقیقتوں کی طرف توجّہ کرنے سے مُنکر ہیں، اُن کو سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ عبادتِ غیر سے مقصد لذاتِ دُنیوی میں منہمک ہو کر خُدا کے قانُون سے غافِل ہو جانا ہی ہَے اور جس غفلت کا نتیجہ اقوام کے حق میں مُہلک ہوتا ہَے۔ گویا تمام قوم فِطرت سے متمتع نہ ہو کر اپنی دُنیاوی حالت کو درُست کرنے سے قاصر رہتی ہَے۔ صحیفۂ فِطرت کی تخلیق ہی اِسی غرض سے ہُوئی کہ اِنسان اِس کی طرف پیہم توجّہ کر کے اِس سے فائدہ اُٹھائے اور اپنی دُنیاوی حالت درُست کرے۔ اِسی نقطۂ نظر سے خلّاقِ عظیم تعالیٰ نے کہا کہ "تم جن خُداؤں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اپنی دُنیاوی حالت کو خراب کر رہے ہو، مجھے بتاؤ کہ اُن تمہارے خُداؤں نے کونسی زمین پیدا کی ہَے جو تمہارے نفع کے لئے ہو۔" (دیکھو: (۲۹۔ صفحہ ۲۱)۔ خُدائے عظیم معلوم ہوتا ہَے کہ یہ امر پیہم چاہتا ہَے کہ اِنسان ایک

لحظہ کے لئے اِس صحیفۂ فطرت کے مطالعہ، بلکہ اِس کی تسخیر اور اِس سے فائدہ اُٹھانے سے غافل نہ ہو، بنی نوعِ انسان کے ایمان کا تمام دارومدار حق (یعنی صحیفۂ فطرت) پر ہو، وُہ اسی صحیفۂ فطرت میں خُدا کی آیات اور احکام کی پیہم تلاش میں رہے اور اُسی خدا کی صنعتِ عظمےٰ میں اپنی نجات کی راہ ڈھونڈے۔ اسی حقیقت کو اشارۃً یا بداہتہً اِن تمام آیاتِ الٰہی میں واضح کیا ہے جن میں فطرت کے مشاہدے کی ترغیب دی گئی ہے اور باطل پر ایمان رکھنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ (دیکھو (۲۵) صفحہ ۱۹۔و (۲۵۶) صفحہ ۱۴۹ نیز (۲۷۵)۔ا صفحہ ۱۷۷)۔

(۲۷۴) ا۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(۲۷۴) ا۔ تو (اَے پیغمبر!) تُو اپنی توجہ اسی مضبوط دین (اور لازوال راہِ عمل) کی طرف کر دے (جس پر چل کر ہر قوم کو قوت اور طاقت حاصل ہو سکتی ہے) پیشتر اِس کے کہ (تیری قوم پر) وُہ سخت گھڑی (عذاب اور پرسش کی) آجائے جس کی کوئی روک نہ ہوگی اور اُس دن یہ لوگ الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے تو جس نے (صحیفۂ فطرت کے مفید ہونے سے) انکار کیا تھا تو اُس کے کفر کی ذمہ داری اُس پر ہوگی اور جنہوں نے مناسب اعمال کئے ہوں گے (اور اپنے آپ کو ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچایا ہوگا تو) اُن کو عیاں ہو جائے گا کہ وُہ یہ سب کچھ اپنے ہی ذاتی فائدوں کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ (اور یہ سب کچھ جو اُن کو صحیفۂ فطرت سے احکام اخذ کرنے کے لئے کہا گیا) اِس واحد غرض کے لئے تھا کہ خُدائے عظیم صاحبِ ایمان قوم کو جو مناسب اعمال کرتی ہے اپنی دُنیاوی نعمتیں بطور جزا کے دے کیونکہ وُہ خُدائے عظیم فی الحقیقت اُن لوگوں کو جو اُس کے (صحیفۂ فطرت کے) منکر ہیں پسند ہی نہیں کرتا۔ ((۱۰۹)۔ا میں بھی یہی مضمون زیادہ وضاحت سے ہے، نیز (۲۷۳)۔ا میں جو صفحہ ۱۷۲ پر ہے اور تینوں جگہ لِیَجْزِیَ کا لفظ موجود ہے۔)

(۲) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ

(۲) (اے پیغمبر!) کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان وُہ خُدا کافی گواہ (اس لئے) ہے (کہ) وُہی جو کچھ آسمانوں میں ہے

* فضل کے لفظ سے واضح ہے کہ دینِ قیم کا نتیجہ دُنیاوی خوشحالی ہے۔

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ
الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ
يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ
اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا
تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ۲۹

اور زمین میں ہے اُس کا علم رکھتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ تمہارے
صحیفۂ فطرت کی طرف متوجّہ ہو کر اُس سے احکامِ خدا اور آیاتِ
الٰہی اخذ کرنے سے بنی نوعِ انسان کو کیا کیا عظیم الشان فوائد
حاصل ہو سکتے ہیں)۔ (وُہی خدا سمجھ سکتا ہے کہ) وُہ لوگ جو صحیفۂ
فطرت کی واحد حقیقت کو چھوڑ کر) باطل اور بے معنی چیزوں) پر
ایمان لے آئے اور اُنہوں نے خُدا (کے بنائے ہُوئے قانون) سے
انکار کیا تو یہی لوگ ہوں گے جو (بالآخر) گھاٹے میں رہیں گے۔
اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ (اپنی غفلت کی مستی میں اکڑ اکڑ کر) تم سے
عذابِ الٰہی کا جلد آنا طلب کرتے ہیں (تو اُن کو کہہ دو کہ) اگر
عذاب کے لئے اُس وقت تک نہ آنے کا جب تک کہ گُناہوں
کا پیمانہ لبریز نہ ہو جائے) وقت مقرّر نہ ہوتا تو ضرور عذاب آجاتا
اور (اُن غفلت زدوں کو جو اپنی مستی میں لمبی تان کر پڑے ہیں)،
یقیناً وہ ناگہاں ہی آئے گا اور اُن کو اس کی خبر تک نہ ہو گی۔
(ہاں ہاں!) وُہ عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور یہ بات
تو لازم ہے کہ خُدا (کے قانون) کے مُنکروں کو جہنّم نے گھیر رکھا ہے،
جب عذاب ان کو (سر کے) اُوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے لپیٹ
لے گا (تو تب اُن کو پتہ لگے گا کہ عذاب کیا تھا جس کی جلدی مچا
رہے تھے) اور خُدا اُن کو کہے گا کہ (آؤ اب) چکھو اُس کے عوض
میں جو کُچھ تم کر رہے تھے۔ (اور یہ سب کُچھ جو تمہیں باطل اور
بے حقیقت چیزوں پر ایمان نہ لانے کے لئے کہا جا رہا ہے اور
صِرف اِس امر کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ صحیفۂ فطرت پر
ایمان رکھو اِس لئے ہے کہ) اَے میرے بندو! جو مُجھ پر ایمان
لے آؤ، یہ میری بنائی ہُوئی زمین بڑی ہی وسیع ہے (اِس زمین
کے اندر تمہاری بہبُودی اور بنی نوعِ انسان کی بہتری کے لا انتہا

؎ باطلؔ اور خٰسِرُوْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اشارہ صحیفۂ فطرت کی طرف ہے (دیکھو (۱۳۲) و صفحہ ۱۷، و (۱۳۲) ب صفحہ ۷۲)

خزانے موجود ہیں بشرطیکہ تم میں اُن کو تلاش کرکے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچنے کا عزم اور استقلال موجود ہو) تو صرف میری ہی مُلازمت اختیار کرو۔ (یاد رکھو کہ) ہر متنفس (ایک نہ ایک دن) موت کا لقمہ بننے والا ہے (اس لئے بہتر ہے کہ وُہ اپنا زادِراہ اِس دُنیا میں بنالے کیونکہ) پھر تم سب ہماری طرف ہی لوٹا دیئے جاؤ گے اور وُہ لوگ جو ہم پر ایمان لے آئے اور اُنہوں نے مناسب اعمال کئے تو ہم ضرور اُن کو دُنیاوی بہشت کے اُن سبزہ زار میدانوں میں پناہ دیں گے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور جن میں وُہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے سو دیکھو کہ سعی و عمل کرنے والوں کا کیا ہی اجر ہے اور یہ وُہ قومیں ہیں جنہوں نے نہایت صبر و استقلال سے (میری وسیع زمین کی) تلاش و تحقیق کی اور پھر اپنے پروردگار (کی بنائی ہُوئی چیز کے نفع مند ہونے) پر پُورا اعتماد کیا۔ (یہ چھ آیتیں ایک دُوسرے سے الگ معلوم ہوتی ہیں لیکن سوائے اس ترجمہ کے اور کسی طرح ان کا جوڑ نہیں بیٹھتا)۔

قرآن حکیم جیساکہ پہلے واضح کیا گیا ہے آیاتِ قرآنی پر ایمان کا مقصد اِسی صحیفۂ فطرت کی صداقت پر مکمل ایمان، اِس کی پُوری قدر دانی کے لئے مکمل تڑپ اور اِسی سے خوفزدہ ہو کر اُس کے قانُون پر عمل کرنے اور اُسی سے طمع کی اُمید رکھ کر اپنی دُنیاوی حالت کے دُرست کرنے کو قرار دیتا ہے۔ چُنانچہ اِس کی کئی مثالیں اِس سے پہلے واضح طور پر دے دی گئی ہیں (دیکھو مقامِ فطرت صفحہ ۱۷ تا ۴۴) لیکن یہاں پر ایک اور موقع تلاش و تفتیش کی ترغیب و تحریص کا پیش کیا جاتا ہے جس میں صاف طور پر دعوٰی کیا گیا ہے کہ کسی متنفس کو معلوم نہیں کہ اِس صحیفۂ فطرت کے اندر انسانی طمع اور مرفہ الحالی کے کیا بیش قیمت خزانے خُفیہ طور پر دبے ہیں اور یہ دفینے اُن کو اُن کے عمل ہی کی جزا کے طور پر مِل سکتے ہیں:۔

(۲۷۵) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى

(۲۷۵) صرف وُہی قومیں ہماری (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہُوئی ایجادوں اور احکام یعنی) آیات پر صدقِ دل سے ایمان و یقین کرتی ہیں جو جب ان آیتوں سے اُن کو عبرت حاصل کروائی

جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ○ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ٣٢

جاتی ہے (اور وُہ اُن کے نفع مند ہونے کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں) تو وُہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کے شکرانے میں بہ زبانِ حال ترانۂ حمد گاتے ہیں اور یہ وُہی لوگ ہیں جو (صحیفۂ فطرت کو باطل نہ سمجھ کر بے پرواہی اور غفلت کی) اکڑ نہیں کرتے۔ اُن کے پہلو (صحیفۂ فطرت کی تلاش کی دُھن میں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور وُہ اپنے ربّ کو (مُلاقات کی) دعوت خوفِ سزائے غفلت اور انعامات کی اُمید اور طمع کی وجہ سے دیتے رہتے ہیں اور جو کچھ (عطیہ جاتِ الٰہی ایجادات کی صُورت میں) ہم اُن کو دیتے رہتے ہیں وُہ اُن کو (بہبُودیٔ خلق کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں، تو کوئی متنفس نہیں جانتا کہ (اس صحیفۂ فطرت کے لامتناہی خزانوں کے اندر) آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈکیں (ایجادات اور اختراعات کی صُورت میں) چھُپی پڑی ہیں جو اُن کو اُن کے سعی وعمل کی پاداش میں بطورِ جزا کے ملیں گی، تو (یہ بتلاؤ کہ) کیا جو شخص ایمان لے آئے اُس کے برابر ہوسکتا ہے جو مُنکر اور بدکار ہو، ہرگز برابر نہیں ہوسکتا، تو جو قومیں ایمان لے آئیں اور انہوں نے (صحیفۂ فطرت کی تلاش میں) مناسب اعمال کئے تو یہ وُہ ہیں جن کو نہایت سرسبز باغ بطورِ پناہ کے ملیں گے اور یہ اُن کی مہمانی (پروردگار کی طرف سے) اُن کے حسنِ عمل کے بدلے میں ہوگی۔ (یہاں لفظ اٰیات کے معنی سوائے صحیفۂ فطرت کی آیات کے نہیں ہوسکتے، مقابلہ کرو اِس کا آیۃ (۲۷) صفحہ ۲۷ سے)۔

اِسی طرح کی ترغیب وتحریص ایک دُوسری جگہ ہے جس میں صاف کہا ہے کہ اگر قرآنِ حکیم کے احکام کو پکڑلوگے تو درجہ بدرجہ آسمان تک ترقی کرتے جاؤ گے اور تمہیں وُہ اُجرت ملے گی جو کسی طرح کم نہ ہوگی۔

(۲۷۶) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩ بَلِ الَّذِيْنَ

(۲۷۶) تو اُن لوگوں کو (جو غفلت اور سکُون کے مارے ہُوئے ہیں) کیا ہوگیا ہے کہ وُہ صحیفۂ فطرت کی تلاش وتجسس کے سلسلے میں انسان

نمبر ان آیتوں سے پہلے وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ○ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○ ہے یعنی پُورے چاند کی قسم تم اُونچے چڑھتے جاؤ گے۔ دیکھو صفحہ ۱۸۴

كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ۡۖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ۡۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ۧ

کے ایک پیدائش سے بلند تر پیدائش میں بدلنے اور خُدا سے زیادہ قریب تر ہونے کے واقع الامر پر) ایمان نہیں لاتے اور جب اُن پر قرآن (کے وُہ روشن حقائق جن کی سچائی چڑھتے ہُوئے سُورج کی طرح روشن ہے) پڑھے جاتے ہیں تو وُہ اِس کی آیتوں کو سُن کر سجدہ نہیں کرتے بلکہ وُہ لوگ جو مُنکر ہیں تو وُہ اِن آیتوں کو جھُٹلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ اِن آیتوں کو کون سچ مان کر اپنی جان ہمیشہ کے عذاب میں ڈالے اور ایک پیدائش سے بُلند تر پیدائش میں بدلنے کے لازمات پیدا کرے) اور اللہ ہی خوُب جانتا ہے جو چور اُن کے دِلوں میں بیٹھا ہے تو (اَے پیغمبر!) اُن لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے۔ (ہاں البتہ) وُہ قومیں جو (صحیفۂ فِطرت پر) ایمان لا کر مناسب عمل کرتی رہیں تو اُن کو اُن کے اعمال کی مزدُوری بِلاکم وکاست مِل کر رہے گی۔ (طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ یعنی ایک درجے سے دُوسرے درجے پر چڑھنا صاف اِنسان کا خُدا تک ارتقاء ظاہر کرتا ہے فتدبّر)

(۲۷۷) رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

(۲۷۷) (لوگو!) یہ وُہ رسُول ہے جو تُم لوگوں پر خُدا کی (وُہ روشن) آیات پڑھ (کر خبردار کر) رہا ہے جو (قانُونِ خُدا کو) واضح اور اظہر من الشّمس (کرنے والی) ہیں اور اِن کی غرض و غایت یہ ہے کہ وُہ ایمان اور عملِ صالح کرنے والی قوم کو (جہالت اور غفلت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ترقّی اور تمدّن کے) نُور کی طرف لے جائے (جس سے قوم کی مادّی اور رُوحانی حالت کا ہر شعبہ روزِ روشن کی طرح منوّر ہو جاتا ہے) اور جس متنفّس یا فرد نے (جماعت کے فرد ہونے کی حیثیت میں) خُدا (کی بنائی ہُوئی فِطرت کو برحق سمجھ کر اِس) پر یقین و ایمان پیدا کر لیا اور اُس نے (اِس کے اصلی غرض و منشا کو پیشِ نظر رکھ کر) مناسب اعمال کیٔے تو اُس کو خُدا ایسے سر سبز باغوں میں داخل کرے گا

جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے جن میں وُہ ہمیشہ ہمیشہ تک رہیں گے (اور یاد رکھو کہ) خُدا نے اُس کے لئے بہتر سے بہتر رزق مہیّا کردیا۔ (اندھیرے سے روشنی میں نکالتے وقت رِزق کا ذِکر کرنا گویا دُنیاوی حالت کو دُرست کرنے کا نُور ہی ہے)۔

الغرض قرآنِ حکیم کے نُقطۂ نظر سے اِس تمام سعی وعمل، رکُوع وسجُود، اضطراب اور ایمان کا نتیجہ مومن کے حق میں ایک ایسی ناقابلِ شکست اور مخالف جماعت کا قیام رُوئے زمین پر ہے جو اپنے ایمان اور عملِ صالح کے زور سے روز بروز سطحِ زمین پر پھیلتی جائے اور جس کی بُنیاد ایمان اور اعمالِ صالح پر ہو:۔

(۲۷۸) هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ تَرٰىهُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا ۞ ؏

(۲۷۸) (لوگو! تمہارا پروردگار) وُہ پاک ذات ہے جس نے اپنے رسُولؐ کو (خالص اپنی طرف سے) خاص الخاص ہدایت اور (صحیفۂ فطرت کا) برحق دین دے کر صرف اِس غرض وغایت کے لئے بھیجا کہ وہ دِین باقی سب دینوں پر (اُسی طرح) غالب آجائے (جس طرح کہ ہر باطل پر سچّائی غالب آجاتی ہے) اور اِس امر کے لئے (کہ یہ خُدا کا دین کیونکر باطل پر غالب آجائے گا) خُدا کا گواہ ہونا کافی ہے۔ (لوگو! یاد رکھو کہ) محمّدؐ خُدائے عالمیان کی طرف سے بھیجا ہُوا شخص ہے اور جو لوگ (اِس کے دین کو صحیح معنوں میں ترقّی کے فلک الافلاک تک لے جانے والا دین سمجھ کر) اِس کے ساتھ ہوچکے ہیں (وُہ اِس عظیم الشان عزم اور استقلال کے مالک ہیں کہ) اُن لوگوں پر جو خُدا کے (قانُون اور صحیفۂ فطرت کے) مُنکر ہیں انتہائی طور پر سخت ہیں (اور ان کو مٹا کر رہیں گے) (اور اسی طرح) وُہ آپس میں انتہائی طور پر رحم دِل ہیں (کیونکہ اِن سب کا منتہائے نظر ایک ہے)۔ تُو اِن کو دیکھ رہا ہے کہ وُہ (خُدا کے ہر حکم پر) تن بہ تسلیم اور

؎ جب حق صرف صحیفۂ فطرت ہے تو دینِ الحق بھی دینِ صحیفۂ فطرت یا دینِ فطرت ہُوا۔ ھُدیٰ اور دینِ الحق کے متعلق دیکھو حریمِ غیب صفحہ ۹۴ تا ۹۹ اور حدیث القرآن کا خلاصہ صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۳۔

سربسجود ہیں۔ وُہ (خدا سے ایک ہی چیز کی) تجسس اور تلاش
میں ہیں اور وُہ اللہ کی طرف سے (قوم پر) دُنیاوی انعامات
کی بارش اور (بطور فضلِ خدا کی وجہ کے) اللہ کی خوشنودی
ہے۔ اُن کی علامت یہ ہے کہ اُن کے چہروں سے ہی تسلیم کے
آثار عیاں ہیں۔ یہی اُن کی وُہ تصویر تھی جو تورات میں بیان
کر دی گئی تھی اور یہی اُن کی نشانی انجیل میں واضح ہے، یہ وُہ
عظیم الشان لوگ ہیں جو مثل ایک کھیتی کے ہیں جس نے (پہلے)
اپنی (چھوٹی سی) کونپل نکالی پھر اُس کو طاقتور کر دیا، پھر وُہ
موٹی ہوتی گئی، پھر اپنی ڈنڈی پر خوب قائم ہوگئی اور کسانوں
کو (جنہوں نے بیج بویا تھا) خوش کرنے لگی تاکہ منکر لوگ اُن
کو دیکھ کر (سخت ترین غصے میں آجائیں (یاد رکھو کہ) اللہ اُن
میں سے ایمان والی قوم سے جنہوں نے (خدا کے منتہا کو سامنے
رکھ کر) مناسب اعمال کئے اُن کی واماندگیوں پر پردہ پوشی
کا وعدہ کر رکھا ہے اور (اِس کے علاوہ) ایک بہت بڑے
عظیم الشان اجر کا وعدہ (جو بادشاہتِ زمین کی صورت میں
ہوگا)۔ تورات اور انجیل کے ذکر سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ
یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایمان اور عملِ صالح کے یہی
اوصاف تھے)۔

(۲۷۲) سے لے کر (۲۷۸) تک کی آیتوں کو جو اِس جگہ درجہ بہ درجہ پیش کی گئی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اِن میں ایک حیرت انگیز وحدتِ مقصد نظر آئے گا جو ہر صاحبِ نظر کو قرآن حکیم کے اِنتہائی طور پر عمیق اور بلیغ ہونے کا یقین دِلا دے گا۔ (۲۷۲) میں صاف طور پر عیاں کر دیا ہے کہ خدا کے بارے میں عِلم کے بغیر ٹامک ٹوئیے مارنا کہ خُدا یُوں ہے، ایسا ہے، ویسا ہے، یہ چاہتا ہے، وُہ چاہتا ہے، یہ اُس کی مرضی ہے، فلاں شئے اُس کی مرضی کے خلاف ہے، وغیرہ وغیرہ سب عبث ہے، گمراہی ہے، قوم کو جہنم میں پھینکنا ہے۔ خُدا کو سمجھنا چاہتے ہو تو آنکھ اور کان اور ذہن کے ذریعے سے عِلم حاصل کرو اور اُس کی بنائی ہُوئی فِطرت کو دیکھو، اِس روشن کتاب (کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ) کا مطالعہ بہ چشمِ خود کرو جو تمہارے سامنے ہے یا اِس کتابِ وحی سے ھُدٰی حاصل کرو جو

پیغمبروں کے ذریعے سے بھیجی گئی۔ (۲۷۳) کی دونوں آیتوں میں زمین اور آسمانوں کی لاانتہا اور حیران کُن مخلوق کی پیدائش، خُدا کی لازوال حکومت اور اٹل قانون کے رائج ہونے کا ذکر کرکے دونوں جگہ صاف کہہ دیا ہے کہ یہ صحیفۂ فطرت میں بار بار مخلوق کا پیدا ہونا ہی اِس واحد غرض کے لئے ہے کہ ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو اُس کے حُسنِ عمل کا انعام پُورے طور پر دیا جائے، اِس فطرت کی "آیات" کو سچ جاننے والی قوم کو بادشاہت اور غلبہ دے کر باعزت کر دیا جائے: (فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ) بلکہ "آخرت" میں خُدا سے مُلاقات کی اُمید پیدا کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ (۲۷۴) کی پہلی آیت میں پھر وُہی يَجْزِيَ کے الفاظ ہیں جو (۲۷۳) کی پہلی آیت میں آئے ہیں لیکن یہاں مِنْ فَضْلِهٖ کا ذِکر ہے جس کا یقینی مفہوم دُنیاوی خُوشحالی ہے۔ (۲۷۴) کی دُوسری آیت میں اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ کے الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ یہ اشارہ صِرف صحیفۂ فطرت کو باطل سمجھنے کا ہے۔ (دیکھو ۱۳۲۔الف و ب صفحہ ۱۷، ۲۷) اور خٰسِرُوْنَ کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ گھاٹا صِرف دُنیاوی گھاٹا ہے، آگے چل کر عذاب بھی جو گُمراہ قوم کو مِلے گا خالص دُنیاوی ہے۔ پھر اِس عذاب کی تصویر کھینچنے کے بعد ایمان والی قوم سے جو "اپیل" کی گئی ہے یہ ہے کہ "یہ میری زمین بڑی ہی وسیع ہے" گویا اِس میں بے شمار انعامات ہیں جو میرے قانون کی پابندی اور میری ہی "عبادت" یعنی مُلازمت اختیار کرنے سے مِل سکتے ہیں: (فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ)۔ پھر کہا کہ ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو ہی اُن باغوں کی بادشاہت مِلے گی جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور صاف کہہ دیا کہ سعی و عمل کرنیوالوں کا کیا اچھا اجر ہے (فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ) اِس سعی و عمل کی مزید تشریح کر دی ہے کہ اُس قوم میں تلاشِ فِطرت کے بارے میں پُورا استقلال ہو: (اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا) (اِس صَبَرُوْا کا مقابلہ (۲۵۷) کے تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ* سے کرو) اور پھر خُدا پر پُورا بھروسہ ہو کہ جو کُچھ مِلے گا اِسی فِطرت کی جانچ پڑتال اور اِسی وسیع زمین کی تلاش و تفتیش کے بعد مِلے گا۔ یہ تمام باتیں آج حرف بحرف دُنیا کی ہر زندہ قوم کر رہی ہے اور اِس کا اجر اپنے پروردگار سے نقد انقد پا رہی ہے۔ اِدھر عملِ صالح کو تسبیحوں کی ہیر پھیر اور نمازوں کے سجدے سمجھنا اور اُدھر جزا و اجر کو "آخرت" کا نسیہ سمجھ کر خوش رہنا وُہ آشوبِ ذہن ہے جو مُسلمانوں میں زوال کے بعد پیدا ہوا۔ قرآن کے مولویانہ معنی کر کے خُدا کی اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ کو بے معنی اور مضحکہ انگیز کر دینا وہ عظیم الشّان گناہ ہے جس کی پھٹکار آج مُسلمانوں کی تمام قوم پر پڑ رہی ہے اور اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان بیہودہ معنوں کی وجہ سے تمام دینِ اِسلام سکون اور زوال کا مذہب بن چُکا ہے۔ فتدبّر!

---

* وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کے الفاظ سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حقیقت پر جم جاؤ اور پھر پُورا استقلال ہو۔

(۲۷۵) کی آیات بار بار سُورۂ سجدہ کی تشریح کے ضمن میں حدیث القرآن میں آچکی ہیں (مثلاً دیکھو (۱۴) صفحہ ۶۹) یہاں پھر ان آیات کے دُہرانے کا موقع اِس لئے ہے کہ (۲۷۳)۔۲ کے اخیر میں كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور (۲۷۵) کے شروع میں يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا کے الفاظ ہیں اور ساتھ ہی اِنَّمَا (یعنی صرف) کا لفظ ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ دُنیا میں وُہ واحد قوم کون ہے جو خُدا کی (صحیفۂ فطرت کی) "آیتوں" پر صحیح معنوں میں ایمان لاتی ہے۔ (۲۷۵) کی پہلی آیت میں اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے تو قریباً وُہی مضمون ہے جو آیۃ (۲۷) صفحہ ۲۷) میں ہے۔ وہاں يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ہے یعنی صاحبِ دانش و بینش وُہ لوگ ہیں جو صحیفۂ فطرت پر کھڑے بیٹھے اور لیٹے غور کر کے گویا "اللہ کو یاد" کر رہے ہیں اور فطرت کی حیران کُن اشیاء کی تلاش و تفتیش کرتے کرتے بزبانِ حال پکار اُٹھتے ہیں کہ اَے پروردگارِ عالم! تُونے اِس کارخانۂ فطرت کو باطل ہرگز نہیں بنایا (رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا)۔ یہاں یعنی (۲۷۵) کی پہلی دُو آیتوں میں بھی جُنُوْبُهُمْ اور ذِكْر کے الفاظ ہیں لیکن کہا ہے کہ وُہ "خُدا کی آیتوں کو یاد" کر کے بزبانِ حال سجدے میں گر پڑتے ہیں گویا جب وُہ صحیفۂ فطرت کی تلاش کے دوران میں عجیب و غریب ایجادوں سے دوچار ہوتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ خُدا نے اِس فطرت کے اندر کیا کیا ممکنات رکھی ہیں [م]

[م] اِس سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ جو کیمبرج یونیورسٹی میں میرے ساتھ ۱۹۰۹ء میں ہُوا یہاں پر بیان کرنے کے لائق ہے۔ مَیں ۱۹۰۸ء میں کیمبرج میں داخل ہُوا اور ایک سال ہی میں مَیں نے یونیورسٹی کے تمام کالجوں کے ریاضی کے آزمائشی امتحان میں اوّل رہا۔ میری عمر بھی اس وقت ۱۹ سال تھی اور مَیں نمایاں ہونے کی وجہ سے شوخ ترین طالب علموں میں سے تھا۔ کیمبرج میں دستور ہے کہ وہاں کے کسی پروفیسر سے طالب علم بالعموم کلام نہیں کرتے کیونکہ یہ لوگ اپنی ایجادات میں محو رہتے ہیں اور ان کی دُنیا ہی کچھ اور ہے۔ ایک روز میں نے اتوار کے دن ایک مشہور سائنسدان پروفیسر سر جیمز جینز کو بازار میں دیکھا کہ معمولی سے کپڑوں میں انجیل اور چھتری دونوں بغلوں میں دبائے گرجا جا رہے ہیں حالانکہ اُس وقت سخت بارش ہو رہی تھی، اپنی شوخی کی وجہ سے جھٹ اُس کو سلام کیا۔ پروفیسر نے مسکرا کر جواب دیا تو شیر ہو گیا اور اس سے انتہائی گستاخی کر کے پوچھا کہ "جناب آپ تو دُنیا کے مشہور ترین عالِم ہیں آپ انجیل پر کیسے یقین کرتے ہیں"۔ پروفیسر یہ کہہ کر چل دیا کہ "جمعرات کے دن میرے مکان پر آؤ"۔ مَیں نے اپنے تمام ہم جماعتوں میں ہنگامہ مچا دیا کہ دیکھو پروفیسر نے مجھے مکان پر بُلایا ہے۔ وہ یقین نہ کرتے تھے۔ جمعرات کے دن ایک شریر جماعتی (جو انگریز تھا) میرے ساتھ ہو گیا کہ چلو تمہارے جھُوٹ کو آزمائیں۔ ٹھیک چار بجے ہم پروفیسر کے مکان پر پہنچے تو میں اُس وقت کہ اس کے مکان کا دروازہ کھُلا اور ایک عورت میرا نام پُوچھ کر مجھے اندر لے گئی۔ میرا ساتھی یہ منظر دیکھ کر بھاگ گیا۔ پروفیسر نے نہایت محبت آمیز لہجے میں مجھے چائے پیش کی۔ پھر کہا "تمہارے سوال کا جواب دینے کے لئے مَیں نے تمہیں بُلایا ہے"۔ مَیں اس تمام واقعے سے پہلے ہی ڈرا ہُوا تھا۔ مَیں نے معذرت کی اور کہا کہ بڑا گستاخانہ سوال تھا جو مَیں نے کیا۔ الغرض ایک گھنٹہ تک اُس نے مجھے سمجھایا کہ یہ صحیفۂ فطرت کیا ہے۔ ہم اِس کی تلاش میں کس قدر محو ہیں، ہم اس کے اندر کیا کیا عظیم الشان باتیں دیکھ رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں اُس نے یہ الفاظ بعینہٖ کہے کہ "مَیں تم کو اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب سے مَیں صحیفۂ فطرت کی تلاش میں لگا ہُوں، میرے بدن کے رونگٹے خُدا کے خوف سے ہر دم کھڑے رہتے ہیں"!

مَیں حیران رہ گیا، کیونکہ ہمارے ہندوستان کے سائنس پڑھے ہُوئے "نیم حکیم" پروفیسر تو اکثر خُدا کے مُنکر ہوتے ہیں الغرض اِن الفاظ کو جب دُو سال بعد ۱۹۱۱ء میں اسی کیمبرج کی یونیورسٹی میں عربی کا امتحان دیتے ہوئے قرآنِ حکیم میں پڑھا اور اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اور تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُهُمْ کے الفاظ پر غور کیا تو معلوم ہُوا کہ عُلَمَاء مولوی لوگ نہیں بلکہ یہ عالِم ہیں جنہوں نے دُنیا میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے۔ اُس وقت سے قرآن کی عظمت میرے دل میں بیٹھتی گئی اور یہ واقعہ قرآنِ حکیم کے متعلق روشنی کی پہلی کھڑکی تھی جو مجھ پر اتفاقاً کھُلی ورنہ مَیں سائنس پڑھ کر قرآن سے بالکل محرُوم رہتا۔

اسی لئے خُدائے عظیم نے (۲۷۵) کی اگلی آیتوں میں صاف کھول دیا کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اِس صحیفۂ فطرت کے اندر رکیا کیا "آنکھوں کی ٹھنڈکیں" یعنی ایجادیں موجُود ہیں اِس سے اگلی آیت میں مُؤمِنٌ اور فَاسِقٌ کا بعینہٖ اِسی طرح مقابلہ کیا ہے جس طرح کہ آیۃ (۱۳۲) لا (صفحہ ۷۰) میں مُتَّقِيْنَ اور فُجَّار کا کیا ہے اور اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ بھی دونوں جگہ موجُود ہیں جن سے قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ یہاں سَب بات صحیفہ فِطرت کی " اٰيٰت " کے متعلّق ہی ہو رہی ہے وُہ مولویانہ بات ہرگز نہیں کہ جب قرآن کی کوئی آیت تلاوت کرو تو سجدے میں جُھک جاؤ اور مولویانہ چہرے بنا کر الحمدُللہ پڑھ دیا کرو!

(۲۷۶) میں حیرت انگیز طور پر اِن تمام باتوں کی تائید مزید ہوتی ہے جو (۲۷۲) سے (۲۷۵) تک کی آیات کے متعلّق اُوپر کی گئیں اِن آیات کی اِبتدا اِس طرح سے ہوتی ہے:-

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۭ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝

ترجمہ:- تو خبردار ہوجاؤ کہ میں (اُس سُرخی کی) شہادت دے کر کہتا ہُوں (جو دِن کے اختتام پر) شفق کی (صُورت میں نمُودار ہوتی ہے) اور (پھر اُس سُرخی کے بعد اُس) رات کی شہادت دیتا ہُوں اور (اُن سَب اشیاء کو) جن پر وُہ چھا جاتی ہے اور چاند کی شہادت دیتا ہُوں جب وُہ (آہستہ آہستہ باریک دھاری سے بڑھ کر) پُورا چاند بن جاتا ہے کہ تُم (انسان) ضرُور ایک درجہ (پَیدائش) سے دُوسرے درجہ (پَیدائش) تک (اُسی طرح) چڑھتے جاؤ گے (جس طرح کہ زوالِ آفتاب کے بعد شفق شفق کے بعد رات اور رات کے بعد چودھویں رات کا پُورا چاند نمُودار ہوتا ہے اور روشنی کمال کو پہنچ جاتی ہے) تو کیا ہو گیا ہے اُن لوگوں کو کہ وُہ (اِنسان کے اس حیرت انگیز ارتقاء پر) ایمان نہیں لاتے اور جب اُن کو قرآنِ (عظیم کی یہ حوصلہ افزا حقیقتیں) پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو وُہ سجدے میں نہیں جاتے (یعنی اِن کو تسلیم نہیں کرتے) وغیرہ وغیرہ۔

الغرض (۲۷۶) کی آیتوں میں واضح طور پر بتلا دیا کہ اِنسان کا ایک طبقے سے دُوسرے طبقے پر ارتقاء ہو کر رہے گا اور یہ ارتقاء چاند کی طرح مکمّل ہوگا۔ ایمان اور عملِ صالح والی قومیں ہی اِس ارتقاء سے فائدہ اُٹھائیں گی اور اُن کو بلا کم و کاست مزدُوری ملے گی۔

اِن تمام آیتوں سے جو (۲۷۲) سے لے کر (۲۷۶) تک دی گئی ہیں ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآنِ حکیم کا اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ایک طُول وطویل اور جانکاہ عمل اُن قوموں کا ہے جو تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (دیکھو (۲۵۷)) کرتی رہیں گویا جنہوں نے اِس دُنیا کی واحد حقیقت (یعنی صحیفۂ فطرت) کو جم کر پکڑ لیا اور پھر اِس حقیقت تک پہنچنے کے لئے جم کر اِستقلال سے عمل کیا یہی شئے (۲۵۹)۔ا میں ہے جہاں حقّ کے لفظ کے ساتھ باطِ ے لفظ کو بھی دُہرایا ہے۔ اُدھر باطِل متعلّق

صاف طور پر کہہ دیا کہ جس نے کارخانہ زمین و آسمان کو باطل سمجھا وُہ کافر ہے، مُفسِدٌ فِی الْاَرْضِ ہے متقی نہیں ہو سکتا؛ (۲۵۶)۔ اِسی وجہ سے سُورۂ عصر میں صاف کہہ دیا کہ اِنسان گھاٹے میں رہے گا مگر وُہ قومیں جو صاحبِ ایمان اور صاحبِ عملِ صالح ہیں؛ (۲۵۷) اسی وجہ سے زمین کے اُوپر کی سب اشیاء کو باعثِ زینتِ زمین کہہ کر اس زینت دینے کے عمل کو "حُسنِ عمل" کہا؛ (۲۶۷) اسی وجہ سے داؤد علیہ السّلام کی زرہوں کی صنعت وغیرہ کو "عملِ صالح" سے تعبیر کیا؛ (۲۶۸) اسی صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش کے باعث سُلیمان علیہ السّلام کے متعلق کہہ ان کو عِلم اور حُکم دیا گیا؛ (۲۶۹)۔ ا۔ داؤد علیہ السّلام کے متعلق عِلم اور فضل کے الفاظ استعمال کئے؛ (۲۶۹) ۲۔ لُوطؑ کے متعلق حُکم، عِلم، رَحمۃ، صالح کے لفظ استعمال کئے (۲۶۹)[۳] اِسحٰقؑ، یعقوبؑ، اِسماعیلؑ، ادریسؑ، ذاالکفلؑ، سُلیمانؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلق صالحین کے لفظ استعمال کئے؛ (۲۶۹) ۴ تا ۷، نیز (۱۷) ۔ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض اِن تمام آیات پر ایک نظر دوڑا کر قطعاً واضح ہو جاتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں صالحیت کیا ہے اور اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ والی قوموں کو کیسا ہونے چاہئیں۔ صِرف (۲۶۴) تا (۲۶۶) والی آیتوں کو پکڑ کر اِس سے مولویانہ نتیجے اخذ کر لینا کہ صالحیت صِرف نماز روزے اور زکوٰۃ اور تسبیح خوانی کا نام ہے، قرآنِ حکیم کے ساتھ صریحاً بددیانتی کرنا ہے۔

قرآنِ حکیم کے متعلق ایک مشہُور حدیث ہے؛ لِکُلِّ اٰیَۃٍ مِّنْھَا ظھر و بطن و لِکُلِّ حدٍّ مُّطَّلعٌ یعنی قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر ایک کی ایک حد مخصُوص ہے۔ اِس حدیث کو مدِّنظر رکھ کر جو حیرت انگیز تطابق اِن صدہا آیتوں میں جو حدیث القرآن میں درجہ بدرجہ اور مضمُون وار پیش کی گئیں اور جو قرآنِ حکیم میں دُور دُور مختلف جگہوں اور سُورتوں میں بکھری پڑی ہیں، اب تک بطناً ظاہر ہُوا ہے اِس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرآنِ حکیم کا ایک ایک لفظ جامع اور مانع ہے۔ ہر لفظ ہر اصطلاح، ہر بیان کے ایک مستقل اور معیّن معنی ہیں اور اِسی لئے کہ ہر قرآنی اصطلاح (مثلاً ایمان، کُفر، فسق، عملِ صالح، شرک، وغیرہ وغیرہ) ایک مستقل معنی رکھتی ہے اور وُہ مستقل معنی قرآن کو ظاہرا طور پر پڑھتے وقت قاری کے ذہن میں پُورے طور پر نہیں ہوتے، قرآن کو پڑھنے والا صِرف اُس آیت کے ظاہری معنی لے لیتا ہے اور وُہ جامع اور مانع معنی جو قرآن کو مکمل طور پر پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ جن کے باعث قرآن کے کسی محاکمے کی دلیل روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے نظر انداز کر دیتا ہے۔ اِسی ظاہری معنی لے لینے کی وجہ سے قرآنِ حکیم کی اکثر آیتیں بے ربط دکھائی دیتی ہیں۔ ایک آیت کا جوڑ اگلی آیت سے، بلکہ آیت کے ایک حصّے کا جوڑ اُس کے دُوسرے حصّے سے پُورے طور پر نہیں ہوتا۔ اور قرآنِ حکیم صِرف پریشان خیالات کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ اِس عُنوان کے تحت میں شرُوع کی تمام آیتیں (۲۵۶) تا (۲۵۹) میرے اس دعوے کی روشن دلیل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مُسلمانوں کے زوال کے وقت کے مفسّروں نے قرآنِ

حکیم کی آیتوں کے صرف ظاہری معنی کر دیئے اور اُن باطنی معنوں سے جو قرآن کے حقیقی مصنف عزّ و جل کے ذہن میں قرآنِ حکیم کی تصنیف کے وقت تھے عوام کو قطعی طور پر بے خبر کر دیا۔

مذکورہ بالا تصریحات کو جو مَیں نے اِس عنوان کے تحت میں اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا قرآنی اور الٰہی مفہوم پیش کرنے کے بارے میں کیں، اُوپر کی حدیث کی روشنی میں دیکھ کر جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے یہ ہے کہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی مصداق وُہی قومیں ہیں جو اِس دُنیا کی تمام باطل اور بے حقیقت باتوں کو یکسر چھوڑ کر صرف حق اور حقیقت کی طرف لگی ہیں، صبر اور استقلال اُن کا خاصہ ہے، فِطرت پر کامل ایمان و یقین کرنا اُن کی ذہنی خصوصیت ہے، "توکّل" اُن کے یقین کا طغرائے اِمتیاز ہے، خٰسِرِیْنَ یعنی گھاٹا کھانے والوں میں سے نہ ہونا اُن کا دائمی طریقِ عمل ہے، جنّتِ زمین کا بدرجہ اتمّ مالک ہونا، حُکم اور عِلم رکھنا، فضلِ خُدا کی تلاش میں لگے رہنا، آخرت میں خُدا سے دُوبدُو ملاقات کی کامل توقّع رکھنا، فِطرت کی کتابِ مُنیر کو سامنے رکھ کر خُدا کی ماہیّت کو پیہم سمجھتے رہنا اور سب سے زیادہ یہ کہ چاند کی طرح آہستہ آہستہ بڑھ کر چودھویں رات کے چاند کی طرح مکمّل ہوتے جانا بلکہ بالآخر پیدائش کے ایک ادنٰی درجے سے لے کر اعلیٰ درجے کی طرف چڑھتے جانا اُن کا وہ دستور العمل ہے جس سے ایک لمحہ اُن کو فرصت نہیں ملتی۔ یہی ہیجان اُن کے دِلوں کو ہر وقت گرمائے رکھتا ہے اِسی ہیجان کے باعث ایسی صاحبِ ایمان اور صاحبِ اعمال صالح قوموں کے چہروں سے خُدا کے قانون اور خُدا کی بنائی ہُوئی فطرت کو تسلیم کر لینے کی تڑپ صاف نظر آتی ہے، اُن کی حیثیت تمام دُنیا کی قوموں میں ایک ممتاز حیثیت ہے اور یہی وُہ لوگ ہیں جو ربّانی اصطلاح میں سرورِ کائنات اور ختمِ رُسُل محمّد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیرو اور اُن کی اُمّت ہیں۔ آج کل کے مُسلمان کو سوچنا چاہئے کہ ختمِ رُسُل محمّد اُن کو کب اپنی اُمّت تسلیم کریں گے!

اَب اِس تشریح کو پیشِ نظر رکھ کر (۸، ۲۷) کے مضمون پر غور کرو۔ اِس میں خُدا نے اپنے رسُول کو ھُدٰی اور دِیْنِ الْحَقّ (یعنی دینِ فطرت) دے کر بھیجنے کی واحد غرض یہ بیان کی ہے کہ وُہ دِینِ انسان کے تمام بنائے ہُوئے دینوں پر غالب آکر رہے۔ گویا یہ طریقہ جو محمّد مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم نے انسان کو دیا عالمگیر ہو جائے اور نسلِ انسانی کی کسی قوم کو اس کے بغیر چارہ نہ رہے۔ پھر کہا ہے کہ اِس بات کی نگرانی کے لئے کہ خُدا کا بھیجا ہُوا دِین کیونکر عالمگیر ہوگا، خُدا خُود کافی ہے (دُوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر کوئی قوم اس دین کو اختیار نہ کرے گی تو خُود سزا بھگتے گی)۔ پھر دعوٰی کیا ہے کہ محمّد خُدا کا بھیجا ہُوا پیغامبر نسلِ انسانی کی طرف ہے اور جو لوگ اُسکے ہم نوا ہو گئے ہیں وُہ خُدا کے قانون اور اُس کے بنائے ہُوئے صحیفۂ فِطرت سے مُنکر لوگوں کے حق میں اِس قدر سخت ہیں کہ وُہ اُن کو دُنیا سے نیست و نابُود کر دینے کا عزم کر چُکے ہیں، وُہ آپس میں کامل طور پر متّحد ہیں کیونکہ

اُن کی غرض دشمن کو تہس نہس کر دینا اور صرف دینِ فطرت کو قائم کرنا ہے۔ (یہی شروع شروع کے مُسلمانوں نے قرنوں تک کیا اور مُلک کے مُلک آنکھ کی جھپک میں فتح کرتے گئے) پھر کہا تُو اُن کو دیکھے گا کہ وُہ صحیفۂ فطرت کی "آیتوں" کو دیکھ کر "سجدے" اور "رکوع" کرتے ہیں (اس کے لئے دیکھو (۲۷، ۵) کا اسی طرح کا خَرُّوْا سُجَّدًا والا مضمون جس میں لکھا ہے کہ جب اُن کے سامنے وُہ آیات آجاتی ہیں تو وُہ لڑکھڑا کر گر پڑتے ہیں اور حمدِ ربّ کے "ترانے" گاتے ہیں اور "تسبیحیں" پڑھتے ہیں * وُہ صحیفۂ فطرت کو لاشئے سمجھ کر اکڑتے نہیں، اُن کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور وُہ اپنے پروردگار کو سزا کے خوف سے اور انعام کی طمع سے "بُلاتے" ہیں وغیرہ وغیرہ نیز دیکھو (۳، ۲۷) صفحہ ۲۷) کا مضمون جس میں پھر یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ یعنی "ذکرِ خُدا" کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی صحیفۂ فطرت پر غور وخوض اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے کرتے رہتے ہیں اور بہ زُبانِ حال پکار اُٹھتے ہیں کہ خُدایا! تُو نے اِس کارخانے کو باطل اور بے معنی نہیں بنایا، اِس کے بنانے میں ضرُور کوئی مقصد ہے، وغیرہ وغیرہ) پھر خُدا کہتا ہے کہ تُو اُن محمّدؐ کے پیرووں کو دیکھے گا کہ وُہ صحیفۂ فطرت کی آیتوں کو دیکھ کر سجدے میں لڑکھڑا کر گر پڑتے ہیں اور اُن کی ایک ہی دُھن ہے کہ وُہ اللہ سے تمام قوموں پر فضیلت اور برتری چاہتے ہیں؛ (یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ) اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح خُدا راضی ہو جائے کہ ہم محمّدؐ کے دین کو لے کر اُسی مقصد کی طرف جا رہے ہیں جو خُدا کا مقصد ہے۔ پھر کہا ہے کہ اُن لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ اُن کے چہروں سے اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نقش ظاہر ہے۔ اِس سے مولوی صاحبان کے پیشانیوں کے گٹے مُراد لے لینا قرآنِ عظیم کی توہین ہے اور وُہی اُوپر کی حدیث والی بات ہُوئی کہ قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک اُس کا باطن ہے بلکہ مُراد یہ ہے کہ محمّدؐ کے پیرووں کی ایک خصُوصیت یہ ہے کہ اُن کے چہروں سے (فِیْ وُجُوْهِهِمْ) (نہ کہ ماتھوں سے جیسا کہ مولوی صاحبان اپنے ماتھوں پر سجدوں کے نشان رگڑ رگڑ کر ڈال لیتے ہیں اور "مومن" بننا چاہتے ہیں!) ہاں ہاں! اُن کے چہروں سے (یعنی اُن کے حُلیے سے بلکہ ان کے روز و شب کے عمل سے) ہی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اِس صحیفۂ فطرت کے دین کو اپنا راہنما ہمیشہ کے لئے تسلیم کر چکے ہیں۔

رسُولِ خُدا کے پیرووں کی یہ نشانیاں بیان کرنے کے بعد خُدا نے معاملے کو اور واضح کرنے کے لئے کہہ دیا کہ یہی اُن لوگوں کی تصویر (ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ) تورات میں ہے اور یہی انجیل میں۔ اِس تشریح سے مفسّروں اور مولوی صاحبان کے "پیشانیوں کے گٹوں" کا بھانڈا پھوٹ گیا کیونکہ تورات اور انجیل میں تو کہیں بھی محمّدؐ کی نماز

* حالانکہ رسُولِ خُدا صلعم نے تمام عُمر کبھی تسبیح ہاتھ میں نہیں لی اور نہ اُن کے کسی اُمّتی نے قرنِ اوّل میں۔ دانوں والی تسبیح کا رواج صرف زوال یافتہ یہودیوں میں اُس وقت تھا)۔

کے رکوع و سجود کا ذکر تک نہیں اور نہ ان کی نمازیں مسلمانوں کی نمازوں سے کسی رکن میں ملتی جلتی تھیں۔ خدا کے اِس کہنے سے کہ محمدؐ صلعم کے پیروؤں کے یہی وصف تورات اور انجیل میں لکھے ہیں، مراد یہ تھی کہ خدا کے دین کے علمبردار ہمیشہ سے اِسی قطع کے چلے آئے ہیں، اُن کا طغرائے امتیاز قانونِ خدا کو تسلیم کرنا ہے۔ خدا کی عظمت، صحیفۂ فطرت کی عظمت، اللہ کے قانون کے اٹل ہونے کی عظمت اُن کے ہر فعل سے نمایاں ہے، وُہ رات دن اِس دُھن میں ہیں کہ وُہ عمل کئے جائیں جن سے ابتغائے فضل ہو یعنی قوم فضیلت کے ایک درجے سے دُوسرے درجے پر بڑھتی جائے، ایک مُلک کو فتح کیا تو دُوسرے مُلک کو فتح کرنے کی فکر ہو۔ اگر خدا کا قانون یہ ہے کہ جان دو تو جان دے دی جائے۔ اگر ضرورت اِس کی پڑ رہی ہے کہ سب مال قوم کی بہتری کے لئے قربان کر دیا جائے تو اِس میں مضائقہ نہ ہو، اگر اقتضائے وقت یہ ہے کہ ہجرت کی جائے تو کر دی جائے، اگر قوم بلند اِس طرح پر ہو سکتی ہے کہ بڑی بڑی ایجادیں کی جائیں تو حضرت سُلیمانؑ کی طرح ہوا کو مسخر کیا جائے، حضرت داؤدؑ کی طرح زرہیں بنائی جائیں، یا اگر تقاضائے وقت اِس طرح پر ہو کہ ایٹم بم بنایا جائے' یا چاند کی سرزمین تک پہنچا جائے (یا کوہِ ہمالیہ کی چوٹی ایورسٹ کو سَر کیا جائے*) تو یہ سب چیزیں کی جائیں کیونکہ یہ سب دِیْنِ الْحَقّ ہے! دینِ محمدؐ ہے، دینِ خدا ہے! وغیرہ وغیرہ، مرا یہ ہے کہ دینِ محمدؐ اب تورات اور انجیل والوں نے بھی پھر اختیار کر لیا ہے اور محمدؐ کا نام لینے والے محمدؐی اپنی پیشانیوں پر نماز کے نِرے گٹّے ڈال کر خدا کے دردناک عذابوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔ محمدؐ کے دین کو اصلی طور پر غالب کرنے والے مدینہ، دمشق، جبل الطارق اور بغداد چھوڑ کر لندن اور نیویارک میں بیٹھے ہیں! آہ! یہ کیا دلخراش منظر ہے! کیا منظر ہے کہ مسلمانوں کے پاس صِرف قرآن کے ورق رہ گئے ہیں اور وحی جو درحقیقت قوموں کے سینوں میں ہُوا کرتی ہے انگریزوں اور امریکنوں کے مُلک میں پہنچ چکی ہے۔ پھر آخر میں انہی دینِ محمدؐ کے علمبرداروں کے متعلق وُہ حیرت انگیز تصویر پیش کر دی جو آج ہر زندہ قوم پر راست آتی ہے۔ کہا کہ محمدؐ کے پیرو ایک کھیتی کی طرح ہیں جس نے اپنی چھوٹی سی کونپل شروع شروع میں نکالی پھر وُہ کونپل جھٹ پٹ مضبوط ہوتی گئی پھر موٹی ہو گئی، پھر یک لخت اپنی ڈنڈی پر جم کر کھڑی ہو گئی، پھر وُہ اِتنی تناور اور شاندار ہوئی کہ خود کھیتی باڑی کرنے والے حیران ہیں کہ اِس قدر جلد سرو قد کیونکر ہُوئی اور تم محمدؐ کے آج کل کے رسمی پیرو اپنی اُنگلیاں مُنہ میں لے لیکر مارے غُصّے کے کاٹ رہے ہو! پھر کہا کہ ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو خدا کا اِس دُنیا میں اجرِ عظیم کا وعدہ ہے اور یہ بھی وعدہ ہے کہ تھوڑی بہت غلطیاں جو اُن سے ہُوا کریں گی اُن پر پردہ پوشی بھی کافی فیاضی سے ہُوا کرے گی۔

الغرض رسمی مسلمان کے لئے زوال کے اِس آخری مرحلے پر بھی سوچنے کا مقام ہے کہ قرآن کا ایمان

---

* یہ الفاظ بعد میں جولائی ۱۹۵۳ء میں بڑھا دیئے گئے۔

اور عملِ صالح کیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۲ کا عام محاکمہ ہے یعنی کیا تم قرآن کے ایک حصے پر ایمان لاؤ گے اور دُوسرے حصّے کے مُنکر ہو گے اور ایسا کرنے والے کیلئے دُنیا اور آخرت میں رُسوائی لکھی ہے۔ اِس لئے ایمان اور عملِ صالح کے مفہوم کا فیصلہ جب تک تمام آیات پیشِ نظر نہ ہوں، ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (آج ۱۹ جون ۱۹۵۱ء کی تاریخ ہے، تیرھواں روزہ ہے اور مَیں نے ۳۰ مئی سے حدیث القرآن کو شروع کر کے اِن ۲۰ دنوں میں یہ تصنیف اِس موضوع تک جو اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا تھا ختم کی ہے۔ میرے پاس قید کی کوٹھڑی میں جس کی دیواریں بھی پُرانی ہو جانے اور مسلسل دُھوئیں سے سیاہ ہو گئی ہیں اور جس کے محراب اور دیواریں زلزلوں اور آندھیوں کی وجہ سے پھٹے ہُوئے ہیں، سوائے ایک بلا ترجمہ نسخۂ قرآن کے کوئی شئے موجود نہیں۔ ایک ناکارہ سی پنسل اور بازار کے سودے کی پُڑیوں کے جمع کردہ چیتھڑے ہیں جن پر یہ الفاظ نہایت باریک لکھ رہا ہوں۔ سخت نقاہت، انتہائی تپش اور ریت کے طُوفانوں میں خُدا کے قرآن کو بیان کرنے کی وہ آمد ہے کہ حیران ہُوں۔ پچھلے تین ۳ ہفتوں سے سفید کاغذ ملنے کی تھوڑی سی آسانی ہُوئی اور قلم کی آمد بھی تیز ہو گئی۔ خیر یہ تو جُملۂ معترضہ تھا) مختصر یہ کہ ایمان اور عملِ صالح کی حقیقت مُسلمان کو اب کئی سو سالوں کے انحطاط کے بعد پھر سمجھانا "طُومارِ قلم" کا کام نہیں رہا۔ ۸ مئی کو ابھی چند دِن ہُوئے مَیں نے قرآنِ حکیم کے متعلق اِسی "الہام" کے جوش میں لکھا تھا :۔

طُومارِ قلم سَیفِ صفِ اہلِ زوال است　　در دینِ عُمرؓ رُومیؔ و رازیؔ بچہ ارزند

لکھا تھا کہ وُہ قلم کا طُومار اور ہزارہا صفحوں میں قرآنِ حکیم کی تفسیریں جو رُومیؔ اور رازیؔ نے پَیدا کیں وُہ صرف زوال شُدہ مُسلمانوں کی صفوں کی تلواریں تھیں جو وُہ اپنے اپنے زمانوں میں چلا کر ختم ہو گئے اور کُچھ نتیجہ پَیدا نہ ہُوا، لیکن اصل اِسلام اور دینِ محمدؐ جس کا ذکر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے اِس عنوان میں ہو رہا ہے وُہ دینِ عُمرؓ تھا جس نے صِرف بارہ ۱۲ برس کی مُدّت میں (یعنی فارُوقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت کے اختتام، گویا ۲۳ھ یا ۶۴۴ء تک) اِنہی ایمان اور عملِ صالح والے مُسلمانوں کے ذریعے سے چھتیس ۳۶ ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ چار ۴ ہزار بُت خانوں اور ہیکلوں* کو اپنے تصرّف میں لا کر مسجدوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ صِرف حضرت عُمرؓ کے عہد کے مقبُوضہ ممالک کا رقبہ بائیس ۲۲ لاکھ مربع مِیل تھا۔ ہجرت کے ایک سَو برس بعد تک مُسلمان پُرانی دُنیا کے تینوں برِّاعظموں میں پھیل گئے۔ ایشیا میں دریائے اٹک کی حدُود اُن کے ایک طرف اور یورپ میں فرانس کے جنُوبی اور وسطی مَیدان دُوسری طرف تھے، افریقہ کا تمام شمالی علاقہ بھی اُن کے دستِ قدرت میں تھا۔ گویا ماسوا رُومۃ الکبریٰ کے جو اٹلی میں تھا، مُسلمانوں کا تسلّط قریب قریب سب مہذّب دُنیا پر ایک صدی کے اندر اندر ہو گیا۔

---

* یہ ایک عیسائی جُرجی زیدان کا قول ہے جو یقین میں نہیں آتا۔

جو شئے سمجھنے کے لائق ہے یہ ہے کہ دینِ عمرؓ میں رُومی جیسے فلسفی اور رازی جیسے مفسرِ قرآن کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے جن کے "طُومارِ قلم" کے باوجود ایک مُسلمان بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکا بلکہ مُسلمان تفسیروں اور فلسفیانہ مباحث کے عادی ہو کر دینِ خُدا کی غرض وغایت سے قطعی طور پر بے حس ہو گئے۔ حضرت امام رازی بالآخر اپنی تین سَو۳۰۰ جلدوں کی عظیم الشّان تفسیر کبیر لِکھ لینے کے بعد اِس معاملے میں اِس قدر حسّاس واقع ہُوئے کہ اُنہوں نے حسبِ ذیل اشعار میں صاف طور پر اقرار کیا کہ قرآن کے متعلق میری" تمام عقلی اور منطقی باتیں لنگڑی ثابت ہُوئیں"۔ "عالمانِ قرآن کی اکثر کوششیں گمراہی تھیں۔" "ہماری رُوحیں ہمارے جسموں کے باعث گندی ہو گئیں"۔ "ہماری دُنیا کا حاصِل سِوائے اذیت اور وبال کے کُچھ نہ ہُوا۔" "ہم نے تمام عمر اِن بحثوں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا سوائے اِس کے کہ ہم نے بہت سا قیل وقال (بے مطلب اور بے مقصد) جمع کر لیا" وغیرہ وغیرہ۔ یہ اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

نہایت اقدام العقول عقال ۔۔۔ واکثر سعی العالمین ضلال

وارواحنا فی فحشۃ من جسومنا ۔۔۔ وحاصل دنیانا اذًی ووبال

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا ۔۔۔ سوٰی ان جمعنا فیہ قیل وقال

وکم قد رأینا من رجال ودولۃ ۔۔۔ فبادوا جمیعًا مسرعین وزالوا

وکم من جبال قد علت شرفاتھا ۔۔۔ رجال فزالوا والجبال جبال

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن صَدہا جلدوں والی تصنیفوں نے قرآنِ حکیم کو کیوں دو۲ اور دو۲ چار کی طرح واضح نہ کیا اور وُہ کیا وضاحت تھی جو رسُولِ خُدا صلعم کے عہد میں صِرف چند آدمیوں کے سینوں کے اندر بغیر کِسی کتابی عِلم یا درس وتدریس کے شرُوع ہوئی اور کم از کم تین سو برس تک نسلاً بعد نسل اِس حیرت انگیز تیزی کے ساتھ جاری رہی کہ دُنیا کی پُوری تاریخ میں اِس سعی وعمل کی مثال ہرگز نہیں ملتی۔ غزوۂ[*] بدر ۲ھ میں ہُوا۔ فتحِ مکّہ ۹ھ میں فتح بیت المقدس ۱۵ھ میں، فتحِ مصر ۲۰ھ میں، فتحِ ایران ۲۱ھ میں، فتحِ افریقہ ۲۶ھ میں، محاصرۂ قسطنطنیہ ۵۰ھ میں، حملۂ اُندلس ۹۱ھ میں، دُوسرا محاصرۂ قسطنطنیہ ۹۷ھ میں ہُوئے۔ ۱۳۲ھ میں بنُو عبّاس آئے، ہارُون الرّشید ۱۷۰ھ سے حکمران ہُوئے اور اُن کے بعد سے ہی قرآنِ حکیم پر بحثیں اور مناظرے شرُوع ہُوئے امین اور مامُون ۱۹۳ھ اور ۱۹۷ھ میں تھے لیکن ۲۲۶ھ تک سلطنتِ عبّاسیہ اِس قدر کمزور ہو گئی کہ خُلفائے بغداد کے تُرک محافظ پیدا ہو چُکے تھے بلکہ دینِ اسلام کا اکثر فاتحانہ تقدّم ماند پڑ چکا تھا۔ ۲۴۷ھ سے تُرک پُورے عرُوج پر تھے اور خُلفائے بغداد برائے نام رہ گئے تھے۔ ۳۳۰ھ میں مِصر کے فاطمی خُلفاء نے فلسطین کو پھر فتح کیا، ۳۶۲ھ میں سلجوق خاندان کو قدرے استحکام ہُوا اور وُہ ایک سو برس میں ہی یعنی ۴۶۲ھ تک روما پہنچ گئے۔ اِسی اثناء میں ۴۶۸ھ میں بنی اُمیّہ کا زوال شرُوع میں ہُوا۔ ۴۸۸ھ میں پہلی صلیبی لڑائی شرُوع اور ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پھر

[*] یہ سب تاریخیں مجھے قید خانے میں ہی ایک کتاب سے حاصِل ہُوئی تھیں۔

فتح ہُوا۔ دُوسری صلیبی لڑائی ۵۴۳ھ میں ہُوئی اور ۵۶۷ھ میں صلاح الدّین ایُوّبی نے فاطمیوں کو شکست دی۔ ۵۷۴ھ میں حسن بن صباح نمُودار ہُوا اور ۵۸۳ھ میں صلاح الدّین نے پھر تیسری بار بیت المقدس فتح کیا۔ ۶۰۲ھ میں چنگیز نمُودار ہوا اور ۶۵۶ھ میں ہلاکُو کے ہاتھ سے بغداد کی تباہی کا منظر پیش آیا اور اِسلام کا اکثر ولولہ ختم ہو گیا۔

مذکُورہ بالا مختصر تاریخ سے واضح ہے کہ دُوسری صدی ہجری کے اخیر تک مُسلمان کم و بیش فاتح رہے۔ دُوسری صدی کے وسط میں قرآن پر بحثیں اور مناظرے شرُوع ہو گئے تھے، اِسلام میں باقاعدہ تعلیم اور تعلّم کا آغاز ۱۴۳ھ سے ہی شرُوع ہو گیا تھا اگرچہ ابھی رفتار بہُت دِھیمی تھی لیکن چُونکہ فتح کی رفتار بھی دِھیمی ہو رہی تھی دُوسری صدی کے اخیر تک اگر زیادہ نہیں تو سینکڑوں مجتہد، فقیہ، فلاسفر، مورّخ بلکہ ادیب اور شاعر بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے دینِ اِسلام کی عملی رُوح کو ختم کرنے کی پہلی کوشش کی۔ تعجب یہ ہے کہ باوجُود اُن کتابی رہنماؤں کے جو قرآن کی تعلیم کے صریح خلاف اسلام میں پَیدا ہو گئے تھے، چوتھی صَدی ہجری کے اخیر تک بھی اِسلام کی وسیع سلطنت میں کسی کالج یا اسکُول کا نام و نشان تک نہیں مِلتا۔ نظامیہ یُونیورسٹی کی تعمیر نظام الملک طُوسی وزیر الپ ارسلان خاندان سلجوق نے ۴۵۷ھ میں ڈالی۔ امام غزالیؒ اسی یُونیورسٹی کے نائب پروفیسر اور شیخ سعدیؒ اس کے درس یافتہ تھے۔ نظام الملک اِسی علمی بد امنی کے باعث ۴۸۵ھ میں رعیّت کے ایک فرد کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ماوراالنّہر کے عُلماء نے اِس یُونیورسٹی کے قیام پر ماتم کیا کہ "اب عِلمِ قرآن عِلم نہیں رہا" مگر کیا ہو سکتا تھا۔ دینِ اِسلام کی رُوح اور قرآن کے معانی بگڑ چُکے تھے اور نظامیہ کے قیام کے بعد ہزارہا مدرسے عالمِ اسلام میں پھیل گئے۔

حضرت امام رازیؒ جنہوں نے تفسیر کبیر لکھی اس "فِتنۂ کتابت" کے پُورے ایک سَو سال بعد پَیدا ہُوئے۔ اُن کی ولادت ۵۴۴ھ میں اور وفات ۶۰۶ھ میں ہُوئی۔ اُنہوں نے تفسیر کبیر کے علاوہ علمِ کلام پر قریباً ایک درجن کتابیں، اصُولِ فقہ پر ایک کتاب، حکمت پر تین کتابیں، طلسمات پر دو کتابیں، نحو میں شرح مفصّل زمخشری کی ایک نہایت ضخیم کتاب، فِقہ پر ایک بڑی شرح اور طب پر بُو علی سینا کی کتاب قانُون کی ضخیم شرح باسٹھ برس کی عُمرِ مختصر میں لکھیں۔ اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چھٹی صَدی ہجری کے اخیر تک دینِ اسلام کیا کا کیا بن چُکا تھا!

اِن حالات میں ظاہر ہے کہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا مفہُوم مُسلمانوں کے ذہنوں میں کیا باقی رہتا۔ وُہ قرآن جو بار بار اور انتہائی تاکیدوں کے ساتھ صحیفۂ فطرت کو برحق، اُس کے منکروں کو کافر، باطل کے ماننے والوں کو جہنّمی، عملِ صالح کرنے والوں کو زمین کے واحد وارث پُکار پُکار کر کہتا تھا، بالآخر ان کتابوں کے طُومار کے نیچے دب گیا، مدرسے کے طالب علموں نے اِس قرآن کی درس و تدریس کو ایک مشغلہ سمجھ لیا اور چُونکہ سعی و عمل کی رُوح اکثر مفقُود ہو چُکی تھی اور ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح مُسلمان بنا کر رکھنا قومی فرض بن چُکا تھا۔ قرآن حکیم میں وُہ معنوی تحریف پَیدا ہُوئی جو یہُودیوں اور عیسائیوں نے بھی کبھی نہ کی تھی!

اَب صُورتِ حال یہ ہے کہ قُرآن کی ایک ایک اصطلاح، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ کے معانی بگڑ چکے ہیں۔ ہر آیت اگلی آیت سے بے ربط ہو چکی ہے۔ رکُوع جو قرآن میں قرآن کو جاننے والوں نے اِس لئے لگائے تھے کہ اِس سُورت کے مُختلف موضُوعوں کو علیحدہ رکھ کر سُورت کا موضُوع واضح کیا جا سکے 'صِرف تلاوت کے وقفے' بن کر بے معنی ہو چکے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ؁ (یعنی یہ وُہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے) کا منظر پیدا ہو چُکا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ یعنی تیرے رب کی قسم کہ ہم اُن سب کو سزا دیں گے) کی سزا آ چکی ہے! اور قرآنِ حکیم صِرف مُلّاؤں کے پڑھنے یا مرگ پر تلاوت کرنے کی کتاب رہ گئی ہے۔ خُدا کا تخیل اِس قدر ناکارہ، بے معنی اور بے نتیجہ ہو چکا ہے کہ ۸ مئی ۱۹۵۱ء کو مَیں حسبِ ذیل شعر کہنے پر مجبُور ہو گیا:۔

ہے میری نگہ کہ دین اَب وُہ خراب ہو چکا ہے   کہ خُدا ابھی ملے گا کہ ربِ حرم بدل دو[✝]

یہ اِس لئے کہ حرم کا ربّ اَب وُہ ربّ نہیں رہا جو دینِ عُمرؓ کا ربّ تھا۔ حرم کا موجُودہ ربّ اَب صِرف چند رسموں تک محدُود ہے، اُس کے دیئے ہُوئے اکثر احکام کی اہمیّت بلکہ صداقت ذہنوں میں باقی نہیں رہی۔ اُس کا بھیجا ہُوا قرآن کرنے کی شئے نہیں رہی وُہ صِرف چُومنے یا "تلاوت" یا درس و تدریس کی شئے رہ گئی ہے۔ اُس کی آیتیں ایک دُوسرے سے جُدا، بے ربط، بے معنی اور بے مغز ہو کر رہ گئی ہیں جن کو "مقدس" ہونے کا درجہ بھی محض اِس لیئے دیا جاتا ہے کہ اِن کی ظاہر آؤ بھگت کر لینے سے اِن پر عمل کرنے کا فرض بہ زعم خُود ختم ہو جاتا ہے۔ الغرض حدیث القرآن لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کو صرف چند لفظوں میں بیان کر کے اُس اصلی تخیّل کو پھر پیدا کیا جائے جس کی وجہ سے قرآن کا ہر ماننے والا قرونِ اُولیٰ میں پابہ رکاب ہو گیا تھا اور چُونکہ اُس تخیّل سے جو ذہنوں میں قرنِ اوّل کے ماحول نے پیدا کیا تھا، قرآنِ حکیم کے ایک ایک لفظ اور حُکم کی تصدیق ہوتی تھی اور خُدا کے وعدے قطعی طور پر سچے ثابت ہوتے جاتے تھے، اِس لئے قرآنِ حکیم کا ربّ مُسلمانوں کا سچا پروردگار بن چُکا تھا، اُن کو اپنے پروردگار کی مرضی کرنے میں کوئی عُذر باقی نہ رہا تھا کیُونکہ وُہ جانتے تھے کہ اُن کے عمل کا نتیجہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی صُورت میں یقینی طور پر ظاہر ہو کر رہے گا۔ اگر آج دُنیا کی ہر زندہ قوم کا ہر کس و ناکس فرد خُدا کے بتائے ہُوئے پروگرام پر ولولے سے لگا ہے تو اِس کی وجہ وُہ ذہنی یقین اور علمی ماحول ہے جو حقیقتوں کو اپنے سینوں میں سما لینے کی وجہ سے پیدا ہُوا ہے۔ یہ بات مُسلمان میں پھر پیدا ہو سکتی ہے اگر مُسلمانوں کا کوئی صاحبِ علم مگر جابر اور حکمران فرد حضرت ابُوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح دُرّے کے زور سے مُسلمانوں کو صحیح عمل کی طرف، مذہبی نہیں بلکہ سیاسی بن کر بُلائے اور پھر اُس عمل کے نتیجے مُسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے

✝ دیکھو حریم غیب صفحہ ۲۱۸۔

دو اور دو چار کی طرح پیدا کر کے دکھلا دے کہ قرآن کیا ہے۔ قوتِ علم و حکم کے بغیر کسی گری ہوئی قوم کو پھر اُٹھا دینا اور اُن کی ذہنیت کو اس طرح پر بدل دینا کہ وہ قوم صدیوں تک پھر ایک نیا دور ترقی کا شروع کرے محال ہے۔

خاکسار تحریک کو انگریزی حکومت کے بے مثال رُعب وجلال میں انتہائی بے بسی اور عجز کے ماحول میں شروع کیا گیا تھا۔ اس سے مسلمانوں میں اخلاق اور کردار کا ایک ڈھانچہ سا ضرور بنا لیکن چونکہ قوم کے اندر جہاد کی خصوصیتیں کالعدم تھیں اور سب کام رضا کارانہ طور پر تھا، طاقت اور حکم کے نہ ہونے نے فتح یا مالِ غنیمت کا کوئی منظر نہ دکھلایا جس سے حوصلے بلند ہوں اور تحریک کو بالآخر مسلمان کی اسی خوفِ موت کے باعث بند کرنا پڑا جس کا مظاہرہ مشرقی پنجاب میں چند ماہ بعد لاکھوں کی تعداد میں ہوا۔ تاہم اس چھوٹے سے مظاہرے سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم کی تعلیم کا ایک ذرا سا شوشہ بھی عملاً کیا بڑے نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

حدیث القرآن کو اور لمبا کرنا پیشِ نظر نہیں تاکہ مطلب خبط نہ ہو جائے۔ انہی ڈیڑھ سو صفحوں کے اندر قرآن کا پورا مطلب آجانا چاہیئے۔ اس لئے بقایا چند باتوں کو جو کہنی ہیں بعد پر چھوڑتا ہوں تاکہ اطمینان سے کہہ سکوں کہ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ کیا ہے۔

۱۹ رجون ۱۹۵۱ء

۱۰۔ صحیفۂ فطرت کی حقیقت اور اہمیت پر آخری نظر

آخری الفاظ جو اس سلسلے میں ہر شخص کی معمولی سی سوچ کے لئے پیش کرنا چاہتا ہوں حسبِ ذیل ہیں۔ ان پر انتہائی غور و فکر کے بغیر قرآن کا ایمان اور عملِ صالح پورے طور پر سمجھ نہیں آسکتے۔

(۱) زمین و آسمان کی کائنات کا سلسلہ ایک حیرت انگیز اور نتیجہ خیز سلسلہ صرف انسان کے لئے اس وجہ سے ہے کہ انسان کے پاس آنکھ، کان اور ذہن ہیں اور وہ ان کی وجہ سے ہی اس کائنات کو حیرت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے یا اگر اور گہرا چلتا جائے تو کسی نتیجے تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ حیوانات یا دوسری ادنیٰ مخلوق کو پتہ بھی نہیں کہ یہ کائنات کیا ہے اس لئے اُن کے سامنے "حیرت" وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُن کو صرف "عقلِ حیوانی" یا "میکانیکی عمل" کی ہدایت* دے دی گئی ہے جس کے ذریعے سے وہ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ کے مصداق ہیں یعنی "جو کچھ اُن کو حکم دیا گیا کرتے ہیں" اور بس۔ (۲) انسان کے سامنے کائنات موجود ہے

---

* قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ کی طرف اشارہ ہے یعنی کائنات کی ہر شئے کو پیدا کر کے ہدایت دی گئی ہے

لیکن اِس کا بنانے والا نظر نہیں آتا جو دُوسری حیرت انگیز بات ہے۔ (۳) ادنیٰ مخلوق کو پُوری راہ بتلادی گئی ہے لیکن اِنسان ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا کی حالت سے دوچار ہے یعنی اُس کو کسی شئے کا عِلم نہیں! (۴) اِنسان کے سامنے سوائے صحیفۂ فطرت کے کوئی دُوسری شئے موجُود نہیں جس سے وُہ اپنی آنکھ، کان، ذہن کے ذریعے سے (یا کسی اور ذریعے سے اگر ایسا مُمکن ہو) کوئی عِلم حاصِل کرسکے یا اپنے لئے کوئی راہ دریافت کرسکے۔

(۱) ان چار اُمُور کو ذہن نشین کرلینے کے بعد فطرتاً جو شئے اِنسان کے سامنے آنی چاہیئے یہ ہے کہ اِس کائنات کے بنانے والے کو (۱) سمجھنے کے لئے کہ وُہ کیا ہے، یا (۲) یہ سمجھنے کے لئے کہ وُہ انسان سے کیا چاہتا ہے، یا (۳) یہ سمجھنے کے لئے کہ اِنسان کی راہ اِس دُنیا میں کیا ہے، یا (۴) یہ سمجھنے کے لئے کہ اِنسانی قومیں کیا عمل کرکے دُوسری اِنسانی قوموں پر برتری حاصِل کرلیتی ہیں اور ایک قوم شکست کھاجاتی ہے اور دُوسری اُس کی جگہ لے لیتی ہے، اِس کے سوا چارہ نہیں کہ اِس صحیفۂ فطرت کو ہی دیکھا جائے کیونکہ اور کوئی شئے اس کے سوا انسان کے سامنے نہیں اور صحیفۂ فطرت کا بنانے والا خُود ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ الغرض اِنسان کی ہر مُشکل کا حل صحیفۂ فطرت میں ہے، دُوسرا کوئی ذریعہ اِس کے پاس موجُود نہیں جس سے وُہ ہدایت یا عِلم حاصِل کرسکے۔ (ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دُوسرا اِنسان دعویٰ کرے کہ مَیں خُدا کے پاس سے ہوکر آیا ہُوں اور وہاں سے ہدایت لایا ہُوں، مجھے مانو اور میری پیروی کرو۔ لیکن یہ صِرف عقیدہ کی بات ہے اور نسلِ اِنسانی کا حق ہے کہ جب تک وُہ اپنے دعوے کو دوؔ اور دوؔ چار کی طرح ثابت نہ کردے اُس شخص کی بات کو تسلیم نہ کرے۔) پس جب اِنسان کے سامنے صحیفۂ فطرت کے سِوا کوئی دُوسری شئے نظر ہی نہیں آتی تو انسان کے واسطے چارہ ہی نہیں رہا کہ وُہ اِسی سے پُورا لگاؤ "اُٹھتے بیٹھتے لیٹے" پیدا کرکے معرفتِ خُدا حاصِل کرے یا ہدایت حاصِل کرے یا جو کُچھ بھی مِل سکتا ہے اِسی سے حاصِل کرے۔ پس اِنسان کے لئے اِس دُنیا میں خُدا کا قائم مقام صحیفۂ فطرت ہے۔

(۲) راہ دریافت کرنے یا عِلم حاصِل کرنے کے علاوہ صحیفۂ کائنات میں ایک اور خصُوصیّت ہے کہ اِس میں تمام اشیاء جو سامنے ہیں اِنسان کے استعمال کے لئے بنائی ہُوئی معلوم دیتی ہیں یا کم از کم یہ کہ اِنسان اِن کو استعمال کرتا ہے اور اِن سے فائدہ اُٹھاتا ہے (اگرچہ اور حیَوانات بھی اِن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن اُن کا فائدہ اُٹھانا انسان کے مقابلے میں بُہت محدُود ہے)۔ الغرض یہ بھی ایک طبعی نتیجہ ہے کہ صحیفۂ فطرت ہی اِنسانی ترقی کا واحِد ذریعہ ہے۔ اِس کے سِوا کوئی اور ذریعۂ ترقی موجُود نہیں۔

یہ وُہ عظیم الشّان حقیقتیں ہیں جو قرآن نے پیش کی ہیں۔ اِنہی حقیقتوں کے باعث صحیفۂ فطرت:۔

اوّل:۔ انسان کے ذاتی عِلم کا ذریعہ ہے جو وُہ ماں کے پیٹ سے نِکل کر روزمرّہ حاصِل کرتا ہے۔

دوئم :۔ اِنسان کی ذاتی یا اجتماعی ہدایت کا ذریعہ ہے جس کے ذریعے سے قومیں ترقّی کر رہی ہیں۔
سوئم :۔ اِنسان کی مادّی ترقّی کا ذریعہ ہے کیونکہ اِنسان فِطرت کی اشیاء کو استعمال کر کے ترقّی کے بُلند بام پر چڑھ رہا ہے اور چڑھتا جائے گا۔
چہارم :۔ اِسی صحیفۂ فِطرت کی تلاش و جستجو اِنسان کی ابدالاباد تک کی ترقّی کی ضامن ہے کیونکہ کسی پیغمبر سے لی ہُوئی ہدایت یا اُس کی لائی ہُوئی کوئی کتاب صِرف راہِ عمل بتا سکتی ہے، صحیفۂ فِطرت کی اشیاء کو استعمال کر کے ترقّی کے بُلند بام پر چڑھانے کا کام نبی کی لائی ہُوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اِن تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد صِرف ایک نتیجہ نِکل سکتا ہے وُہ یہ ہے کہ صحیفۂ فِطرت ہی کے ذریعے سے (۱) خُدا کو پہچانا جا سکتا ہے کہ وُہ کیا ہے۔ (۲) راہِ عمل دریافت ہو سکتا ہے کہ اِنسان کو اِس دُنیا میں کیا کرنا چاہئے۔ (۳) قوموں کی مادّی ترقّی اِنتہائی درجے تک ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی اور ذریعہ اِس کے سِوا موجُود نہیں۔ (۴) انبیاء کی لائی ہُوئی کتابیں بھی اِنسان کی مادّی ترقّی کا کوئی دستورُ العمل صحیفۂ فِطرت کی تلاش و تفتیش کے بغیر نہیں بتلا سکتیں، کیونکہ اِس کے سِوا کوئی اور شَئے موجُود ہی نہیں اور کان آنکھ اور ذہن کا استعمال اِن اشیاء کے بغیر کِسی اور شَئے پر ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ دلائل ہیں جن کی وجہ سے قرآن کا ایمان اِنسان کے صحیفۂ فِطرت کو برحق سمجھنے کا ایمان ہے اور قرآن کا عملِ صالح وُہ عمل ہے جو صحیفۂ فِطرت کی اشیاء کے صحیح استعمال اور اِس کی صحیح تلاش میں یا اِنسان کی ہیئتِ اجتماعی کی باہمی بہبُودی میں صَرف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صحیفۂ فِطرت کو برحق کہا۔ اِس کو باطِل سمجھنے والوں کو کافِر، فاجِر اور مُفسِد فی الارض کہا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان اور عملِ صالح والی قوموں کو اِس دُنیا کی بادشاہت، دُوسری قوموں پر فضیلت، مادّی ارتقاء اور جنّاتِ زمین کی تمام نعمتوں کا وعدہ دیا اور یہی وُہ حقیقت ہے جو آج ہر شخص کو اِن آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی ہے خواہ وُہ قوم کِسی "آسمانی" کتاب کو "مانتی" ہو یا نہ "مانتی" ہو۔
اِن وجُوہ کی بِناء پر ہی قرآنِ حکیم میں اٰیات کا لفظ قرآن میں لکھی ہُوئی اٰیات اور صحیفۂ فِطرت سے اخذ کی ہُوئی اٰیات دونوں پر یکساں استعمال ہُوا ہے۔ دونوں پر یکساں ایمان رکھنا اِنسان کا فرض ہے کیونکہ قرآن کی آیت خُدا کا کلام ہے اور فِطرت کی آیت خُدا کا کام۔ خُدا کے کام سے نکلی ہوئی آیت پر اِنسان کا ایمان لانا خُدا کے نزدیک اُتنا ہی ضرُوری ہے جتنا کہ قرآن یا کِسی اور صحیفۂ آسمانی کی لکھی ہُوئی آیت پر۔ اِسی نُقطۂ نظر سے صحیفۂ فِطرت کو اَلْكِتٰبِ بلکہ اَلْكِتٰبِ الْمُبِيْن کہا ہے۔ اور اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے تو ہر صاحبِ نظر پر واضح ہو جائے گا کہ خُدا کا پُورا "الہام" تو دراصل صحیفۂ فِطرت ہی ہے۔ انبیاء کے لائے ہُوئے صحیفے تو صِرف اِس اُمُّ الْكِتٰبِ کا ایک خفیف سا حِصّہ ہیں۔ فتدبّر!

قرآنِ حکیم میں ہے:۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ ۴۳

ترجمہ:۔ (اَے لوگو!) یہ روشن کتاب (جو صحیفۂ فطرت کی شکل میں تمہارے سامنے ہَے) اِس بات کی (قطعی طور پر) گواہ ہَے کہ ہم نے صحیفۂ فطرت (یعنی کتابِ مُبین کے اندرُونی اسرار) کو عربی زُبان کا قرآن (کتاب کا لباس پہنا کر) بنادیا ہَے تاکہ تُم لوگ عقلمند بن جاؤ اور بے شک و شُبہ یہ قرآن ایک ایسی اُمّ الکتٰب (یعنی تمام کتابوں کی ماں) میں موجُود ہَے جو ہمارے پاس رکھی ہَے اور جو بے شک نہایت بُلند پایہ اور پُراز حکمت کتاب ہَے۔ تاکہ (اِس لئے کہ تُم لوگ (اِس صحیفۂ فطرت سے غفلت برت کر) حد سے گُذرے جا رہے ہو، ہم اِس (صحیفۂ فطرت سے) عبرت پکڑنے کے معاملے کو ہی تُم سے صاف اُچک کیوں نہ لیں (تاکہ تم سِرے سے گُمراہ ہو کر جہنّم واصل ہو جاؤ)۔

قرآن کی یہ تعلیم ہَے اور آج کل کا مُلّا اُمّت کو یہ کہتا رہتا ہَے کہ یہ دُنیا مُردار ہَے، اِس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو، تسبیحیں پھیرتے جاؤ اور گوشوں میں بیٹھے رہو۔ سب کچھ جو مِلنا ہَے آخرت میں مِلے گا، یہاں جس نے نقد لے لیا اُس کو آگے چل کر جہنّم ہَے۔ فتدبّر! ۲۲ جولائی ۱۹۵۱ء

اِن سطُور کے بعد جو کچھ لکھا گیا وُہ قید خانے سے باہر کی تحریر ہَے۔

۱۱۔ قرآن کے "آخری آسمانی کلام ہونے" کا قطعی ثبوت

مزید آیاتِ قرآن اور اُن کا زہرہ گداز عِلم

یُوں تو قرآنِ حکیم کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حِصّہ نہیں جس کو مُناسب غور و خوض کے بعد انسان کے لئے مُستقل معلُومات کی بناء نہ قرار دی جاسکے، یا اِس کے اندر جماعتی بہبُودی کا کوئی عظیم الشّان گُر موجُود نہ ہو لیکن اِس عظیم الشّان کتاب کی اِس حیرت انگیز اور عالم آرا تعلیم کے علاوہ جو پچھلے دس عُنوانوں میں مضمُون وار ظاہر کی گئی بعض ایسی آیات ہیں جن کو علی الحساب اِس عُنوان کے ماتحت اِس نقطۂ نظر سے درج کیا جاتا ہَے کہ قرآن کی صحیفۂ فِطرت کے بارے میں وُسعتِ نگاہ اور اِس کی بُلندیٔ نظر اور واضح ہو جائے اور بنی نوعِ انسان پر ثابت ہو جائے کہ فاطرِ زمین و آسمان کا یہ آخری کلام انسانی ترقی اور تمدّن کے جس مرحلے پر عرب کے ایک انسانؑ کے قلب پر وارد ہُوا تھا فی الحقیقت وُہ آخری کلام تھا، جس سے آگے چل کر کسی دُوسرے آخری کلام کا تصوّر بھی ذہن میں نہیں آسکتا۔ سائنس اور یقینی عِلم کی اِس حیران کُن ترقی کے باوجُود انسان ابھی تک اُن پست کُن مسائل کے حل

میں مستغرق ہے اور آئے دِن کی عالمگیر جنگوں میں لکھو کھہا اِنسان کٹوا رہا ہے جن کی تہ کو دیکھ کر لامحالہ اِس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ اِنسان کو ابھی اِس زمین پر بھی اپنے مقام کا صحیح احساس تو کیا، ادنیٰ احساس نہیں ہُوا چہ جائیکہ وُہ اِس کائنات میں اپنے بُلند مقام کا احساس کرے۔ آئے دِن کی جنگوں اور ایک قوم کا دُوسری قوموں پر احساسِ برتری کا فرضی تخیل اُس کو ایسے جہنّم کی طرف کھینچے لیئے جا رہا ہے جس میں پڑکر اُس کی مقامی اُلجھنیں اُس کو حیوانوں کا بلند مقام بھی نہیں دے سکتیں۔ حیوانوں اور غیر ذی بصر مخلوق کا جو بُلند درجہ قرآنِ حکیم نے قائم کیا ہے، یہ ہے کہ دابّہ اور طیور، شجر اور ملائکہ اور دیگر مخلوق جو کچھ اُن کو حکم دیا گیا اُس کی تعمیل کر رہے ہیں[1]، وُہ سب کے سب خُدا کی نماز اور تسبیح و تحمید میں مصرُوف ہیں لیکن تم اِنسان اِس تسبیح اور نماز کو سمجھ نہیں سکے[2]، شمس اور قمر ایک مقرّر کردہ اندازے پر چل رہے ہیں[3]، نجم اور شجر پیہم سجدہ کر رہے ہیں[4]، وغیرہ وغیرہ۔ آسمان اور زمین کو پُکار کر کہا گیا کہ چار و ناچار آجاؤ، اُنہوں نے کہا کہ ہم مطیع ہو کر آتے ہیں[5] وغیرہ وغیرہ۔ اِنسان کے متعلق کہا گیا کہ ہم نے عقل و ادراک کی امانت پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں کے پیش کی کہ وُہ اِس کو قبول کرلیں لیکن وُہ اِس کو قبُول کرنے سے باز رہے لیکن اِس ظلُوم وجہُول اِنسان نے اِس کو قبُول کر لیا[6]۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو اِس ظالم اور جاہل اِنسان کو باوجُود تمام عِلمی ترقّیوں کے ابھی تک ہوش نہیں آئی کہ اُس کا اِس زمین پر مقام کیا ہے، وُہ ابھی تک اِس قدر تنگ نظر ہے کہ گورے اور کالے کے لازوال چکّر میں ہے، مشرق اور مغرب کے پُورے گورکھ دھندے میں پھنسا ہے، جُغرافیائی حدیں اُس کی اکثر بھاگ دوڑ کو حرکت دے رہی ہیں۔ ڈانزگ کے چالیس میل لمبے ٹکڑے کی ضِدّ کے باعث اُس نے ایک ایسی عالمگیر جنگ چھیڑ دی جس کے باعث دو کروڑ انسان دونوں طرف سے کٹ گئے۔ نسلی عصبیّتیں اور قومی حدّیں اُس کے دماغ کو اِس قدر ماؤف کر رہی ہیں کہ وُہ اُن کی دردناک اور خانہ برانداز اُلجھنوں سے قطعًا نِکل نہیں سکا۔ قرآنِ حکیم نے واضح طور پر نسلِ اِنسانی کو مخاطب کر کے کہہ دیا تھا کہ ہم نے تُم کو مُختلف گروہوں اور قبیلوں میں محض اِس لِئے تقسیم کر دیا تھا کہ تُم آپس میں ایک دُوسرے کو پہچان سکو اور تھوڑا سا وُہ تنوّع اور تلوّن قائم رہے جس سے یہ فِطرت زیادہ خُوشگوار اور رنگ برنگ نظر آئے ورنہ دراصل خُدا کے نزدیک تو وُہی قوم زیادہ معزّز اور درخورِ اجر ہے جو ڈر کر قانُونِ خُدا پر زیادہ عمل کرنے والی ہے[7]۔ دُوسری جگہ صاف طور پر کہہ دیا کہ یہ اِنسان ایک ہی اُمّت ہیں، اِن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اپنے آپ کو جہنّم میں پھینکنا ہے، ہم نے اِنسان کو پیدا ہی اِس غرض کیلئے کیا تھا کہ وُہ ایک اُمّت بن رہیں[8]

(۱) دیکھو صفحہ ۴۵ (۲) دیکھو صفحہ ۴۶ (۳) دیکھو صفحہ ۴۵ (۴) دیکھو صفحہ ۴۵ (۵) دیکھو صفحہ ۱۹۹ (۶) حریمِ غیب صفحہ ۲۷۹
(۷) وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۴۹ (۸) دیکھو صفحہ ۳ جہاں اِنسان کے پیدا کرنے کی غرض واضح کی گئی ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔ الغرض جب اِنسان اپنی ظلُومیّت اور جہُولیّت کے اِس مرحلے میں اَب تک باوجُود اِس علمی ترقی کے ہے تو یہ سمجھنا کہ وُہ زمین سے باہر کے مسائل میں جو اِس لامتناہی کائنات کے صحیح معنوں میں عالم آراء مسائل ہیں کسی بُلند نُقطۂ نظر سے سوچنے کے قابل ہوگا ابھی تک بَادر ہوا بات معلوم دیتی ہے۔ اِن معاملات کے متعلق ایک قطعی اور فیصلہ کُن بات حدیث القُرآن کے آخری حصّے [مو] میں مختصر طور پر کردی جائے گی لیکن سرِدست جو شئے اِس عنُوان میں پیش نظر ہے یہ ہے کہ چند الفاظ میں اِس زمین، اِس صحیفۂ فطرت، اِس کون ومکان، اِس کائنات، اِس کُن فیکون کے ہنگامے کے متعلق قرآنِ حکیم کی وُہ بالغ نظری پیش کی جائے جس پر غور کرنے سے اِنسان اِن موجُودہ اُلجھنوں سے جن میں وُہ پھنسا ہے، نِکل سکے اور وُہ اِس نُقطۂ نظر سے کہ تمام نسلِ اِنسانی اِس کائنات کے بارے میں ابھی تک شدید اندھیرے میں ہے، قرآنِ حکیم کی بلیغ نظری کو اِس امر کا قطعی ثبُوت تسلیم کرے کہ قرآن نسلِ انسانی کیلئے ترقی کے ہزار در ہزار آئندہ مرحلوں میں بھی آخری کلام رہے گا۔ نسلِ انسانی کے وہم وگمان میں ابھی ہزاروں بلکہ لاکھوں برس تک نہیں آسکتا کہ اِس قُرآن سے آگے بھی کوئی اور کلام ہے جو اُن کو اِس دُنیا میں وُہ خلود اور وُہ ابدی زندگی دے سکتا ہے جس کو خُدا کی اِس آخری کتاب نے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ سے تعبیر کیا ہے۔

جائے غور یہ امر بھی ہے کہ خُدا کی بھیجی ہُوئی کسی کتاب مثلاً تورات، انجیل، زبُور یا مثلاً ہندوُوں کے ویدوں اور ژند اوست وغیرہا میں زمینی یا کائناتی یا اِنسانی مسئلوں کے متعلق قرآن کی بُلند نگاہی اِس لئے موجُود نہیں کہ یہ صحیفے آسمان سے اُترے ہی اُس وقت تھے جبکہ اِنسان ابھی عِلم وترقّی کے اِبتدائی مرحلوں میں تھا اور انسان کو اِس قدر بُلند اور ناقابلِ فہم نکتوں کی تعلیم دینا پیش از وقت معلُوم دیتا تھا۔

مَیں چاہتا ہُوں کہ اِن آیاتِ الٰہی کو علی الحساب اِس عنُوان میں جمع کرکے قرآنِ حکیم کے متعلّق ایک "حیران کُن بیکرانی" کا ذہنی تخیّل علمائے فِطرت کے حلقوں میں پَیدا کر دُوں جس کے بعد کسی ہوش مند اِنسان کو اِس کتاب کے آخری کلام ہونے میں ادنیٰ شک باقی نہ رہے۔

۱۔ صحیفۂ فِطرت کا امن

فِطرت کے امن کے بارے میں قُرآن کہتا ہے:۔

(۲۷۹) لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ ٢/٢

(۲۷۹) اگر اِس زمین وآسمان میں خُدا کے سِوا کوئی دُوسرا حاکم (اِلٰہ) بھی ہوتا تو یہ دونوں بگڑ گئے ہوتے (اور یہ کارخانہ اِس امن وسکُون سے نہ چل سکتا) تو عرش کا بادشاہ اُن تمام عیبوں سے بری ہے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

[مو] دیکھو صفحہ ۲۴۳ تا ۲۷۵

حاکم ہونے کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اُس کا اپنا قانون ہو۔ اگر فطرت میں ہر شے فساد پیدا کرنے کے بغیر چل رہی ہے تو لازم ہے کہ صرف ایک قانون چل رہا ہے اور ایک خدا ہے۔ اُس کے بعد کسی دُوسرے خدا کے قانون پہ چلنے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ ارمغانِ حکیم میں اِسی بناء پر مَیں نے کہا ہے۔ (صفحہ ۶۴)

نعرۂ جنگ اِس سرودستاں میں بے آہنگ ہے　　بیکراں سازِ اطاعت میں چلے کیا کافری!

مطلب یہ ہے کہ اِس فطرت میں تو نغمہ ہی نغمہ ہے اور سب نغموں کی ایک سُر ہے، یہاں انسان کا محدُود سا کفر اور اِس کی چھوٹی سی نافرمانی کیا چل سکتے ہیں!

۲۔ زمین و آسمان کی پیدائش

اِس بارے میں سُورۃ حٰم اَلسَّجدۃ میں ہے:۔

(۲۸۰) ا۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ۴۱

(۲۸۰) (اے پیغمبر! بے دھڑک) کہہ دو کہ کیا درحقیقت تم ہی ہو جو کُھلا کُفر اور علانیہ اِنکار اُس (پاک ذات) سے کر رہے ہو جس نے زمین کو دُو دِنوں میں پیدا کیا اور پھر تم اُسکے ساتھ اور خداؤں کو شریک کر (کے اُن کے قانُونوں پر چل) رہے ہو، تو یہ ہے جہانوں کا پروردگار (جو اِس حیرت انگیز طاقت کا مالک ہے) اور اُس نے اِس زمین پر (ہولناک) چوٹیاں بنا دیں اور اِس زمین میں (لاتعداد نعمتیں پیدا کر کے اِس کو) برکت دی اور اِس میں چار دِنوں کی مُدت میں اِس کی غذاؤں کی (مناسب) مقدار مقرر کی (اور یہ غذائیں اور نعمتیں ایسی ہیں، جو) (سب تلاش کرنے والوں کیلئے برابر ہیں)۔ پھر وُہ (خدا) آسمان کی طرف جم گیا حالانکہ وُہ دُھوئیں کی صُورت میں (ایک ہیولا سا) تھا تو اُس کو اور زمین کو کہا کہ دونوں چار و ناچار (آگے) آجاؤ (اور اپنی فرمانبرداری کا اقرار کرو) تو دونوں نے کہا کہ ہم فرمانبردار بن کر آتے ہیں۔ پھر دُو دِنوں کے اندر اندر فیصلہ کر دیا کہ یہ سات

* دیکھو لوکہ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ کے الفاظ میں معانی کا کیا پہاڑ چھپا ہے اور اسکے سامنے کیونزم کا بکواس کس قدر قرآن کی نقل نظر آتا ہے۔

آسمان ہوں گے اور ہر آسمان میں اُس کا قانون (اِس دھڑتے سے نافذ کر دیا کہ وُہ) بمنزلہ وحی ہو گیا اور نزدیک ترین آسمان کو مشعلوں سے (منوّر کر کے) زینت دے دی اور حفاظت کے طور پر (بھی)۔ تو صاحبِ کبریا و عزّت اور مالکِ علم و خبر خُدا کی اندازہ دانی (کا) یہ (عظیم الشّان عالم) ہے۔

یہ "دو دِنوں" اور "چار دِنوں" اور "سات آسمانوں" اور سب سے "نزدیک آسمان" والی باتوں پر یورپ کی علمی دُنیا نہ معلوم کتنے ہزاروں برس تک اور سٹپٹاتی رہے گی اور راز کھُلے گا کہ ان لفظوں کا اصل میں کیا مفہوم تھا۔ ابھی تک تو صرف اتنا ظاہر ہُوا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش لاکھوں اور کروڑوں برس میں جا کر ہُوئی اور آسمان و زمین اپنے ابتدائی مراحل میں محض ہیُولائے آسمانی کے طور پر تھے جو انجذابی قوّت (سنٹری فیوگل فورس) کے باعث مختلف کُرّے بن گئے۔ ایک دُوسری جگہ ہے:۔

(۲۸۰) ب۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

(۲۸۰) ب۔ بے شک تمہارا پروردگار وُہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دِنوں میں پیدا کیا۔ پھر اپنے تختِ سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا (اور وہاں اُس) قانون کی تدبیر کر رہا ہے، (جو آسمانوں میں جاری ہے)۔ (اِس منظم اور غالب حکومت کے بعد اَے لوگو! تمہارا کوئی سفارشی نہیں ہو سکتا، مگر اُس کی اجازت کے بعد۔ تو یہ ہے اللہ تمہارا پالنے والا، تو تُم اُسی کی مُلازمت اختیار کرو تو کیا تُم اِن حقائق سے نصیحت نہیں پکڑتے؟

کئی اور جگہوں پر یہی مضمون مختلف اضافوں کے ساتھ ہے:۔

(۲۸۰) ج۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○

(۲۸۰) ج۔ وُہ وُہ پاک ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دِنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر جم کر بیٹھ گیا۔ اُس کو علم ہے کہ کیا شئے زمین کے اندر جا رہی ہے اور کیا اِس سے باہر نکل رہی ہے اور کیا آسمان سے نیچے گرتا ہے اور کیا اُس کی طرف چڑھتا ہے (یعنی وُہ اُن عملوں سے پُورے طور پر واقف ہے کیونکہ وُہ اُس کے اپنے بنائے ہُوئے ہیں)، اور جہاں بھی تُم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور خُدا جو کچھ تحقیق و تلاشِ فطرت کا تُم کام کرتے ہو یا کرو گے بغور دیکھ رہا ہے۔

(۲۸۰) د ۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ۳۲؍۴

(۲۸۰) د ۔ (لوگو!) اللہ وُہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دِنوں میں پَیدا کیا۔ پھر عرش پر جم کر بیٹھ گیا (مطلب یہ نہیں کہ بیکار ہو گیا بلکہ پُورے طور پر حُکمران ہو گیا)۔ (لوگو!) (اس بے پناہ حکمرانی کے بعد) خُدا کے سِوا تمہارا نہ کوئی مددگار ہے نہ سفارشی (کہ تم اِس عظیم الشّان کارخانے میں بیکار رہ کر کچھ اپنی بگڑی بنا سکو) کیا تم اِس سے نصیحت نہیں پکڑتے۔

(۲۸۰) و ۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ ۱۱؍۱

(۲۸۰) و ۔ وُہ، وُہ پاک ربّ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دِنوں میں پَیدا کیا حالانکہ اُس کا تختِ سلطنت پانی پر تھا (اور یہ تمام کائنات اِس لِئے پَیدا کی گئی تاکہ تم اِنسانوں کو آزمائے کہ) تم میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے! (صاف واضح کر دیا کہ فِطرت کی پَیدائِش کا مقصد کیا ہے!)

(۲۸۰) ه ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ ۵۰؍۳

(۲۸۰) ه ۔ اور بے شک اور بالتحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دِنوں میں پَیدا کر دیا اور (ہم اِس قدر بے پناہ طور پر طاقت والے ہیں کہ) ہم کو تھکاوٹ نے چھُوا تک نہیں۔

(۲۸۰) ه ۔ سے ظاہر ہے کہ ستاروں اور کُرّوں کی نئی پَیدائِش کا سِلسلہ اَب تک بھی جاری ہے کیُونکہ خُدا اب تک نہیں تھکا اور كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ [1] کے مِصداق ہے۔ اُدھر ابھی سائنس کو شائد اور کئی قرنیں اِس بات میں لگ جائیں کہ خُدا کے "عرش کے پانی پر ہونے" کے کیا معنی ہیں اور یہ اعلان کہ تمام کائنات ہی انسان جیسی بظاہر "حقیر مخلُوق" کے "حُسنِ عمل" کو آزمانے کے لِئے ..... گئی ہے، شائد بڑے سے بڑے سائنسدان کو عمروں تک حیرت زدہ کر دے کہ کیا فی الحقیقت انسان کی اہمیّت اِس قدر ہے جس قدر کہ قرآن کہہ رہا ہے اور اُس نے اب تک اِس سِلسلے میں کیا حقیر عمل کیا ہے!

۳۔ زمین و آسمان کی مخلُوق کی ناپائِداری [2]

اِس کارخانۂ قُدرت کے حیرت انگیز طور پر مضبُوط اور قائِم ہونے کے باوجُود زمین کے پہاڑوں اور چٹّانوں

[1] یعنی ہر وقت وُہ کسی نہ کسی کام میں لگا ہے۔ دیکھو: ۵۵؍۲ [2] یہ "ناپائِداری" علمِ طبقات الارض کی رُو سے ہے کسی "مذہبی" رُو سے نہیں۔

کے کمزور اور قابلِ شکست و ریخت ہونے کے بارے میں قرآن تیرہ سو ستر برس پہلے وُہ حیرت انگیز اعلان کر رہا ہے جو ماہرینِ طبقات الارض اور سائنس دانوں نے صد ہا برس کی جانکاہ تلاش و تفتیش کے بعد ابھی ایک سَو برس نہیں گُذرے بِالآخر کیا۔ سُورۂ نمل میں ہے:۔

(۲۸۱) وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ؀ ۸۸

(۲۸۱) اور تُو دیکھتا ہے کہ پہاڑ تیرے اندازے میں خُوب مضبُوط ہیں حالانکہ (اِس فطرت کے اندر جو قوتیں ردّو بدل کرنے کی کارفرما ہیں اُن کے حساب سے تو) وُہ بادلوں کی چال چل (کر لحہ بہ لحہ بدل) رہے ہیں۔ یہ اُس خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر شئے کو (انتہائی طور پر مضبُوط بنایا (پھر اُس میں یہ خاصیت رکھ دی کہ وہ ناپائدار ہو)۔ بے شک وہ انتہائی طور پر تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہوگا جو کرو گے۔

معلوم نہیں اِس آخری فقرے کا کیا ربط پہلی عبارت سے ہے مگر اِس اعلان میں ضرور پہاڑ چھُپا ہے جو شاید کِسی سمجھنے والے کو سمجھ آجائے اور وُہ مجھے بھی خبردار کر دے!

۴۔ زمین اور آسمان کا قوام ایک ہے

(۲۸۲) اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ؀ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ؀ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ؀ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ؀ ۳۳

(۲۸۲) کیا اُن لوگوں نے جو (اِس صحیفۂ کائنات کو باطل سمجھ کر اِس کے اندر جو حقائق اظہر من الشمس ہونے کے بعد بہبُودیِ اِنسان کے ضامن ہونے والے ہیں اُن حقائق کے) مُنکر ہیں اِس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمانوں اور زمین کا ہیُولا (تخلیقِ فطرت کے ابتدائی مرحلوں میں) آپس میں ملا ہُوا اور گڈمڈ تھا۔ پھر ہم نے اِس مخلوط ہیُولے کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیا اور (اِسی طرح) ہم نے پانی (کے مُشترک قوام) سے تمام زندہ اشیاء کو پیدا کیا تو کیا آسمانوں اور زمین کے اِس وحدتِ قوام اور زندہ اشیاء کے اِس وحدتِ خمیر کو دیکھ کر) یہ لوگ (اِس بات پر ایمان نہ لائیں گے (کہ فاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ایک ہی ہے اُس کے سِوا کوئی دُوسرا نہیں)

اور ہم نے زمین میں (پہاڑوں کی بلند) چوٹیاں پیدا کر دیں کہ
زمین (اپنی گردش میں) ایک طرف کو جھک نہ پڑے اور اس
میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ وُہ راہ پائیں اور آسمان کو ایک
محفوظ چھت بنا دیا اور یہ لوگ اِن (عظیم الشّان) آیتوں سے
(جو صحیفۂ فطرت سے مستنبط ہو کر انسان کو ترقی کے انتہائی مدارج
تک پہنچانے والی ہیں) مُنہ موڑتے ہیں، اور وُہی ہے جس نے
دِن اور رات اور شمس وقمر پیدا کئے اور یہ سب کے سب اپنے
اپنے دائروں میں گردش کر رہے ہیں۔

یہ وُہ عظیم الشّان آیات ہیں جن کا ثبوت صدہا سال کے منظار اللّون وغیرہ کے مشاہدوں اور علم حیوانات کے پیہم تجربوں کے بعد ابھی پچاس ساٹھ برس نہیں ہُوئے پایۂ تحقیق کو پہنچا ہے اور عُلمائے فطرت اِس طرف گئے ہیں کہ صحیفۂ فطرت میں تخلیق وتخریب کا ایک ہی قانون ہر جگہ کار فرما ہے اور اسی نقطۂ نظر سے تمام کائنات فطرت ایک وحدت ہے جس کی تدبیر وتجویز ایک ہی مجوّزِ اعلیٰ کے ہاتھوں ہُوئی۔

۵۔ اِنسان کی پیدائش نفسِ واحِدہ سے ہُوئی

متذکرہ بالا استدلال کو اور ذرا دُور کھینچ کر فطرت کے عُلماء ارضی حیوانات کے ترکیبِ اعضاء اور رُوئے زمین کے طبقوں میں ادنیٰ حیوانات کے تدریجی ارتقاء کے جانکاہ اور زُہرہ گداز مشاہدوں کے بعد اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ رُوئے زمین پر زندگی کی ابتدا صِرف ایک خلیئے (یعنی زندہ حجرُے) سے ہُوئی جو فی الاصل وُہ خورد بینی حیوانات تھے جو شروع شروع میں رُوئے زمین پر تن تنہا نمودار ہوتے تھے۔ انہی خلیوں کے استعمار اور اجتماع سے زیادہ پیچیدہ اعضاء کے حیوانات رفتہ رفتہ رُوئے زمین پر قائم ہوتے گئے، حتیٰ کہ زندگی کی تکمیل اشرف الخلق اِنسان پر ہُوئی جس کے اعضاء کی تقویم ارتقاء کے مدارج کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اِس حیرت انگیز حقیقت کا اعلان قرآنِ حکیم نے اُس وقت کیا جس وقت کہ تمام اِنسانی دُنیا انتہائی جہالت اور عجیب و غریب وہموں میں غرق تھی اور کسی متنفس کو گمان تک نہیں ہو سکتا تھا کہ اِنسان کی پیدائش کی ابتداء نفسِ وّاحِدَہٗ سے ہُوئی جو جان کی وُہ مطلق اکائی ہے جس کا نام عُلمائے فطرت نے آج تیرہ سو برس کے بعد خلیہ یا حجرۂ زندگی رکھا ہے۔ سُورۂ انعام میں ہے:-

(۲۸۳) ۱۔ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝ ۶/۹۹

(۲۸۳) ۱۔ خُدا وُہ ہے جس نے تم انسانوں کی زندگی کی ابتدا ایک نفسِ واحِدہ سے کی۔ پھر اُس نفسِ واحِدہ کا ارتقاء ایک عارضی جائے قرار سے دُوسری عارضی جائے قرار تک رفتہ رفتہ ہوتا رہا حتیٰ کہ وُہ ارتقاء ایک آخری جائے قرار پر آکر ختم ہُوا۔ ہم نے اُس قوم کے لئے جو صحیفۂ فطرت کا صحیح تفقّہ کرنے کے درپے ہے، فطرت کے اندرونی بھیدوں کی (آیات) پُوری تفصیل فی الحقیقت اِن الفاظ کو کہہ کر کر دی ہے۔

ایک دُوسری جگہ اِس سے بھی زیادہ تفصیل زیادہ مُشکل الفاظ میں کر دی ہے کہ نہ صرف انسان کی پیدائش کی اِبتدا نفسِ واحِدہ سے ہُوئی ہے بلکہ اِسی نفسِ واحِدہ کے اندر سے ہی اِنسان کا جوڑا یعنی عورت پیدا کی۔ اِس کی تشریح علمِ فِطرت کے حالیہ اِنکشافات سے حیرت انگیز طور پر ہوتی ہے جس کی رُو سے ادنیٰ قِسم کے خُوردبینی حیَوانات میں تزوّج یعنی "جوڑا بننا" مفقود ہے۔ ہر خلیّہ ایک مُدّت کے بعد خُود بخُود دو حِصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور نر و مادہ کی تمیز اُس میں نہیں، لیکن رفتہ رفتہ اعلیٰ قِسم کے خُوردبینی حیَوانات میں دُو قِسم کے خلیے ظاہر ہوتے ہیں جن کے آپس میں مِل جانے سے نئے خلیے کی پیدائش ہوتی ہے۔ گویا اُس ادنیٰ خُوردبینی حیَوانات کے ارتقاء سے نر و مادہ کی تمیز پیدا ہوئی جو مُستقل طور پر انسان تک پہنچی۔

(۲۸۳) ۲۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ ۷/۱۸۹

(۲۸۳) ۲۔ وُہ (پاک ذات) ہے جس نے تم انسانوں کو جان (نفس) کی (مطلق) اکائی سے پیدا کیا اور پھر اُس مطلق اکائی سے ہی اُس جان کے جوڑے کو پیدا کیا تا کہ وُہ اِس سے آرام اور تسکین لے۔

(۲۸۳) ۳۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ ۴/۱

(۲۸۳) ۳۔ اَے انسانو! اپنے پروردِگار سے خوفزدہ رہو کیونکہ یہی وُہ پروردگارِ عالمیان ہے جس نے تم کو ایک نفسِ واحِدہ سے پیدا کیا، پھر اُس نفسِ واحِدہ سے (ترقّی کے مدارج طے کرا کر) اُس کا جوڑا (یعنی مادہ) پیدا کیا اور اُسی نفسِ واحِدہ سے رُوئے زمین کے کروڑوں مرد اور عورت پیدا کئے۔ اور خوفزدہ ہو جاؤ اُس پاک ذات سے جس کے متعلق تمہاری اور

---

* "مُسْتَقَرٌّ" کا لفظ عارضی جائے قرار کے لئے اور "مُسْتَوْدَعٌ" کا لفظ مستقل جائے قرار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فتدبّر!

اور تمہاری اولادوں کی پرسش ہوگی۔ بے شک وُہ خُدائے عظیم تمہارے اعمال کا پُورا نگران ہَے کہ دیکھے کہ تُم اِنسان ارتقاء کے اِس بلند درجے تک چڑھ کر صحیفۂ فِطرت کی تلاش وتفتیش کِس طرح پر کرتے ہو)۔

(۲۸۳) ۴۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(۲۸۳) ۴۔ اور تمام (دُنیا کے) پھلوں کے اندر ہی دو افراد بنادیئے جو جوڑے ہیں۔ (جس طرح) رات دِن پر چھا جاتی ہے (اسی طرح یہ جوڑے لپٹ جاتے ہیں) بے شک اِس میں سوچنے والی قوم کے لِئے بہت سے اشارات ہیں۔

(۲۸۳) ۵۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ

(۲۸۳) ۵۔ اور (دُنیا کے پھل ہی نہیں بلکہ دُنیا کی) ہر شئے سے ہم نے دو جوڑے بنادیئے تاکہ تم عبرت پکڑ سکو۔ تو (لوگو! اس حیرت انگیز منظر کو دیکھ کر) اللہ کی طرف بھاگو (کیونکہ) مَیں درحقیقت اُسی کی طرف سے تُم کو صاف طور پر ڈرانے والا بن کر آیا ہُوں۔

۶۔ اِنسان سے بھی برتر مخلُوق کائِنات میں موجُود ہَے

ایک حیران کُن اِنکشاف جس کی تصدیق کے لِئے اِنسان شائد اگلے ہزاروں برس تک فِطرت کے گوشے گوشے میں خاک چھانتا پھرے، یہ اِنتہائی طور پر دلیرانہ اعلان ہَے کہ اِنسان کی فضیلت دُوسرے حیوانات کی کثیر التعداد نوعوں پر ہَے، سَب پر نہیں، اور آسمان کے دُوسرے ستاروں میں اِنسان سے بھی بہتر مخلُوق بس رہی ہَے!۔

(۲۸۴) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

(۲۸۴) اور بے شک ہم نے نسلِ اِنسانی کو بڑی ہی عزت دی اور اِنسان کو بر و بحر پہ غالب کر دیا اور اُن کو نہایت پاکیزہ اشیاء دیں بلکہ اُس کو ہماری تمام پیدا کردہ مخلُوق میں سے اکثر مخلُوق پر برتری دی۔ (۱۴۰۰ برس پہلے یہ کہنا کہ اِنسان بڑا مکرم ہوگا، بر و بحر پر اُس کا غلبہ ہوگا قرآن کے پڑھنے والے کو محوِ حیرت کر دیتا ہے)

اِن "ہوائی اُڑن طشتریوں" سے جو پچھلے چند سالوں سے آسمان پر اُڑتی دکھائی دیتی ہیں یا ابھی چند ہفتوں سے اخبارات کے اِس شور و شر سے کہ دُوسرے ستاروں کے باشندے "بم پھینک کر" ہماری زمین کو تباہ کرنے کی کوشش میں مصرُوف ہیں، یہاں کے اِنسانوں کو کُچھ کُچھ احساس ہونے لگا ہے کہ ہم سے بہتر مخلُوق ضرُور دُوسرے ستاروں میں مقیم ہوگی جن کی علمی ترقیاں ہم سے غالباً بہُت زیادہ ہیں۔ مگر یہ باتیں ابھی تک محض اٹکل پچّو اور غیر معیّن ہیں، اِن کی اکثر بُنیاد ظن و تخمین پر ہے، صحیح اور براہِ راست علم پر قطعاً نہیں۔

۷۔ تمام پیدائش سلسلہ وار ہُوئی اور سلسلۂ توالد و تناسل ایک ہے

جو شئے ماہرینِ علمِ حیوانات و علمِ طبقات الارض کو صدیوں کی طبقہ بہ طبقہ تلاش و تفتیش کے بعد حاصل ہُوئی یہ تھی کہ زمین پر سب سے پہلے بہ اعتبارِ اعضائے بدن اَدنیٰ قسم کی مخلُوق ظاہر ہوئی، پھر وُہی مخلُوق اُسی ایک ہی سلسلۂ توالد و تناسل سے اعلیٰ قسم کے اعضائے بدن والی مخلُوق میں ارتقاء کرتی رہی حتیٰ کہ "چار پیروں والے اِنسان" کا ظہُور ہُوا۔ قُرآنِ حکیم نے اِس عظیم الشّان راز کا چودہ سَو برس پہلے اِس حیران کُن وضاحت سے اعلان کیا اور ساتھ ہی اِن حیران کُن الفاظ میں اِس وضاحت کی اہمیّت کے متعلق تنبیہ کر دی بلکہ اُسکو عیاں الفاظ میں علم کا صراطِ مستقیم کہا کہ دُنیا کی اِس بے مثال کتاب کی صرف سُورۂ نُور کی ذیل کی آیت اِس کو ابدالآباد تک خُدا کی طرف سے بھیجی ہُوئی کتاب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ مَیں اِس آیت کا لفظی ترجمہ بغیر کِسی خطُوط وحدانی کے کرتا ہُوں تاکہ خُدا کے کہے ہُوئے ایک ایک لفظ کی اہمیّت دِل نشین ہو جائے اور کِسی متنفّس کے دِل میں اَدنیٰ شک نہ گُذرے کہ مَیں نے ترجمہ میں اپنا مطلب نکالنے کے لئے کُچھ الفاظ اپنی طرف سے لگا لئے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ہے:۔

(۲۸۵) ا۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۲۴

(۲۸۵) ا۔ اور خُدا نے سب حیوانات کو ایک ہی پانی سے پیدا کیا، پھر اِن حیوانات میں سے کُچھ تو وُہ ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں، کُچھ ان میں سے وُہ ہیں جو دُو پاؤں پر چلتے ہیں، کُچھ ان میں سے وُہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں، اللہ جو شئے مُناسب ہے پیدا کر دیتا ہے، ہم نے بے شک اور بالتحقیق روشن کر دینے والی آیات اُتار دی ہیں، اور اللہ جس کو مُناسب سمجھتا ہے سیدھے راستے پر لے جاتا ہے۔

---

[۱] یہ تحریر ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء کی ہے۔

سب سے پہلے جو مخلوق رُوئے زمین پر نمُودار ہُوئی، پیٹ کے بل چلنے والے کیڑوں (مثلاً ایک خلیے کے خوُردبینی حیوانات' یا مضغۂ گوشت کی شکل کے حیوانات' یا جونکوں کی شکل کے رینگنے والے گنڈوؤں") کی مخلوق تھی، جن کی کوئی ریڑھ کی ہڈیاں نہ تھیں اور کوئی اعضائے رئیسہ مثلاً دِل، جگر، سر وغیرہ بلکہ ہاتھ پاؤں نہ تھے یہ مخلوق ارتقاء کرتے کرتے ریڑھ کی ہڈیوں والی مچھلی بنی۔ پھر اُس مخلوق کے ارتقاء سے پروں والی مچھلیاں اور پرندے پیدا ہُوئے اور اُن سے دو ٹانگوں والے حزرون یعنی چھپکلیاں جنہوں نے اپنے ہیبت ناک بڑے بڑے جسموں سے زمین پر ایک قیامت برپا کر دی تھی۔ اُن دو ٹانگوں پر سر، جگر، معدہ اور دِل والے پرندوں کے ارتقاء سے دُودھ دینے والے جانور جن کی چار ٹانگیں اور اعلیٰ قسم کے اعضائے رئیسہ تھے نمُودار ہُوئے اور اُن میں اِنسان بھی شامِل ہے۔ اِس تمام مخلوُق کے ارتقاء کی تفصیل علمِ طبقات الارض کا ایک مشہُور باب ہے اور کتابِ فِطرت کے تمام ورق واضح طور پر اِس درجہ بدرجہ پیدائش کی اطّلاع اِنسان کو دے رہے ہیں ۔
اِس موضُوع کی ایک جھلک تذکرہ مجلد اوّل اصل کتاب کے صفحات ۱۱ تا ۴۴ کے تحت المتن میں دِکھلادی گئی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اُن کروڑوں برسوں کے ارتقاء کی کہانی کو قرآنِ عظیم نے کِس صحت اور عظمت کے ساتھ اِن چند لفظوں میں بیان کیا ہے اور کِس حیرت انگیز ہمہ دانی کے ساتھ اِنسان کو چار ٹانگوں والی مخلوق میں داخِل کر کے گویا دُودھ پِلانے والے جانوروں کو سب سے اعلیٰ مخلُوق میں شامِل کر کے اِنسانی اعضا کے ارتقاء کی تقسیم بعینہٖ اسی ڈگر پر کی ہے جس ڈگر پر آج فِطرت کے عالِم اِس کو کرنے پر مجبُور ہو گئے ہیں حالانکہ سرسری نظر سے اگر دیکھا جائے تو اِنسان دو ٹانگوں والی مخلُوق نظر آتا ہے اور دو ٹانگوں والی مخلُوق ہی سرسری نظروں میں افضل سمجھی جانی چاہیئے تھی۔ صِرف یہی نکتہ تیرہ سَو ستر برس پہلے کے قُرآن کے منجانب اللّٰہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا لیکن اِس آیت کے بعد کے الفاظ کہ یہ آیات "روشن کر دینے والی آیات" ہیں اور خُدا جس کو مناسب سمجھتا ہے "راہِ راست" دِکھا دیتا ہے حیرانی میں ڈال دیتے ہیں کہ کیوُں اِس معمُولی سے بیان کو کہ کچُھ حیوانات پیٹ پر، کچُھ دو ٹانگوں پر اور کچُھ چار ٹانگوں پر چلتے ہیں "روشن کر دینے والی آیات" اور "سیدھا رستہ" کہا۔ صاحبِ نظر کے لئے یہی ایک آیت اِس اَمر کا ثبُوت ہے کہ قرآنِ حکیم کا دِیا ہُوا علم وُہ غالِب اور آنکھوں کو روشن کر دینے والا عِلم ہے جس کی تہ کو پا کر فِطرت کے عالِم لڑکھڑا کر سجدہ میں گِر پڑتے ہیں گویا خَرُّوا سُجَّدًا کے مِصداق ہو جاتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کا صِرف یہ دعویٰ کہ تمام مخلُوق کا سلسلہ توالد و تناسل ایک ہی پانی یعنی ایک ہی نُطفۂ منی سے ہے، وُہ عظیم الشّان دعوےٰ ہے کہ کوئی عالِمِ فِطرت اُس کے سامنے سر جُھکائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اِس سے بھی زیادہ معنی خیز ایک اِشارہ اِنسان کی پیدائش کے متعلق قرآنِ حکیم میں ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اِنسان کی

پَیدائش "زمین" سے ہُوئی اور اُسی طرح ہُوئی جس طرح کہ ایک پودے کی ہوتی ہے۔ گویا اِنسان کی تخلیق کا سِلسلہ ایک شجر کی مانند تھا جس کی اصل یعنی جڑ ایک تھی، پھر آہستہ آہستہ اِس کی مختلف شاخیں ہو گئیں اور اِس شجر کی ایک ٹہنی پر اِنسان بطور ایک پھُول کے لگا۔ عُلمائے طبقات الارض کو خُوب معلوم ہے کہ یہ مثال اِنسان کی پَیدائش پر کس طرح ٹھیک طور پر چسپاں ہوتی ہے۔ جب بظاہر اِنسان زمین سے پودے کی طرح نہیں اُگا، تو لامحالہ اِس آیت کے اور گہرے معنی ہونے لازم ہیں۔

(۲۸۵) ۲۔ وَاللّٰهُ اَنۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۙ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ۝

(۲۸۵) ۲۔ اور اللہ نے تم (اِنسانوں) کو زمین سے ایک پودے کی طرح اُگایا، پھر تم کو اسی زمین میں واپس کر دے گا اور پھر تم کو (کسی اور ڈھنگ سے زمین سے) باہر نکالے گا۔

۸۔ اِنسان کی پَیدائش کی تکمیل

ایک پَیدائش سے دُوسری پَیدائش میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہُوئی

تمام مخلوق زمین کے اِسی ایک سِلسلۂ توالد و تناسل کے ہونے کی وجہ سے قرآنِ حکیم نے چودہ سو برس پہلے جب کہ تمام دُنیا رحمِ مادر کے متعلق ادنیٰ علم نہ رکھتی تھی اور علمِ تشریح الابدان کا اِس زمین پر نام و نشان تک نہ تھا، دھڑتے سے اعلان کیا کہ "تبدیلِ نوع" (یعنی ادنیٰ مخلوق کے ایک نوعِ حیوانی سے دُوسرے نوعِ حیوانی میں بدلنے) کا سِلسلہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں دُہرایا جاتا ہے کیُونکہ تقاضائے فِطرت یہ ہے کہ وُہ اُن تمام مرحلوں کو دُہراتی جائے جن مرحلوں سے ارتقاء کرتے کرتے ادنیٰ مخلوق اعلیٰ مخلوق بن کر اِنسان بنی تھی۔ چُنانچہ آجکل کے عُلمائے فِطرت کی تحقیق یہ ہے کہ نُطفۂ منی ماں کے رحم کے اندر جا کر پہلے مضغۂ گوشت سا بنتا ہے، پھر رفتہ رفتہ اُس کے اعضاء پَیدا ہوتے ہیں، پھر دو پاؤں پَیدا ہوتے ہیں پھر چار پاؤں، پھر بندر کی شکل اختیار کر لیتا ہے، وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ وُہ پُورا اِنسان بن جاتا ہے۔ سُورۂ زُمر میں ہے:۔

(۲۸۶) ۱۔ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ

(۲۸۶) ۱۔ تُم کو ایک مُطلق جان کی اکائی سے پَیدا کیا، پھر اُسی نفسِ واحدہ کے اندر سے اُس کا جوڑا پَیدا کیا اور مویشیوں میں سے تمہارے لئے آٹھ جوڑے پَیدا کئے (ابھی اِس کے متعلق تحقیق باقی ہے کہ یہ آٹھ کون سے ہیں)، وُہ (خلّاقِ زمین و آسمان)

فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ۝ ۳۹/۱

تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں منتقل کر کے تم کو پیدا کرتا ہے (اور یہ عمل اِس قدر حیرت انگیز ہے کہ انسان اُس کو دیکھ کر اُنگلیاں مُنہ میں لے لیتا ہے) تو تمہارا پالنے والا اللہ (اِس حیرت انگیز قدرت کا مالک ہے) حکومت اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی لائقِ اطاعت نہیں، تو (بتلاؤ) تُم کِدھر کو بھٹکے جا رہے ہو۔

(۲۸۶) ۲۔ مَا خَلۡقُکُمۡ وَ لَا بَعۡثُکُمۡ اِلَّا کَنَفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ۝ ۳۱/۳

(۲۸۶) ۲۔ (اے لوگو!) نہیں تمہاری پیدائش اور نہیں تمہارا (اِس زمین پر) ظہور مگر نفسِ واحدہ کی طرح (یعنی تمہاری پیدائش جس طرح جان کی اِکائی سے ہے اِسی طرح تمہارا ایک جان ہو کر زمین پر رہنا ضروری ہے) بے شک خُدا نہایت ہی سوچ سمجھ والا ہے (جو ہمیں اتحادِ عمل کا سبق دیتا ہے)۔

۹۔ فِطرت کے اِنعامات اور "آیاتِ خُدا" لامتناہی ہیں!

"کلماتِ "خُدا یا کلماتِ ربّی کے الفاظ کے متعلق جو قرآنِ کریم میں تین چار جگہ وارد ہُوئے ہیں مولوی صاحبان اور مفسّرین نے وُہ آئیں بائیں شائیں کی ہے کہ عقل حیران ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے نزدیک قرآن اور دین کو افسانہ بنا دینے سے اِس کے منجانب اللہ ہونے پر زیادہ اطمینان ہو جاتا ہے۔ سُورۃ انعام میں <u>تَمَّتۡ</u> کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّ عَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝ ۱۱۵/۶ کے الفاظ قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ "کلماتِ رب" قرآنِ حکیم میں صِدق اور عدل پر ختم ہو گئے ہیں، کوئی بیرونی طاقت خُدا کے کلمات کو بدل نہیں سکتی کیونکہ خُدا نے جو کچھ کہا ہے انتہائی سوچ بچار اور علم کے زور پر کہا ہے۔ اِس لحاظ سے کلماتِ رب کا پہلا مفہُوم واضح طور پر وُہ قرآنی آیات ہیں جن میں خُدا کا پیغام دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے ہوتے ہُوئے قرآن میں دو جگہ کلماتِ رب کا ذکر حسبِ ذیل الفاظ میں ہے:۔

(۲۸۷) ۱۔ وَ لَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

(۲۸۷) ۱۔ اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سطحِ زمین کے سمندر اس کے بعد سات سمندر بن کر اِن قلموں کی سیاہی بن جائیں تو کلماتِ خُدا* اِن قلموں سے لکھتے لکھتے کبھی ختم نہ ہوں گے

* آسمان اور زمین کی اشیاء سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اُن کو بھی قرآنِ حکیم نے (قرآنی آیات کے علاوہ) "آیات" کہا ہے، جیسا کہ مقامِ فطرت کے عنوان کے تحت کئی آیتوں مثلاً اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ ۳/۴۵ سے ظاہر ہے۔

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ — اِس لئے کہ درحقیقت خُدا بڑا صاحبِ عزت و غلبہ اور بڑا صاحبِ علم و حکمت ہے۔

ایک دوسری جگہ اسی طرح پر ہے:۔

(۲۸۷) ب۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○ (۱)

(۲۸۷) ب۔ (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جاتا تو سمندر باوجود اس کے کہ ہم ایک اور سمندر اسی طرح کا اس کی مدد کے لئے لے آتے' ختم ہوجاتا پیشتر اس کے کہ کلماتِ ربی ختم ہوجائیں۔

اِن تصریحات سے واضح ہے کہ آیاتِ قرآنی کے علاوہ کوئی اور "کلماتِ رب" بھی ہیں جو اِس کثرت سے ہیں کہ سات سمندروں کی سیاہی اور تمام زمین کے درخت قلم بن کر اُن کو لکھ نہیں سکتے۔ ادنیٰ تامل کے بعد یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ یہ کلمات سوائے اِس کے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ وُہ صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہُوئی وُہ لامتناہی ایجادات و اختراعات یا خُدا کے کام سے اخذ کئے ہُوئے وُہ ابدالآباد تک نہ ختم ہونے والے اشارات اور احکام ہیں جو اِنسان کو آئے دِن صحیفۂ فِطرت کی تلاش و تفتیش کے ضمن میں ملتے رہتے ہیں اور جن پر زمین کی ترقی کا تمام حصر ہے۔ اِسی نکتے کو مدِّ نظر رکھ کر قرآن میں جا بجا صحیفۂ فِطرت کی تلاش کی ترغیب دے کر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَيُؤْمِنُوْنَ يَسْمَعُوْنَ وغیرہ کہا گیا اور جس کے متعلق مفصل بحث مقامِ فِطرت کے عُنوان کے تحت میں گُذر چکی ہے۔ (دیکھو حدیث القرآن صفحہ ۱۵ تا ۲۱)۔

۱۰۔ زمین کی حیوانی اُمتیں اِنسانی اُمتوں کیلئے مستقل سبق ہیں

بنی نوعِ اِنسان کے لئے رُوئے زمین پر' اِنفرادی مسئلوں سے قطعِ نظر' سب سے بڑا مسئلہ اِنسانی اُمتوں کے عرُوج و زوال کا مسئلہ ہے۔ طبقات الارض کے مطالعے سے یہ مستنبط ہُوا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اِس وقت تک ہزار در ہزار حیوانی اجناس بلکہ انواع بھی کشمکشِ حیات سے نامکمل مقابلے یا عدم صلاحیت کے باعث رُوئے زمین پر ناپید ہوتی گئیں اور اُن کی جگہ صالح تر اجناس و انواع نے لے لی۔ انتخاب طبیعی یا بقائے اصلح کے اِس عمل میں جو بواعث صالح تر اجناس و انواع کے افراد میں کارفرما ہے اُن کا مطالعہ نسلِ اِنسانی کے لئے ایک مستقل سبق ہے اور چُونکہ اِس مطالعے سے فِطرت کا منشأ اِنسان پر واضح ہوتا ہے' صحیفۂ فِطرت کا اِس نظر سے

* آج تک کروڑ در کروڑ اِنسان خُدا کی بنائی ہُوئی چیزوں کی تلاش میں لگے ہیں اور ابھی کروڑوں برس تک تلاش ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ "کَلِمٰتُ اللّٰہ" کا مفہوم یہی ہے۔

(۱) لیکن اِس آیت کے سیاق و سباق کو پورے طور پر سمجھنے اور کَلِمٰتِ رَبِّیْ کی تلاش کے بعد "ملاقاتِ خدا" کا انعام حاصل کرنے کے بارے میں دیکھو (۱۳۱) صفحہ ۷۰

مُطالعہ انسان کے لئے مادی ترقی اور بقاء کے وہ نئے دروازے کھول دیتا ہے جو اور کسی طرح کے علم حاصل کرنے سے نہیں کھُل سکتے۔ قرآنِ حکیم نے اِس اہم نکتے کو پیشِ نظر رکھ کر انسان کی توجہ فنا و بقاء کے اِس اہم ترین مسئلے پر حسبِ ذیل معنی خیز الفاظ میں دلائی، جس کی تہ کو پہنچ کر ہر ماہرِ فطرت کا حیرت زدہ ہو کر رہ جانا لازمی ہے۔ سُورۃ انعام میں ہے:۔

(۲۸۸) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ○ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ ۖ

(۲۸۸) اور زمین میں کوئی چارپایہ ایسا نہیں، نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو پروں سے اُڑتا ہے مگر یہ کہ سب انواع و اجناس تُمہاری ہی طرح کی اُمتیں ہیں (جو کشمکشِ حیات اور جہد للبقا کے مخصوص میں اسی طرح جس طرح کہ تم لگے ہو، لگی ہیں۔ انہی اُمتوں کے بواعثِ عرُوج و فنا کے مطالعے سے تم اپنے لئے لائحہ عمل وضع کر سکتے ہو اور اگر تم غور سے ہماری اِس توضیح کی تہ تک پہنچ سکے تو تم کو ماننا پڑے گا کہ) ہم نے اِس قرآن میں (تم کو قانونِ فطرت سے خبردار کرنے کے لئے) کوئی چھوٹی موٹی شئے بھی نہیں چھوڑی (جس سے تم کو بروقت آگاہ کرنا ضروری ہو)۔ (تو سمجھ لو کہ قانونِ خُدا کو اس مکمل طور پر واضح کر دینے کے بعد) پھر تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جوابدہی اور اجر لینے یا سزا بھگتنے کیلئے) جمع کر دیئے جاؤ گے۔ اور (یاد رکھو کہ) جن لوگوں نے ہماری (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہُوئی) آیتوں کو (یا اُن اشاروں کو جو ہم کتابِ وحی میں تُمہاری بہتری کے لئے دے رہے ہیں) جھُوٹ سمجھا (یا اُن کو مخول سمجھ کر اُن سے بے پرواہی اختیار کی)، تو وُہ گُونگے اور بہرے ہیں جو اندھیرے میں پڑے (بھٹک رہے ہیں)۔ خُدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گُمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے صراطِ مستقیم پر لے جاتا ہے۔

کتابِ خُدا میں کسی شئے کے حذف نہ کرنے کے اعلان سے واضح ہے کہ قُرآن کا انسانی اُمتوں کو حیوانی اُمتوں کے بقاؤ فنا کے بواعث سے سبق لینے کی تلقین کرنا انسانی تعلیم کا کس قدر اہم حصّہ ہے اور قُرآن کس وثوق سے اِس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خُدا کے قانُون کو سمجھ کر اگر بقاؤ خلُود کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنا چاہتے ہو

تو صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کرو۔ اِسی روشن کتاب کے اندر قوموں کے عرُوج و زوال کے اسباب جلی حرُوف سے لکھے ہیں۔ کسی اور طریقے سے اِنسانی ذہنوں میں اِس عظیمُ الشّان قانوُن پر عمل کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ نہیں بلکہ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ اگر صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہُوئی آیات کو بے حقیقت اور ناقابلِ توجّہ سمجھو گے تو گونگے بہرے اور اندھے بن کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ اِس کارخانۂ قدُرت میں صراطِ مستقیم ادنیٰ مخلوق کے کردار و اعمال کا صحیح مُطالعہ کرنا بھی ہَے۔

۱۱۔ خُدا کا جاری کردہ قانُون اٹل ہَے، اور اِس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں!

اِنسان کو صحیفۂ فطرت کی بے اِنتہا مضبُوطی اور قانُونِ فطرت سے برگشتگی کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہونے کا احساس دِلانے کے لیئے قرآن نے اعلان کر دیا کہ خُدا کا قانُون اٹل ہے اِس میں کسی طرح کی تبدیلی محال ہَے گویا دُوسرے لفظوں میں قانُونِ خُدا کا بہر نوع احترام اور اُس کی تعمیل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ خُدا کا بھیجا ہُوا دِین ہر طرح کی ناقابلِ یقین باتوں اور ما فوق الفطرت عقیدوں سے پاک ہَے اور خُدا کا یہ دستوُر ہرگز نہیں کہ وُہ کسی خاص موقع پر یا کسی خاص شخص یا قوم کی خاطر اپنا اٹل قانُون بدل دے۔

(۲۸۹) ۱۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ ۴۸/۲۳ (نیز دیکھو ۳۳/۶۲)

(۲۸۹) ۱۔ (لوگو! یہ جنگ کے ہر موقع پر ایمان والی قوم کا فتح پا جانا اور کافر قوم کا پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا) خُدا کا وُہ اٹل قانُون ہَے جو پہلے سے چلا آیا ہَے اور تُو ہرگز ہرگز خُدا کے اٹل قانُون میں کبھی تبدیلی نہ پائے گا۔

(۲۸۹) ۲۔ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ۝ ۳۵/۴۳

(۲۸۹) ۲۔ تو کیا یہ لوگ (جو تنبیہ آئے پیچھے مکر کر رہے ہیں) کسی دُوسری شئے کا انتظار کر رہے ہیں (بسوائے سزا کے) اُس (اٹل) قانون کا جو اِن سے پہلوں کا تھا۔ تو (یاد رکھو کہ) تُو ہرگز کوئی تبدیلی قانُونِ خُدا میں نہ پائے گا اور ہرگز کوئی ردّ و بدل قانُونِ خُدا میں نہ دیکھے گا۔

(۲۸۹) ۳۔ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ ۳۳/۶۲ نیز دیکھو ۴۸/۲۳

(۲۸۹) ۳۔ یہ خُدا کا دستوُر اُن لوگوں میں ہَے جو پہلے گذر گئے اور تُو ہرگز ہرگز قانُونِ خُدا میں کوئی ردّ و بدل نہ پائے گا۔

۱۲۔ قرآنِ حکیم کے اور دعاوی وتصریحات[1]

اپنے متعلق قرآنِ حکیم نے کہا کہ وُہ صرف صاحبِ علم قوم کے لئے ہے، جُہلاء اور ظنّ و وہم پر یقین کرنے والی قوم کے لئے نہیں۔

(۲۹۰) ۱۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ ۴۱/۳

(۲۹۰) ۱۔ یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاحبِ علم قوم کیلئے کھول کھول کر عربی قرآن (کی صورت) میں کر دی گئی ہیں۔

وُہ بغیر کسی ٹیڑھاپن کے ہے:۔

(۲۹۰) ۲۔ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ○ ۳۹/۲۸

(۲۹۰) ۲۔ یہ ایک عربی (زبان کا) قرآن ہے جو بغیر کسی ٹیڑھاپن کے ہے تاکہ لوگ (اس کی بتائی ہُوئی سزاؤں سے) بچیں (اور یہ نہ کہیں کہ ہم نے سمجھا ہی نہ تھا)۔

(۲۹۰) ۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ ۱۸/۱

(۲۹۰) ۳۔ اُس خُدا کا شُکر ہے جس نے اپنے بندے پر (الہی) کتاب اُتاری کہ جس میں اُس نے کوئی کجی نہ رکھی۔

وُہ احسن الحدیث ہے جس کے مُطالعے سے خُدا سے ڈرنے والوں کی جِلدیاں کانپتی ہیں (سورۂ زُمر) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ، ۳۹/۲۳ وُہ اگر پہاڑ پر اُترتا تو پہاڑ کانپ اُٹھتے:۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ، ۵۹ وُہ شعر نہیں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ○ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ○ ؛ ۳۶/۷۰ یٰس

اِس کارخانۂ فطرت میں ظُلم اور بے انصافی کسی جگہ نہیں۔ نہ قرآنِ عظیم میں کسی قسم کی کوئی غلط بیانی یا دھوکہ ہے

(۲۹۱) ۱۔ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ع ۵۰/۲۹

(۲۹۱) ۱۔ میرے ہاں قول بدلتا نہیں اور مَیں بندوں پر (ادنیٰ) ظُلم کرنے والا نہیں۔

(۲۹۱) ۲۔ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ○ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ○ ۴۱

(۲۹۱) ۲۔ بے شک یہ بڑی ہی قابلِ قدر کتاب ہے نہ اِس (کی کسی کہی ہُوئی شئے) کو آگے سے جھُوٹ آکر ملاقات کرتا ہے نہ پیچھے سے (یہ کیسے ہوسکے) یہ تو انتہائی طور پر صاحبِ حکمت اور لائقِ حمد خُدا کی طرف سے اُتاری ہُوئی ہے۔

اِس کے بعد ہے: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ، ۳۹/۲۳ (۱) دُعاوی ظاہر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ قرآن کی عظمت ظاہر ہو۔

خُدا کی تمام مخلوق پیدا ہی اِس لئے کی گئی ہے کہ وُہ مُلازموں کی طرح میرے قانُون کی تعمیل میں لگی رہے:-

(۲۹۲) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ۵۱/۵۶

(۲۹۲) مَیں نے جِنّ و اِنس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اِس لئے کہ میری ہی مُلازمت میں لگے رہیں (اور میرے ہی احکام مانتے رہیں)

اِنسان کو ہرگز کُچھ نہیں مِل سکتا مگر وُہ جِس کے لِئے اُس نے سعی کی اور کوئی مُتنفّس کِسی دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا:-

(۲۹۳) ۱۔ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ۵۳/۳۸

(۲۹۳) ۱۔ یہ کہ کوئی شخص کسی دُوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور اِنسان کے لئے ہرگز کوئی شئے میسّر نہیں ہوگی مگر اُس قدر جِس قدر کہ اُس نے کوشش کی اور اُس کی کوشش ہی کو آگے چل کر دیکھا جائے گا۔

(۲۹۳) ۲۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ ۶/۱۶۴

(۲۹۳) ۲۔ اور یہ کہ کوئی شخص کسی دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا (اِن دونوں آیات نے وُہ تمام اوہامِ باطلہ دُور کر دیئے کہ دُنیا میں کوئی قانُون نہیں)۔

جس قوم یا شخص کو اِس دُنیا میں اپنی بہبُودی یا منزل تک پہُنچنے کا راستہ نہیں مِلا وُہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ اِس بناء پر اقوام اور افراد کا پہلا فرض ہے کہ وُہ اِس دُنیا کے اندر اپنی کامیابی کی راہ نِکالیں۔ اِس حساب سے وُہ مولویانہ تخیّل کہ جس کو یہاں کُچھ نہیں مِلا آگے چل کر مِلے گا قطعاً غلط ہے:-

(۲۹۴) وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝ ۱۷/۷۲

(۲۹۴) جو قوم اِس دُنیا میں اندھی رہی (اور اُس کو اپنی بہتری کی راہ نہ مِلی) وُہ آخرت میں بھی اندھی ہوگی اور سب سے زیادہ گُم کردہ راہ۔

خُدا تک پہُنچنے کے لئے یہ اِنسانی آنکھیں بیکار نہیں اِس لئے اِنسان کا ارتقاء لازماً ایک ایسی مخلُوق تک ہوگا جس کے پاس اِس سے بہتر اعضاء ہوں گے:-

(۲۹۵) لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ ۶/۱۰۳

(۲۹۵) اِنسان کی مخصُوص آنکھیں (جو تمہارے پاس اِس وقت ہیں) خُدا کو نہیں پا سکتیں اور وُہی ہے جو اِن آنکھوں کی درک لگا سکتا ہے (کہ اِن میں کیا نقص ہے) اور وُہ بڑا باریک بین اور صاحبِ خبر ہے۔

اگر جِنّ و اِنس بھی اکٹھے ہو کر اِس قُرآن کے برابر کوئی قُرآن لانا چاہیں گے تو ہرگز نہ لا سکیں گے۔

(۲۹۶) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ ۱۷/۱۰

(۲۹۶) کہہ دو کہ اگر جن و انس اِس پر جمع ہو جائیں کہ (متحدہ کوشش سے) اِس قرآن جیسا (علم و خبر کا حامل) ایک قرآن لے آئیں تو اس جیسا (ہرگز) نہ لا سکیں گے باوجود یکہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔

یہ قرآن رسولِ کریمؐ کا قول ہے:۔

(۲۹۷) ۱۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ ۸۱/۱

(۲۹۷) ۱۔ یہ قرآن بے شک ایک نہایت معزز رسولؐ کا قول ہے جو (اپنے علم کے باعث بڑا) صاحبِ قوت ہے اور (اُس کا علم اِس قدر وسیع اور حاوی ہے کہ گویا) وہ صاحبِ عرش تعالیٰ کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ اپنی قوم کا حکمران سردار ہے (جس کا حکم واجب التعمیل ہے) پھر اس کے بعد وہ قوم کو امن دینے والا ہے۔

(۲۹۷) ۲۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۶۹/۲

(۲۹۷) ۲۔ بے شک اور درحقیقت یہ قرآن ایک بڑے ہی معزز رسولؐ کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول بھی نہیں (جو تم اِس کی مسجّع اور مقفّٰی عبارت دیکھ کر سمجھے بیٹھے ہو)۔ (افسوس کہ) تم میں کیا ہی تھوڑا ایمان ہے، نہ یہ کسی جادوگر کا قول ہے (افسوس کہ) کیا ہی تھوڑی نصیحت تم پکڑتے ہو۔

(۲۹۷) ۳۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۲۶/۱۱

(۲۹۷) ۳۔ روحِ امین (یعنی حضرت جبرئیلؑ) نے اِس قرآن کو تیرے قلب (یعنی ذہن) پر صاف عربی زبان میں اُتارا ہے تاکہ تو (قوموں کو سزا سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائے اور بیشک یہی قرآن پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔

صحیفہ ہائے آسمانی جو انسانوں پر نازل ہوئے بڑے علم و خبر کے حامل تھے لیکن انسانوں نے اُن سے گدھوں کا سلوک کیا اور اُن کے عظیم الشّان مطالب کو نہ پا کر گمراہ ہو گئے۔ تورات اور دوسرے صحیفہ ہائے آسمانی کے قرآن کی حیرت انگیز فراخدلی اور تمام آسمانی کتابوں کا ایک پیغام کا حامل ہونا اِس اعلان سے ظاہر ہے:۔

(۲۹۸) ۱۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ

(۲۹۸) ۱۔ اُن لوگوں کی مثال جن پر تورات (جیسی عظیم الشان کتاب) کا بوجھ ڈالا گیا تھا اور پھر وہ اُس بوجھ کو اُٹھا نہ سکے، گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں (وہ کیا جانے گا)

"قلب" کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ جبرئیلؑ نے رسولِ خدا صلعم کے ذہن کی رہنمائی کی اور ہلاکتِ اقوام کا صحیح قانون خدا کی طرف سے لا کر دے دیا۔
(۱) شاعر اور کاہن کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ "رسولِ کریمؐ" سے مراد جبرئیلؑ نہیں۔

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ ۳ع

بہت ہی بُری مثال ہے اُس قوم کی جنہوں نے خدا کی آیات کو جھُوٹ سمجھ کر (ان پر عمل نہ کیا) اور اللہ تو ظالم قوموں کو کوئی راہ ہی دِکھاتا نہیں۔ (اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قانونِ خُدا کے لئے انتہائی غور وخوض درکار ہے اور عوام اِس کو گدھوں کی طرح سمجھتے ہیں)۔

تمہیں (یعنی ختم رُسُل محمّدؐ کو) بھی وُہی پیغام دیا گیا جو تم سے پہلے رسُولوں کو دیا گیا تھا۔

(۲۹۸) ۲۔ وَمَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ○ ۲ع

(۲۹۸) ۲۔ تجھے کچھ کہا نہیں گیا مگر درحقیقت وُہی جو تجھ سے پہلے رسُولوں کو کہا گیا تھا، بے شک تیرا پروردگار صاحبِ عفوو درگزر ہے اور ساتھ ہی دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وُہ "شخص" بے خبر ہو جس نے اِس زمین و آسمان کو پیدا کیا، اِس لِئے اگر نجات ہو سکتی ہے تو اُسی کے فرمُودہ پر چلنے سے ہو سکتی ہے۔

(۲۹۹) اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ○ ۲ع

(۲۹۹) (ارے!) کیا وُہ نہ صحیح علم رکھتا ہو جس نے پیدا کیا ہو، اور وُہ بڑا ہی باریک بین اور بڑا ہی باخبر ہے۔ (اِس سے صاف ظاہر ہے کہ اِس کارخانۂ کائنات میں کوئی شئے اٹکل پچو نہیں ہے)۔

جب ہم چاہیں گے اِس وحی کو ایک قوم سے چھین لیں گے اور دُوسری قوموں کے سپُرد کر دیں گے جو اِس وحی سے کُفر نہ کریں گی۔

(۳۰۰) ۱۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ○ ۱ع

(۳۰۰) ۱۔ اور جس وقت ہم مناسب سمجھیں گے تو جو کچھ تم پر وحی کیا گیا (تمہاری قوم سے) اُچک لے جائیں گے۔ پھر تُو اپنے لئے ہم پر کوئی سفارشی یا حمایتی نہ پائے گا (یہ وحی آج زندہ قوموں کے پاس ہے)

(۳۰۰) ۲۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ○ ۲ع

(۳۰۰) ۲۔ یہی وُہ قوم تھی جس کو ہم نے الکتٰب (کا علم) دیا، پھر (علم کے زور پر چلی ہُوئی) حکومت دی، پھر (وُہ قوم علم اور حکم کے زور پر تمام کی تمام) نبوّت (میں شرابور کر دی گئی)، تو اگر یہ لوگ ان چیزوں کی قدر نہ کر کے، اِس سے مُنکر ہوں گے تو (ہم بھی ضرور)

جن قوموں نے ہماری نافرمانی کی ہم اُن کو بے خبری میں آہستہ آہستہ ذِلّت کی طرف گھسیٹے لِئے جائیں گے اور مُہلت بھی دیں گے کہ وُہ درُست ہو جائیں کیونکہ ہمارا داؤ بڑا مضبُوط داؤ ہے۔

(۳۰۱) ا۔ فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۙ وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ۞ ۶۸

(۳۰۱) ا۔ پس جو لوگ اِس قُرآن (کے بتائے ہُوئے دستورُ العمل) کو مخول سمجھے ہُوئے ہیں اُنہیں مجھ پر چھوڑ دو (میں خود نبٹ لُوں گا کیونکہ) ہم اُن کو آہستہ آہستہ (ذِلّت کے) اُس درجہ تک لے جائیں گے کہ اُن کو خبر تک نہ ہوگی اور مَیں اُن کو مُہلت دیتا جاؤں گا (تاکہ خوابِ غفلت میں رہیں) کیونکہ میرا داؤ بیشک پکّا داؤ ہے۔

(۳۰۱) ب۔ وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۚۖ وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ۞ ۷

(۳۰۱) ب۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جُھٹلایا ہم اُن کو آہستہ آہستہ بے خبری میں زوال تک لے جائیں گے اور مَیں مُہلت دُوں گا کیونکہ میرا داؤ بیشک پکّا داؤ ہے۔

جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ کا اِنعام جو ہم صالح العمل قوموں کو دیتے ہیں اِس رُوئے زمین کی بادشاہت ہے جو اِنسان کا نقد النقد اِنعام ہے۔ وُہ کوئی اُخروی شئے نہیں بلکہ قوموں کو اُن کے کئے کا نقد النقد اِنعام ہے۔ اِس اِنعام کی تمام کیفیت دُنیوی ہوگی۔

(۳۰۲) ا۔ مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اُکُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلۡکَ عُقۡبَی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ۖۚ وَّعُقۡبَی الۡکٰفِرِیۡنَ النَّارُ ۞ ۳۵

(۳۰۲) ا۔ خُدا کے قانُون سے ڈرنے والوں کو جو جنّت دیا جانے کا وعدہ ہے اُس کی مثال (یہ ہے کہ) اُس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے، اُس کا رِزق اور اُس کی ٹھنڈک دائمی ہوگی۔ یہ انجام ڈرنے والوں کا ہے اور مُنکروں کا انجام آگ ہے (رِزق اور ٹھنڈک صِرف اُن کو محسُوس ہوسکتی ہے جن کے دُنیاوی جسم ہوں، مُلّا کے مفہُوم سے بحث نہیں)۔

یہی وُہ بادشاہتِ زمین ہے جو قوموں کو سپُرد کی جاتی ہے یہاں تک کہ وُہ نااہل ہوجاتے ہیں۔ پھر ہم اِس کو اُن سے چھین لیتے ہیں اور دُوسری قوموں کو اِس بادشاہت پر لا بٹھاتے ہیں۔

(۳۰۲) ۲۔ اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّکُمۡ وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَیۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ۪ وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ ۞ ۶

(۳۰۲) ۲۔ کیا اِن لوگوں نے (اپنی اِن آنکھوں سے) نہیں دیکھا کہ ہم نے اِن سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کو ہم نے اِس زمین پر وُہ تمکّن اور مضبُوطی دی تھی جو تم کو بھی نہ دی اور ہم نے اُن پر (رحمتِ ایزدی کا) مُوسلا دھار مینہ برسایا اور اُن کے (مقبُوضہ مُلکوں کے) نیچے دریا بہا دیئے تھے پھر ہم نے اُنکو اُنکے گُناہوں کے بدلے میں ہلاک کر دیا اور اُن کے بعد دُوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔

* یہاں تو قطعی طور پر تمام تر اِس دُنیا کا ذِکر ہے اور اِس تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ کے الفاظ سے کوئی ایک شخص بھی اِنکار نہیں کر سکتا کہ جنّت کی یہ نہریں" اِسی دُنیا میں تھیں۔ پھر اُوپر یعنی (۳۰۲) ا۔ کے اِنہی لفظوں سے کیوں مُراد لی جائے کہ وُہ "آخرت" کا جنّت ہے۔ فتدبّر!

تم کو کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔ تمام دُنیاوی نعمتیں ارزانی ہوں گی بشرطیکہ تم ہمارے قانون کو تسلیم کرتے رہو۔

(۳۰۲) ۳۔ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ ۴۳

(۳۰۲) ۳۔ اَے بندو! آج تم کو نہ کوئی خوف یا ڈر (اِس امر کا ہوگا کہ دُوسری قوم تمہیں آدبوچے گی)، اور نہ حزن (اِس بات کا کہ تم پر بھوک اور ننگ کی مصیبتیں آئیں گی)۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو ہمارے قانون پر ایمان لاکر اِس پر چلتے رہے اور تسلیم کرنے والوں میں سے تھے (ہم اُن کو کہیں گے کہ) تم اور تمہاری بیویاں اِس جنّتِ زمین کی بادشاہت میں باعزت طور پر داخل ہو جاؤ۔ (پھر) اُن پر سونے کے برتنوں اور آبخوروں کے دَور چلائے جائیں گے اور اُن سرزمینوں میں جو کچھ اُن کے نفس مانگیں گے اور جس شے سے اُن کی آنکھیں محظوظ ہوں گی دیا جائے گا اور تم اُن میں ہمیشہ رہو گے اور یہ وُہ جنّت ہے جو (پہلی قوموں سے) تمہیں وِرثے میں تمہارے عمل کی پاداش میں مِلا ہے۔ اِس میں تمہیں کثرت سے (تمہاری نیکیوں کے) پھل ہوں گے جو تم کھاؤ گے اور مجرم تو ہمیشہ کے عذابِ جہنّم میں ہوں گے۔

یہی نہروں والے باغات ایمان اور عملِ صالح والی قوموں کو اِس دُنیا میں عطا ہوں گے اور کافروں اور منکروں کی زندگی حیوانات سے بدتر زندگی ہوگی۔

(۳۰۲) ۴۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ ۴۷

(۳۰۲) ۴۔ بے شک اللہ ایماندار اور عملِ صالح والی قوم کو اُن باغات میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور منکر قومیں اِس دُنیا سے اُتنا ہی فائدہ اُٹھاتی ہیں اور اُن کو رزق بھی اُتنا ہی مِلتا ہے جتنا کہ مویشیوں کو اور اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے۔ (یہاں مویشیوں سے مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ جنّات (ص)

(ص) دُنیاوی جنّت اور مومنوں کی زندگی ہی دُنیوی بہشتی کی زندگی ہے۔

تمام دُنیاوی نعمتیں جن کا تمام تر تعلق اِنسانی جسموں سے ہوگا، جن میں ریشم کا لباس، سبز باغات، موسم کی ٹھنڈکیں، چاندی کے برتن، شیشے کے آبخورے، عُمدہ شراب، خُوبصورت غلام خدمت کے لئے، سُندس اور استبرق کے ریشمیں کپڑے، چاندی کے کنگن اور بہترین قسم کے شربت اُن کے لئے اور اُن کی بیویوں کے لئے شامل ہوں گے۔ اُن کو میسّر ہوں گی اور یہ سب کچھ اُن کے اِستقلال اور محنت کا صِلہ ہوگا۔

؎ اُوْرِثْتُمُوْهَا کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جنّت جو تمہیں مِلا ہے کسی پہلی قوم کو ہلاک کرکے تمہیں "ورثے" میں مِلا ہے جیسا کہ اِس سے پہلے (۳۰۲) ۲۔ میں خود خُدا نے واضح کیا ہے اور وُہ "نہروں" والا جنّت چونکہ یقیناً دُنیاوی تھا، یہ بھی دُنیاوی ہے اور سب نعمتیں اِس میں بھی صاف دُنیاوی ہیں۔

(۳۰۲) ۵۔ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۙ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۙ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۚ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ [۲۹]

(۳۰۲) ۵۔ اور اُس محنت اور استقلال کے بدلے میں (جو اُنہوں نے قرنوں تک ظاہر کی ہو گی) اُن کو سرسبز باغ اور ریشم ملے گا۔ وہ اُس میں شاندار تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے، نہ سُورج کی تیزی ہو گی نہ ٹھنڈک کی شدّت اور اُن پر سائے جُھک رہے ہوں گے اور جو پھل چاہیں گے جھٹ توڑ لیا کریں گے اور اُن پر (صیقل کی ہُوئی) چاندی کے برتنوں اور مبرّق شیشوں کے آبخوروں کے دور چلیں گے وُہ شیشے بھی چاندی کی چمک کے ہوں گے جن کو خاص ترکیب سے بنایا جائے گا اور اُن پیالوں میں خاص ترکیب سے سونٹھ سے ملائی ہُوئی شراب پلائی جائے گی، وُہ ایک چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہو گا (نکلے گی) اُن کی خدمت کے لئے بکھرے ہُوئے موتیوں کی طرح ہمیشہ خوبصورت رہنے والے غلام چکر لگائیں گے اور جس طرف نظر اُٹھائیں گے نعمتوں کا منظر ہر طرف ہو گا اور ایک بڑی عظیم الشان سلطنت (کے عُنوان نظر آئیں گے، جس کا رُعب چار دانگِ عالم پر ہو گا)۔ اُن پر باریک سبز اور گاڑھے ریشم کے لباس ہوں گے اور (اُن کی بیویوں کے لئے) چاندی کے (نہایت چمکتے ہُوئے) کنگن اور اُن کا پروردگار اُن کو پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(۳۰۲) ۶۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [۲۵]

(۳۰۲) ۶۔ اور ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو بشارت دے دو کہ اُن کے لئے سرسبز زمینوں کی بادشاہت ہے جن کے نیچے شاداب کرنے والے دریا بہ رہے ہوں گے جب اُن کو کوئی پھل بطور رزق کے دیا جائے گا تو وُہ یہی کہیں گے کہ یہی تو وُہ تھا جو ہماری پچھلی فتح پر ہم کو دیا گیا تھا اور وُہ دیئے جائیں گے انعام اُس ایک ہی قسم کے (تاکہ اُن کو اپنے انعاموں میں کوئی شُبہ نہ ہو) اور اُن کے واسطے (مالِ غنیمت میں سے) پاکیزہ بیبیاں مخصوص کر دی جائیں گی اور وُہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

* مُلْكًا كَبِيْرًا کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ یہ کسی فاتح قوم کی دُنیاوی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس نے کسی بڑے مُلک پر اپنے استقلال سے انتہائی محنت کے بعد قبضہ کیا ہو۔

(۳۰۲) ۷۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ ۳۵

(۳۰۲) ۷۔ ہمیشگی کے باغات ہوں گے جن میں داخل ہوں گے اور (اُن کی بیویاں)، اُن باغوں میں سونے کے چمکدار کنگن اور موتیوں (کے ہاروں) کے زیور پہنیں گی اور اُن (کی عورتوں) کا لباس اُن میں ریشم کا ہوگا (تاکہ مردوں کو پُورے طور پر محظوظ کرسکیں)۔

(۳۰۲) ۸۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ ۲۲

(۳۰۲) ۸۔ بے شک اللہ ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو ایسی سرسبز زمینوں میں (فاتحانہ طور پر) داخل کرتا ہے جن کے نیچے شاداب کُن دریا بہ رہے ہوں۔ اُن میں (اُن کی عورتیں چمکدار) سونے کے کنگن اور موتیوں (کے ہار) پہنیں گی اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

(۳۰۲) ۹۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ ۲۵

(۳۰۲) ۹۔ یہ سرسبز زمینیں وُہ شاداب مُلک ہونگے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور وُہ تمہارے رہنے کیلئے محلات عطا کرے گا۔

ایمان اور عملِ صالح والی قوموں کو جنّاتِ زمین کی بادشاہت کی بخشش قرآنِ حکیم میں اِس قدر واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں ہے کہ ایک موقع پر ناقابلِ تاویل صُورت میں کہہ دیا کہ ایسی قوم اُن جنّات میں داخل کردی گئی اور وُہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۰۲) ۱۰۔ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝ ۲۳

(۳۰۲) ۱۰۔ اور ایمان اور عملِ صالح والی قوم اُن سرسبز زمینوں میں جن کے نیچے (عظیم الشان) دریا بہ رہے تھے، داخل کردی گئی۔ وُہ خُدا کے حُکم سے (جب تک صالح العمل رہیں گے) اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایک دُوسرے کو سلامتی کا پیغام دینا اُن کی آپس کی دُعا ہوگی۔

اِسی دُنیاوی اِنعام کو اور موکد کرنے کیلئے واضح کر دیا کہ اُن کی ہمیشگی اُس وقت تک ہوگی کہ زمین و آسمان قائم رہیں اِلّا یہ کہ خُدا اُن سے یہ اِنعام چھین لے۔

(۳۰۲) ۱۱۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ ۱۱

(۳۰۲) ۱۱۔ وُہ اُن جنّاتِ زمین میں جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اِلّا یہ کہ تیرا پروردگار (اُسکے خلاف) چاہے کیونکہ بیشک تیرا پروردگار جس شئے کا ارادہ کرلیتا ہے اُس کو بڑی مضبوطی سے کرتا ہے۔

ایک جگہ کہہ دیا کہ بہت ہی تھوڑی مُدت کے اندر اندر ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو ہم جنّاتِ زمین میں داخل کردیں گے۔

(۳۰۲) ۱۲۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(۳۰۲) ۱۲۔ اور وُہ قوم جس نے ہم پر یقین کیا اور پھر مناسب اعمال کئے تو ہم اُن کو تھوڑی مُدت ہی میں اُن سرسبز زمینوں میں داخل کردیں گے جن کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؗ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ ۵۷

وُہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور اُن کے لئے اُن (حیات افزا) جگہوں میں پاکیزہ (صُورت) بیبیاں ہوں گی اور ہم اُن کو گھنے سایوں (کی مسرت افزا جگہوں) میں داخل کریں گے۔

الغرض اگر تعصب اور رواج کی پٹی کو آنکھوں سے اُتار کر دیکھا جائے گا تو قرآنِ حکیم قانونِ فطرت کے احکام پر عمل کرنے کا اِنعام ایک ہی قرار دیتا ہے وُہ اِس زمین پر بے خوف وخطر بادشاہت اِنتہائی جاہ وجلال اور اُس کی نعمتوں کا صحیح استعمال ہے۔

(۳۰۲) ۱۳۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ۴۳

(۳۰۲) ۱۳۔ (پھر ہم اُن کو کہیں گے کہ) اِس جنّت میں تم اور تمہاری بیبیاں (اِن حالات میں کہ تمہاری پُوری پُوری تعظیم و تکریم کی جائیگی) داخل ہو جاؤ سونے کے پیالوں اور آبخوروں کے دَور اُن پر چلائے جائیں گے اور اُن (عظیم الشان) باغات میں سب کچھ جو نفس چاہیں گے، اور جو آنکھوں کو لذت دے گا ملے گا اور تم اُن میں ہمیشہ رہو گے (بشرطیکہ اُن کو قائم رکھنے کے اعمال تم میں باقی رہے)۔

(۳۰۲) ۱۴۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ ۳۸

(۳۰۲) ۱۴۔ (اُن کے لئے) ہمیشہ رہنے والے باغات ہوں گے جن کے دروازے (چوپٹ) کھلے ہوں گے اُن میں یہ گدّے دار کرسیوں پر تکیہ لگائے ہُوئے آوازیں دے رہے ہوں گے کہ ہر قسم کے میوے اور شراب لاؤ۔

(۳۰۲) ۱۵۔ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۙ ۳۷

(۳۰۲) ۱۵۔ وُہ (ہر طرح کے مکلّف اور آراستہ نعمتوں بھرے ہُوئے باغوں میں ہوں گے آمنے سامنے (گدّے دار تخت (بچھے ہُوئے) ہوں گے جن پر وُہ جلوہ آرا ہوں گے (پھر اُن پر) نہایت پاکیزہ شراب کے پیالوں کے دَور چلائے جائیں گے جو سفید چمکتی ہُوئی ہو گی اور پینے والوں کو اپنے مزے مدہوش کرے گی۔ نہ اُس سے سَروں میں چکّر آئیں گے نہ اُس سے بدمستی ہو گی اور اُن کے گِرداگِرد موٹی موٹی آنکھوں والی حُور اکر دیکھنے والی عورتیں ہوں گی۔

القصّہ اِس عُنوان کے تمام بارہ۱۲ مضامین کو اوّل سے آخر تک غور سے دیکھنے والے کے لئے ماسوا اُس کے چارہ نہیں رہتا کہ وُہ تسلیم کرے کہ قرآنِ حکیم عالم آراء صداقتوں اور حقیقتوں سے بھری ہُوئی ایک حیرت انگیز تصنیف ہے جس کا اُفقِ نظر اَب بھی کہ دُنیا تمدن عُمران اور علم کے بڑے بڑے مرحلوں تک پہنچ چکی ہے، ہزاروں میل بُلند و بالا ہے اور ابھی شائد ہزاروں برس اور تک بُلند و بالا رہے گا۔

۱۲۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم کا خلاصہ

قرآن کے اس حیرت انگیز تبحّرانہ وسعتِ نظر اور اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی قرآنی اصطلاح کو اِس طور پر واضح کر دینے کے بعد جو پچھلے دو عنوانوں میں کیا گیا، قرآن کو سمجھ کر اپنے لئے کوئی مستقل لائحہ عمل تلاش کرنے والے انسان کے لئے بجز اس کے باقی نہیں رہا کہ وُہ اپنے ذہن میں پھر ایک دفعہ اُن تمام نتائج کو حاضر کرے جو اَب تک حدیث القرآن میں پیش کئے گئے ہیں تاکہ چند لفظوں کے اندر اُس کو قرآن کی تعلیم کا پورا افق نظر آجائے اور وُہ اپنے ہر عمل کو اِس اُفق کی وسعت میں دیکھ کر تجویز کرے۔ زندہ قوموں کے افراد کے ذہنوں میں علم و خبر یا تشریحیں کے طُومار نہیں ہُوا کرتے، نہ اُن کو قومی ترقی کی کشمکش میں بات بات پر کہیں سے کوئی سبق ملتا ہے، نہ اُن کے ہاں کوئی خطیب اور لکچرار ہوتے ہیں جو دَم بدم اُن کو قومی ترقی کے اِسرار سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ زندہ قوم کے ہر فرد یا اکثر افراد کے گرد اگرد ایک ذہنی ماحول ہوتا ہے جس سے ہر شخص خود بخود واقف ہوجاتا ہے اور پھر ہر شخص جو کام کرتا ہے اُس ذہنی ماحول کی روشنی میں کرتا ہے۔ مثال کے طور پر زندہ قوموں میں بعض خصوصیتیں ایسی ہیں جو ہر مُلک میں کم و بیش پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عام احساس کہ لین دین میں پورا تول ہو اور تجارت میں بد دیانتی نہ کی جائے کیونکہ قوم عام طور پر سمجھتی ہے کہ اِس طرح ساکھ نہیں رہتی، وعدہ بہر حال پورا کیا جائے ورنہ اعتماد نہ رہنے سے قوم ذلیل ہوتی ہے، یا کم سے کم وعدے کئے جائیں تاکہ اکثر پورے ہوں، کپڑوں اور گھروں میں پرلے درجے کی صفائی ہو تاکہ قوم خوش پوش اور خوش باش نظر آئے اور اُس کی عزت بڑھے، قومی عمارتیں نہایت خوبصورت اور بے عیب ہوں تاکہ اُن سے قوم کا کیریکٹر نظر آئے اور نہ صرف دُوسروں پر بلکہ خود قوم کے افراد پر اس کا عمدہ اثر ہو۔ کلام مہذب ہو، معاملات کھرے ہوں، آپس میں جھگڑے اور دشمنیاں کم سے کم ہوں، ایک دُوسرے کی غیبت نہ ہو، دُوسروں کے حالات کی کھوج نہ لگائی جائے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اِس لئے کہ قوم کو عام احساس ہے کہ یہ باتیں "ہونی چاہئیں" قوم کا یہ اخلاق اور دُوسری بیسیوں خصوصیات (مثلاً قومی مصیبت کے وقت ہر فرد کا قربانیٔ جان و مال کے لئے تیار ہوجانا) جو ہر زندہ قوم میں پائی جاتی ہیں کسی وعظ و نصیحت کا نتیجہ نہیں ہوتیں، نہ اس لئے کہ وہاں کی پولیس زیادہ خبردار ہوتی ہے اور قوم سے نیکیاں بہ جبر اور بہ زورِ شمشیر کرواتی رہتی ہے بلکہ اس لئے کہ قوم کا ہر فرد اِن خصوصیتوں کو اپنے گرد کے ماحول سے لیتا ہے اور اسی فضا میں پرورش پاتا جاتا ہے۔ کس طرح یہ خوبیاں پیدا ہوئیں اور کس نے پیدا کیں، کوئی شخص اس پر انگلی نہیں رکھ سکتا، مگر غالب یہ ہے کہ شروع میں چند لوگوں نے اِس پر عمل کیا اور دیکھتے دیکھتے

سَب یکساں ہو گئے۔ ایک دُوسری مثال شاید اِس نُکتے کو کچھ اور واضح کر دے گی۔ انگلستان میں بڑا بچّہ تو خیر، کوئی چھوٹے سے چھوٹا بچّہ بھی مادر زاد ننگا بلکہ معمُولی طور پر ننگا بھی نظر نہیں آتا۔ ماں بچّے کی تربیت شرُوع سے اِس طرح کرتی ہے کہ بچّہ کم سے کم روئے۔ کم از کم مَیں نے سات برس رہ کر بھی کسی بچّے کو ننگا یا روتا نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماں اِس کا خاص طور پر لحاظ کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ اِن عیبوں کو ظاہر کرنے سے اُس کا وقار خاص طور پر کم ہو جاتا ہے لیکن یورپ کے بعض اور کمزور مُلکوں میں اِس شئے کی اتنی پروا نہیں۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو نیکی یا خوُبی موافق ماحول میں پرورش اُسی طرح پاتی ہے جس طرح کہ پودا موافق سرزمین میں پھُولتا پھلتا ہے۔ نیکیوں یا خوُبیوں کے لِئے موافق ماحول اُس وقت بھی پَیدا ہو جاتا ہے کہ اُن کا "نقد انقد" فائدہ عوام پر ظاہر ہو جائے اگرچہ کوئی نیکی دُنیا میں فوری فائدہ نہیں دیتی اور یہ بالعموم گُناہ اور بدی کا خاصّہ ہے کہ اُس کی فوری اُجرت لذّت یا ذاتی فائدے کی صُورت میں گُناہ کرنے والے کو مِل جاتی ہے۔ قُرآنِ حکیم نے اِسی نُکتے کو مدِّنظر رکھ کر دُنیا کے تمام گُناہوں کو **اعمالِ عاجلہ** (یعنی جلدی اجر دینے والے عمل) اور تمام نیکیوں کو **اعمالِ آخرت** (یعنی آخیر پر اجر دینے والے عمل) کہا ہے۔

اَعْمَالِ آخِرَۃ کے لئے زندہ قومیں اُس وقت نہایت تندہی سے تیار ہوتی ہیں کہ اُن کے اکثر افراد کے سامنے دُنیا اور قانُونِ فِطرت کے موٹے موٹے اصُول کچھ نہ کچھ واضح ہوں۔ ہر شخص پر تھوڑا بہت واضح ہو کہ دُنیا میں خوُشحالی یا بدحالی کسی اصُول اور قانُون کے ماتحت آتی ہے، ہر شخص کو جو کچھ مِلتا ہے اُس کے سعی وعمل کے ماتحت مِلتا ہے۔ قِسمت، صبر اور توکّل کے متعلق وُہ مُہلک تخیّل نہ موجُود ہوں جو مُسلمانوں کے رہبروں نے زوالِ اِسلام کے وقت سے پَیدا کئے بلکہ قِسمت کے معنی کسی شخص کا جائز حِصّہ، صبر کا مفہوم کامِل استقلال اور توکّل کے معنی اپنی اِنتہائی کوشش کر کے فیصلہ کیلئے خُدا کو معاملہ اِس حیثیت سے سپُرد کر دینا کہ وُہ یقیناً ہمارے عمل کا اجر کم نہ دے گا، کر کے اپنی زندگی کو ایک مسلسل تگ ودو کی زندگی بنایا جائے۔ نیکیوں کو کرنے کے لئے ایک عُمدہ محرّک مذہب کی سادہ اور قابلِ فہم تصویر یہ دماغوں میں رکھنا بھی ہے تاکہ ہر شخص کا دماغ اپنے مذہب یا عقائد سے باطنی طور پر باغی نہ ہونے پائے اور اس کو یقین ہو کہ جس شئے پر وُہ عقیدہ رکھتا ہے وُہ ایسی سیدھی اور صاف ہے کہ اُس کے متعلق دماغ کسی اُلجھن میں نہیں پڑتا۔ مذہب کی جس قدر سُتھری تصویر ذہنوں میں ہو اُسی قدر آمادگی نیکیوں پر بڑھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دُنیا کی قوموں میں ہیجانِ عمل معمُول سے زیادہ اُس وقت پَیدا ہُوا جب کہ پیغمبروں نے اپنا پَیغام خوُد آ کر سیدھی سادھی اور یقین انگیز صُورت میں دیا۔ مذہب جب بگڑ جاتے ہیں تو ذہنوں میں پراگندگی کے علاوہ ہاتھوں اور پَیروں میں ایک عام جمُود کی صُورت پَیدا ہو جاتی ہے اور وُہ قوم ہلاکت کے کنارے آلگتی ہے اُس وقت قوم کو بیدار کرنے کے لئے کسی ایسے باخبر شخص کا آنا لازمی ہو جاتا ہے جو قوم کو نیا نصبُ العین دے اور نئی راہ

پر چلا دے۔ مثال کے طور پر ازمنۂ متوسطہ (یعنی مڈل ایجز) میں یورپ میں عقائد اِس قدر خراب ہو گئے تھے کہ بات بات پر فالیں نکالی جاتی تھیں اور دو کوّوں کا گھر پر آ کر بیٹھ جانا بھی تمام کنبے کو خوفزدہ کر دیتا تھا۔ ایسی حالت میں مارٹن لوتھر اور فرانسس بیکن یورپ میں پیدا ہوئے جنہوں نے عقائد کو زیادہ نکھرا کیا اور ظن و وہم کے بالمقابل عِلم اور عمل کی راہ پیدا کی۔ یہ دونوں شخص اِسلام کی تعلیم سے سخت متاثر تھے اور اِسی لئے اِصلاح جلد پیدا کر سکے۔ اُسی وقت سے یورپ میں نشأۃِ ثانیہ شروع ہو گئی اور آج اس کی جو حالت ہے سب پر ظاہر ہے۔

مذہب میں اِنتہائی بگاڑ پیدا ہو جانے کا ردِّ عمل کئی قوموں میں اس طرح پر ہُوا ہے کہ وُہ بالآخر "لامذہب" ہو جاتی ہیں اور مزا یہ ہے کہ اِنکار کی اِس انتہائی حد پر آ کر اُن میں ایک "نیا مذہب" پیدا ہو جاتا ہے جو اِس خراب شُدہ مذہبیت سے بہت زیادہ نکھرا ہوتا ہے۔ اِس لامذہبیت کے نئے مذہب میں صحیفۂ فطرت کی کئی سچائیاں خود بخود ذہنوں میں آ جاتی ہیں اور اُس قوم کو نہال کر دیتی ہیں۔ لوگ اِس بات سے تنگ آ کر کہ خُدا کے متعلق خراب شُدہ عقیدوں سے کیا جمُود، تفرقہ اور تعطّل پیدا ہو گیا ہے اور دُنیاوی حالت کس قدر خراب ہو چکی ہے، خُدا کے مخمصے سے ہی دست بردار ہو جاتے ہیں اور اُن تمام چیزوں سے مُنکر ہو جاتے ہیں جنہوں نے تعطّل پیدا کیا تھا۔

اِنسانی ذہنوں میں اِس قطع کے تحوّل کی ایک تازہ ترین مثال رُوس کی ہے جس نے خُدا کے تخیّل کو چھوڑ کر خُدا کے قانُون کے ایک چھوٹے سے حصّے کو پکڑ لیا ہے اور اتحادِ عمل کے زور پر یہ نہ صرف چند برسوں میں ترقّی کی راہ پر گامزن ہُوا جاتا ہے بلکہ دُنیا کے ایک بڑے حصّے کو اِس نئے مذہب سے متاثر کر رہا ہے۔ قوموں کی اِس طرح کی وقتی زندگیاں بے شک قوموں کو وقتی طور پر ہمیشہ سے اِس لئے اُبھارتی چلی آئی ہیں کہ قانُونِ فطرت ہر قسم کے اِنسانی اور جذباتی تعصّبات سے ہمیشہ سے بے نیاز رہا ہے۔ جس وقت اور جس قوم نے قانُونِ فطرت کی کسی شِق کو کسی رنگ میں لیا، فطرت نے بے نیازانہ طور پر اُس قوم کو اس عمل کا بدلہ ضرور دیا لیکن اِنسانی قوموں کی زندگی اور اُن کا اِس زمین پر خلود ہمہ تن اِس پر منحصر نہیں کہ قانُونِ فطرت کی کسی ایک یا زیادہ شِقوں کو مشینی اور میکانیکی طور پر لے کر ان پر چند سے عمل قائم رکھا جائے، اِنسانی قوموں میں "اِنسانیت" کا عُنصر ہمیشہ سے قوموں کی ترقّی کا ایک موثر عُنصر رہا ہے اور جب تک قوم کے افراد کو کسی ایسی ڈگر پر نہ چلایا جائے جو افراد کے ذہن اور قلب کی دائمی تسکین کا باعث نہ ہو جائے محض قانُونِ فطرت کے کسی حصّہ کو میکانیکی طور پر چلا دینے سے قوموں میں خلُود پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رُوس کا پیدا کردہ نظام اپنی بُنیادوں سے ابھی سے کھوکھلا ثابت ہو رہا ہے اِس میں تیس۳۰ چالیس۴۰ برس کے اندر اندر ہی بُنیادی کمزوری پیدا ہو چکی ہے جو اس کو بہت دیر تک قائم نہیں رکھ سکتی۔ اِنسانی قوموں میں اِنسانی عُنصر کو نظر انداز کر دینا فطرت کے عالم آراء نظام کو غلط سمجھنے کے مترادف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کے لائے ہُوئے نظاموں میں باوجُود اس کے کہ وُہ ہزاروں برس سے چلے آ رہے ہیں

اُن نظاموں سے جو کم نظر مصلحین نے وقتی طور پر رُوئے زمین پر پیدا کئے نسبتاً بہت زیادہ استحکام اور بہت زیادہ عصبیت اب تک موجود ہے اور دُنیا کا ایک سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ کس طرح مذہب کے پیدا کردہ تعصب یا اُس کی پیدا کردہ عصبیت کو ہئیتِ انسانی سے دُور کر کے کوئی ایسا مُشترک مستحکم نظام پیدا کیا جائے جو اِس غلط اور فرسُودہ عصبیت سے بہتر نظام دُنیا میں پیدا کرے اور اِنسان کو آئے دِن کی جنگوں سے نجات دے۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو دُنیا میں قوموں کی ترقی کا سب سے بڑا گُر افراد کے ذہنوں میں ایک غیر پیچیدہ اور سیدھے سادھے* دستُور العمل کا ہونا ہے جس کی بُنیاد، خُدا، مذہب، جماعت، عصبیت اور آخرت کے سیدھے سادھے تخیل پر ہو اور اِس میں دُنیاوی اور دینی، فوری اور اُخروی دونوں نفع موجود ہوں۔ گوشت اور خون سے بنے ہُوئے اِنسان کو چونکہ جسمانی موت سے بالآخر دوچار ہونا ہے اور اِس کی فطری تپوتگی اِس سے ہے کہ مرنے کے بعد اِس کو کیا ہوگا، اِس لئے فطرت کے خشک اور بے حس قوانین سے اِس کا پُورا لگاؤ بغیر اِس کے نہیں ہو سکتا کہ اِس لگاؤ میں اِنسانی عقیدت اور اُمید کی چاشنی ہو۔ یہی وُہ بات تھی جس کو اِسلام نے بدرجہ اتم قائم کر کے مُسلمانوں کی مختصر سی جماعت سے قرنوں تک وہ حیرت انگیز عمل کرائے جس نے اِسلام کی ابتدائی تاریخ پر چار چاند لگا دیئے تھے۔

اِن نکات کو پیش نظر رکھ کر مَیں یہاں پر اِنسانی عقیدت مندی کا وُہ نقشہ پیش کرتا ہُوں جو قرآن نے اِنسان کو اُس وقت پیش کیا تھا جب کہ وُہ دُنیا میں اِنسان کے لئے آخری کلام بن کر آیا تھا۔ اِس نقشہ کے نمایاں خدّوخال نے عرب کی قوم میں وُہ عزم اور عمل پیدا کر دیا کہ اس کے تگ و دو کی رفتار صدیوں تک نہ تھمی۔ ہر شخص اِس سیدھے سادھے نقشے سے جو ذہنوں میں تھا پا بہ رکاب ہو گیا۔ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدّوؤں کو جو کئی نقاطِ نظر سے بڑی خُوبیوں کے مالک تھے وُہ سیدھا سادہ یقین دیا جس کو دِلوں میں لے کر وُہ رُوئے زمین کے بڑے بڑے حصّے کے مالک بن گئے۔ اِس یقین میں پختگی اِس لئے تھی کہ وُہ پیچیدہ نہ تھا، اِس کی بُنیاد حق پر تھی، سمع و بصر اِس حقیقت کو بُرائی العین سمجھ سکتے تھے، اِس کو دِل نشین کرنے کے لئے کسی درس و تدریس کی ضرُورت نہ تھی اور سب سے اہم یہ امر کہ اِس حقیقت کو ایسی قوم نے قبُول کیا تھا جو خود سیدھی سادی زندگی کے عادی تھے اور فطرت کی اپنی سادگی نے اُن کے ذہنوں کو پیچیدگی سے پاک صاف کر دیا تھا۔

اُدھر قرآن کو چونکہ خُدا کا آخری کلام بننا تھا، اِس میں بالآخر ایک عالمگیر دستُور العمل بن جانے کی اہلیت ہونی ضرُوری تھی۔ اِس لحاظ سے قرآن کی تعلیم سادہ ہونے کے باوجُود انتہائی عِلم کی حامل روزِ اوّل سے رہی اور پہلے دن سے ہی اِس نے عرب کے ذہنوں میں وُہ حیرت انگیز روشنی پیدا کر دی کہ بے آب و گیاہ صحراؤں

* قرآن اپنے متعلق غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ ، ۳۹؍۲۸ اور لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا کہتا ہے لیکن اس میں پیچیدہ پن اور ٹیڑھا پن نہیں ہے دیکھو ص ۲۱۳

میں عمریں گذارنے والے عرب دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کے کامیاب محافظ بن گئے۔ مدنیت اور تمدن کو بدرجہ اتم قائم کرنے کے لئے وُہ روشن حقیقتیں اُن کے ذہنوں میں آگریس گئیں جن کو زوال یافتہ قوموں کے افراد مدت سے اُن کے پیچیدہ ہوجانے کے باعث ذہنوں سے رد کرچکے تھے۔ وُہ قرآن کی سادگی اور سادگی کے باوجود اس کی مکملیت کو لے کر اُٹھے اور چشم زدن میں دُنیا کو حیران کر گئے !

معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدتمندی کی بناء زیادہ سے زیادہ تین[۳] بنیادی چیزوں پر مبنی تھی جس پر قرآن بار بار اپنے اوراق میں زور دے رہا ہے :۔

اوّل یہ کہ اِس کارخانۂ فطرت کا بنانے والا یقیناً کوئی وجود ہے جس کے حکم پر یہ تمام نظام چل رہا ہے۔

دوئم یہ کہ یہ صحیفۂ فطرت اِس دُنیا میں واحد اور ہر نقطۂ نظر سے مکمل حقیقت ہے جو فاطرِ زمین و آسمان کا واحد اور بے مثال کارنامہ ہے۔

سوئم یہ کہ انسان اِس کارخانۂ فطرت میں واحد ذمّہ دار شخصیت ہے جس سے موت کے بعد اس کے سعی و عمل کا حساب انفرادی طور پر لیا جاتا ہے اور موت سے پہلے اِس نے اپنے سعی و عمل کا نقد اجر اجتماعی طور پر بلا کم و کاست ایک اٹل قانون کے مطابق لینا ہے اور اِس پر لازم ہے کہ لے کر رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کے ابتدائی ماننے والوں میں یہ تین[۳] حقیقتیں مستحکم طور پر ذہن نشین ہوچکی تھیں۔ وُہ سورج کی طرح ان حقیقتوں پر یقین رکھ کر نکلے تھے اور جب تک یہ حقیقتیں سورج کی طرح واضح رہیں وُہ آگے بڑھتے گئے۔ انہی تین[۳] حقیقتوں کی بنیادوں پر اُن کا تمام اسلام تھا اور انہی تینوں نگاہوں سے وُہ باقی قرآن کو دیکھتے تھے۔ اُن دنوں میں قرآن کا پڑھنا وڑھنا کچھ نہ تھا۔ نہ مدرسے تھے نہ شرحیں، نہ تفسیریں، نہ مُلّا، نہ شاعر، نہ کتابیں۔ جوں جوں کارخانۂ فطرت سے انعامات وعدوں کے مطابق ملتے گئے، اُن کا عمل تیز ہوتا گیا اور عمل کے ساتھ ساتھ یقین بلکہ علم۔ اِس سمع و بصر کے علم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور علمی ترقیاں معاً شروع ہو گئیں۔ صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت یقین کرنے کے نظریے نے مسلمان کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر کھول دیں[*]۔ میرا یقین ہے کہ اگر تہہ تک پہنچا جائے تو آج ہر زندہ قوم کے ذہنوں کی گہرائیوں میں یہی تینوں یقین موجزن ہیں۔ اور انہی یقینوں کی پختگی کے تناسب سے قومیں ایک درجے سے دُوسرے درجے تک اُوپر چڑھ رہی ہیں۔

یقین کی ستھراہٹ، اگر غور سے دیکھا جائے، بینش کے نئے دروازے انسان پر کھول دیتی ہے۔ اِس لئے قرآنِ حکیم نے انسانی دِلوں پر ظنوں اور شکوک کی ہر شق کو صاف اور ستھرا کر دیا تاکہ کسی شئے کو تسلیم کرنے میں ذہنی کوفت نہ ہو اور کسی مرحلے پر دینِ اسلام غلط یا دھوکہ نظر نہ آئے۔ قرآنِ حکیم نے اس معاملے میں یہاں تک احتیاط کی کہ عیسائی مذہب کے حضرت عیسٰےؑ کے متعلق ظنونِ واہیہ کو درست کیا۔ پہلے صحیفہ ہائے آسمانی کو عیاں طور پر

[*] مطلب یہ ہے کہ ان دنوں ہر مسلمان خُدا کی بنائی ہوئی قدرت کے کسی نہ کسی حصّے کو اپنی آنکھوں سے خُود دیکھتا تھا کیونکہ قرآن میں اَلَمْ تَرَ کے الفاظ تھے، پھر اپنے نتیجے نکالتا تھا۔

محرّف کہا کہ اُن کی غلط شدہ تعلیم ذہنوں کو خراب نہ کر دے، آخرت کے متعلق تمام قیاسات کو غلط لکھا اور صاف کہہ دیا کہ اِس کا علم صرف خُدا کو ہے۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ؛ ۱۸۷ انسان کی غیب دانی کو قطعاً غلط کہا۔ قُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ ؛ ۲۰، ۲۰، ۳۱ اَرْبَابٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو جو خلقتِ خُدا کو ورغلا کر اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں جہنّم کی لکڑیاں کہا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض خُدا چاہتا تھا کہ اپنے اِس آخری کلام میں نہ صرف یہ کہ پہلے پیغمبروں کے محرّف شُدہ پیغاموں کی وضاحت کر کے اِنسان کو پھر اپنے اصلی پیغام کی طرف لائے بلکہ اِس آخری کلام میں اِنسان کے ذہنوں میں وُہ لازوال ولولہ پَیدا کر دے جو ابد الآباد تک اور جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں، اِنسان کے لئے سعی و عمل کی ایک مستقل راہ کھول دے اور وُہ راہ سیدھی اور بلا روک ٹوک اِنسان کو خُدا تک لے جائے تاکہ اِس کائنات کا منشاء پُورا ہو۔

یہ تفصیلِ مفصلہ ذیل مختصر الفاظ میں مختلف عُنوانوں کے ماتحت درج کرتا ہُوں تاکہ جو کچُھ حدیثُ القرآن میں قُرآنِ حکیم کی تعلیم کے متعلق مختلف عنوانوں کے ماتحت قُرآنِ حکیم کے اپنے حوالے دے کر دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیا گیا، وُہ یہاں پر یکجا ہو جائے اور ہر شخص کے دِل میں دینِ اِسلام کا پُورا نقشہ بیٹھ جائے۔ اُدھر ایک اور مختصر اِن صفحات کے نیچے "قرآن کی مسلسل کہانی" کے طور پر دیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں اور سہُولت ہو۔

قرآن کی مسلسل کہانی

قرآن حکیم کی تعلیم کے ماحصل کو مسلسل طور پر سمجھنے کے لئے مزید تشریح اس تحت المتن میں کر دی جاتی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۞ ۹۵ اور فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۞ ۱۷ سے انسان کی فضیلت اس زمین پر ظاہر ہے مگر اکثر آسمانی مخلوق کی فضیلت ظاہر کرنے سے انسان کی اہمیت صدہا گُنا بڑھ جاتی ہے۔ فضیلت کا احساس دلانے سے مقصد یہ ہے کہ اِس کے بعد اِنسان سنجیدگی سے اپنے فرائضِ اِس کائنات میں ہر وقت سمجھے اور بہ حیثیت مجموعی وُہ کام کرے جس سے منشائے کائنات پُورا ہو۔ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ ۱۶ سے ظاہر ہے کہ اگرچہ اِنسان ماں کے پیٹ سے نکلنے پر جاہلِ مُطلق ہوتا ہے لیکن کان آنکھ ذہن ساتھ لگا دیئے تاکہ اِن کی سچی قدر کر کے اِن سے علم خُود حاصل کرے۔ حیوانوں کے پاس صحیفۂ فطرت کو دیکھ کر علم دینے والے کان آنکھ ذہن موجود نہیں اِس لئے اُن کو جو کچُھ پڑھانا تھا پہلے پڑھا دیا۔ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۲۰ (طٰہٰ) یہی اِنسان کی اور حیوانوں پر فضیلت کی وجہ ہے۔ اِسی لئے خُدا نے اپنی خلافت یعنی قائم مقامی کے لئے اِنسان کو منتخب کیا اور فرشتوں کی درخواست کو بھی رد کر دیا کہ وُہ خُدا کی پیدا کی ہُوئی اشیاء (یعنی صحیفۂ فطرت) کو سمجھ نہ سکتے تھے۔ خُدا کی خلافت بھی اِنسان کو انتہائی علم سے حاصل ہوگی جو عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۲ کے الفاظ سے ظاہر ہے یعنی جب تک اِنسان تمام فِطرت پر حاوی نہ ہو گا خلیفہ نہ بن سکے گا۔ اِنسان پر یہ ظاہر کرنے کا کہ وُہ کمتر مخلوق کے ارتقاء سے پَیدا ہوا اور اُوپر چڑھتا جائے گا، مقصد یہ ہے کہ اِس کے سامنے علم و عمل اور جدّ و جہد کا ایک عظیم الشان مَیدان ہے۔ یہ مَیدان صحیفہ فِطرت کی دریافت، اِس کے "اشاروں" پر جو اِس کا علم حاصل کرنے سے ملتے ہیں عمل، اور اشیائے فِطرت کو اپنی دُنیاوی بہبُودی کے لئے استعمال میں لانے کا میدان ہے۔ اُدھر چُونکہ صرف اِنسان ہی صحیفۂ فِطرت کو سمجھ سکتا ہے، صاف کہہ دیا کہ یہ دُنیا پَیدا ہی اِس غرض کیلئے کی گئی کہ اِنسان کو اِس کے سعی و عمل کے بدلے میں زمین بلکہ آسمان کی تمام چیزیں بطور انعام دے دی جائیں۔ گویا اِنسان کی واحد جولانگاہ صحیفۂ فِطرت ہے۔ اِس کے سوا کچُھ نہیں۔ اِسی لئے صحیفۂ فِطرت کو واحد حقیقت کہا۔ نیز کہا کہ جو اِس کو باطل سمجھتے ہیں کافر ہیں۔ خُدا کے متعلق کہہ دیا کہ چُونکہ وُہی خالقِ زمین و آسمان ہے اِس لئے قانُون بھی اُسی کا چلنا چاہیئے، اُس کا حق ہے کہ کسی دُوسرے حاکم کا قانُون نہ چلنے دے جو دُوسرے حاکموں کا

ا۔ مقدّماتِ کائنات

ا۔ مقامِ انسان

ا۔ اِنسان کم از کم اِس زمین پر باقی تمام مخلُوق سے (اپنے شعُور کے باعث) افضل ہے۔

۲۔ پَیدا ہونے کے وقت وُہ کُچھ نہیں جانتا لیکن اور حیوانات کی غیر مانند وُہ سب شعُور اپنے کانوں آنکھوں اور ذہن سے حاصِل کرتا ہے۔ اُس کو اشیاء کے سمجھنے کی اہلیت عطا کی گئی ہے جو اور حیوانات (بلکہ ملائک کو بھی) میسّر نہیں۔

۳۔ خُدا نے اِنسان کو اِس زمین پر اپنا خلیفہ مقرّر کیا ہے اور اِس میں اپنی رُوح پھونک دی ہے تاکہ اشیاء کی ماہیت کو سمجھ کر وُہ خُدا کی خاصیتیں حاصِل کرتا جائے اور اُس کی خلافت کا اہل بنے۔ فرشتوں کو یہ مقام نہ دیا گیا کیونکہ ماہیتِ اشیاء نہ سمجھ سکنے کے باعث وُہ اِس کے اہل نہ تھے۔

۴۔ اِنسان کمتر مخلُوق کے ارتقاء سے پَیدا ہُوا اور اِس سے بہتر مخلُوق درجہ بدرجہ ہوتا جائے گا سب ارتقاؔ جدّ وجہد کا نتیجہ ہے اور اِنسان کو بھی جو درجہ حاصِل ہوتا جائے گا اُس کی اپنی جدّ وجہد سے ہوگا۔

۲۔ مقامِ فِطرت

۵۔ خُدا کی واحد مخلُوق صحیفۂ فِطرت ہے اور یہی صحیفۂ فِطرت اِس کائنات میں واحد حقیقت ہے۔

۶۔ اِسی صحیفۂ فِطرت کے مشاہدے اور مطالعے سے وُہ ہدایات، اشارات اور عِلم حاصل ہوتے ہیں جن سے اخذ ہوسکتا ہے کہ اِس کائنات میں راہِ راست کیا ہے اور اِنسان کو اپنی دُنیاوی ترقی کیلئے کیا کیا سہُولتیں اور اِنعامات حاصل ہوسکتے ہیں۔

۷۔ خُدا نے صحیفۂ فِطرت کو پَیدا ہی اِس لئے کیا کہ اِنسان کو اُس جدّ وجہد کے بدلے میں جو وُہ صحیفۂ فِطرت کی تلاش و جستجو کے بارے میں کرے اِسی صحیفۂ فِطرت سے اِنعامات دیے زمین کی ہر شئے کے علاوہ آسمانوں کے لاتعداد ستاروں کی ہر شئے اُن اِنعامات میں داخل ہے۔ *

۸۔ صحیفۂ فِطرت کی ہر شئے اِنسان ہی کیلئے مسخر کی گئی ہے تاکہ وُہ اِن اشیاء کو اپنے تابع کرکے اپنے اِستعمال میں لائے۔

۳۔ مقامِ خُدا

۹۔ خُدا ہے اور خالقِ زمین وآسمان ہونے کی حیثیت

مُحکم ماننے اُس کو فنا کردے۔ یہ قانُون یا خُدا کی بھیجی ہُوئی غیر محرّف کتابوں کی آیات میں ہے یا زمین وآسمان کی آیات میں ہے۔ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ۴۵-۳ پیدائش کے ابتداء میں چُونکہ اِنسان جاہلِ مُطلق تھا اور اپنے آنکھ کان ذہن کافی طور پر اِستعمال نہ کرسکتا تھا اِس لئے راہِ راست سے کافی طور پر بھٹکتا رہا۔ اُس کی زندگی بالعموم حیوانوں کی سی تھی۔ وُہ آپس میں چوریاں، قتل، زنا، بے ایمانیاں، بددیانتیاں وغیرہ وغیرہ کرتا تھا۔ بدن کی صفائی نہ تھی، دُوسروں کی پَیدا کی ہوئی جائداد کا احترام نہ تھا، بھائی بہن سے اُلفت نہ تھی، ماں باپ کا احترام نہ تھا، رِشتہ داروں کا لحاظ نہ تھا، یتیموں پر مظالم تھے، چاند، سُورج، درختوں، ندیوں، دریاؤں حیوانوں

* سُورہ نجم میں ہے وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝ ۵۳ (رکوع ۵۸)

میں ہر جگہ اُسی کا بنایا ہوا قانُون چل رہا ہے۔ کسی دُوسرے حاکم کے قانُون پر چلنے میں اِنسان کو نقصان اور بالآخر اجتماعی ہلاکت ہے۔

۱۰۔ کسی دُوسرے حاکم کے قانون پر چلنا ہی اُس کو خُدا کے ساتھ شریک کرنا بلکہ اُس سے بہتر بنا دینا ہے۔ یہی وہ شرک ہے جس کی "بخشش" نہیں۔ دُوسرے لفظوں میں جو قوم اس پر چلے گی اُسکی مادی قوتیں بالآخر سلب ہو جائیں گی اور وُہ صفحۂ ہستی سے مِٹ کر رہے گی۔

۱۱۔ خُدا کے قانون پر چلنا ہی خُدا کو "ماننا" ہے۔ اِس سے ہٹ کر لفظی ماننا کوئی ماننا نہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۘ ۲ پ

۱۲۔ خُدا کا قانُون اُس کی فِطرت سے اخذ کیا ہُوا قانُون ہے خواہ وُہ قانُون اِنسان نے خُود اخذ کیا ہو یا کسی باخبر اِنسان نے بتایا ہو۔

۲۔ حادثہ بعثتِ انبیأ

۱۔ مقامِ انبیاء

۱۳۔ سب انبیاء صرف اپنے اپنے زمانوں کے معیار کے مطابق انتہائی طور پر باعِلم اور باخبر انسان تھے جو انسان کی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں (جبکہ انسان معاشرت کی ابتدائی باتوں سے بھی بے خبر تھا) اپنے اس علم و خبر کے زور پر جو اُنہوں نے صحیفۂ فِطرت سے یا کمالِ ذِکر و فِکر (وحی) سے حاصل کیا تھا "خدا کے پیغام" لائے اور وُہ پیغام وقتاً فوقتاً بھٹکے ہُوئے اِنسانوں کو دیتے رہے تاکہ قومیں خُدا کے قانُون سے ہٹ کر کمزور اور بالآخر ہلاک نہ ہو جائیں۔

۱۴۔ انبیأ کے لائے ہُوئے پیغام اُن کی اپنی اپنی قوموں کی زُبان میں دیئے گئے تھے تاکہ اُن قوموں پر حقیقت واضح ہو جائے۔ انبیاء ہر قوم، ہر قریہ، ہر اُمت میں آئے اور وقتاً فوقتاً مجتمعاتِ انسانی کو سمجھاتے رہے۔

۱۵۔ اِن پیغاموں میں مُختلف زُبانوں میں ایک ہی قانُون تھا جو دیا گیا اور وُہ قانونِ فِطرت کا کوئی حِصّہ تھا۔

۱۶۔ اِن پیغاموں کا مقصد صرف اپنی اپنی قوم کو قانُونِ خُدا دے کر ہلاکت سے بچانا تھا۔ اُس قوم کو علیحدہ گروہ بنا کر فرقہ بند بنانا یا الگ "مذہب" بنانا مقصد نہ تھا۔

۱۷۔ اِنسان کو متوجہ کرنے والی شئے خُدا کا قانُون تھا جو مُختلف انبیأ مختلف زمانوں میں لائے تھے، انبیأ کی شخصیت اس قدر قابلِ توجہ نہ تھی، نہ اُن کی وجہ سے لوگوں کا فرقہ بند ہو جانا درُست تھا۔

۱۸۔ انبیاء نہ نصرانی تھے، نہ یہُودی، نہ محمّدی بلکہ "مُسلم" یعنی خُدا کے قانُون کو تسلیم کرنے والے، نہ اُنہوں نے کوئی فِرقہ بنایا، لوگ خُود اپنی ضد سے اُن کی شخصیتوں کے پیچھے لگ کر فِرقہ بند ہو گئے۔

وغیرہ کی پُوجا تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِس لئے کئی باخبر اِنسانوں نے جو اُن بُرائیوں کو محسُوس کرتے تھے قوموں کو نصیحت کرنی شرُوع کی کہ باز آؤ، ورنہ مارے جاؤ گے، تمہاری قوم تباہ ہو جائے گی۔ یہ لوگ انبیأ تھے جو ہر جگہ ظاہر ہُوئے اور سب نے ایک ہی سبق دیا جو خُدا کا قانُون تھا، اِنسان کے مناسب حال تھا، عِلم تھا، حقیقت تھی، صحیفۂ فِطرت سے اخذ کیا ہُوا سبق تھا، الغرض خُدا کا پیغام تھا۔ لوگ اُن انبیأ کے پیچھے لگ گئے۔ اُنہوں نے اِنسان کو باہم مِل کر خوش اسلوبی سے رہنے کا سبق دیا۔ اِنسان کی ہیئت اجتماعی میں امن پیدا کیا، ایک مرد کی ایک عورت سے شادی کر کے کُنبے کی بُنیاد ڈالی، معاشری بُرائیاں دُور کیں وغیرہ وغیرہ لیکن چُونکہ انسان ابھی شدید طور پر جاہل تھا اور اس کائنات کو بحیثیت مجموعی دیکھنا تو کیا اِس کائنات کی ابجد بھی نہ سمجھ سکتا تھا بلکہ خُدا کو اِس تمام کائنات کا واحد

حالانکہ وُہ سب علم یعنی حقیقت لائے تھے جو متحد کردیتی ہے متفرق نہیں کرتی۔

۱۹۔ اصل شئے جو انبیاء لائے قانونِ خدا تھا جو مختلف زُبانوں میں اپنی اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے تھا۔ اِس لئے کسی زُبان کو بھی کوئی خصُوصیت نہیں۔ اِن سب پیغاموں کو الکتٰب کے نام سے موسُوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وُہ ایک ہی قانون تھا یا قانُون کے مُختلف حصّے تھے۔ اِس قانُون کا بیشتر حصّہ اجتماعی یا معاشری قوانین تھے جو انسان کی اجتماعی ہیئتوں کی اصلاح کے لئے تھے۔

۲۔ مقامِ الکتٰب

۲۰۔ ہر زمانے کی الکتٰب اپنے اپنے زمانے کی ضرُوریات یا انسانی معاشری ترقی کے مُختلف مرحلوں کے مطابق تھی اور اُس میں کمی بیشی ہوتی رہی لیکن وُہ قانُون بہ حیثیتِ مجموعی ایک ہی تھا۔

۲۱۔ آخری "الکتٰب" قُرآن ہے جو انسانی ترقی اور معاشرت کے آخری مرحلوں کے مناسبِ حال ہے، اِس کے بعد کسی اور زیادہ مکمّل معاشری یا اجتماعی قانُون کی انسان کو ضرُورت نہیں رہی۔ قُرآن کا لایا ہُوا قانُون بھی وُہی ہے جو پہلے انبیاء نے دیا۔ اگرچہ یہ بدرجہا زیادہ مکمّل ہے اور جِنّ و اِنس مِل کر بھی اِس قُرآن جیسی کتاب نہیں لاسکتے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ؕ ۵

۲۲۔ اِس آخری "الکتٰب" میں انسان کو یہ ہدایت بھی ہے کہ وُہ اپنی باقی تمام ہدایات یا اشارات یا احکام صحیفۂ فِطرت کے مطالعے سے لیتا جائے اور اپنی مادّی ترقی کی منازل کو پُورا کرے۔

۳۔ مقدّماتِ زرّین

۱۔ الکتٰب کے مقدّمات

۲۳۔ سب انسان ایک اُمّت ہیں۔ اِن کو پیدا ہی اِس غرض کیلئے کیا گیا تھا کہ ایک اُمّت بن کر رہیں اور مشیّتِ خُدا (یعنی منشائے فِطرت) کو پُورا کریں: وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً .... وَ لِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ ۱۱؍ دیکھو صفحہ ۴

۲۴۔ انسان کی ایک تعداد کثیر جہنّم کے لئے اِس لئے وقف ہے کہ اکثر اپنے آنکھ، کان اور ذہن کو کام میں نہیں لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اِس آفرینش کی اصلی غرض و غایت کیا ہے۔ جو لوگ اِس غرض و غایت کو سمجھتے ہیں اِس سے مُستثنےٰ ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۹)

۲۵۔ انسان کے اپنے اعمال کے باعث بحر و بر میں فساد برپا ہوچکا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ ۳۰؍ اُمّتیں مذہبی، سیاسی اور جغرافیائی بنا پر ایک

خالق سمجھنے یا اِس کائنات کو دیکھ کر اِس سے کوئی خُدا کا قانُون اخذ کرنے کی بجائے بار بار خُدا کو چھوڑ کر چاند، سُورج، درختوں وغیرہ کی پرستش شرُوع کر دیتا تھا، اِس لئے اُس کی کم نگاہی اُس کو اِس طرف لے گئی کہ یہ انبیاء لوگ جن کے پیچھے ہزاروں اور لاکھوں آدمی لگ گئے، ہمیں اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے آئے تھے، ہم کسی دُوسری قوم کے نبی کو ہرگز اپنا نبی نہ مانیں گے، صرف ہماری قوم کا نبی خُدا کی طرف سے تھا، صرف وُہی پیغام جو ہماری زُبان میں آیا تھا درُست ہے، صرف زبُور درُست ہے، صرف تورات درُست ہے، صرف انجیل درُست ہے، حضرت عیسٰیؑ صرف عیسائی قوم بنانے آئے تھے، حضرت مُوسیٰؑ نے صرف یہودیوں کا گروہ بنایا۔ انسان کی اِس ابتدائی جہالت میں لوگ نبیوں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہوگئے اور اگرچہ انبیاء کی وجہ سے اُن کی اپنی قوموں میں کافی اصلاح پیدا ہوگئی لیکن "مذاہب"

دُوسرے سے پھٹ چُکی ہیں۔ اُن کی مُختلف قبیلوں اور گروہوں میں موجُودہ تقسیم فی الاصل محض اِس لِئے تھی کہ وُہ آپس میں تعارف پیدا کر سکیں۔ خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ [۴۹:۱۳]

۲۔ دِیْنِ الْحَقّ

۲۶۔ اب جبکہ یہ تقسیم نمُودار ہو چکی ہے اور انسان کی اپنی ضِدّ اور بغاوت سے ہے، ہر صلاحیت پسند اُمّت کا فرض ہے کہ وُہ آپس میں داخلی فرقہ بندی پیدا نہ ہونے دے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ [۳:۱۰۳] اندرونی طور پر کامِل اخوت سے رہے اور باقی سب اُمتوں پر غالِب آنے کی اِنتہائی سعی کرے۔ غلبہ کیلئے پھر قانُونِ فِطرت پر پُورے طور پر کاربند ہونا لابُدّی ہے اور وُہ دینِ فطرت صِرف اِسلام ہے جس کے بغیر کوئی دِین قابِلِ قبُول نہ ہوگا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [۳:۸۵]

۲۷۔ غلبہ کا احساس دُنیا کی ہر قوم میں کم و بیش موجُود ہے اور جس قوم میں جس قدر یہ احساس عملاً موجُود ہے اسی قدر وُہ قوم دینِ الحق پر ہے۔ جس قوم میں غلبہ کا احساس اور عمل نہیں رہا وُہ قوم مایُوس ہے اور از رُوئے قرآن کافر ہے۔ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ [۲۹:۲۳] دینِ الحق دینِ فِطرت اس لئے ہے کہ فِطرت برحق ہے نیز اِس لِئے کہ دُنیا کی ہر زِندہ قوم اِس پر فِطرتاً کاربند ہے۔ سب انبیاء اسی دینِ الحق کو لائے تاکہ اپنی اپنی قوم کو غالب کر دیں۔ انبیاء کے بعد بھی ہر زِندہ قوم غالب ہونے کی دُھن میں لگی ہے اور وُہ اِس غلبہ کو حاصِل کرنے کے لئے اپنی اپنی "ہدایت" اپنے اکابرینِ قوم سے حاصِل کرتی رہتی ہے۔ "ہدایت" یا ہُدیٰ سے مُراد وُہ لائحۂ عمل ہے جس پر چل کر قومیں باقی تمام اقوام پر غالِب آنے کی سعی کر رہی ہیں اِس بارے میں ہر قوم کا اپنا اپنا طریقہ اور اپنی اپنی ہُدیٰ الگ ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ [۵:۴۸] وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ؛ [۲:۱۴۸] لیکن قُرآن کا دعویٰ ہے کہ صِرف خُدا کی دی ہُوئی ہدایت صحیح معنوں میں ہدایت ہے اور وُہی اِنسان کو بالآخر سب پر غلبہ دِلا سکتی ہے۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؛ [۲:۱۲۰]، [۳:۷۳]، [۶:۷۱] اِسی لئے خُدا نے رسُولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی واحد غرض یہ بیان کی کہ اُس کی دی ہُوئی اَلْهُدٰى باقی سب دِینوں پر غالِب کر دے؛ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [۹:۳۳] (نیز اس مطلب کیلئے دیکھو حریمِ غیب صفحہ ۹۴ تا ۹۹) فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ [۳۰:۳۰] قرآن میں دِین کی تعریف ہے۔

۲۸۔ جس قوم کے پاس قُرآن کا بتایا ہُوا دِین عملاً ہوگا وُہی دُنیا میں ہر وقت ہر جگہ غالِب ہوگی خواہ وُہ قوم لفظی طور پر قرآن کو مانتی ہو یا نہ مانتی ہو۔ اِس غلبے کی شِدّت اُسی قدر ہوگی جس قدر کہ ایمان اور عملِ صالح

پیدا ہو گئے۔ ایک مذہب دُوسرے مذہب کے خلاف اور ایک قوم دُوسری قوم کے مقابلے میں صف آراء ہو گئی۔ سب انبیاء ایک ہی قانُون لائے تھے، سب کے سب عِلم لائے تھے، حقیقت لائے تھے۔ عِلم کو چاہیئے تھا کہ سب کو جوڑ دیتا لیکن برّ و بحر میں فساد پڑ گیا۔ اِس بِناء پر انبیاء کی بعثت کو حدیثُ القرآن میں "حادثہ" کہا گیا ہے اور یہ اِس زمین پر بدقسمت انسان کیلئے سب سے بڑا حادثہ ہے۔ اِنسان کی اِس اِبتدائی جہالت کا حیرت انگیز اثر آج بھی اِنسان کی رگ رگ میں زمین کے ایک کونے سے لیکر دُوسرے کونے

کی شدت اُس قوم میں باقی ہے یا قائم ہے۔ اِس ایمان میں یہودی، نصارٰی، صابئین یا کسی دُوسری قوم کی تخصیص نہیں۔

۲۹۔ صحیفۂ فطرت کے اندر لاتعداد احکام، ہدایات، اشارات ہر اُس قوم کیلئے ہیں جو ایمان رکھتی ہے، علم رکھتی ہے، سمع رکھتی ہے، یقین رکھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ علم کا ماخذ صرف سمع، بصر اور ذہن ہے، جو شئے اِن سے براہِ راست اخذ نہیں ہوتی وہ ظن ہے اور انسان کیلئے ناقابلِ توجہ۔ اِنہی احکامات، ہدایات اور اشارات میں کسی قوم کی انتہائی مادی ترقی کا راز مضمر ہے اور جو قومیں اس پر کاربند ہیں اُن پر فاطرِ زمین و آسمان کا سلام ہے۔

۳۰۔ جو قومیں غالب ہونے کی سعی میں لگی ہیں اور ایمان اور عملِ صالح کی خصوصیتیں اپنے اندر بدرجہ اتم رکھتی ہیں اُن کیلئے زمین کی بادشاہت جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں، وقف ہے۔ صرف خدا کی ملازم صالح العمل قومیں زمین کی وارث ہوسکتی ہیں اور ہر ملازم خدا قوم کیلئے یہ بہت بڑا پیغام ہے اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۝ ۲/۲

۴۔ ھُدٰی کا داخلی لائحۂ عمل

۳۱۔ قوم کو اجتماعی طور پر غالب کرنے کے لئے فطرت کے حسبِ ذیل دس اصول پر انتہائی عمل لازمی ہے۔

(۱) عملی طور پر خدا کے حکموں کا ماننا (خواہ وہ حکم الکتٰب کے ہوں یا صحیفۂ فطرت سے اخذ ہوں) اور فرماں برداری میں کسی دُوسرے حاکم (مثلاً نفس یا ذاتی خواہشات کے دیگر بُت) کو شریک نہ کرنا۔ (۲) قوم کا داخلی اتحاد (۳) اپنے امیر کی (جو باہمی مشورے سے کام کرے) کامل اطاعت (۴) وقت پر تلوار سے جہاد (۵) وقت پر مال سے جہاد (۶) ضرورت کے وقت ترکِ وطن اور ترکِ لذات (۷) صبر اور استقلال سے ہر کام کو تکمیل تک پہنچانا (۸) صحیفۂ فطرت سے انتہائی علم حاصل کرتے رہنا۔ (۹) مکارمِ اخلاق کا بدرجہ اتم حاصل ہونا (۱۰) آخرت پر ایمان رکھنا۔ جو قوم جس شدت سے ان فطری اصولوں پر عامل رہے گی، اُسی شدت سے اُس کا اِستحکام زمین پر ہوگا۔ دیکھو صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۸

۳۲۔ قوموں کو غلبے کا لائحۂ عمل دینے سے غرض یہ ہے کہ دِیْنَ الْحَقِّ (جس کا دُوسرا نام دینِ اسلام ہے) بنی نوعِ انسان پر دینِ فطرت ثابت ہو جائے تاکہ اُس قوم کے غالب ہو جانے سے بنی نوعِ انسان میں وہ اتحاد پھر پیدا ہو جائے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا تھا۔ پھر اس اتحاد کے بعد فطرت کو پیدا کرنے کا مقصد (یعنی لقائے ربّ کا مرحلہ) پورا ہو۔ اسی مقصد کیلئے اسلام نے سب اہلِ کتاب کو تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ کی دعوت دی تھی یعنی "اے خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں والو! اس مشترک بات پر تو آجاؤ جو تمہارے ہمارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی دُوسرے حاکم کے ملازم نہ بنیں گے، جب تک

تک اِس شدت سے باقی ہے کہ ہوش مند انسان اُنگلیاں مُنہ میں لے کر کاٹتا ہے۔ دُنیا کی اکثر خوں ریزیاں آج بھی مذہب کی بنا پر ہو رہی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ سب انسان اندھے ہوگئے ہیں۔ قرآن نے انسان کی اِن غلط فہمیوں کو پکار پکار کر دُرست کیا، صاف کہا کہ سب نبی ایک قانون لائے تھے، ایک ہی الکتٰب تھی، ایک نبی اور دُوسرے نبی میں کوئی فرق نہیں، جو فرق کریگا سچا کافر ہے، نبی نہ یہودی تھے نہ نصرانی، جو لوگ صحیح معنوں میں الکتٰب پڑھتے ہیں وہ خواہ کسی زبان میں ہو اس کو جھٹ اسی طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو خواہ وہ کسی لباس میں ہوں (اَلَّذِیْنَ

مُسلمان سب پر چھاتے گئے، اِن کا مقصد "مُسلم" بن کر سب کو ایک کرنا تھا۔ بعد میں وہ صِرف محمّدی بن گئے۔

۵۔ ھُدیٰ کا عالمی لائحۂ عمل

۳۳۔ جو قوم باقی سب قوموں پر غالب آکر رہے گی، وُہ نِری خُونخوار قوم نہ ہوگی جو (مثلاً امریکہ یا رُوس کی طرح) باشندگانِ زمین کو ڈائیم بم وغیرہ سے، تہس نہس کر کے صِرف اپنی چھوٹی سی قوم کا اقتدار قائم کرے گی اور پھر اقتدار قائم کرنے کے بعد اِس وسیع اور ویران زمین میں "یُوسفِ بے کارواں" ہو کر پھرے گی، بلکہ اُس قوم میں دینِ فِطرت (یعنی دینِ اِسلام) بدرجہ اتم موجُود ہوگا، اور وُہ اُن سب خوبیوں کی مالک ہوگی جو خُدا کِسی مُسلم "قوم سے چاہتا ہے۔ غلبہ اگرچہ انفرادی طور پر ایک قوم کا دُوسری قوم پر اکثر مقامی طور پر ہوتا رہتا ہے لیکن عالمگیر اور دائمی غلبہ صِرف ایمان والی قوم کا باقی رہ سکتا ہے، بالفاظِ دیگر اِس قوم کا جو ایمان اور اعمالِ صالح کی قُوّتوں کو اپنے اندر برقرار رکھنے کی سعی مالایطاق کرتی رہے: اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ [۳/۱۳۹] ایمان والی قوم کا بہر نوع سب پر غالب آجانا سُنّتِ خُدا (یعنی قانُونِ فِطرت) ہے جس میں ردّوبدل مُمکن نہیں، وَلَوْ قٰتَلَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ٥ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ٥ [۴۸/۲۲-۲۳]

۱۔ عالمی اخُوّت

(نسلی تفریق کا حل)

۳۴۔ عالمگیر غلبہ حاصِل کرنے والی قوم میں سب سے پہلے یہ یقین ہونا لازم ہے کہ تمام بنی نوعِ انسان ایک نسل سے ہیں، وُہ ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہُوئے اور اگر سطحِ زمین جُغرافیائی یا اجتماعی لحاظ سے گروہوں میں بٹی ہُوئی ہے تو صِرف باہمی تعارف کے لئے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ [۴۹/۱۳] جس قوم میں گورے اور کالے، مشرق اور مغرب، جرمن اور انگریز ہونے کا تعصب باقی ہے اُس کا کِسی بڑی مُدت تک عالمگیر غلبہ حاصِل کر لینا محال ہے۔

۳۵۔ رُوئے زمین پر غلبہ کے لئے لازم ہے کہ جو قوم اِس کی مُدعی ہے وُہ رُوئے زمین کے تمام اِنسانوں کے ساتھ بلالحاظ رنگ ونسل اخوّت کے جذبات اپنے دِلوں میں موجزن رکھے اور اُن قوموں کو جو مغلوب ہو جائیں غلبہ تسلیم کر لینے کے بعد اپنی وسیع اخوّت کے دائرے میں شامِل کرے حتیٰ کہ اُن کو اپنے اندر جذب کر لے وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ ؕ [۲/۲۲۰] مخالف قوم اگر غالب

اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ [۲/۱۴۶، ۶/۲۰]) وغیرہ وغیرہ۔ قرآن نے کہا کہ جو کُچھ اختلافِ اِنسانوں کے درمیان انبیاء کے آنے کی وجہ سے پیدا ہُوا ہے ضِد اور بغاوت سے ہے مَا اخْتَلَفَ ...... اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ ؕ [۳/۱۹] اِس کا فیصلہ یومِ قیامت کو ہوگا، ہم دردناک سزائیں دیں گے، ہم انبیاء سے اُس روز پُوچھیں گے کہ کیا تم نے انسانوں کو اپنے پیچھے لگایا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ سب اِس لئے کہ خُدا انسان کو ایک اُمّت بنانا چاہتا تھا۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ

(۲۳ اور (اے ایمان والو) اگر تُم سے کافر جنگ کریں گے تو لازمی ہے کہ وُہ پیٹھ پھیریں پھر اُن کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ یہ وُہ قانُونِ خُدا ہے جو پہلے سے ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور تم قانونِ خداوندی میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

قوم کے ظاہری شعائر اختیار کر لے تو ان کو اپنا بھائی عملاً بنا لینا غلبہ کے لئے لازمی ہے۔ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ط وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥ ۹/۱۱ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ یہ نکتہ اس قدر عظیم الحکمۃ ہے کہ صرف صاحبِ علم قوم اس کی لم تک پہنچ سکتی ہے۔

۳۶۔ عالمگیر غلبے کے لئے لازم ہے کہ وہ قوم قانونِ فطرت کے منکروں پر انتہائی طور پر سخت اور آپس میں انتہائی طور پر رحم دل ہو: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ؛ ۴۸/۲۹ مخالف پر سختی اس پختہ عزم سے ہو کہ فطرت کا منشاء بہرحال پورا ہو کر رہے اور ایک دشمن بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے: حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ؛ ۸/۳۹ منکرین اور منافقین کے خلاف تلوار کی لڑائی انتہائی شدت سے ہو: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۹/۷۳ جنگی ہتھیاروں سے پوری تیاری دشمنوں کے خلاف کی جائے کہ یہ لوگ صرف قوم کے دشمن ہی نہیں بلکہ خدا کے دشمن اس لئے ہیں کہ انسان کے ایک امت ہونے کے خدائی مقصد کو پورا نہیں ہونے دیتے: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ؛ ۸/۶۰ آپس میں اخوت اس انتہائی درجہ کی ہو کہ اس کو ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد قرار دیا جائے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ ۴۹/۱۰ گویا اس اخوت کے بغیر خدا کا رحم اس قوم پر ہو نہیں سکتا۔

۳۷۔ غلبہ کی مدعی قوم کے لئے عالمی اخوت اور وفاداری قائم رکھنے کے لئے انتہائی طور پر لازم ہے کہ اس کی اخوت گھر سے شروع ہو، ایمانداری، سچائی، رحم، عدل، محبت الغرض سب مکارمِ اخلاق اس حد تک ہوں کہ دوسری قومیں اُن کی نکوکاری اور راست روی سے متاثر ہو کر اُن میں جوق در جوق شامل ہونے کے جذبات قائم کریں: لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ؛ ۲۲/۷۸

۲۔ مالی تفریق کا حل

(فردی مساوات کیلئے زکوٰۃ کا عمل)

۳۸۔ کسی وسیع اور روز افزوں جماعت میں جو عالمگیر ہونے کے درپے ہو کر دائمی اور تمامی غلبہ چاہتی ہے داخلی اخوت قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ دولت کی تقسیم ناہموار ہو اور امیر و غریب کا فرق نمایاں رہے۔ اس نقطۂ نظر سے اُس قوم میں دولت کی ہموار تقسیم کا وہ بے پناہ نظام قائم ہونا لازمی ہے جو جمع شدہ دولت کو کسی ایک شخص کے پاس رہنے نہ دے، حکومتِ وقت اُس کی دولت کے ایک مستقل حصّے کو ہر دم لیتی رہے اور اُس کو لیکر کم دولت اشخاص

اُمَّةً وَّاحِدَةً ؛ ۲/۲۱۳ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ؛ قف ۱۰/۱۹) اسی مقصد کے لئے اُس کو پیدا کیا تھا (وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؛ ۱۱/۱۱۹) لیکن وہ ہر دم اختلاف کرتے رہتے ہیں: (لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؛ ۱۱/۱۱۸) الغرض سطحِ زمین پر آج اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود انسان اس قدر جاہلِ مطلق ہے کہ مذہب کی ضد سے اب تک نہیں ہٹا اور تمام روئے زمین مختلف قوموں اور قبیلوں میں سب سے زیادہ مذہب کی وجہ سے نیز جغرافیائی، سیاسی، نسلی، لونی وجوہات

۹؎ پس اگر وہ جنگ سے پھر جائیں اور تمہارے ساتھ ایک صف میں نماز پڑھ لیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، ہم یہ آیات علم والی قوم سے کھول کر بیان کرتے ہیں۔

کی بہبودی پر سرکاری طور پر اور خیرات کا احساس دیئے بغیر صرف کرتی جائے: وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا: ۹/۶۰ اسی لحاظ سے قرآنِ عظیم نے کہہ دیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے وہ انتہائی طور پر اپنی خواہشاتِ نفسانی کو خدا بنا کر خدا کے احکام کو ردّ کرنے والے مشرک ہیں جو قوم کے انجام بد سے بے خبر ہیں وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ۴۱/۶ اور دوسری جگہ کہا کہ سونے چاندی جمع کرنے والوں کو جہنم کی آگ ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ۹/۳۴ قرآنِ حکیم کا منشاء صاف تھا کہ تمام دولت کی امیر و غریب میں مساوی تقسیم ہو: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ ۱۶/۷۱* نیز هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ .... كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ۳۰/۲۸ اور مزا یہ ہے کہ جتلا دیا کہ یہ نکتہ وہی قوم سمجھ سکتی ہے جو عقلمند ہو، اُدھر دوسری جگہ انفاقِ مال کے متعلق قصہ ہی ختم کر دیا کہ جو کچھ تمہارے پاس بچ گیا ہے (حکومت کو) دے دو: يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلِ الْعَفْوَ ۲/۲۱۹ گویا زکوٰۃ کی چالیسویں حصہ کی مولویانہ حد بھی اسلام میں نہیں۔ دنیا میں اگر جماعت کو عالمگیر طور پر غالب کرنا ہے تو اسلام کے نزدیک سرمایہ داری سرے سے ختم ہونی چاہیئے بلکہ اسلام ربٰو (یعنی بے اندازہ سود) کو بھی حرام قرار دیتا ہے تاکہ دولت بے حساب بڑھنے نہ پائے: حَرَّمَ (اللّٰهُ) الرِّبٰوا: ۲/۲۷۵ سوچو کہ کمیونزم کا نیا فریب اس خدائی دستور العمل کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

۳۔ مالی تفریق کا حل

(فردی مساوات کیلئے الصلوٰۃ کا عمل)

۳۹۔ ایک وسیع اور عالمگیر اُمت میں جس میں ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ شامل ہوں جو سطحِ ارض کے ہر برِّ اعظم پر اپنی اخوت اور مساوات کے باعث پھیل رہی ہو اور تمام دنیا پر چھا جانا اُس کا منتہائے نظر ہو، امیر اور غریب کا سوال اس قدر ٹیڑھا ہے کہ نرے زکوٰۃ کا محصول لگا دینے سے اس کا پورا علاج نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ دینے والا جب صاحبِ نصاب ہے نمایاں طور پر شوکت اور جلال کا مالک ہے، اس کے محل اونچے ہی رہیں گے، اُس کی ذاتی شان اُسکی کمائی ہوئی دولت سے عیاں ہے۔ حکومت اگرچہ امیر اور غریب کا فرق کم کرنے کیلئے

سے بھٹکی ہوئی ہے اور اگر انسان چندے اور اپنے کان آنکھ اور ذہن کو کام میں نہ لایا اور اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف صف آراء رہا تو وہ خونریز لڑائیوں، قتل و غارت، دکھ اور بربادی کے خطرناک جہنم میں ابد الآباد تک پڑا رہے گا، دوسرے الفاظ میں مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ: ۲/۳۰ کا افسوسناک منظر جس کے متعلق فرشتوں نے بھی انسان کے خلیفۂ خدا بنائے جانے کی تجویز کے وقت طعنہ دیا تھا، انسان کی بصیرت کی کمی کا منظر ہے منشائے فطرت نہیں۔ اسی لئے قرآن نے کہا کہ اگر انسان ایک اُمت

* اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کی برتری دی ہے تو جن کے پاس رزق زیادہ ہے وہ اپنے ماتحتوں کو اپنا رزق اس قدر دینا پسند نہیں کرتے کہ وہ اور آپس میں برابر درجے کے ہو جائیں تو اس سے نتیجہ صاف نکلا کہ وہ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں۔

اُس کی دولت کا ایک حِصّہ اُس سے نامحسُوس طور پر لے لے گی، مگر کوئی طاقت اُس کو منع نہیں کر سکتی کہ اُس کی جائز کمائی میں سے جس قدر وُہ چاہے اپنے پر خرچ نہ کرے۔ چُونکہ زکوٰۃ صِرف بچت پر ہے یا کم سے کم اَلْعَفْوَ یعنی بچت کو دے دینا ہے، اِس لئے وُہ اگر چاہے تو اپنی کمائی سے سونے کے محل بنا سکتا ہے اور کوئی شخص اِنصافاً اُس کو مطعُون نہیں کر سکتا کہ وُہ غرباء کے بالمقابل کیوں زیادہ شان سے رہتا ہے۔ حقِّ ملکیت کا ہونا اِنسان کا وُہ پہلا اور اِبتدائی حق ہے جس کے بغیر اِنسان اِنسان نہیں رہ سکتا۔ زکوٰۃ کے عدیم المثال نظام میں خُوبی یہ ہے کہ وُہ کسی شخص کے حقِّ ملکیت کو نہیں چھیڑتی، مالک کو پُورا حق دیتی ہے کہ وُہ (جائز اور مناسب حدُود کے اندر) جو زیب و زینت اپنے لئے چاہتا ہے کھُلے طور پر لے؛ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ۷/۳۲٭ قابلِ غور امر یہ ہے کہ زینتوں کے حلال ہونے کی حکمت کے متعلق خُدا کے کلام نے عیاں طور پر جتلا دیا ہے کہ صِرف صاحبِ علم قوم اِس حکمت کی تفصیل تک پُہنچ سکتی ہے اور وُہی سمجھ سکتی ہے کہ قوموں کی اِس دُنیا میں قائم رہنے کی مُدّت کب ختم ہو جاتی ہے، صاف کہہ دیا کہ صِرف فواحش یعنی کھُلی یا خُفیہ بدکاری حرام ہے باقی تمام دُنیا کی زینتیں اور آرائشیں خواہ وُہ کسی قِسم کی ہوں پُورے طور پر حلال ہیں بلکہ ایمان والوں کے لئے جو دُنیا میں عالمگیر غلبہ چاہتے ہیں، یہ دُنیاوی زینتیں تا روزِ قیامت خاص طور پر وقف ہیں۔ اِسلام کے نزدیک قوم کے کثیر افراد جب تک اِنتہائی جاہ و جلال سے نہ رہیں وُہ دُوسروں پر کیا رُعب ڈال سکتے ہیں۔ آج کل کا زوال شُدہ مُسلمان بے چارہ کیا جانے کہ اِسلام کا حلال کیا اور حرام کیا ہے۔ وُہ چیتھڑوں اور جُوؤں میں رہتا ہے اور اِدھر اُس کے "دینی امام" سب حرکت چھوڑ کر باسی روٹیوں پر پَل رہے ہیں، وُہ کیُوں نہ کہیں کہ رِیشم پہننا حرام ہے، دُنیا مُردار ہے۔ انگُور کے گُچھوں تک نہ پُہنچنے والی لُومڑی ہمیشہ سے یہی کہتی چلی آئی ہے کہ انگُور کھٹے ہیں۔ اِسی اُوپر والی سُورۃ اعراف کی آیتوں کے عین پہلے تمام بنی نوعِ اِنسان کو مخاطب کر کے قرآنِ عظیم نے کہا تھا؛ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا

نہ بنے تو خُدا کا وعدہ پُورا ہو کر رہے گا کہ مَیں دُنیا کے جِنّ و اِنس سے جہنّم کو بھر دُوں گا (وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۱۱/۱۲) وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۳۲/۲۲ اِنسان کی اِسی بے بصیرتی کو پیشِ نظر رکھ کر خُدا کا آخری دین یعنی دینِ اِسلام آیا اور اِس کا واحد مقصد تمام بنی نوعِ اِنسان کو متحد کرنا تھا؛ (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۹/۲) اُدْخُلُوْا

٭ یعنی کہہ دو کس نے اپنے بندوں کیلئے اللہ کی زینتوں کو اور عُمدہ نعمتوں کو حرام کیا ہے وُہ تو ایمان والوں کیلئے قیامت تک مخصُوص ہیں ہم یہ تفصیل صِرف علم والی قوم کو دے رہے ہیں۔ کہہ دے میرے رب نے تو صِرف ظاہری اور باطنی بدکاری اور گناہ اور ناحق بغاوت کو حرام کیا ہے اور بلا سند شرک کو اور خُدا پر تہمت کو۔ اور ویسے تو ہر اُمّت کی موت کی ایک مُدّت مقرّر ہے جو نہ اِدھر ہو سکتی ہے نہ اُدھر۔

يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ ، پ۸

۲۔ الغرض زکوٰۃ کے عمل سے (خواہ چالیس برس کے اندر اندر حکومت ہر صاحبِ نصاب شخص سے اُس کی پُوری پُوری بچت نامحسوس طور پر لے لے) امیر اور غریب کا فرق صرف ایک حد تک کم ہو جاتا ہے، مِٹتا نہیں۔ نہ اِسلام کسی کے حقِ ملکیت پر قبضہ کرنے کے حق میں ہے۔ یہی وُہ اصُولی فرق اِسلام اور کمیُونزم میں ہے جس کے باعث کمیُونزم اِسلام کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اور جس میں کمیُونزم کی جلد از جلد موت ہے بلکہ اُس کی موت شروع ہو چکی ہے اور وُہ چند اُوپر کے آدمیوں کا غُنڈہ پن، بلکہ یورپ اور امریکہ سے بڑھ کر بڑے پیمانہ پر سرمایہ داری کا ایک مکروفریب بن کر رہ چکا ہے۔ کمیُونزم دینِ اِسلام کی ایک انتہائی مسخ شدہ صورت ہے اور اِس کی لازوال حکمت کا ایک چھوٹا سا فقرہ، اِس سے زیادہ اُس کی حقیقت نہیں۔

۳۔ اِن حالات میں کہ امیر اور غریب کا فرق ان عنوانوں سے جو بیان ہُوئے مِٹ نہیں سکتا اور نہ امیر اور غریب کے فرق کو مٹا کر تمام انسانوں کو مشین کی طرح ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی مُورتیں بنا دینا کسی عنوان سے انسانی معاشرہ کے مسئلے کو حل کر سکتا ہے (بلکہ تمام انسانوں کو ایک ہی حیثیت کے بنا دینا، ان کے مکانات اور طرزِ رہائش کو یکساں کر دینا، ان کو جبر اًمزدُور بنا دینا مختلف نوعیت کے دماغوں میں کوئی فرق نہ کرنا، بہتر سے بہتر ذہن اور خُوبی کے مالک اِنسان کو ادنیٰ سے ادنیٰ جاہلِ مُطلق اِنسان کے برابر کر دینا جیسا کہ کمیُونزم میں ہے، اِنسانی معاشرت کے فِطری تنوع اور رنگا رنگ ہونے کی فِطری دلآویزی کے لئے زہرِ قاتل ہے اور انسان کو طبعاً مرغوب نہیں) اِس لئے اِسلام نے دولت اور سرمایہ داری کی تیز دھار کی حِدّت کو کم کرنے کے لئے وُہ مؤثر علاج تجویز کیا جو دُنیا کی تمام سیاست کی ناف[1] ہے۔ اور جس کی حِکمت تک دُنیا کی کوئی بڑی سے بڑی بیدار قوم اب تک نہیں پُہنچ سکی۔ وُہ سیاست یہ ہے کہ عالمگیر غلبہ چاہنے والی قوم کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا رعیّت، دِن میں ایک دفعہ نہیں پانچ دفعہ، ایک قطار میں کھڑا ہو کہ فاطرِ زمین و آسمان کے آگے، ایک مجاہد انسان کی قیادت میں اپنا ماتھا زمین پر رگڑے تاکہ امیر کی سب اکڑ دن میں پانچ دفعہ نِکلتی رہے اور غریب کو حوصلہ ہو کہ امیر بھی اِسی قطار میں کھڑا ہے۔ یہ اِس لئے کہ امیر کا جمع کردہ سرمایہ اِنسانی ہیئتِ اجتماعی میں خواہ وُہ زمین کے ایک کونے سے دُوسرے کونے تک پھیلا ہوا ہو، کوئی غیر معمولی خلل پیدا نہ کر سکے۔ آج کل کے یورپی اور امریکی سرمایہ دار اِس قدر خُونخوار اِنسان ہیں کہ وُہ اپنے نفع کی خاطر، ہر پچیس سال کے بعد اپنے سرمایہ کے زور سے سیاسی حاکموں پر بے پناہ دباؤ ڈال کر عالمگیر جنگیں چھیڑ دیتے ہیں تاکہ لامحالہ اُن کے نجی کارخانوں میں

فِي السِّلْمِ كَافَّةً ﴿٢٠٨﴾ پ۲) واحد مقصد یہ تھا کہ دِيْنِ الْحَقِّ باقی سب دینوں پر غالب آجائے (لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴿٩﴾ پ۲۸) اِس دین نے برملا تمام اہلِ کتاب کو دعوت دی کہ آؤ ہم اِس مشترک حقیقت پر جمع ہو جائیں کہ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے اور تمام دُنیا کو ایک نقطے پر لے آئیں۔ اُدھر چونکہ ابتدائے آفرینش سے ہی فاطرِ زمین و آسمان تمام بنی نوعِ انسان کو ایک اُمّت بنانا چاہتا تھا اس لئے کسی ایک دین کا باقی تمام ادیان پر غالب آجانا ہی دین الحق ہے اور اِسی دین الحق کو وقتاً فوقتاً تمام انبیاء لے کر آئے، شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ

(۱) یعنی اَے بنی آدم اپنی تمام زینتیں ہر (اجتماع کے موقع پر جو) مسجدیں (ہوتے جایا کرو (تاکہ دُنیا پر اثر ڈال سکو) اور خُوب کھاؤ پیو لیکن حد سے نہ بڑھو، خُدا

کام کثرت سے ہو اور وُہ ارب ہا رُوپیہ کما سکیں۔ یہ سب اِس لئے کہ اُن کو دو کروڑ انسانوں کے ہر لڑائی میں قتل ہو جانے کی کچھ پرواہ نہیں رہی اور وُہ اپنی دولت کے بالمقابل انسانی جان کو کوئی قیمت نہیں دیتے۔ برعکس اِس کے قرآنِ حکیم نے خُدا کے بندوں کی تعریف یہ کی کہ رحمٰن کے بندے وُہ ہیں جو اِس زمین پر دھیمے دھیمے چلتے ہیں اور جب ناواقف انسان بھی اُن کے سامنے آ جاتے ہیں تو سلام کرتے ہُوئے جُھک جاتے ہیں؛ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ [۲۵/۶] [*] وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ الغرض سرمایہ کے پیدا کردہ کبر و غرور کو توڑ کر اِنسانوں میں اُخوّت کا جذبہ قائم کرنے والی شئے الزّکوٰۃ کے علاوہ الصّلوٰۃ بھی ہے جس کو دینِ اسلام نے انسان کی ذہنی تفریق کو مٹانے کے لئے جاری کیا تھا۔ اِسی نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر کہا کہ اگر وُہ لوگ جن کے ساتھ تمہاری جنگ و جدال بھی ہے، پشیمان ہو کر زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہو کر الصّلوٰۃ ادا کریں تو وُہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ پھر کہا کہ یہ باریک نکتہ کہ الصّلوٰۃ اور الزّکوٰۃ سے کیونکر اخوّت پیدا ہو جاتی ہے صرف وُہی قوم سمجھ سکتی ہے جو صاحبِ علم ہو؛ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ [۹/۱۱] الغرض یہی وہ الصّلوٰۃ تھی جو قرونِ اُولیٰ کے تقدّم انگیز اور ہیجان خیز وقتوں میں اِس طرح کی بے معنی اور بے نتیجہ نہ تھی، جس بے معنی پن سے وُہ آج چل رہی ہے اور بجائے تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ہونے کے کبر و نخوت، معائبِ اخلاق اور مکر و نفاق کی بدیاں پیدا کر رہی ہے۔ انسان کی ہیئتِ اجتماعی میں امیر و غریب کو ہر دم مساوی کرنے کا یہ عجیب و غریب نسخہ جو مرورِ مدّت اور بے علم لوگوں کی ناشناسی کے باعث بیکار ہو کر رہ گیا ہے، وُہ نسخہ جس کے بدُون امیر اور غریب کا فرق کسی عنوان سے دُنیا میں مٹ نہیں سکتا اور جب تک کسی صاحبِ علم شخص کا بے پناہ علم اور محبّت حضرت عمرؓ والے دُرّے سے اِس کو پھر درست نہ کرے، یہ نسخہ اِنسان کے حق میں کیمیا نہیں ہو سکتا ۸ مئی ۱۹۵۱ء کو انہی نکات کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے حریمِ غیب میں لکھا تھا

نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى [۴۲/۲] بلکہ یہی ایک قوم کا باقی تمام قوموں پر غالب آکر سب بنی نوعِ انسان کو ایک اُمّت کر دینا ہی وہ مضبوط دین ہے جس پر فطرتِ انسانی مجبول ہے؛ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ [۴۲/۲] فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ [۳۰/۳] گویا دُوسرے لفظوں میں غلبے کا دین ہی دِيْنِ الْحَقِّ ہے خواہ وُہ کسی اُمّت میں ہو۔ رسُولِ خدا بھی اسی دینِ الحق اور ہُدیٰ (قرآن) کو لے کر آئے تھے کہ اس کو

[*] یعنی اللہ کے بندے تو وُہ ہیں جو زمین پر دھیمے دھیمے چلتے ہیں اور جب ناواقف لوگ بھی اُن کے سامنے آجاتے ہیں تو (تالیفِ قلوب کی خاطر) انکو سلام کہتے ہیں اور وُہ جو راتوں کو بھی خُدا کے حکموں کی تعمیل میں سربسجود ہیں اور وُہ جو خدا سے مانگتے رہتے ہیں کہ خُدایا! ہماری عالمگیر قوم کو جہنم کے عذاب سے بچائے رکھ (ایسا نہ ہو کہ کوئی مہلک غلطی کر بیٹھے) کیونکہ جہنم کا عذاب بڑا دردناک ہے اور وُہ بُرا ٹھکانا ہے اور وُہ جو کہ جب وہ اپنی دولت کو (اپنی آسائشوں پر) خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی [illegible]

ہے مِری نگہہ کہ دِین اب وُہ خراب ہو چکا ہے
کہ خُدا ابھی ملے گا کہ ربِّ حرم بدل دو!

الغرض دینِ اِسلام کی الصّلوٰۃ نے اور قرآنِ حکیم کے بے پناہ حکم: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ ۳۶؍۴ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ ۲۳؍۵۷ نے کہ خُدا مغرور اور اکڑبازوں کو پسند نہیں کرتا، بے شک اُن زمانوں میں کہ دینِ اِسلام عالمگیر ہو رہا تھا اور ایک مُلک کے بعد دُوسرا مُلک پے در پے مُسلمانوں کے ہاتھوں میں آ رہے تھے، سَرمایہ داری کی تیز دھار کو اِس قدر کُند کر دیا تھا کہ خواجہ اور بندہ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے بلکہ اُسوۂ عُمرؓ کی تقلید میں غُلام اور آقا باری باری سواری اُس وقت کیا کرتے تھے کہ بقولِ ابنِ بطُوطہ:-

"بغداد کے دریبہ کے بازار میں ایک عورت کی ہیروں کی دُکان میں نو کروڑ روپے کا مال ہوتا تھا" لیکن وُہ وقت نُور اور علِم کا تھا۔ اُس وقت دینِ اِسلام کا ہر نام لیوا صحیح معنوں میں عالِم اور محمدؐ کی اُمّت کا ہر عالِم بفحوائے عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ بنی اِسرائیل کے نبیوں کے برابر علِم رکھتا تھا اور الصّلوٰۃ کی ربّانی حِکمت دِلوں پر چھا گئی تھی۔ یہ وُہ وقت تھا کہ قرآنِ عظیم نے پُکار پُکار کر کہہ دیا کہ اے مُسلمانو! اگر تُم عالم آرا اُمّت بننا چاہتے ہو تو جان لو کہ مومن فلاح پا گئے اور مومن وُہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع، عِجز و نیاز کے کرشمے ظاہر کر کے اِس اُمّت کو بے پناہ طور پر مضبُوط بنا رہے ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ۲۳؍۱ [1]

وُہ وقت وارثینِ زمین بننے کا تھا، عالمگیر اُمّت ہونے کا تھا، قوموں کی قوموں کو اپنی مُحبّت اور انکساری اور سب کو "خُدا کے بندے" ہونے کی لپیٹ میں لینے کا تھا، اِس لئے وُہ نماز ہی کُچھ اور تھی، اُس کی ادا کُچھ اور تھی، اُس کا منشا کُچھ اور تھا، منتہا ہی دُوسرا تھا، غرض و غایت اور مقصد کُچھ اور سامنے تھا، ہر شخص نماز میں صحیفۂ فطرت کے اُس بُلند مقصد کو زمین سے بُلند ہو کر دیکھ رہا تھا، خُدا سے قریب تر ہو کر دیکھ رہا تھا، خُدا کے مقصد کو خُدا کے پاس بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا کہ حُسنِ کردار، مکارمِ اخلاق، عجز و انکسار،

باقی سب دینوں پر غالب کر دیں: هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ ۹؍۴ ہر زندہ قوم کا دین آج کل بھی یہی ہے کہ وُہ سب قوموں پر غالب آنا چاہتی ہے لیکن ہر قوم کی ہُدیٰ (یعنی وُہ لائحہ عمل جس کے ذریعے ایک قوم سب پر غالب آتی ہے) الگ الگ ہے اور قرآنِ عظیم کا دعویٰ ہے کہ صِرف خُدا کی دی ہُوئی ہدایت ہی صحیح ہدایت ہے: قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ ۱۲۰؍۲ الغرض انسانی تفریق کے بعد اب ہر زندہ قوم اِس کشمکش میں لگی ہے کہ باقی سب قوموں پر غلبہ حاصِل کرے اور اِس مطلب کے لئے اپنی اپنی ہُدیٰ

[1] یعنی بیشک مومن کامیاب ہو گئے۔ یہ وُہ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں، جو بیہُودہ اور بے نتیجہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، جو زکوٰۃ پر پُورے طور سے عامل ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی ماسوا اپنی بیویوں اور زرخرید لونڈیوں کے حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہ فعل ان پر قابلِ ملامت نہیں۔ تو جو قوم اِس حد سے آگے بڑھ گئی وہ ظالم ہے۔ مومن وُہ ہیں جو ایماندار اور عہد کے پکّے ہیں اور جو اپنی نماز کو محض ایک رسم کے طور پر نہیں سمجھتے بلکہ اِس کی آخری غرض و منتہا، کی حفاظت کرنیوالے ہیں، یہی ہیں جو آگے چل کر زمین کی بہشتوں کے وارث ہونگے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

غریب اور امیر کے فرق مٹا دینے کے بغیر، نہیں، اِس زمین کی مٹی پر ماتھا ٹیکنے اور دن میں بار بار اِس نفس کے غرور کو دِل سے نکالنے کے بغیر کوئی قوم عالمگیر غلبہ حاصِل نہیں کر سکتی۔ انگریز اس ہندوستان میں تجارت کرنے آئے اور فاتح بن گئے۔ کِس زور شور سے اُنہوں نے ہندوستان کو فتح کیا تھا، کِس زور شور سے خُدا نے مُسلمانوں کو جب وُہ نا اہل ہوتے گئے، کان سے پکڑ پکڑ کر نکالا، کِس زور شور سے (مَیں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرانے ریکارڈوں میں پڑھا جبکہ مَیں شملہ میں تھا کہ) انگریز اُن دِنوں انتہائی خشوع وخضوع سے گرجاؤں میں جا کر خُدا کے آگے جُھکا کرتے تھے اور جو شخص ذرا سی زیادہ شراب پی لیتا اُس کو کئی گھنٹوں تک درخت کے ساتھ رسّیوں سے باندھ دیا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب انگریزوں نے بادشاہت کے غرور میں آکر ہندوستانیوں سے الگ بنگلوں میں رہنا شروع کیا، اُن کو نفرت کی نظر سے دیکھ کر اپنے سے حقیر سمجھنے لگے تو خُدا نے کِس سُرعت سے سَو برس کے اندر اندر اُن کو اِس سرزمین سے نکال باہر کیا۔ تم طنزاً کہو گے کہ ان کی جگہ اَب ہمارے پاکِستانی حاکم آئے ہیں اور "خُدا ان کے کردار سے بھی خوش ہے؟" یہ آگے چل کر فیصلہ ہوگا کہ خُدا ان کی بدکرداری پر خُوش ہے یا اِنکو اُولِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ بنا کر تمھیں سزائیں دے رہا ہے اور سب کے لئے جہنّم تیار کر رہا ہے لیکن بہر نوع ایک بات صاف ظاہر ہے کہ انگریز سَو برس بھی نہ رہ سکے اور مُغلیہ بادشاہوں نے انہی مفسد اور فتنہ پرداز چالیس کروڑ ہندُوؤں پر قریباً چار سو برس حکُومت ایسے طریقے پر کی کہ ہندوؤں کی ایک مخالف جماعت بھی کانگریس کی قطع کی پیدا نہ ہو سکی۔ مُسلمانوں نے بادشاہ ہو کر ہندُوؤں کے دوش بدوش انہی محلوں میں رہنا گوارا کیا جن میں وُہ رہتے تھے، اُن کی عورتوں سے شادیاں تک کیں، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کے قرآنی اُصُول پر چل کر ان کے مذہب کو نہ چھیڑا، ان کی بودیاں اور دھوتیاں برقرار رکھ کر دس کروڑ مُسلمان پیدا کر لئے۔ یہ اِسی انکساری اور "نماز" کی برکت تھی کہ مُسلمانوں کو ہندوستان کا فردوس مِلا تھا: اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؛ ۲۳/۵ اور اِسی نماز کو بھُول جانے کی وجہ سے وُہ اِس سرزمین سے نِکال دیئے گئے اور اَب ان کے لئے چیتھڑے اور جُوئیں، بیماریاں اور آہیں، ظالم حُکمران اور قتلِ عام بھُوک اور ننگ، سیلاب اور کربلا کے میدان ہیں۔ مُسلمان کو اَب بھی اِس تمام سزا کے بعد جو صدیوں سے مل رہی ہے اور علی الخصُوص اِس دردناک سزا کے بعد جو پاکستان بننے پر اور اس کے بعد سے مِل رہی ہے گنجائش ہے کہ وہ کم از کم یہ تو سوچے کہ قرآن کی اصلی تعلیم کیا تھی۔

اپنے دائرے میں زور سے جاری کرے، اِدھر دینِ اِسلام کی رُو سے کسی جماعت کو غالب کرنے کے لئے ان دَس اصول پر عمل کرنا لازمی ہے ورنہ وہ قوم لازماً اپنا غلبہ قائم نہیں رکھ سکتی (۱) توحید فی العمل (۲) وحدت الامّۃ (۳) اطاعت امیر (۴) جہاد بالسیف (۵) جہاد بالمال (۶) ہجرت (۷) استقامۃ فی السعی (۸) عِلمِ صحیفۂ فِطرت (۹) مکارمِ اخلاق (۱۰) ایمان بالآخرۃ ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دس اصول صحیفۂ فِطرت سے اخذ کئے ہوئے اصول ہیں اور ہر جماعت کے داخلی استحکام اور اس کے غلبے کو قائم رکھنے کے لئے لازمی ہیں۔ ان کے بغیر از روئے قرآن کوئی قوم ایمان اور صراطِ مستقیم پر نہیں رہ سکتی۔ اس لحاظ سے قرآنِ حکیم کے تمام بقیہ اوامر ونواہی (مثلاً صلوٰۃ زکوٰۃ وغیرہ) ان ہی دَس اصول کو

۴۴۔ عقائدی تفریق کا حل

(عام رواداری اور تالیفِ قلوب)

۴۴۔ غریب اور امیر کے فرق کو حتی الوسع مٹانے کے بعد عالمگیر غلبہ والی قوم کے لئے سب سے بڑا مسئلہ مفتوح قوموں سے کامل رواداری کا مسئلہ ہے۔ عالمگیر اُمّت بننے کا دعویٰ کرنے والی قومیں نری تلواروں سے مُلکوں کو فتح نہیں کرتیں، خُدا کی بنائی ہُوئی اِس کائنات میں صحیفۂ فطرت کی نری "قانونی اور خشک آیتیں" اور احکام مثلاً "خوب زور آور بنو" "ہتھیار بناؤ" "بے پناہ قتل کر کے سب کو ختم کر دو" وغیرہ وغیرہ کام نہیں آتیں۔ ہلاکو اور چنگیز نے بے پناہ قتلِ عام کیا مگر عالمگیر نہ بن سکے، ہٹلر، نپولین اور سکندر کچھ کم نہ تھے مگر کچھ قائم نہ رکھ سکے۔ اِس حساب سے فطرت کے نرے خشک احکام ہر جگہ کام نہیں آسکتے۔ کیونکہ فطرت سے اخذ کئے ہُوئے احکام تمام کائنات کی مخلوق کے لئے عام ہیں اور اُن میں اِنسان کے مخصوص اور لطیف جذبوں کا عنصر موجود نہیں۔ یہ شئے صرف وُہ رحمٰن و رحیم خُدا وحی کی ھُدٰی کے ذریعے سے دے سکتا ہے یا اِنسان کو صدیوں کے تجربہ اور علم سے حاصل ہو سکتی ہے، یا خُدا اور اِنسان کو پہچاننے والے اِنسانوں کے ذریعے سے ہی مِل سکتی ہے۔ عالمگیر قوم کے لئے رواداری ہونا انتہائی طور پر لازمی ہے۔ قرآنِ عظیم نے باقی اقوام کے ساتھ اِس قدر رواداری اختیار کرنے کا حُکم دیا کہ ہر قوم کے عبادت خانوں کے متعلق اقرار کیا کہ اُن میں خُدا کا ذِکر کیا جاتا ہے اور منع کیا کہ اُن کو ایک دُوسرے پر فتح حاصل کرنے کی کشمکش میں گرایا جائے:

اِلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ ؏ ۴۰، پ ۱۷[*]

یہ حکمت کہ کن ہتھیاروں سے ایک اُمّت عالمگیر اُمّت ہو سکے اُس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اِنسان کو دُوسری قوموں کے بارے میں وُہی فراخدلی اور وسیع نظری حاصل ہو جس کی تلقین قرآنِ عظیم نے کی۔ قرآن نے صاف اقرار کیا کہ بُت خانوں اور گرجاؤں میں بھی خُدا ہی کو پکارا جاتا ہے۔ قرآن نے زکوٰۃ کا ایک اہم حصّہ دُوسری قوموں سے تالیفِ قلوب کے لئے وقف کر دیا: وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ ؏ ۹، پ ۸ واضح حُکم دیا کہ دُوسری قوموں کے بُتوں کو بھی گالی نہ دو کہ وُہ تمہارے خُدا کو گالی نہ دیں: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ ؏ ۶، پ ۷

قائم کرنے کیلئے ہیں اور ھُدٰی ہی میں داخل ہیں۔ الغرض انفرادی طور پر ہر اُمّت اپنا مقامی غلبہ قائم رکھنے کیلئے اِن اُصُولوں پر چل سکتی ہے مگر دینِ اسلام یہاں پر بس نہیں ہوتا۔ دینِ فطرت (یعنی دینِ اِسلام یا دینِ الحق) تمام باقی ادیان (یعنی اقوامِ عالم) پر مستقل غلبہ حاصل کر لینے کے بعد تمام اِنسانوں کی ایک اُمّت چاہتا ہے اور اِس عالمگیر حیثیت کو حاصل کرنے کے لئے مزید ھُدٰی پیش کرتا ہے وُہ ھُدٰی یہ ہے کہ عالمگیر غلبہ حاصل کرنے والی قوم رُوئے زمین پر صرف خونریزی کر کے غلبہ حاصل نہ کرے اور باقی سب اُمّتوں کو نیست و نابُود کر دے

[*] یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نِکالے گئے اس پر کہ وُہ کہتے تھے کہ خُدا ہمارا پروردگار ہے۔ اور اگر خُدا بعض لوگوں کو دُوسرے لوگوں سے دُور نہ رکھتا تو بُت خانے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خُدا کا نام اکثر لیا جاتا ہے ڈھا دیئے جاتے اور اللہ ضرور اُن کی مدد کرے گا جو خُدا (کے نصب العین) کی مدد کرتے ہیں کیونکہ بیشک خُدا قوّت اور عزّت والا ہے۔

ھندی قوموں کو، جو باوجود تمام رواداری کے عالمگیر اُخوت میں شامل نہیں ہوتیں کہلوایا کہ تم ہماری طرف تو نہیں آتے نہ آؤ لیکن ہمارے تم سے مل جانے کی اُمید بھی چھوڑ دو، البتہ ہم تمہارے دین کو نہیں چھیڑیں گے، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ؏ ۱۰۹۔

۲۔ اِس سے بڑھ کر جو عظیم الشّان رواداری دینِ اسلام نے انسان کو عالمگیر غلبہ حاصل کرانے اور فطرت کا منشا پورا کرنے کے لئے دی تھی یہ کہ علی الاعلان کہہ دیا کہ تمام انبیاءؑ ایک ہی پیغام لائے، وہ سب کے سب خُدا کی طرف سے تھے، ہر فرقہ میں خُدا کا کوئی نہ کوئی پیغمبر آیا، ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی نذیر خُدا کی طرف سے پہنچا، سب پیغمبروں کی شان یکساں تھی، جو لوگ ایک پیغمبر اور دوسرے پیغمبر کے درمیان فرق کرتے ہیں وُہ گویا خُدا اور پیغمبروں کے درمیان پھُوٹ ڈالنا چاہتے ہیں اور وُہی دُنیا میں سچے کافر ہیں؛ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ؏ دین فطرت کی یہ بے مثال رواداری باوجود اِس کے تھی کہ آج کسی ایک مذہب اور دُوسرے مذہب میں ظاہری طور پر کوئی یکسانیّت نظر نہیں آتی۔ ایک مذہب نے خُدا کا بیٹا بنایا ہُوا ہے، دُوسرا درختوں اور دریاؤں کو پُوج رہا ہے کسی نے پتھر کے بُت بنائے ہُوئے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کی غرض یہ تھی کہ انسان جیسی خُود سر مخلوق میں کم سے کم ٹکراؤ پیدا ہو اور اِس بدقسمت زمین پر جس پر نسلِ آدم (باقی تمام مخلوقِ خُدا کی فطرت اور عادت کی صریحاً خلاف ورزی کر کے) اپنی ہی نوع اور اپنی ہی جنس کے افراد کے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کا خُون آئے دن بہا رہی ہے، أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ؏ ۔ مذہب کی تفریق کے بارے میں خوشگوار صُورت پیدا ہو اور اتحادِ عالم کا منظر جو خُدا کا حقیقی منشاء ہے، پیدا ہو۔ مُسلمانوں نے تمام انبیاءؑ کو یکساں سمجھنے میں، تاریخ شاہد ہے کہ ماسوا قرنِ اوّل کے (جبکہ تمام عرب مُسلمان ہو گیا تھا)، کوئی خصُوصی سرگرمی اس کے بعد نہیں دکھلائی۔ اگرچہ قرنِ اوّل کے بعد بھی قوموں کی قومیں مُسلمان ہوتی رہیں اور ہندُوستان میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ وغیرہم نے تبلیغ کے سلسلے میں ہندوؤں کے گیروے کپڑے پہن کر اور اُن کی بود و باش اختیار کر کے ہی ہندُوستان میں اسلام کے لئے دروازے کھول دیئے اور لکھوکھہا انسان اِنہی کے عہد میں اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن اگر مُسلمان فتح و ظفر کے ابتدائی سیلاب میں اِس خاص رواداری کے بارے میں خاص طور پر کشادہ قلب ہوتے اور وہ دوسری قوموں کا رنگ و رَوغن اختیار کر کے اُن کے نبیوں کو اپنا سچّا نبی صِدق دِل سے مان لیتے تو کیا عجب ہے کہ تمام دُنیا دائرۂ اِسلام میں اُسی وقت

بلکہ اُس کو یقین ہو کہ تمام بنی نوعِ انسان بلالحاظ رنگ و نسل اور بلالحاظ مقام و قومیت ایک ہی نسل ہیں، یقین ہو کہ وُہ سب کے سب ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا ہوئے اِس لئے اُن سب کو ایک اُخوّت کے حلقہ میں داخل کرنا لازمی ہے۔ جو قومیں مغلوب ہونے کے بعد اِس دائرے میں شامل ہو جائیں اُن کو حقیقی معنوں میں بھائی بنا لینا اور فاتح اور مفتوح کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا لازمی ہے۔ قرآن کے نزدیک أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ہونے کے بعد رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا ماحول پیدا کرنا ہی غلبے کے اثر کو وسیع کر سکتا ہے۔ غلبہ حاصل ہونے کے

داخل ہو جاتی۔

قرآنِ حکیم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تورات اور انجیل میں ہدایت اور نور ہے: فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ؀ ۔ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تورات اور انجیل سے بڑھ کر کوئی ہدایت والی کتاب لاؤ: قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا ؀ ، رسولِ عربی سے یہاں تک کہلوا دیا کہ مجھے بھی وہی کچھ کہا گیا جو پہلے رسولوں کو کہا گیا تھا: مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ؀ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابتدائی مسلمانوں نے بھی مذہب کے بارے میں انسانی ضد کچھ نہ کچھ ضرور کی اور اُن احکام پر پورے طور سے عامل نہ ہو سکے۔ اِسی لئے وُہ عالم آراء اُمّت نہ بن سکے۔

۵۔ عالمی مرکز کا قیام

۴۱۔ عالمگیر غلبہ کی دعویدار اُمّت کیلئے لازم ہے کہ اُس کا ایک عالمی مرکز ہو تا کہ اقطارِ عالم کے سب مکین اُس ایک مرکز کی طرف رجوع کریں اور اتّحادِ عالم کی عملی صورت پیدا ہو۔ اِسی مقصد کے لئے قرآن نے بیت المقدس کے قبلے سے ہٹا کر مسلمانوں کو مکّہ کا نیا قبلہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور صاف کہہ دیا کہ صرف بیوقوف لوگ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں قبلہ بدل گیا، سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُل لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؀ وُہ اِس کی حکمت ہی نہیں سمجھتے کہ اگرچہ مشرق اور مغرب دونوں خُدا کے ہیں لیکن اِس نئے قبلہ کے ساتھ کسی قوم کا دیرینہ تعصب وابستہ نہ ہوگا بلکہ وُہ وَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ ؀ میں واقع ہے تا کہ اِس تک پہنچنا صرف تکلیف بردار لوگوں کا خاصہ بن جائے اور قوم کی طاقت برداشت اور مجاہدانہ قوتوں میں اضافہ ہو۔ سب کا ایک "صبغہ" ہو: وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ؀ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ؀ کا منظر ہر وقت لگا رہے۔ پھر لوگ اِس مرکز کو دُنیا کی تمام ترقیوں کا گہوارہ بنا کر اسکو انسانی اتّحاد کی زندہ تصویر ثابت کر دیں اور بنی نوعِ انسان کے ایک اُمّت ہونے کے بارے میں جو جانکاہ مشکلات درپیش ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ حل اِس ایک مرکز بنانے کی تجویز سے بھی ہو۔

۶۔ موجودہ عالمی مشکلات کا حل

۱۔ عِلم کا حکم

۴۲۔ متذکرہ صدر تمام تصریح و تشریح میں جو رُوئے زمین پر ایک غالب اور عالمگیر اُمّت کے قیام کے بارے

بعد کمزور قوموں کو نیست و نابود کر دینا یا نسلی تفوق کی بنا پر صرف جسمانی زور سے غلبہ حاصل کرنا از روئے اسلام کوئی غلبہ نہیں اور نہ وُہ غلبہ عالمگیر ہو سکتا ہے۔ الغرض انسانی مساوات اور اخوّت کے تخیل کو عالمگیر کرنے کے بعد دینِ فطرت کی تجویز یہ ہے کہ عالمگیر غلبے کی مدعی قوم انسان کی مالی تفریق (یعنی امیر اور غریب کے فرق) کو مٹانے کی حتی الوسع کوشش کرے۔ کسی کے حقِ ملکیت کو چھیڑنے کے بغیر ایسا نظام قائم کرے جس سے امیر کی دولت کا ایک مستقل حصہ غریب کی بہتری میں ہمیشہ کے لئے صرف ہو۔ دینِ فطرت کا یہ نظامِ زکوٰۃ کا عظیم الشان نظام ہے جو امیر سے اسکی بچت کا چالیسواں

؀ یہ انجیل کے بارے میں ہے اور اسی سورۃ اور رکوع میں تورات کے بارے میں فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ؀ ہے۔

میں کی گئی، دینِ فطرت کی اُس ھُدٰی کو واضح کیا گیا تھا جو قرآنِ حکیم بہ حیثیت آخری کلام دُنیا میں لے کر آیا۔ ہر صاحبِ نظر اِس تشریح سے جو اُوپر ہُوئی، صاف اخذ کر سکتا ہے کہ رُوئے زمین کی بے شمار مختلف المزاج قوموں کی ایک غالب اور عالمگیر اُمّت کا قیام جو لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ[1] کے الفاظ سے مقصود تھا، صرف اسی ھُدٰی سے ممکن ہے جو قرآن نے دی اور قُلْ اِنَّ ھُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ[2] کے ربانی الفاظ قطعی طور پر حقیقت ہیں۔ مسلمانوں نے ابتداء میں اِس ھُدٰی پر عمل کیا اور وُہ چشم زدن میں عالمگیر ہوتے گئے۔ اب بھی کہ مُسلمان زوال کے انتہائی مرحلوں تک پہنچ چکا ہے اور وُہ ھُدٰی قطعاً ختم ہو چکی ہے، مُسلمانوں کی عالمگیر اُمّت ہونے کے نشانات اور قوموں کے بالمقابل زیادہ ہیں اور وُہ اگر اِس ھُدٰی کو پھر پکڑ لیں تو پھر عالمگیر ہو سکتے ہیں لیکن امریکہ اور انگلستان یا رُوس کی نئی پیدا کردہ کمیونزم کے متعلق گمان کرنا کہ وُہ تمام رُوئے زمین کو ایک اخوّت میں جکڑ سکیں گے از بس محال ہے۔ جو امکان اِس وقت اِن طاقتوں کے رویّے سے ظاہر ہے یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا عالمگیر غلبہ ہو گیا تو وُہ تمام باقی اقوام کو کچل کر رکھ دے گی لیکن عالمگیر اخوّت پیدا کر کے تمام اِنسانوں کو ایک حلقہ میں لانا کبھی گوارا نہ کرے گی۔

بایں ہمہ موجُودہ حالات میں کہ بنی نوعِ اِنسان کے ایک اُمّت بننے کے عُنوان نظر نہیں آتے اور نہ موجُودہ اِنسانی اُمّتوں کے انداز اِس قطع کے ہیں کہ وُہ نسل، رنگ، جغرافیائی حدُود، قومی تعصب، تاریخی روایات، مذہبی تعصبات وغیرہ کے جھمیلوں سے نکل کر انسانی نوع کو کسی بُلند اُفقِ نظر سے دیکھیں اور پست کُن تعصّبات سے بالاتر ہو کر رُوئے زمین کے باشندوں کا کوئی روشن مستقبل وضع کریں۔ قرآنِ عظیم قوموں کی باہمی کشمکش کا تہدیدی علاج یہ تجویز کرتا ہے کہ اگر انسان ایک اُمّت نہ بنے اور جس مقصد کے لئے ان کو پیدا کیا گیا پُورا نہ ہُوا تو نہ صرف یہ کہ جو اُمّتیں غیر صالح ہوں گی وُہ رُوئے زمین سے پے در پے مٹتی جائیں گی جیسا کہ پہلے سے دستُور چلا آرہا ہے بلکہ انسان کی کثیر آبادی کو اِس آپس کے افتراق کی خُونریز فضا میں کافی طور پر رکھ کر فَسَادٌ فِي الْاَرْضِ کے سمے کو اِس قدر ہولناک بنا دیا جائے گا کہ اِنسانوں کی کثیر ترین مخلوق کو کسی جابر قوم کے ذریعے سے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ ؕ[3] کے ماحول میں مُبتلا کر کے غلامی، دُکھ، افلاس، موت، بھُوک، ننگ کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا دُنیا کی کثیر ترین آبادی میں خوف اور حُزن کا یہ منظر سائنس کی نئی نئی ایجادوں اور ایٹم بم

حصّہ ہر سال حکومت کے خزانے میں ڈال دیتا ہے اور چالیس[4] برس کے اندر اندر کسی شخص کے پاس اُس کی جمع کی ہُوئی دولت میں سے کچھ نہیں رہ سکتا۔ لیکن چونکہ دینِ فطرت ہر انسان کو اُس کی جائز کمائی پر پُورا حقِ ملکیت دیتا ہے اور ہر دولتمند کو اجازت دیتا ہے کہ وُہ اپنی کمائی کو جس طرح چاہے اپنی ذاتی زیب و زینت پر خرچ کرے اِس لئے زکوٰۃ کا نظام امیر اور غریب کے فرق کو پُورے طور پر نہیں مٹاتا بلکہ صرف ایک حد تک کم کر دیتا ہے۔ اِس فرق کو اور مٹانے کے لئے (بلکہ ایک نقطۂ نظر سے قطعی طور پر مٹا دینے کے لئے) دین

کے باعث اب پچھلے پچاس برس سے خاص طور پر پیدا ہو رہا ہے اور یورپ اور ایشیا کی کئی غیر صالح قوموں کے مٹنے کے بعد امریکہ اور رُوس کی دو طاقتیں آخری نبرد آزمائی کے لئے اِس لِئے نمُودار ہوئی ہیں کہ زمین کے مادّی وسائل پر قبضہ کر کے باقی سَب قوموں کو نیست و نابُود کر دیں اور زمین کی اجارہ داری کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ یہ منظر ظاہر ہَے کہ نوعِ اِنسانی کی نجات اور فلاح کا منظر نہیں اور نہ اِس سے آفرینش کا مقصد پُورا ہو سکتا ہے، جو اِس سے بُہت بُلنّد تر ہَے کہ چنّد کروڑ انسانوں کی ایک مخلُوق باقی کروڑ در کروڑ انسانوں کو اپنے مادّی زور سے ہلاک کر دے اور یہ زمین قطعًا بے آباد ہو جائے۔ امریکہ یا رُوس کے سولہ یا سترہ کروڑ اِنسان اگر باقی زمین کے دو سو کروڑ انسانوں کو ہلاک کر کے اس زمین کی بادشاہت کی اجارہ داری لیں گے تو اوّلاً یہ زمین اِس چھوٹی سی آبادی کے لِئے غیر موزُوں طور پر وسیع ہو جائے گی اور وُہ کشمکش جو رِزق کی تلاش کے باعث اِس وقت قوموں میں جاری ہَے اور جِس کے باعث سے تمام ترقی ہے قطعًا ماند پڑ جائے گی۔ امریکہ یا رُوس کے لئے رِزق کی فراوانی کے باعث کوئی کام کرنے کا باقی نہ رہے گا۔ رُوئے زمین کے مادّی وسائل کی جستجو جو اِس وقت زمین کے کونے کونے میں ہو رہی ہَے اور جِس سے فِطرت کے نئے نئے حقائق روز بروز واضح ہو رہے ہیں، صِرف پندرہ بیس کروڑ انسانوں کے باقی رہ جانے سے ختم ہو جائے گی اور نسلی تفوّق کا نصبُ العین جو قوموں نے دینِ فِطرت سے منحرف ہو کر اختیار کیا ہَے بالآخر اِس چھوٹی سی قوم کی بھی ہلاکت کا باعث ہو گا۔ دینِ اسلام یا دُوسرے الفاظ میں دینِ فِطرت تمام بنی نوعِ انسان کی مُشترک اخُوّت چاہتا ہَے اور نسلی تفوّق کا قطعی طور پر دُشمن ہَے۔ (اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ $\frac{۴۹}{۴}$)

الغرض ان خطرناک حالات میں جو رُوئے زمین پر سرمایہ داری، مشینی ایجادات، لامذہبیت اور نسل، قومیت اور وطن کے نئے تراشں کردہ بُتوں کی پرستش سے اَب پَیدا ہُوئے ہیں، دینِ اِسلام کا پیش کردہ علاج یہ ہَے کہ بنی نوعِ انسان کے مُختلف گروہوں میں حکُومت کی بُنیاد عِلم پر کر دی جائے اور سرمایہ داری، قومی عصبیت، نسلی تفوّق یا کسی دُوسرے محرّک کی پَیدا کردہ سیاست کو قطعًا ختم کر دیا جائے (وَکُلًّا اٰتَیۡنَا حُکۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ [۲۱]) عِلم کا پَیدا کیا ہُوا حُکم دینِ فِطرت کے نزدیک صحیح حُکم ہَے اِس حُکم کی بُنیاد صحیفہ فِطرت کے اس عِلم پر ہَے کہ سَب اِنسان برابر ہیں کِسی قوم کے اغنیاؑ کو کوئی حق نہیں کہ وُہ اپنے سرمایہ کے زور سے غریبوں کی ووٹیں خریدیں، غریب کی ہر مُلک میں بے پناہ اکثریت کے باوجُود حکُومت اپنے ہاتھ میں لیکر غریبوں کو کُچلتے رہیں اور "جمہُوریت" کا

فِطرت نے الصّلوٰۃ کا نظام تجویز کیا ہَے کہ امیر اور غریب دِن میں پانچ وقت ایک قطار میں کھڑے ہوں اور خُدا کے آگے سجدہ کریں تاکہ دولت کا غرُور مِٹے اور امیر کا غریب سے عملی تعاون اور نمایاں ہو، دینِ فِطرت یہاں پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ انسانی اخوّت کو اور مستحکم کرنے کے لئے عام رواداری اور تالیفِ قلوُب کے احکام دیتا ہَے۔ مُطلق طور پر اعلان کرتا ہَے کہ سَب انبیاء برابر درجے کے رہنما تھے۔ وُہ یہُودیوں اور نصرانیوں اور محمّدیوں کا کوئی الگ الگ فرقہ بنانے نہ آئے تھے، اُن کا مقام خدا کے نزدیک یکساں ہَے۔ جو نبیوں کے مابین فرق کرے،

[۲۱] یعنی ہم نے ان تمام قوموں کو جن کے رہنما ہمارے انبیاء اور بھیجے ہُوئے رسُول تھے عِلم دیا تھا اور حکمت بھی دی کہ وُہ اِس عِلم کے زور پر انسانوں پر حکُومت کریں۔

لفظی ڈھونگ رچاکر سرمایہ اور دولت کو اِنسان پر حکمران کر دیں۔ قرآنِ عظیم نے اسی رُو سے کسی قوم کے امیر مقرر کرنے کا معیار صرف عِلم اور جسم قرار دیا؛ زَادَهٗ اللّٰهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ؞ ہیہ کو امارت کی صحیح بُنیاد قرار دے کر یکسر فیصلہ کر دیا کہ دولت میں وُسعت یعنی سرمایہ داری امارت کے لئے کوئی اہلیت نہیں۔ ؛ (اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ ہیہ)

الغرض اِن حالات میں کہ دُنیا کی کوئی ایک قوم باقی تمام اقوام پر مادّی زور سے غالب آکر رُوئے زمین کی اجارہ داری چاہتی ہے، دینِ فِطرت کا اوّلین منشأ یہ ہے کہ عِلم کی حکومت ہو اور چونکہ صحیفۂ فطرت کا عالِم فِطرتاً غریب طبقے کا فرد ہوتا ہے اسلام چاہتا ہے کہ سرمایہ داری کی حکومت کو فنا کرنے کے لئے بنی نوعِ اِنسان کے دو طبقے یعنی غریب اور امیر ہر مُلک میں الگ کر دیئے جائیں اور چونکہ غریب کی اکثریت ہر مُلک میں ہے عالِم کو ہر مُلک میں حکمرانی کے لئے وقف کر دیا جائے۔

اِسی نُقطۂ نظر سے مزدُور طبقہ بھی دُنیا میں حکمرانی کے لائق اِس لئے نہیں کہ وُہ بے عِلم ہے اور بے عِلم کو دُنیا کی حکمرانی سپُرد کر دینا خلافِ فِطرت ہے۔ اُدھر اگر غور سے دیکھا جائے تو چونکہ دُنیا کی کوئی مادّی ترقی عالِم کے عِلم کے بغیر نہیں ہو سکتی اور مزدُور صرف عالِم کی ایجادوں کو اپنے ہاتھوں کے زور سے اس کی ہدایت کے مطابق بنانے والا ہے اور سرمایہ دار صرف رُوپیہ خرچ کر کے اِن ایجادوں کو وسیع پیمانہ پر دُنیا میں پھیلانے والا ہے، اِنسان کے ہاتھ اور اِنسان کا سرمایہ دونوں عالِم کے عِلم کے ماتحت ہیں عالِم پر حاکم نہیں ہو سکتے۔

اِسی نُقطہ کو پیشِ نظر رکھ کر قرآنِ حکیم نے گذشتہ اقوام کے انبیاء حکمرانوں کو جو اپنے زمانوں میں صاحبِ عِلم تھے (باوجُود اس کے کہ دُوسری سلطنتوں سے بُلائے ہُوئے کرائے کے مزدُور اُن کا صنعتی کام کیا کرتے تھے) ذُوالْاَيْدِ وَالْاَبْصَارِ کہا۔ گویا کہا کہ یہی انبیاء ہاتھوں والے بھی تھے اور بصیرت والے بھی۔ دُوسرے لفظوں میں مزدُوری بھی اُن کی بصیرت کے تابع ہی تھی۔

القِصّہ رُوئے زمین کے موجُودہ دُکھ کو دُور کرنے کے لئے دینِ فِطرت کا صحیح نسخہ یہ ہے کہ تمام اِنسانی اقوام میں عالِم کی حکُومت قائم کی جائے اور مزدُور اور سرمایہ دونوں کو عالِم کے حُکم کے ماتحت کر دیا جائے۔ جب سب اقوام میں عالِم حکمران ہوں گے، مزدُور طبقہ اُن کو غریب طبقے کا رُکن سمجھ کر خود بخود اور بہ طیبِ خاطر اپنا حکمران منتخب کریگا تو تمام دُنیا کے عالِم حکمرانوں کا واحد مقصد یہ ہوگا کہ

وہ سچا کافر ہے' وغیرہ وغیرہ۔ یہ اِس لئے کہ مغلوب قوموں میں غالِب قوم سے اُلفت پَیدا ہو اور وُہ پُورے طور پر اِس اخوت میں شامِل ہو جائیں زکوٰۃ سے حاصِل کردہ مال کے ایک حِصّے کو مغلوب قوموں کے ساتھ تالیفِ قلوب پیدا کرنے کے لئے مقرر کیا اِن سے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کی حِکمتِ عملی پر عمل کرنے کے لئے کہا وغیرہ وغیرہ۔ بنی نوعِ اِنسان کو ایک اُمّت بنانے کے سلسلے میں دینِ فِطرت نے اِن تمام ترکیبوں کے بعد یہ نظام بھی قائم کیا کہ غالِب قوم کا ایک مرکز ہو جِس کی طرف باقی قومیں رجُوع کریں تاکہ اُستحکام پیدا ہو۔ الغرض

ہیہ طالُوت کی قوم نے کہا کہ کِس طرح وُہ ہم پر حاکم ہو سکتا ہے حالانکہ ہم حکُومت کے زیادہ اہل ہیں اور اُس کو تو دولت میں فراخی نہیں دی گئی۔

بنی نوعِ اِنسان کی مجموعی بہبودی کے لئے زمین پر حکومت کی جائے، سیاسی مقاصد یا نسلی تفوق کو مدِنظر رکھ کر دُنیا کی قوموں کو آپس میں نہ لڑایا جائے، صحیفۂ فِطرت کے عالِم کا منتہائے نظر صِرف صحیفۂ فِطرت ہے، اِس کی نگاہ اُن پست تعصبوں سے بُلند تر ہے جو انسان کی موجُودہ زِندگی کو جہنّم بنا رہے ہیں، قرآن عظیم کے مشہور فیصلے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ۲۵ صِرف عالِم ہی ہے جو خُدا سے صحیح معنوں میں ڈرتا ہے عالِم ہی انبیاء کی طرح نہ یہودی ہے، نہ عیسائی، نہ محمّدی اور وُہ انسان کی سب سفلی ضِدّوں سے پاک ہے، اِس لئے اقوام کو موجُودہ جہنّم سے نِکالنے کے لئے کوئی نُسخہ سِوائے قرآن عظیم کے نُسخے کے باقی نہیں رہا کہ عِلم کی حکومت ہو اور دُنیا کو ہر قسم کی سرمایہ داری کی لعنت سے پاک کیا جائے، نہیں بلکہ دُنیا میں مغربی جمہُوریّت اور مشرقی کمیُونزم کی دونوں لعنتوں کو جو غریب اِنسانوں اور کمزور اقوام کو کُچلنے اور ایک قوم کی اجارہ داری کو قائم کرنے کے ڈھکوسلے ہیں، غریبوں کے حلقے امیروں سے الگ کر کے منطقی طور پر کُچل دیا جائے۔ غریب جس وقت امیر سے سیاسی طور پر الگ ہو گیا، سرمایہ داری اور مزدُوری کے دونوں مسئلے صحیح طور پر حل ہو جائیں گے۔ غریب اپنی کثرتِ تعداد کے باعث جمہُوری اصُول کے مطابق حُکمران ہو گا۔ امیر غریب کو زورِ زر سے کُچلنے کی بجائے اپنی قلّتِ تعداد کو پیشِ نظر رکھ کر ہر دم اِس سعی میں لگا رہے گا کہ امیروں کی تعداد غریبوں سے زیادہ ہو جائے۔ تاکہ وُہ اصُولِ جمہُوریّت کے مطابق دُنیا پر پھر حُکمران ہو سکے۔ قرآنِ حکیم نے انسانوں کی فِطری تقسیم صِرف دو طبقوں میں کی ہے یعنی اغنیاء کا طبقہ اور فقُراء کا طبقہ اور منع کیا ہے کہ مال کی گردش صِرف دولتمندوں میں ہو: کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ؛ ۲۶۔

حکُومت کا طبعی تعلّق عالِم سے اور اِس کی طبعی نفرت سرمایہ سے اِس لئے ہے کہ سرمایہ دار حاکم کے سامنے سونے چاندی (یعنی یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ) کی پرستش عجل ہے۔ عالِم غریب طبقے سے ہے اور "غریب دِل" بھی ہے کیُونکہ اُس کا دِل اُس کے عِلم اور وُسعتِ نظر کے باعث بہبُودیِ انسان کی طرف مائل ہے۔ اِسی لحاظ سے حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے بھی انجیل میں کہا تھا کہ: "مُبارک ہیں غریب دِل لوگ کیونکہ زمین کی وراثت اُن کی ہے۔" اِنسان جیسی ذی شعُور مخلُوق پر حکُومت کرنے کے فرض کو دولتمندوں کے درِندہ طبقے کے سپُرد کر دینا یا چند انسانوں کو یہ اختیار دے دینا کہ وُہ اپنی رعیّت کی تمام دولت کو جمع کر کے خُود بڑے سرمایہ دار بن جائیں (جیسا کہ کمیُونزم میں ہے) فِطرت کے خلاف یہ گُناہِ عظیم ہے کہ قرآنِ حکیم اِس کو کِسی معنوں میں برداشت

کلمہ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے پانچ عمل جن کو دین کے ارکان کہا گیا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو بنی نوعِ انسان کو ایک اخوّت میں شامل کرنے کے مختلف وسیلے تھے جن کی وجہ سے قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی عالمگیری میں حیرت انگیز ترقی ہُوئی اور قوموں کی قومیں چشم زدن میں "مسلمان" ہوتی گئیں۔ آج کل کی غالب قومیں جو درندگی میں یکتائے دہر ہیں اُن سے توقع رکھنا کہ وُہ تمام بنی نوعِ انسان کو ایک اُمّت بنا سکیں گی، قریباً محال ہے۔ اِس نقطۂ نظر سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک دینِ فِطرت کا مسلمانوں سے تعلق ہے، انہوں

نہیں کر سکتا۔ قرآن نے اس کا علاج طبعی طور پر یہ تجویز کیا ہے کہ تمام انسان بلالحاظ دولت و رنگ و نسل برابر ہیں، وُہ ایک قطار میں روزانہ کھڑے ہوں تاکہ ان میں برابری کا احساس ہر دم قائم رہے۔ اسی برابری کی وجہ سے حکومت اُسی گروہ کی ہے جو اکثریت میں ہے۔ اور وُہ طبقہ غرباء کا ہے، اور چونکہ غُرباء میں سب سے زیادہ مناسب وُہ لوگ ہیں جو صاحبِ علم ہیں، اِس لئے حُکم یعنی حکومت کا فطری تعلق علم سے ہے مال و دولت سے نہیں۔

۲۔ عِلم کے ذریعے مسئلہ وحدتِ مذہب کا حل

۴۴۔ مادی ترقیوں کے باعث جو اکنافِ زمین میں ہو رہی ہیں، مذاہبِ عالم کے اکثر واہی اور لایعنی عقائد کا اثر اگرچہ انسان کے دِلوں پر کم ہو رہا ہے لیکن مذہب یا مذہب کی پیدا کی ہوئی عصبیت کا مجموعی تعصب اِس تمام تنور کے باوجود قوموں میں کم ہوتا نظر نہیں آتا اور اِس تعصب کا خصوصی اثر اب تک موجودہ سیاسی رہنماؤں پر بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ پچھلے زمانوں میں تھا۔ قومیں اب تک دُوسری قوموں سے اکثر سیاسی معاملات "عیسائی" اور "مسلمان"، "بُدھ" اور "ہندو" ہونے کی حیثیت میں کرتی ہیں اور وُہ وسعتِ نظر جو بنی نوعِ انسان کو کسی بلند نقطۂ نظر سے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے، اکثر معاملات میں غائب ہے۔ دینِ فطرت کا تقاضا ہے کہ سطحِ زمین کے تمام موجودہ مذاہب کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ایسی فضا پیدا کی جائے جس میں رُوئے زمین کے انسانوں کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے۔ اِسی تعصب کو عملاً نیست و نابود کرنے کے لئے دینِ فطرت کا اعلان ہے کہ تمام انبیا کا پیغام ایک تھا، مگر قوموں کا تعصب علمی تنور کے باوجود نہیں مٹا۔ اِس تعصب کو مٹانے کے لئے بھی عِلم کی دُنیا پر حکومت لازمی امر ہے۔ دُنیا کے ہر مُلک کے عالِم حکمران ہی آپس میں بیٹھ کر عام اعلان کر سکتے ہیں کہ دُنیا کی سب قوموں کے مذاہب ایک ہیں، اِن میں کوئی بُنیادی فرق نہیں، وُہی قوموں کو اِس مشترک یقین پر لا سکتے ہیں کہ سب پیغمبران دین ایک خُدا کی طرف سے آئے تھے، اُن کے مابین کوئی فرق نہیں، اُن کو یکساں ماننا ہر فرد بشر پر لازم ہے، اُن کی یکساں تعظیم و تکریم ہر قوم پر واجب ہے۔ یہ سب اِس لئے کہ صِرف عالِم فطرت ہی وُہ شخص ہے جس کو کسی خاص مذہب کا تعصب نہیں۔ وُہ تمام انبیا کو اپنے ہی گروہ کا ایک عضو سمجھتا ہے، عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ کا محاکمہ بھی صِرف عالمانِ فطرت پر پُورا اُتر سکتا ہے۔ عالِم ہی دل سے یقین کرتا ہے کہ انبیاء اگر وُہ درحقیقت خُدا کے بھیجے ہوئے پیغامبر تھے، تو وُہ ہرگز ہرگز انسان کی گروہ بندی کے لئے نہ آئے ہونگے ان کا واحد مقصد قانُونِ فطرت کو ظاہر کرنا ہوگا۔ وہ صحیفۂ فطرت

نے اُس کو صرف چند قرنوں تک اپنے ابتدائی دَور میں جزوی طور پر اختیار کیا تھا لیکن جلد ہی وُہ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ ؎۲ (یعنی قرآن کے دستورُالعمل کو ترک کر دینے کے جرم میں، پہلوں کی طرح انبیاء سے عداوت کرنے کے مجرم بن گئے) کَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؎) اور اب جب تک قرآن حکیم کو پھر زندہ کرنے کی کوئی عالمگیر کوشش کسی ایماندار اسلامی حکومت کی طرف سے نہ ہو، رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روزِ قیامت کو اُن کے حق میں شفاعت بہ باعث اس عداوت کے قطعی طور پر ناممکن ہے۔

سے ہی اخذ کئے ہُوئے کسی قانُون کو بنی نوعِ اِنسان پر واضح کرنے کے لئے آئے ہوں گے اور انسانوں کو صحیح راستے پر لگانا ہی اُن کا مطمحِ نظر ہوگا۔ الغرض موجُودہ حالات میں صِرف عالِم کی حکومت ساکنانِ زمین کو ایک مذہب پر لا سکتی ہے اور مذاہب کا خطرناک حادثہ جس نے رُوئے زمین پر سب سے بڑی خُونریزی اِنسان کی پُوری تاریخ میں برملا کی ہے رُوئے زمین پر سے ہمیشہ کے لئے ٹل سکتا ہے۔ اِنسان کی تاریخ میں یہ انقلاب کہ سب دُنیا کے مذاہب نیست و نابُود ہو جائیں اور صاحبِ عِلم حکمرانوں کے باہمی اتّفاق سے دُنیا کا ایک مذہب دینِ فطرت ہو جائے، دُنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ لازماً ہوگا۔ اور یہ وُہ وقت ہوگا کہ بنی نوعِ اِنسان کئی ہزار سالوں کے فساد فی الارض کے بعد کہہ سکے گی کہ رُوئے زمین پر انسان کی پیدائش کا پہلا مرحلہ ختم ہوا اور اب اِنسان کو منشائے فِطرت کو پُورا کرنے کے لئے اگلا قدم اُٹھانا چاہیئے۔

اِنسان اِس رُوئے زمین پر (بلکہ تمام کائنات میں) واحد ذمہ دار اور باشعُور وجُود ہے۔ وُہی اِس کائنات کے رنگ و روغن کو سمجھ سکتا ہے، وُہی سمجھ سکتا ہے کہ کائنات کا رُخ کیا ہے؟ وُہ کس طرف جارہی ہے؟ اور اِنسان کو کس طرف لے جانا چاہتی ہے؟ دُوسری کسی مخلوق سے اِس قسم کی کوئی توقع رکھنا عبث ہے۔ اُدھر اِس نمایاں حیثیت کے باوجُود اِنسان ابھی تک اِس قدر پست خیالات میں پھنسا ہے کہ اُن سے نِکلنے کی کوئی ظاہرا اُمید نظر نہیں آتی۔ اِن حالات میں اِنسان کی آخری اُمید عِلم کی حکومت ہے حکومت کو سیاسی درندوں کے ہاتھ میں دے دینا کہ وُہ عالمانِ فِطرت کو اپنی گندی سیاست کا آلۂ کار بنائے رکھیں، اُن لوگوں کو جنہوں نے ہزار ہا برس سے دِن رات ایک کر کے اپنی ایجادوں سے زمین کو دُلہن کی طرح سجا دیا ہے، نہایت ادنیٰ تنخواہیں دے کر مُلازم اور بے زبان بنائے رکھیں، وہ آشکارا بد معاشی ہے کہ اِس سے بڑی بد معاشی اِس رُوئے زمین پر موجُود نہیں۔ ذی شعُور انسان پر حکومت کرنے والا صِرف ذی شعُور انسانوں کا طبقہ ہو سکتا ہے اور قرآن حکیم میں عِلم کی حُکم سے وابستگی وہ عظیم الشّان ربّانی حکمت ہے جس سے بڑھ کر حکمت اِس رُوئے زمین پر موجُود نہیں۔

۳۔ عِلم کا میدانِ عمل تمام کائنات ہے

۴۴۔ بنی نوعِ انسان کو لامحالہ واحد غالب اُمّت بنانے کی غرض و غایت خُدا کے نزدیک یہ معلوم دیتی ہے کہ انسان آپس کے باہمی فساد اور آئے دن کی خُونی لڑائیوں سے ہٹ کر اپنی پیدائش کے اصلی مقصد کی طرف توجہ کرنے کے قابل ہو

گویا جہاں مُسلمانوں کی دُنیا یقینی طور پر خراب ہُوئی اب اِن کی عاقبت بھی خراب ہے، اُدھر جہاں تک دینِ فِطرت کا تعلق موجُودہ قوموں سے ہے اُنہوں نے اِس کو قطعاً اختیار نہیں کیا اور وُہ دِرندہ پن کے اصُول پر چل کر بنی نوعِ اِنسان کو ایک ایسے جہنم کی طرف دھکیل رہی ہیں جس میں اکثر قومیں کسی ایک غالِب قوم (مثلاً امریکہ یا رُوس) کی محکومیت میں ہو کر ابدالآباد تک غُلامی، دُکھ، افلاس، بھُوک اور ننگ کے جہنم میں پڑی سِسکتی رہیں گی اور بِالآخر سب کی سب مِٹ جائیں گی جیسا کہ یورپ اور امریکہ کی استعماری حکمتِ عملی کی پُوری

اور وُہ اصلی مقصد دُنیا کی واحد حقیقت یعنی صحیفۂ فطرت کی ماہیت کی دریافت ہے خوُد زمین کی وُسعت اور بیکرانی اِس قدر مسلّم ہے کہ انسان کی چھوٹی سی مخلوق ابھی تک علم کی اِس حیران کُن ترقّی کے باوجوُد، اِس چھوٹے سے کُرّے کے کونے کونے تک نہیں پہنچ سکی اور۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ٥ ۱۸ کا خُدائی ارمان بھی ابھی تک اِنسان نے پُورا نہیں کیا۔ اِس میں شک نہیں کہ انسان کی باہمی جنگوں کے سلسلے میں زمین کی بہت سی اشیاء کا علم انسان کو حاصل ہوتا رہا ہے اور قرآن نے خونریزی اور جہاد کو بھی قوموں کی حیات کا بڑا باعث وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ، ۲ کے الفاظ کہہ کر قرار دیا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کروڑوں اور اربوں آسمانی کُرّوں کی اِس کائنات میں جو سب کی سب نا تلاش کردہ پڑی ہے اور جس کے متعلق ابھی تک یہ بھی تحقیق نہیں ہُوا کہ اُن میں کونسی مخلوق بس رہی ہے، اِنسان کا واحد باشعور مخلوق ہوکر صِرف آپس میں لڑتے رہنا اور يُفْسِدُ فِيْهَا اور يَسْفِكُ الدِّمَاءَ کا مصداق ہونا جیسا کہ ملائکہ نے اِنسان کے بارے میں طنزاً کہا تھا اور وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کے بُلند تر مقصد کا جو اُنہوں نے اپنے متعلق ظاہر کیا تھا، مصداق نہ ہونا، انسان کی پَیدائش کا منتہا نہیں ہوسکتا۔ جہاں زمین کے پَیدا کرنے کا مقصد قرآن نے اِس کی زینت اور آرائش رکھا ہے اور وُہ بھی اِس غرض سے کہ بنی نوعِ انسان کو آزمایا جائے کہ اُن میں سے کون سب سے زیادہ حُسنِ عمل کرتا ہے، وہاں آسمانوں اور زمین کی تمام کائنات کی پَیدائش کا مقصد بھی اسی قرآن نے یہ رکھا ہے کہ انسانوں کی مخلوق کو یہ تمام کائنات اُن کے حُسنِ عمل کے عوض میں بطور انعام دی جائے: لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ٥ پ۲۷ * یہ عظیم الشّان معاملہ اِس وقت انسانی فہم و فراست سے اِس قدر بعید اور بالاتر ہے کہ انسان اپنی اِن ممکنات کو دیکھ کر کہ وُہ آسمانوں کی مخلوق پر بھی بالآخر قبضہ کر کے رہے گا، فی الحقیقت سٹپٹا جاتا ہے۔ اُس کے محدُود ذہن میں ابھی تک آ ہی نہیں سکتا کہ وُہ کیونکر اور کن وسائل سے اِس گوشت پوست والے جسم کے ساتھ جو وُہ اب رکھتا ہے اور اُن گھومنے والی مشینوں کے ساتھ جو اِس وقت اُسے میسّر ہیں، نزدیک سے نزدیک ستارے تک بھی پہنچ سکتا ہے اور پھر وہاں پہنچ کر اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتا ہے؟۔ ابھی ابھی اس کو تجربہ ہُوا ہے کہ زمین سے صِرف پانچ مِیل اُوپر جاکر اُس کی گوشت پوست کی زندگی بڑی مُدّت کے لئے محال ہوجاتی ہے۔ اُس کو تجربہ ہُوا ہے کہ بیس پچیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہی اُس کی نفسانی خواہشیں

تاریخ ثابت کر رہی ہے۔ اِس صُورت میں یہ تمام زمین بے آباد ہوجائے گی اور صِرف ایک قوم جس کی آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ یا بیس کروڑ ہوگی اِس زمین کی واحد مالک ہوگی۔ قرآن حکیم نے اِسی دردناک منظر کو سامنے رکھ کر غالباً کہا تھا۔ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ٥ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ٥ پ۲۱ یعنی اے وہ میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو (اگر غور کرو تو) میری زمین بیشک بڑی وسیع ہے (اس میں ہر قوم، رنگ، نسل، مذہب کی قوموں کی گنجائش

* اِس پُوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر شے پیدا ہی اِس لئے کی گئی ہے کہ انسان کو اس کے سعی و عمل کی پاداش میں بطور انعام دے دی

ہٹ جاتی ہیں حتیٰ کہ اس کو زمینی خواہشات مثلاً تمباکو پینا، یا شراب پینا یا فرضی قصّوں کا مُطالعہ کرنا وغیرہ کا میلان بھی چنداں نہیں رہتا اور وُہ اپنے آپ کو ایک نئے عالمِ اجسام میں متصوّر کرتا ہے۔ جب یہ معاملہ صرف چند ہزار فُٹ کی چڑھائی پر ہے تو لاکھوں بلکہ کروڑوں میل اُوپر چڑھ کر جو انقلاب اِس کی جسمی ہیئت میں ہونا لازم ہے، ظاہر ہے۔

الغرض رُوئے زمین پر عِلم کی حکومت قائم کرنے کے بعد انسان کے سامنے دُوسرا مسئلہ آسمانوں کی تسخیر کا مسئلہ ہے۔ اِس مسئلے کو علمی حدُود کے اندر لانے کے لئے انسان کا موجُودہ عِلم اِس قدر ناقص ہے کہ اِس پر بحث کرنا بھی چھوٹا مُنہ اور بڑی بات کے مترادف معلوم ہوتا ہے مگر قرآنِ عظیم بے دھڑک اور بے خوف و خطر اِس امر کا دعویٰ کر رہا ہے کہ خُدا نے آسمانوں اور زمین کی ہر شئے انسان کے استعمال کے لئے مسخر کر رکھی ہے، نہیں بلکہ جو کچُھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچُھ بھی اِن کے درمیان ہے اِس لئے ہے کہ ایمان اور عمل صالح والے انسانوں کو اُن کے حُسنِ عمل کے بدلے میں بطورِ انعام دے دیا جائے۔ دینِ فطرت کا یہ بُلند بانگ دعویٰ حقیقت کے قریب اِس قدر ہے کہ دُنیا کی کوئی دُوسری حقیقت اِس سے زیادہ سچّی دکھائی نہیں دیتی۔ یہ امر انتہائی طور پر غیر غالب ہے کہ صحیفۂ فطرت جس کا زمینی حِصّہ آئے دِن عالمِ فِطرت کو وہ حیرت انگیز عجُوبے دِکھلا رہا ہے کہ انسان اپنی اُنگلیاں منہ میں لئے ہوُئے ہے، اِس صحیفۂ فطرت کے لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں ستارے اور کُرّے بیکار ہوں، اُن میں کوئی ایسی شئے نہ ہو جو انسان (یا انسان سے بھی زیادہ افضل مخلُوق) کے استعمال میں آ سکتی ہو، وہ صِرف رات کو چمکنے اور انسان کی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے کے لئے بنائے گئے ہوں، اُن کا مقصد انسان کو صِرف تماشا دِکھانا ہو اور بس۔ اِن حالات کے ہوتے ہوئے انسان صرف اپنے عالمِ تخیّل میں اندازہ لگا سکتا ہے کہ بہ حیثیت اشرف الخلق ہونے کے اُس کے سامنے سعی و عمل کا کیا حیرت افزا اور زہرہ گداز میدان ہے اور فطرت کا بتایا ہوا دین انسان کے لئے کس قدر بُلند اُفق پیش کرتا ہے۔ نہیں بلکہ اگر بلند اُفقِ نظر سے دیکھا جائے تو ہر ہوش مند انسان اِس نتیجے پر لامحالہ پہنچتا ہے کہ جب انسان کے سوا کوئی ذی شعور مخلُوق اِس دُنیا میں نظر نہیں آتی اور فِطرت کا صحیفہ انسان کی سمجھ دار آنکھ کو روز بروز محوِ حیرت کر رہا ہے تو دُنیا میں نہ صِرف انبیاء کا لایا ہُوا کوئی دین بلکہ منتہائے آفرینش کے متعلق دُنیا کے تمام عالموں کی سوچی ہوئی رائے

ہے) اِس لئے قوموں اور قبیلوں کو نیست و نابُود کرنے کی کوشش کر کے اپنے لئے زمین کی نعمتوں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے رزقوں کو صِرف اپنے لئے مخصُوص کرنے کی ظالمانہ سعی نہ کرو اور صِرف (میرے چلائے ہوئے فطری قانون اور دینِ فطرت پر عمل کر کے) میرے ہی ملازم بنے رہو۔ ہر متنفس (ایک نہ ایک دن) موت کا شکار ہوگا، پھر تم ہماری طرف لوٹا دیئے جاؤ گے (کہ اپنے اعمال کا حساب دو) ان آیاتِ ربّانی کی یہ تشریح اِس لئے صحیح ہے کہ دو آیات کے بعد آگے چل کر اِسی رزق کا جھگڑا بیان کیا، وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ

ماسوا اِس کے ہو نہیں سکتی کہ یہ تمام ہنگامۂ کائنات جس میں کروڑوں اور اربوں میل دُور ستارے اور نہ صِرف نظامِ شمسی بلکہ اُس سے پرے کی بیکراں کائنات جس میں ہزاروں ستارے سُورج سے ہزاروں گُنا بڑے ہو کر اپنا اپنا الگ نظام بنائے ہُوئے ہیں، صِرف اِس لِئے پیدا کئے گئے ہیں کہ انسان اُن کو اپنے دستِ تصرّف میں لا کر اِس قدر بُلند ہو جائے کہ وُہ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے قریب تر ہو۔ اِس کے سِوا انسان کا کسی اور فِطری مذہب کا حامِل اِس دُنیا میں ہونا عقل و ادراک کے منافی ہَے۔

۴۔ عِلم کے ذریعے سے انسانی نجات

۴۵۔ رُوئے زمین پر حُکم یعنی حکُومت کی عِلم سے پیوستگی نہ صِرف یہ کہ دُنیا کی تمام قوموں کو مشترک ترقی اور تقدّم کی کشادہ راہوں پر لازمًا لگا دے گی اور ساکنانِ زمین کو آپس کی کشمکش کی اُلجھنوں سے نِکال کر اُس صِراطِ مستقیم پر لے جائے گی جِس پر چل کر عِلم کا عام طور پر بول بالا ہو گا، بلکہ یقین ہوتا ہَے کہ رُوئے زمین پر عالِم کی عام حکُومت کروڑ در کروڑ انسانوں کے سمع و بصر کو بھی صحیفۂ فِطرت کی طرف متوجّہ کر دے گی اور عالِم حکمران کا اوّلین مقصد یہ ہو گا کہ انسانوں کو آپس میں قتل کروانے اور زمین کی آبادی کم کرنے کی بجائے، زیادہ سے زیادہ انسانوں کا شغف صحیفۂ فِطرت سے کر دیا جائے تاکہ فِطرت کے زیادہ سے زیادہ راز جلد از جلد کھُل سکیں۔ باہمی اخوت اور مساحت سے زمین کی آبادی بے اندازہ طور پر بڑھا دی جائے تاکہ باشندگان زمین میں آسمانوں کی نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی اجتباری خواہش پَیدا ہو۔ عالِمِ فِطرت ہی سمجھ سکتا ہَے کہ رُوئے زمین پر کسی ایک چھوٹی سی قوم کا قبضہ باقی تمام اقوام کو چند قرنوں میں نیست و نابُود کر دے گا۔ وُہ ذہنی نُقصان جو سیاسی طور پر کمزور قوموں کو نیست و نابُود کرنے سے رُوئے زمین پر پَیدا ہو گا، بنی نوع انسان کا مجموعی نقصان ہو گا۔ اِس نُقصان سے صحیفۂ فِطرت کی تلاش کا کام ماند پڑ جائے گا۔ زمین کو تنگ گُذرانی کے باعث چھوڑ کر آسمان کے ارب در ارب کُرّوں تک جانے کی ہَوس ختم ہو جائے گی، نہیں بلکہ غلبے کے بعد بنی نوعِ انسان کے ایک چھوٹے سے حِصّے میں یہ اعضائی جمُود نسلِ انسانی کے ارتقاء کے راستے میں سنگِ گراں ثابت ہو کر رہے گا۔ عِلم کی بنی نوعِ انسان پر لازوال بخششوں کو چند رُوپوں کے عِوض خرید کر عالِموں کو سیاسی درِندوں کا غلام بنا دینا عِلم کی صریح توہین ہَے، عِلم کی حکُومت ہی بنی نوعِ انسان کو اُس راہ پر لے جا سکتی ہَے جِس راہ پر چل کر انسان بہ حیثیت مجموعی صحیفۂ فِطرت کے عظیم الشّان راز کو کھولنے کیلئے بین الاقوامی اور اجماعی جدّ و جہد کر سکتا ہَے۔ انسانوں کو قتل کرنے کے اوزار ایجاد کرنے کی بجائے "صحیفۂ

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ۲۹؍ ۲۔ گویا دلیل کے طور پر کہا کہ (اسی رُوئے زمین پر) ہزار در ہزار حیوانات ہیں جو اپنا رِزق اُٹھائے نہیں پھرتے، انہیں اللہ ہی رِزق دیتا ہَے اور (اسی طرح) تم قوموں کو (جو رِزق کی خاطر دُوسری قوموں کو تباہ کر رہی ہیں) بھی اللہ ہی رِزق دے گا اور وہ (ہر قوم کی ضرُوریات کو) سمجھنے والا اور (تمام زمین کی معاشی حالت کو) جاننے والا ہَے۔ الغرض موجُودہ قوموں کے ذریعے سے رُوئے زمین پر کسی طرح کی عالمگیر اخوت یا ایک اُمّت کا پَیدا ہو جانا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرُور ہَے۔

فِطرت سے جنگ کرنے" کے ہتھیار بنا سکتا ہے۔ گھومنے والی مشینیں بنانے کی بجائے جو انسان کو ایک انچ "فِطرت کی رُوح" کی طرف نہیں لے جاتیں، جن کا واحد مقصد نفع اندوزی اور فراہمی سرمایہ ہے، جن کی بُنیاد یُونان کے تین[۳] ارضی بُتوں یعنی نقطہ، خطِ مستقیم اور دائرہ پر ہے اور جو زمین سے چند میل اُوپر "رُوح" کی آسمانی فضا میں جاکر بیکار ہوجاتی ہیں، اُن "زندہ اشیاء" کا خالق بنا سکتا ہے جو انسان کو خُدا سے قریب تر کرنے میں مدد دیں، فاطرِ زمین و آسمان کے نئے اوصاف نسلِ انسانی میں پیدا کریں، موجُودہ ناقص عِلم سے ہٹا کر جس کی پیمائش، مساحت، شمار اور حساب کی تمام اکائیاں غیر فطری ہیں جو ہزار ہا سال کی تحقیق و تدقیق کے باوجُود اب تک یہ دریافت نہیں کرسکا کہ زِندگی کیا شئے ہے؟ جو یہ عظیم الشان عمل بھی سمجھ نہیں سکا کہ ایک ہی قسم کے خلیوں کا اجتماع و استعمار کیونکر اور کس قطع کے تعاون سے کسی جاندار کے بدن کے مختلف حِصّوں میں بہ یک وقت دِل، جگر، دماغ، آنکھ اور کان بن جانے کی کیفیت پیدا کرسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ، علم کے متعلق فکر و تخیل کی وُہ نئی راہیں کھول سکتا ہے جو نئے ولولے سے صحیفۂ فِطرت کو مسخر کرسکیں اور انسان کو آج کل کی تخریبی ڈگر سے ہٹا کر کسی بالکل نئی تعمیری ڈگر پر چلا دیں۔

کسی گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا ہی اُس گروہ کے تخیل کو انسانوں کی کسی جماعت پر حاوی کرسکتا ہے۔ حُکم کے بغیر کسی انسانی ہیئتِ اجتماعی میں اصلاح یا انقلاب تخیل محال ہے، رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ[۳۴]، رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ[۲۶] کی دُعاؤں کا جو انبیاء نے کیں، یہی منتہا و مقصد تھا کہ وُہ حکومت ہاتھ میں لے کر قوموں کو نئی راہوں پر چلانے کے قابل ہوجائیں، عالِم کی دُنیا پر حکومت ہی دُنیا کو عِلم کی راہ پر لگا سکتی ہے اور بنی نوعِ انسان کے کثیر ترین افراد کو سمع و بصر اور قلب کے صحیح استعمال سے علم کی راہ پر لگانا قوموں کی نبوت ہے۔ قوموں کی ترقی اور فضیلت کی اِسی کیفیت کو قرآنِ حکیم نے اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ[۲۵] (حدید ۲۵)، کے انتہائی طور پر جامع اور مانع الفاظ میں ادا کیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ حُکم (یعنی حکومت) کے ذریعے سے بنی نوعِ انسان میں عِلم اِس قدر عام ہوجائے کہ قوموں کی قومیں نبوّت (یعنی سمع و بصر اور قلب کے استعمال سے انتہائی باخبری) کے درجے تک پہنچ جائیں اور انسانی نسل کا کثیر ترین حِصّہ اُس عذابِ جہنم سے بالآخر بچ جائے جس کے متعلق خُدائے عالمیان نے انتہائی وضاحت اور تعمد سے اشارہ سُورۃ الاعراف کے حسبِ ذیل الفاظ میں کیا تھا اور جن الفاظ کو بار بار پڑھ کر قرآنِ حکیم کا طالبُ العِلم بار بار حیران ہوجاتا ہے کہ خُدا

اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ تمام جن و انس کو جہنم سے بھر دینے کا واقعہ ضرُور ہو کر رہے گا۔ آئے دِن یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ قومیں اسی کی سازش میں لگی ہیں کہ دنیا کی کمزور قوموں کو جن کے پاس ضروریاتِ زندگی اور رزق کی کثرت ہے (اور یہ ایک امرِ واقع ہے کہ وہی قومیں اکثر کمزور ہیں جن کے پاس رزق کی کثرت ہے اور یہی ان کی کمزوری کا باعث ہے) علم کی پیدا کی ہوئی ایجادات کے زور سے ہلاک کر دیا جائے اور دنیا میں بالآخر صرف ایک قوم کا بول بالا ہو۔ آئے دن بڑی طاقتور قومیں (مثلاً جرمنی، اٹلی، جاپان، فرانس) اپنے سے زیادہ طاقت ور قوموں

[۲۵] چنانچہ سُورۂ حدید میں ہے، وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّ اِبۡرٰهِیۡمَ وَجَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ، یعنی نوحؑ اور ابراہیمؑ کی تمام قوم میں نبوت تھی اور وہ سب قوم کی قوم الکتٰب یعنی عِلم میں شرابور تھی۔

نے جنّ وانس کی تمام مخلوق کو صرف اس جُرم میں کہ اُن کو کان دیئے گئے مگر وُہ صحیح معنوں میں سُنتے نہیں، آنکھیں دیں مگر وُہ صحیح معنوں میں دیکھتے نہیں، ذہن دیا مگر وُہ صحیح معنوں میں سمجھتے نہیں، کیوں ابدالآباد تک جہنم کو بھر دینے کا پُورا عزم کیا اور بار بار کہا کہ میرا یہ قول پُورا ہو کر رہے گا بلکہ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ ۵۰/۲۹ کہہ کر بتلا دیا کہ مَیں اپنے قول کو بہر حال پُورا کر کے رہتا ہُوں اور مَیں انسان کو جو سزائیں دیتا ہوں ظُلم سے نہیں بلکہ عدل وانصاف سے دیا کرتا ہُوں۔**

سُورۃ الاعراف کے یہ الفاظ اس سے پہلے کئی بار "حدیث القرآن" میں آچکے ہیں اور اب پھر غور و خوض کیلئے یہاں دُہرائے جاتے ہیں۔ دیکھو (۲۶) ۷/۱۷۹ صفحہ ۱۹۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ ۷/۱۷۹ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۹) ہر صاحبِ نظر جس قدر غور کرے گا لامحالہ اِس نتیجے پر پُہنچے گا کہ صحیفۂ فطرت کو پُورے غور و خوض سے نہ دیکھ کر خُدا تک نہ پُہنچنے کا جُرم ہی وہ عظیم جُرم ہو سکتا ہے جس کی سزا پُوری بنی نوعِ انسان کو جہنم میں جھونک دینے کی ہو سکتی ہے۔ اِس سے کمتر جُرم پر یہ سزا ناممکن ہے۔*

۵۔ اقوام کی نبوّت اور صحیفۂ فطرت کے ذریعے سے خُدا کی تلاش

۴۶۔ اقوام کو نبوّت کے بُلند درجے تک پُہنچانے سے قرآنِ حکیم کا مقصد یہ ہے کہ اِنسان باہمی خُونریزی اور فساد کے پست تخیّل سے نِکل کر صحیفۂ فطرت کی تسخیر و تلاش کے بُلند درجے تک پُہنچے۔ اِس منزل پر پُہنچ کر اِنسانی آنکھیں جو عدمِ بصیرت کے باعث اَب تک نہایت ادنیٰ نصبُ العینوں پر لگی ہیں اور رُوس اور امریکہ، جرمنی اور جاپان، مِصر اور ایران کے نہایت خسیس جھگڑوں میں پھنسی ہیں، بُلند تر ہو کر صحیفۂ فطرت کے "جھگڑے" میں لگیں جو اِس کائنات کا سب سے بڑا "جھگڑا" ہے جس جھگڑے کو اِنسان نے ابھی تک یہ کہہ کر ٹالا ہے کہ صحیفۂ فطرت کے راز کا کھوج لگانا اِنسان کے بس کی بات نہیں، جس کی بابت اِنسان کا تخیّل، "آنکھیں ہو ہوا کر"، اِس شرمناک طور پر پست ہے کہ وُہ خُدا کو صِرف "ہاتھ جوڑنے"، "سجدہ کرنے" اور "پُوجنے" کی شئے سمجھتا ہے اور باوجودیکہ خُدا نے خُود کہہ دیا ہے کہ مَیں نے اِنسان میں اپنی رُوح پھونک

مثلاً رُوس، امریکہ اور انگلستان کے سامنے ہتھیار ڈال کر ثانوی درجے کی طاقتیں بن رہی ہیں اور وُہ قومیں جنہوں نے صحیفۂ فطرت سے کوئی عِلم حاصِل نہیں کیا، اُن کی ہستی صفر کے برابر ہو رہی ہے۔ اِس وقت صحیح حالت بنی نوعِ اِنسان کی یہ ہے کہ دُنیا کی دو سو کروڑ کی آبادی امریکہ یا رُوس کی بیس کروڑ آبادی سے سخت ہراساں ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کسی روز امریکہ اور رُوس کے ایٹم بموں سے چشم زدن میں ہلاک کر دی جائے۔ قرآنِ حکیم کا چُونکہ اپنے متعلق دعوےٰ ہے کہ اِس میں دینِ فِطرت کی تکمیل ہو چُکی ہے: اَلْيَوْمَ

** خُدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا قرآن میں بار بار ہے۔ دیکھو ۴۶/۴۶، ۳/۲، ۲۲/۲۲، ۴۱/۴۱۔ * اسی سورۂ قٓ ۵۰ میں ہے يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ ۵۰/۳۰ اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گی، کچھ اور ہے تو لے آؤ۔

دی' یا از رُوئے انجیل کہا کہ "خُدا نے اِنسان کو اپنی تصویر پر پَیدا کیا" باوجُودیکہ خُدا نے نہایت فراخدلی سے اُس وقت کہ اِنسان لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ۝ [۳۸] تھا' اعلان کر دیا کہ اِنسان اِس زمین پر میرا خلیفہ اور قائم مقام ہے' اِنسان نے کوئی اجتماعی کوشش اِس بارے میں نہیں کی کہ صحیفۂ فِطرت کے ذریعے سے خُدا کو تلاش کیا جائے۔ اپنی خُداداد صلاحیتوں کو اِس قدر مکمل اور کار برآر کر دیا جائے کہ ہم خُدا کو معلُوم کر سکیں' اُس کو عیاں طور پر محسُوس کریں' اُس کو پا سکیں۔ خُدا کی طرح سَمِیۡع و بَصِیۡر ہو کر' خُدا کی طرح جَبَّار و قَھَّار ہو کر اِس رُوئے زمین پر وُہ بے اندازہ ایجادیں' وُہ دنگ کر دینے والی مخلوقِ خُدا پَیدا کریں کہ خُدا معاذاللہ' بے اختیار ہو کر پردے سے باہر نکل کھڑا ہو' جس بےپناہ طور پر اُس نے تحسین و آفرین کے نعرے آج سے کئی ہزار سال پہلے انبیاء کے چھوٹے چھوٹے اعمال پر دِجن کی کوئی حقیقت آج کل کی ایجادوں کے بالمقابل نہیں) لگائے ہیں اور اُن پر اپنا سلام بھیجا ہے' اُس سے کئی ہزار گُنا زیادہ بےپناہ ولولے سے وُہ پردہ سے نکل کر ماہرینِ فِطرت کو سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ [۳۹] کے الفاظ کہہ کر مصافحہ کرے اور تخلیقِ کائنات کا مقصد پُورا ہو۔ لِقائے رب کی یہ وُہ ہنگامہ خیز منزل ہے جو بنی نوعِ اِنسان کی نجات کی فی الحقیقت آخری منزل ہے۔

۶۔ علم کی حکُومت سے اقوامِ عالم میں نبوّت کا ہیجان

۴۷۔ دُنیا کی حکُومت صحیفۂ فِطرت کے اُن ماہرین کے ہاتھ میں دے دینا جنہوں نے اِس زمین کی ہر شئے کو جو اِس کے کونے کونے میں بیکار پڑی تھی' زمین کی زینت اور زیور بنا دیا ہے' عدل و انصاف کا پہلا تقاضا ہے۔ یہی مردانِ حق اپنی نکوکاری اور سادہ بلکہ غریبانہ زندگی سے جو ہر متلاشیِ حقیقت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے' دُنیا کو قِسط و عدل کی راہ پر لگا سکتے ہیں' اِس رَو کو دریافت کر سکتے ہیں جس رَو پر فِطرت انسان کو چلانے کی خواہاں ہے' نسلِ اِنسانی کو مجتمع اور متحد الغرض کر کے اِس میں وہ نبوّت اور باخبری پَیدا کر سکتے ہیں جس سے بنی نوعِ اِنسان کا مجمُوعی ارتقاء کسی اعلیٰ مخلوق یعنی خَلۡقِ جَدِیۡد تک ہوتا جائے۔ فِطرت کی حیوانی جنسیں ایک جنس سے دُوسری جنس تک ارتقاء بحیثیتِ مجمُوعی ہی کرتی رہی ہیں اگر غیر مفصلی مخلوق کی کسی جنس نے دیعنی اِس مخلوق نے جس میں ریڑھ کی ہڈی نہ تھی) لاکھہا یا کروڑہا برسوں پہلے کشمکشِ حیات کے

أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِيۡ؛ [۵]) اِس لئے ناممکن تھا کہ خُدا کے بھیجے ہُوئے آخری رسُول کا لایا ہُوا دین اُن پیچیدہ حالات میں کوئی مکمل اور آخری علاج تجویز نہ کرتا چنانچہ قرآن نے بار بار پچھلی قوموں کی مثالیں دے کر جن کے رہنما انبیاء تھے واضح کیا کہ ان قوموں کے رہبر صاحبِ علم لوگ تھے اور اسی علم کے باعث اُنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو تمام دُنیا کی قوموں پر فضیلت دلائی تھی (وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ [۴۰]) یہاں جو نکتہ انتہائی طور پر قابلِ غور ہے یہ ہے کہ انبیاء کا علم خُدا کے نزدیک اُس زمانہ کی ترقی کے لحاظ سے باقی قوموں کے رہنماؤں سے اُس

عظیم الشان عمل میں ہزارہا یا لاکھہا برس کی مسلسل جدّوجہد کے بعد مچھلی کی مفصلی مخلوق کی طرف ارتقاء کیا تھا تو پوری جنس نے بہ حیثیت مجموعی کیا تھا۔ پوری جنس کی جنس کشمکشِ حیات کی ایک جانکاہ منزل پر "ناگزیر" سمجھ رہی ہوگی کہ اُس جنس کے ہر فرد کے جسم کے اُوپر کے حصّے میں کوئی ٹھوس مگر جسم کو ہر طرف آسانی سے موڑنے والی ہڈیاں ہوں جو جسم کو پیٹ کے بل رینگوانے کی بجائے اُس میں اپنے آپ کو "کھڑا" ہونے کی اہلیت پیدا کر دیں۔ کشمکشِ حیات کے زُہرہ گداز عمل نے اِس نوع کو ضرور سبق دیا ہوگا کہ جب تک جسم میں کسی سخت ڈھانچے پر کھڑا ہونے کے سامان پیدا نہ ہوں، پیٹ کے بل رینگ رینگ کر اپنے آپ کو قائم رکھنا اور اُس خوراک کی تلاش کرنا جو کوسوں دُور ہے، محال ہے۔ اِس عام احساس سے جو تمام نوع میں ہُوا ہوگا فطرت نے رینگنے والے جانوروں کی "کمر" پر آہستہ آہستہ "سختی" پیدا کی ہوگی، اور یہ "سختی" ہزارہا برس کی مزید تگ و دو اور "باطنی" احساس سے ہڈیوں میں بدل گئی۔ ریڑھ کی ہڈیاں پیدا ہوتے ہی دُوسرا احساس مچھلیوں کو یہ ہُوا ہوگا کہ جب ہم پانی کی تہہ سے "اُٹھنے" کے قابل ہوگئے ہیں تو اَب ہمارے پاس دو پَر بھی ہونے چاہئیں تاکہ ہم پانی میں حرکت کر کے اپنی خوراک آسانی سے ڈھونڈ سکیں۔

پھر یہی مچھلی کے دو پر آگے چل کر دو پاؤں ہوگئے اور جب کشمکشِ حیات کی جانکاہ منزلوں میں دو پاؤں کا ہونا خوراک کی تلاش کے لئے ناکافی نظر آیا تو یہی بالآخر چار پاؤں بنتے گئے اور اعضا کی تقویم پُوری ہوئی۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو نسلِ انسانی کا اِنسان سے بہتر مخلوق کی طرف ارتقاء بھی اِسی "مجموعی احساس" سے ہو سکتا ہے جو سب حیوانی اجناس میں روزِ آفرینش سے اب تک ہوتا چلا آیا ہے اور یہی "مجموعی احساس" انسانی اقوام کی "نبوّت" ہے، یہی وُہ بڑی باخبری ہے جس سے اِنسان کی آئندہ ضروریات کے مطابق اِس کے موجودہ اعضاء میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے۔ انسانی اقوام جب تک آپس کی کشمکش میں لگ کر ایک دُوسرے کو قتل کرنے میں لگی ہیں۔ وُہ مجموعی احساس پیدا نہیں ہو سکتا جو جنسوں کو دُوسری جنسوں میں تبدیل ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مثلاً جب تک نسلِ اِنسانی کو یہاں اِس زمین کے خزانے کافی ہیں، اِنسان کو کیا پڑی ہے کہ وُہ بہ حیثیت مجموعی اِس زمین سے نِکل کر خُدا کی بنائی ہُوئی دُوسری زمینوں پر جو آسمان میں ہیں قبضہ کرے۔ نہیں بلکہ اِس خواہش کے اُبھرنے کے دوران میں ہی کہ سطحِ زمین انسانی ضروریات کے لئے

قدر زیادہ مکمل تھا کہ اُن کی قوموں کو دُنیا کی باقی مومن قوموں سے بھی زیادہ فضیلت دی گئی تھی۔ اسی طرح بار بار حکومت کو علم سے پیوست کر کے قرآنِ حکیم نے یہ معنی خیز اشارہ کیا کہ صاحبِ عِلم لوگوں کی حکومت کے بغیر قومیں فضیلت کی کسی منزل تک نہیں پہنچ سکتیں۔ چنانچہ سلیمانؑ اور باقی سب انبیاء کے بارے میں وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا، پ۱۷ کہا، حضرات لوطؑ اور یُوسفؑ کے بارے میں بھی یہی آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا، لہ، پ۱۳ کہا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب معنی خیز ہدایات کا مقصد فاطرِ زمین و آسمان کے نزدیک ایک ہی تھا کہ زمین پر عِلم

ناکافی ہے تمام نسلِ انسانی کے جسموں کے اعضاء میں وہ تبدیلی آہستہ آہستہ ہوتی جانی چاہیئے جو اُس کے فاضل حصّے کو جو زمین پر اپنی زندگی برقرار نہیں رکھ سکتا زمین سے باہر کسی دُوسرے ستارے تک (بذریعہ مشین یا کسی اور طرح) اُڑ کر پہنچنے کی اہلیت پیدا کر دے، ابھی ابھی کہ صحیفۂ فطرت کے عالموں نے قرنوں کی جدّوجہد کے بعد زمین سے صرف پانچ میل اُوپر کوہ ایورسٹ کی چوٹی پر چڑھ کر اُس کو سر کیا ہے، اُن کو محسُوس ہُوا ہے کہ اِس چھوٹی سی بُلندی پر جا کر ہی انسان کے بعض سفلی محسُوسات ختم ہو جاتے ہیں مثلاً اُن لوگوں کو محسوس ہُوا ہے کہ عورت سے ہم بستری کی خواہش اُوپر جا کر کالعدم ہو جاتی ہے، سگریٹ پینے کی خواہش ماند پڑ جاتی ہے، اِنسانی اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں اُس آب ہوا کو برداشت نہیں کر سکتے اور اُن پر کُہر کی وجہ سے شدید زخم ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ پس جب انسان بہ حیثیت مجمُوعی اپنی خوُراک یا ضرُوریاتِ زندگی کی تلاش میں زمین سے اُوپر جایا کرے گا تو نہ معلوم کیا اِنقلابات اُس کے اعضاء میں اُس وقت تک ہو جائیں گے تاکہ وُہ اِس کا اہل بن سکے۔ یہ نکتہ صِرف اُن ماہرینِ فطرت پر واضح ہو سکتا ہے جنہوں نے طبقاتِ زمین میں ہزاروں اجناسِ حیوانی میں حیرت انگیز اعضائی انقلاب ایک طبقے سے دُوسرے طبقے تک چڑھتے ہوئے بہ چشم خوُد دیکھے ہیں۔

۷۔ عِلم کی حکُومت سے انسانی ارتقاء

۴۸۔ الغرض نوعی یا جنسی ارتقاء کسی مخلوق میں بغیر کسی اشد شدید ضرُورت کے پیدا نہیں ہو سکتا اور جب تک پُوری نوع یا کم از کم اس کی کوئی اعلیٰ ترین جنس اِس ارتقاء کی ضرُورت کو شدید طور پر محسُوس نہ کرے، اعضائی انقلاب کا واقع ہونا محال ہے۔ سطحِ زمین پر انسانی ارتقاء کی منزل اُسی وقت نمُودار ہو سکتی ہے کہ ساکنانِ زمین سب سے پہلے آپس کے مذہبی، نسلی، مقامی اور جغرافیائی جھگڑوں سے جو ہزاروں سالوں سے زمین پر خوُن کی ندیاں بہا رہے ہیں، دستبردار ہو جائیں، نسلِ انسانی پہلے زمانے کے انبیاء کی وجہ سے پیدا شُدہ تفریق سے عقیدتاً اور عملاً آزاد ہو جائے، رُوئے زمین پر صِرف ایک اُمّت ہو، نوعِ انسانی کا واحد منتہاء صحیفۂ فطرت کی تلاش ہو جو اِس کائنات میں واحد حقیقت ہے، نہیں بلکہ منتہاء یہ ہو کہ انسان آپس کی باہمی جنگوں اور فساد فی الارض سے ہٹ کر وُہ عظیم الشّان اور ہولناک ہتھیار صحیفۂ فطرت سے جنگ کرنے اور اُس کو مسخر کرنے کیلئے تیار کرے جو فطرت کے راز کو یکسر کھول کر انسان کو

کی حکُومت قائم کی جائے چُنانچہ ایک اور جگہ امارتِ اقوام کے مضمُون کو طالُوت اور جالُوت کے سلسلے سے پیوست کر کے انتہائی طور پر واضح کر دیا کہ خُدا کے نزدیک قوموں کا صحیح امیر وُہی ہے جس کو کثرت کے ساتھ عِلم اور جسم عطا کیا گیا ہو، (زَادَهُ اللّٰهُ) بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲۴۷، ۲) بلکہ کافی طور پر واضح کر دیا کہ صحیح امیر وُہی ہے جو غریب طبقے سے ہو (وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۲۴۷، ۲) الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو موجُودہ خطرناک حالات میں جو رُوئے زمین پر ظاہر ہو رہے ہیں دینِ فطرت کا

خُدا کا ہمسر کر دیں اور کائنات کا یہ ہنگامۂ عظمیٰ بالآخر اِس مرحلہ پر آ کر ختم ہو کہ کائنات کی آفرینش کا مقصد پُورا ہو گیا اور اِنسان کے خُدا تک پہنچنے کی منزل طے ہو گئی۔

یہ عظیم الشان عمل ظاہر ہے کہ عِلم کی حکومت اور عِلم کی حکومت کے بعد اقوامِ عالم کی انتہائی نبوت کے بغیر پُورا نہیں ہو سکتا۔ اِنسانی اقوام میں نبوت کے وُہ انداز بھر دینا جن سے انسان کا تن خُدا کی تلاش میں اِسی طرح گداز ہو جائے جس طرح پر کہ عرب کے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تن آسمانوں کی طرف چڑھنے کیلئے معراج کی شب کو ہُوا تھا، یا اُن پر وُہ کیف لے آنا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر زمین و آسمان کی ملکوت دِکھلا دینے کے بعد طاری ہُوا تھا۔ (کَذٰلِکَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؛ ۲/۱۴) موجُودہ درِندگی کے عالم میں جو انسان نے اختیار کی ہے محال ہے اِس درِندگی میں سوائے اِس کے کہ انسان نفس کی ادنیٰ شہوتوں کی طرف متوجہ ہو کر عالمگیر خُونریزیاں کرے اور آفرینش کے مقصد سے قطعی طور پر غافِل ہو جائے، اور کچھ اُمّید رکھنا عبث ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اِنسان کی روزِ اوّل سے درِندگی اِس زمین پر کشمکشِ حیات کی وجہ سے ہے اور ہر قوم دُوسری قوم کی زمین کو اِس لئے چھیننا چاہتی ہے کہ اُس کیلئے اُس کے اپنے مُلک میں جگہ نہیں رہی لیکن یہ سب منظر غیر فِطری اِس لئے ہے کہ سفلی حیوانی امتوں میں اعضاء اور شکل و صُورت کی مماثلت ہوتے ہُوئے کسی بدترین جِنس حیوانی نے بھی اپنی جِنس کے افراد کے ساتھ مقاتلہ نہیں کیا۔

ہر جِنس اپنی جِنس کے افراد کے ساتھ عام طور پر نہ صِرف کامِل مصالحت سے رہی ہے بلکہ تلاشِ رِزق کے معاملے میں ایک جِنس کے گروہ نے اپنی جِنس کے دُوسرے گروہ کے ساتھ مسامحت روا رکھی ہے اور نوبت اِس تلک نہیں پہنچی کہ وُہ ایک دُوسرے کو کاٹ کھائیں یہ وطیرہ بڑے سے بڑے درِندہ حیوانوں نے بھی تنگ گُذرانی کی کِسی منزل پر اختیار نہیں کیا بلکہ تنگیٔ معیشت کا فِطرت میں عام طور پر یہ نتیجہ ہُوا ہے کہ وُہ تمام کی تمام جِنس عام بھُوک کے باعث آہستہ آہستہ چھوٹے جِسم کی مخلوق بن کر بالآخر اِس رُوئے زمین پر (افریقہ کے کثیر الجسم ہاتھی کی طرح) کمیاب ہو گئی ہے، یا اَلۡجَدِیۡدَۃُ الۡوُسۡطیٰ[مر] کے خوفناک طور پر بڑے بڑے حرزونوں کی طرح قطعی طور پر ناپَید ہو گئی۔ اِس میں شک نہیں کہ انسانی مقاتلوں کے سِلسلے میں جو زمین پر ہوتے رہے ہیں ایک قوم نے دُوسری قوم کو اکثر اوقات اِس قدر کچل دیا ہے کہ وُہ ساری کی ساری یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ

صحیح علاج یہ ہے کہ دُنیا کی تمام قوموں اور علی الخصُوص اُن کمزور قوموں میں جو زور آور قوموں کے آئے دِن کے مظالم سے سخت خوف و ہراس میں ہیں عالِم کی حکومت قائم کی جائے اور عالِم کو غریب طبقے سے منسُوب کر کے غریب اور امیر کے حلقے ہر مُلک میں الگ کر دئیے جائیں۔ اِس میں شک نہیں کہ پچھلے چار سو برس سے جو قیامت رُوئے زمین پر کمزور اقوام کو کچلنے کی برپا ہو رہی ہے اور جس کی وجہ سے ایشیا کا برِ اعظم کئی پُشتوں سے یورپ کا محکوم بن کر اپنی زِندگی کے آخری ایام کاٹ رہا ہے، اِس کی تہہ میں تمام تر یورپ اور امریکہ کی بے پناہ سرمایہ داری ہے جو آئے دِن کی "سرد" اور "گرم" عالمگیر جنگوں کی بِنا بن رہی ہے۔ یہ سرمایہ داری وُہ بے پناہ طاقت ہے

مر اَلۡجَدِیۡدَۃُ الۡوُسۡطیٰ" زمین کی پچھلی کروڑوں برس کی تاریخ کے سات زمانوں میں سے درمیانی زمانہ تھا۔ تذکرہ صفحہ ۳۰ تا ۳۶

اَلْاَنْعَامَ ؛ ۳۲؎ یعنی مویشیوں کی زندگی بسر کرنے، یا کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ ؛ ۳۳؎ یعنی صرف اِنسان نُما بندر ہونے تک رہ گئے ہیں لیکن یہ اِنقلاب مظلوم قوموں میں اعضائی اِنقلاب یا خلقِ جدید کی حد تک نہیں پہنچا اور تاریخِ اِنسان کی یہ داستانیں یا قُرآنِ حکیم میں یہ حکایتیں صِرف تمثیلی ہیں۔ اِس لحاظ سے اگر غور سے دیکھا جائے تو اِنسانی جِنس تمام رُوئے زمین پر رنگ، نسل، مذہب، مقام وغیرہ کے تمام اختلافات کے باوجود ایک ہے اور فطرت کا منشاء اِس تمام جِنس کے بارے میں صِرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ وُہ ایک اُمّت بن کر رہے، زمین پر جو تمام جِنس کی مُشترک وراثت ہے، کامِل مصالحت سے رہے، اِس زمین کی تمام اشیاء کو جو اِس کے استِعمال کے لئے ہیں مُشترک طور پر اور باہمی مصالحت سے استِعمال کرے، اغنیاء اور فقراء میں جہاں تک مُمکن ہے دولت کی مساوات پیدا کر دی جائے۔ اِنسانی افراد کی خواہ وُہ امیر ہوں یا غریب ذہنی مساوات ہر دم قائم رہے، اور جب آپس کی مصالحت اور رواداری سے اِنسانی آبادی رُوئے زمین پر اِس کثرت سے ہو جائے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہو اور زمین کی ہر غذائی یا غیر غذائی شئے اِنسان کے مصرف میں پُورے طور پر آ چکی ہو، اِنسان یا تو کمیِ غذا کے باعث اِس قدر مجبور و مقہور ہو جائے کہ اپنی نااہلی کے باعث آہستہ آہستہ

پست قد یا قصیر الجسم ہوتا جائے، حتیٰ کہ نابُود ہو جائے، یا اپنے سمع و بصر کے زور سے اِتنا طاقتور ہوتا جائے کہ اِس چھوٹی سی زمین سے باہر نِکل کر آسمانوں کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے اور اِسی قبضہ کرنے کی کوششوں میں ہی اپنی حرکتوں، اپنی بُود و باش، اپنے طریقہ ہائے رہائش، اپنے اعضائے جسمانی میں اِس طور پر اِنقلاب پیدا کرتا جائے کہ وُہ بہ حیثیت مجموعی اپنے سے زیادہ اعلیٰ ترین جِنس کی طرف ارتقاء کرے۔ قرآنِ عظیم میں ہے :-

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ؀ ۱؎ یعنی جب تُم اِنسانوں کا ارتقاء نہایت ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے شرُوع کر کے احسن الخلق اِنسان تک کیا ہے تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تُم اللہ سے اور زیادہ عزّت کی اُمید نہیں رکھتے! ایک دُوسری جگہ ہے، فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ ۲؎ یعنی اِنسان کا ایک درجہ سے دُوسرے درجے تک چڑھنا چاند کی طرح مکمّل ہو گا اور کیا ہو گیا ہے اِنسان کو کہ وُہ اِس پر ایمان نہیں لاتا اور جب قرآن کی عظیم الشان حقیقتیں سُنائی جاتی ہیں تو وُہ لڑکھڑا کر سجدے میں نہیں گرتا۔ تنگ بین نگاہوں میں جو حقائق میں یہاں پر کھول رہا ہُوں محض نظریات (یعنی تھیوریز) معلوم ہوتی ہیں ۳؎

جو کسی مُلک میں بھی غریب کی حکومت کو قائم کرنے نہیں دیتی حالانکہ غریبوں کی تعداد ہر مُلک میں اغنیاء کے بالمقابل دس گُنا زیادہ ہے۔ یہی سرمایہ داری رُوپیہ کے زور سے جمہوریت کے دعویدار ممالک میں بھی غریب کی ووٹوں کو خریدتی ہے اور یہی سرمایہ داری رُوپیہ کے زور سے قوموں کے سیاسی حاکموں کو مجبور کر دیتی ہے کہ سرمایہ داروں کے ذاتی نفعوں کی خاطر وُہ دُنیا میں عالمگیر جنگیں آئے دِن چھیڑیں اور کمزور مُلکوں کی اقتصادی حالت کو تباہ کر کے اِن کو موت کے گھاٹ اُتاریں۔ سرمایہ کی پرستش اِنسان کی پیدائش کے پہلے دِن سے ہی اِنسانی بربادی اور ہلاکت کا سبب

۸۔ طریقِ پیدائشِ انسان میں انقلاب وارتقاء

۴۹۔ اعضائی انقلاب کے سلسلے میں قرآن حکیم نے انسان کی پیدائش کے بارے میں بار بار اُس کی توجہ اِس طرف دِلائی ہے کہ وُہ منی کے ناپاک پانی سے پیدا کیا گیا، کہا گیا کہ اُس کو اپنی پیدائش پر شرم نہیں آتی اور باوجود اِس کے کہ اُس کی اصل اِس قدر ذلیل ہے، وُہ خُدا کا کھُلا دُشمن ہے؛ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۱۶، ۳ع۔ "کھُلا دُشمن" ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انسان خُدا کے قانُون کو خاطر میں نہیں لاتا اور سخت ترین نافرمانیاں کرتا رہتا ہے۔ بہُت مُمکن ہے کہ یہ آیتیں باریک مگر مضبُوط اِشارہ اِس طرف ہوں کہ جب اِنسان خُدا سے "کھُلی دوستی" کی طرف آجائے گا اور نہ صِرف یہ کہ اُس کے قانُون کا ہمہ تن پابند ہو گا بلکہ خُدا کو تلاش کرنے کی جدّوجہد میں اُس سے دوستانہ مُلاقات کا آرزُومند ہوتا جائے گا تو اُس کی یہ ذلیل طور پر پیدائش بھی ختم کر دی جائے گی۔

اِنسان کی مرد اور عورت کے جسم کے پلید ترین حصّوں سے پیدائش اگرچہ سفلی حیوانات کی طرف سے کروڑوں برس پُرانا وِرثہ ہے مگر اُس اِنسان کے لئے جو صحیفۂ کائنات کی بُلند ترین حقیقتوں کو اپنی جدّوجہد سے تلاش کرنے کے بعد فاطرِ زمین وآسمان کے عرش تک پُہنچنے کا خواہاں ہے فی الحقیقت باعثِ شرم ہے، اِنسان کے لئے فی الحقیقت یہ امر باعثِ ننگ ہے کہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کا مِصداق ہو کر حیوانات کی طرح پیدا ہو، اُس راستے سے پیدا ہو جس راستے سے جسم کا تمام ردّ کردہ فضلہ نِکلتا ہو، اُس کی پیدائش اور نموِ جسم کے اُس حصّے میں ہو جہاں جسم کی تمام آلائش جمع ہوتی ہے، اُس حصّے میں اُس کا مسکن ہو، جس حصّے کو انسان اُس کی گندگی کی وجہ سے چھُپائے پھرتا ہے، جس حصّے کو ننگا کرنے سے اُس کا وقار جاتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ قرآن حکیم کا بار بار اِس نکتے کی طرف رجُوع کرنا اور ساتھ ہی اپنے متعلق اپنی بے مِثال کبریائی کو ظاہر کرنے کیلئے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۱۱۲، ۱ع کہنا یعنی یہ کہنا کہ خُدا وُہ بے مثال و بے ہمتا اور ہمیشہ رہنے والا اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ۱۱۲، ۱ع ہے کہ نہ وُہ آلۂ توالد وتناسل کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے اور نہ خُود اِس ذلیل طرح سے پیدا ہُوا ہے، میری نگاہ میں صاف اِس طرف اشارہ ہے کہ اگر اِنسان کو خُدا تک پُہنچنا ہے تو آگے چل کر اُس کو اِس طریقِ پیدائش سے مستغنی ہونا پڑے گا۔ وُہ خُدا سے دُوبدُو مُلاقات کا تبھی اہل ہو سکتا ہے کہ خُدا کی طرح سَمِيْع وبَصِيْر

سے بڑا باعث رہی ہے اور یہ امر مسلّم ہے کہ روزِ اوّل سے ہی سرمایہ دار نے غریب کو کچلنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اب جبکہ پچھلی تین صدیوں سے افراد اور اُن کے گروہوں سے قطعِ نظر سرمایہ دار قومیں غریب قوموں کے بالمقابل خم ٹھونک کر میدان میں آئی ہیں، اور افراد کی جگہ اقوام کی ہلاکت کی قیامتِ کبریٰ رُوئے زمین پر نمُودار ہو رہی ہے، دینِ فطرت کا بتایا ہُوا آخری علاج یہ ہے کہ عالِم کی حکُومت ہر مُلک میں قائم اِس لئے کر دی جائے کہ عالِم ہمیشہ غریب طبقے میں سے رہا ہے۔ غریب طبقہ ہمیشہ سے امیر طبقہ کے

ہوتے ہوئے اِسی کی طرح لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ؕ ۝ کا مِصداق بھی ہو۔ اِنسان کے طریقِ پیدائش کی طرف قرآنِ حکیم کے یہ بار بار اشارے لازم ہے کہ کسی عظیم الشّان حکمت کے حامل ہوں۔ اِن کو بے معنی سمجھنا یا شاعری کہہ کر ٹال دینا میرے نزدیک قرآنِ عظیم کی رُوح کو نہ سمجھنا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اِن سے بدرجہا واضح تر الفاظ میں سُورۂ طارق میں خُدا نے آسمان اور اُسکے عظیم الشّان مناظر کو گواہ بنا کر یا بعض کی نظروں میں اُن کی قسم کھا کر اِنسان کی پیدائش کے متعلق حسبِ ذیل لرزہ خیز انکشاف کیا ہے جو اِنتہائی طور پر قابلِ غور ہے:۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ ۸۶

پس اِنسان کو چاہیئے کہ اس پر غور کرے کہ وُہ کِس شئے سے پَیدا ہُوا، وُہ اُچھلنے والے پانی سے پَیدا ہُوا جو پیٹھ اور پسلیوں میں سے نکلتا ہے، بیشک اور بالضرور اِنسان اِس پانی کو واپس کر دینے پر قادر ہے۔

آگے چل کر اِسی عظیم الشّان حقیقت کے متعلق اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ ۝ ۸۶ کے الفاظ ہیں، یعنی جو کہا گیا وُہ ایک فیصلہ کُن قول ہے اور منسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ اِس لئے مجھے مفسّرینِ قرآن کی تمام تشریحوں کے باوجُود جو اُنہوں نے سُورۂ طارق کی کی ہیں، سنجیدہ طور پر شک پڑتا ہے کہ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ کے معنی وُہی ہیں جو مَیں نے کیئے اور مُراد یہ ہے کہ اِنسان کو سوچنا چاہئے کہ اُس کی ادنے حیوانوں کے طریق پر ایک اُچھلتے ہُوئے پانی سے (جو اِنتہائی طور پر ناپاک ہے) پَیدائش اِنتہائی طور پر باعثِ شرم ہے اور چُونکہ قطرۂ منی کے ذریعے سے پیدائش تمام سفلی مخلُوق کا خاصہ ہے، اِنسان اگر مناسب جدّوجہد کرے گا تو ضرُور ہے کہ وُہ اِس اَمر پر قادر ہو جائے کہ اِس گندے پانی سے پیدائش کو حیوانات کی طرف ہی لَوٹا دے اور خُود اِس سے آزاد ہو جائے۔ پھر کہا کہ کئی بڑی بڑی قسمیں کھا کر جو یہ بات کہی گئی کہ اِنسان اپنی پیدائش پر غور کرے، تو یہ بات کہ وُہ اِس "پانی کی واپسی" پر پُورے طور پر قادر ہے، ایک فیصلہ کُن قول ہے محض بکواس نہیں بشرطیکہ اِنسان اِس سعی و عمل کی طرف اپنے آپ کو ہمہ تن لگا دے جو اُس کو اِس ذلیل پیدائش سے آزاد کرا سکتا ہے۔

اگر ان آیات کے یہی معنی ہیں جو مَیں نے بیان کیئے تو لامحالہ قرآنِ عظیم نے اِنسان کے سامنے اُس کے آئندہ اعضائی اِنقلاب کے متعلق عجُوبات کا ایک نیا دفتر کھول دیا ہے جو مسئلۂ ارتقاء کی جان ہے اور

بالمقابل دس گنا زیادہ اکثریت میں ہے۔ غریب کی حکومت قائم کرنے سے امیر اور راس کا سرمایہ ایک ایسی اقلیت میں آجائیں گے جس کی وجہ سے سرمایہ بجائے اس کے کہ دُنیا کی سیاست پر حاکم ہو، صاحبِ علم حاکم کا محکوم بن کر رہ جائے گا اور عالم کو موقع ملے گا کہ وُہ سرمایہ دار اور سیاسی مداریوں کے ظالم پنجوں سے نکل کر دُنیا کی حکومت صحیفۂ فطرت کے قانون کے مطابق کریں۔ بنی نوعِ اِنسان کو قوموں میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے بہ حیثیت مجمُوعی دیکھیں۔ دُنیا میں اِنسان کا اِنسان سے جنگ و جدال قطعی طور پر ممنُوع

٭ سوال تو یہ ہے کہ سُورۂ طارق میں اگر کوئی عظیم الشّان حقیقت قرآن نے نہیں بتلائی تو اتنی قسمیں کھانے کی کیا ضرورت تھی بلکہ مجھے تو وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ کی قسم سے بھی یہ مُراد نظر آتی ہے کہ آسمانوں تک جانے کے بعد ہی اِنسان اپنی اِس پلید پیدائش کو جو نُطفۂ منی سے ہے [illegible]

جس کی رُوح کو سمجھ کر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اُس کا اِس بیکراں کائنات میں جو کروڑوں سال سے ہے اور جو ہزاروں سال سے حضرتِ انسان کو محوِ حیرت کر رہی ہے، مآل اور معاد کیا ہے۔ میرے نزدیک اگر انسان فی الحقیقت اِس کا مصداق ہے کہ اُس میں خُدا کی رُوح پھُونک دی گئی ہے اور وُہ خدا کی تصویر ہے تو جس جسم میں خُدائی رُوح پھُونکی گئی ہے اور جس جسم کو آگے چل کر خلیفۂ خُدا ہونے کا اہل بننا ہے، بلکہ جس جسم نے تمام کائنات کے کونے کونے پر حاوی ہو کر بالآخر فاطرِ زمین و آسمان سے دُو بدُو ملاقات کرنی ہے، اُس جسم کی یہ ہیئت کذائی، اُس کی یہ پلید ذہنی، اُس کی یہ نفسانی شہوتیں، اُس کا صُبح سے شام تک عورتوں سے عشق، اُس کا ہر ہمبستری کے وقت گندگی سے کھیل، اُس کے جسم کے اندرونی حصّوں میں ہر وقت شہوت کی آگ، اُس کی ہر دُوسری خوبصورت عورت پر نظر، الغرض یہ تمام حیوانی سلسلہ جو اُس کے تمام ربّانی کردار کے باوجُود اُس کے ساتھ نطفۂ منی کی حِدّت کی وجہ سے لگا ہے اور جو ہر دم اُس کو یاد دِلائے رکھتا ہے کہ وُہ علوِ کردار کی انتہائی بُلندیوں پر بھی حیوان ہی ہے انسان کو شرم دِلاتا ہے کہ اُس کا موجُودہ جسم اِس کا اہل نہیں کہ وُہ وہاں کے ماحول کو برداشت کر سکے۔ ابھی ابھی اُس نے تجربہ کیا ہے کہ صرف پانچ میل کی بُلندی پر واقع ایورسٹ کی چوٹی پر چڑھ کر زن و مرد کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ وُہ پانچ میل بُلند نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے بدن پر کئی غلاف ایسے نہ ڈالے جائیں جن سے وُہ ہوا کے دباؤ کا مقابلہ کر سکے۔ دِل کی حرکت کو صحیح رفتار پر رکھنے کے لئے ہی کئی طرح کے علمی اوزار بدن کے ساتھ لگانے پڑتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اِنسان کے بدن اور اعضاء کی اگر یہی صُورت پانچ میل کی بُلندی پر ہے تو کروڑوں اور اربوں میل کی بُلندی پر نہ معلوم اُس کے جسم کا کیا حشر ہوگا؟۔

۹۔ اِنسان کے اعضائی ارتقاء کے متعلق تین ۳ واقعاتِ قرآنی

۵۰۔ نسلِ اِنسانی کو اُس کی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں ہدایت دینے والے انبیاء کے متعلق یہ کہنا کہ اُن کا دعویٰ کہ وُہ خُدا کی طرف سے پیغام لے کر آئے تھے، نِرا دھوکہ تھا، اب کسی صاحبِ نظر کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں رہا۔ اب قابلِ یقین امر یہ ہے کہ انبیاء اور علی الخصُوص وہ مشہُور انبیاء جن کی اُمتیں ابھی تک رُوئے زمین پر باقی ہیں بے شک اُن انتہائی طور پر باخبر اِنسانوں میں سے تھے جنہوں نے اِنسانی معاشرے کے صحیح اصُول ہمیشہ کے لئے وضع کئے، اُنہوں نے اِس حیوان نُما اِنسان کو

کر کے زمین پر اپنی علمی ایجادوں کے بہشت کے علاوہ سیاست اور حکومت کا ایک نیا بہشت پیدا کریں جو بنی نوعِ انسان کو بالآخر صحیفۂ فطرت کے علم کے زور سے ایک اُمّت پھر بنا کر رہے اور منشائے فطرت پُورا ہو کہ اِنسان فی الحقیقت ایک اُمّت ہیں، کیونکہ وہ ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد سے ہیں۔ سرمایہ کی حکومت کو کچل دینے کے بعد علم کی حکومت کا فطری میلان اِس طرف ہوگا کہ رُوئے زمین کے تمام اِنسانوں کو صحیفۂ فطرت کی واحد حقیقت کی طرف متوجہ کرے تاکہ فطرت کے زیادہ سے

جس کی زندگی آفرینش کے ابتدائی زمانوں میں درندوں سے بد تر تھی، باہم مل کر رہنے کے صحیح طریقے سکھلائے۔ عقل و ہوش اور فہم و ادراک کے عطیاتِ ربانی کے باعث جو خود سری اور خود رائی ظلومیت اور جہولیت، تشدد اور نفسانیت انسان میں پیدا ہو گئی تھی اور جن کے باعث انسان روزِ اول سے انسان کے خلاف، فطرت کے تمام معمول کو برطرف کر کے، برسرِ پیکار رہا اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتا رہا۔ انبیاء نے اُس تمام فساد فی الارض کو صحیح طور پر روکا۔ عقل و ادراک کی امانت ٭ کو جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور صرف ظلوم و جہول انسان نے اُٹھا لیا تھا، انبیاء نے اِس حیرت انگیز باخبری سے انسان کیلئے بابرکت بنا دیا کہ ہر صاحبِ نظر کی عقل اُن کے لائے ہوئے، یا بنائے ہوئے قوانین پر دنگ ہے۔ بکثرت حیوانوں میں، ہر شخص جانتا ہے کہ تلاشِ خوراک وغیرہ کے بارے میں کوئی اخلاقی یا معاشرتی قوانین موجود نہیں۔ ہر حیوان جہاں سے اور جس طرح میسر ہوا اپنی خوراک خزانۂ فطرت سے ہر نوع وصول کر لیتا ہے اور دیانت داری اور بد دیانتی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن ہر شخص آج اندازہ لگا سکتا ہے کہ اگر "گناہ" کا ابتدائی احساس انسان کو نہ دیا جاتا تو انسانی معاشرہ آج کس محشر انگیز فتنہ میں مبتلا ہوتا۔ خدا کے ہونے کا یقین اگر انسان کو شروع سے نہ ہوتا تو انسان کس قصاب خانہ زمین پر بستا۔ چوری، قتل، زنا، خیانت، دھوکہ، جھوٹ وغیرہ وغیرہ کے خلاف جذبات کو رواج نہ دیا جاتا تو انسانی زندگی کس قدر تاریک ہو جاتی۔

اِس نکتہ نظر سے جہالت کے اُن تاریک زمانوں میں انبیاءؑ فی الحقیقت معمولی انسان ہرگز نہ تھے اور جس درس یعنی صداقت اور "صحیح خبر" سے اُنہوں نے انسانی زندگی کو بہتری اور بہبودی کی راہوں پر لگایا سچ مچ حیرت انگیز ہے لیکن انبیاء کی فضیلت یہیں پر بس نہیں ہوتی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اِس کارخانہ فطرت کو اُس سے بھی بہت بلند نظر سے دیکھ رہے تھے اور اُن کی مدت العمر کی سب سے بڑی دھن یہ تھی کہ اِس کارگاہِ جہاں کے پیدا کرنے والے تک اپنے رُوحانی سعی و عمل اور بصیرتی جدّ و جہد سے پہنچ کر اُس تمام ہنگامے کی جو آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے، کُنہ و ماہیت دریافت کریں اور نسلِ انسانی کو خُدا سے ملا دیں۔

انبیاء کا نسلِ انسانی پر حیرت انگیز اثر جو آج تک اِس شدت سے نمایاں ہے، ہر صاحبِ نظر کو اِس امر پر مجبور کر دیتا ہے کہ وُہ اُن کی صادقیت اور تبحرِ علم و عمل کو کھلے دل سے تسلیم کرے، اُن کے بتائے ہوئے علم اور خدا اُمّو انسانی معاشرتی علم کی بُنیاد یقین کرے یہ اختلاف و افتراق جو ان کے مختلف انسانی گروہوں میں نمودار ہونے کی وجہ سے زمین پر پیدا ہو گیا ہے بے شک دردناک بلکہ تاریخِ انسانی کا سب سے زیادہ ہولناک

زیادہ راز جلد از جلد کھل سکیں۔ رُوئے زمین کے اکثر انسان اپنے سمع و بصر اور ذہن کا صحیح استعمال کریں اور وُہ اُس جہنم کے عذاب سے بچ سکیں جس کی دھمکی خُدا نے جن و انس کی اِس اکثریت کو دی ہے جو اِن عطیاتِ الٰہی کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرتی۔ علم کی حکومت ہی زمین پر تمام مذاہب کے اختلافات کو دُور کر سکے گی۔ کیونکہ عالمِ فطرت کے نزدیک ہی دُنیا کے تمام پیغامبر ایک مقصد لے کر آئے تھے اور وُہ مقصد فطرت کو واضح کرنا تھا۔ عالمِ فطرت ہی انبیاء کی طرح کسی خاص مذہب مثلاً

٭ قرآنِ حکیم میں ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ ۳۳:۷۲ (۱) بحوالہ نمبر ۱۴

حادثہ ہے لیکن یہ سب کچھ انسان کی اپنی بغاوت خودرائی اور ضِد کا منصوبہ ہے' انبیاء اِس گُناہِ عظیم کے مجرم ہرگز نہ تھے۔ اُن کے ارادوں کی عظمت اِس امر کی گواہ ہے کہ وُہ اِنسان کو "صحیح راہ" پر چلانے کے بارے میں کامیاب اِنسان تھے اور اُن جیسا عظیم الشّان اِنسان اُن کے بعد مجامع انسانی میں بہت کم پیدا ہوا۔

اِس تمہید کے بعد اُس کیف وحال کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو سکتا ہے جو انبیاء کے ذہنوں میں صحیفۂ فطرت کی چیستان کے متعلق مدت العمر رہا ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں حضرت ابراہیمؑ کا آسمان وزمین کی ملکوت کو دیکھنے کا واقعہ؛ (کَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۶/۷۵) حضرت مُوسیٰؑ کا کوہ طُور پر "خدا سے ہمکلام" ہونے کا واقعہ (وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۴/۱۶۴ ؕ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۷/۱۴۳) اور رسُولِ خُداؐ کا "معراج" کا واقعہ، (اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۱۷/۱) تینوں خرقِ عادت واقعات معلوم ہوتے ہیں اور تینوں کا بیان قرآنِ علیم میں نہایت مختصر الفاظ میں ہے۔ اِن واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں واقعات مخصوص کیف وحال میں ہُوئے ہوں گے اور اُن واقعات کے دوران میں کوئی نہ کوئی اعضائی جسمانی اِنقلاب اُن انبیاء کے بدنوں میں اِس وجہ سے پیدا ہُوا ہوگا کہ آسمانوں پر جاکر دیکھنے کے دونوں واقعات موجُودہ جسموں سے نہیں ہو سکتے تھے اور خُدا سے ہمکلامی کا واقعہ اگرچہ بیہوشی کی حالت میں ہُوا تھا مگر وہاں بھی لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۲۰/۲۳ کے الفاظ موجُود ہیں میرے نزدیک یہ تینوں واقعات (اگر یہ نرا دھوکہ نہ تھے) اِس امر کی دلیل بلکہ اِس امر کی طرف اِشارہ ہیں کہ اقوام کی نبوّت کے مرحلے پر جو نسلِ انسانی کی تگ ودَو کے ضمن میں ایک نہ ایک دِن آنے والا ہے' اِنسان کا آسمانوں پر جاکر اُس کی ملکُوت کو "بچشمِ خود" ملاحظہ کرنا اٹل ہے۔ انبیاء اگر اپنے رُوحانی زورِ علم سے اِس امر پر قادر ہو گئے تھے کہ خُدا کی ملکُوت کو بچشمِ خود (لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اور كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ کے الفاظ اِس کیفیت پر دلالت کرتے ہیں) دیکھیں تو انسان کی پُوری نسل کو بھی یہ واقعہ ایک نہ ایک دِن پیش آنے والا ہے اور اِس کا بھی ایک نہ ایک دِن رسُولِ خداؐ کی طرح سَمِيْع وبَصِيْر ہو جانا (اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۱۷/۱) اٹل ہے حضرت مُوسیٰؑ کے خُدا کو دیکھنے اور اُس سے ہمکلامی کا واقعہ' قرآنِ حکیم میں انتہائی عمیق وبلیغ الفاظ میں ہے اور اُسکے کیف وحال کو پہنچنا غیر رُوحانی اِنسان کیلئے جو ابھی تک زمین سے پانچ چھ میل اُوپر بھی اپنے اِس جسم کے ساتھ نہیں ہُوا ازبس مشکل ہے لیکن وہاں بھی لَنْ تَرٰىنِيْ ۷/۱۴۳[*] کے الفاظ کے باوجُود

یہُودی یا نصرانی یا محمدی گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اُس کے نزدیک سب انبیاء برابر ہیں' اُس کا مطمحِ نظر خالصتاً یہ ہوگا کہ دُنیا میں اِنسان کی اِنسان سے لامتناہی جنگیں برقرار رکھنے کی بجائے باہمی اخوّت اور مساحت سے زمین کی آبادی بے اندازہ طور پر بڑھا دی جائے تاکہ باشندگان زمین میں آسمانوں کی نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ علم کی حکومت ہی قرآنِ حکیم کے اِس اعلان پر صحیح معنوں میں عمل پیدا کر سکتی ہے کہ زمین پر جو شئے ہے وُہ زمین کی زینت کے لئے ہے، (اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۱۸/۷) اِس امر کا رُوئے زمین کے انسانوں کو پُورا احساس دلا سکتی ہے کہ نہ صرف زمین کی ہر شئے بلکہ آسمانوں کے لاتعداد ستارے

[*] تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ ۵۳/۱۸ (یعنی تاکہ ہم تم کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں ان آنکھوں سے دکھلا دیں) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ بھی انسانی بصیرت کا ایک عظیم الشان مرحلہ تھا جو اُس نبی کو اپنی بصیرتی جدّوجہد کے سلسلے میں مِلا۔ اِسی بصیرتی جدّوجہد کے ایک مرحلے پر حضرت مُوسیٰؑ کو کوئی "آگ" سی محسُوس ہُوئی ہو گی جس کے متعلق انہوں نے کہا کہ شاید اِسی "آگ" سے مجھے کوئی "ہدایت" کا راستہ مِل جائے (اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ ۲۰/۱۰) الغرض یہ تینوں واقعے اِنسان کی بصیرت کی تاریخ میں عظیم الشان اشارے اِس امر کی طرف ہیں کہ اِنسان کی آنکھیں عام حالات میں اگرچہ صحیفۂ فِطرت کی صرف محدُود اشیاء کو دیکھ سکتی ہیں مگر ہزار در ہزار اشیاء فطرت میں ایسی ہیں، جن کو اِنسان صِرف اپنے جسم کے خاص کیف و حال میں محسُوس کر سکتا ہے۔ اُس خاص بصیرت کی زِندہ مثال آج کل روشنی کی بے شمار شعاعیں ہیں جن کا عِلم اِنسان کو اُس کی موجُودہ آنکھ سے اِس لئے حاصِل نہیں ہُوا کہ اِن کی طُولِ موج (ویولینگتھ) اِنسان کے پردۂ چشم کو متاثر نہیں کرتی مگر وُہ اپنے انعکاسی عمل (ریڈیو ایکٹویٹی) سے جو وُہ دُوسری اشیاء پر کرتی ہیں، اپنے وجُود کا بیّن ثبُوت دیتی ہیں معلُوم ہوتا ہے کہ جہاں سماعت اور بصیرت کی انتہاء آج علمی ترقی کے اِس زمانے میں یہاں تک ہو چکی ہے کہ اِنسان ہزاروں مِیل کی آوازیں اور کروڑوں مِیل دُور سے نِکلی ہوئی شعاعیں اپنے عِلمی آلات کے ذریعے سے قید کر کے اپنے کانوں اور آنکھوں تک پہنچا سکتا ہے، وہاں سماعت اور بصیرت کے اور بالاتر مراحل بھی ہیں جن کا تعلق اِنسان کے قلب یعنی ذہن سے ہے اور جو اُسی وقت حاصِل ہوتے ہیں جب کہ اِنسان کی ذہنی کیفیت تن کو اِس قدر گداز کر دے کہ اُس میں اعضائی انقلاب ایسے طریقے سے واقع ہو کہ آنکھ اُس شے کو دیکھ سکے جو معمُولی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور کان اُس شئے کو سُن سکے جو معمُولی کان سُن نہیں سکتے۔ حضرت مُوسیٰؑ کی خُدا سے ہمکلامی کا واقعہ آنکھ اور کان کا اِسی قبیل کا واقعہ معلُوم ہوتا ہے اور اگر انبیاء کو اپنی انتہائی بصیرت سے یہ مرحلہ نصیب ہو گیا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ عالمِ فِطرت کو اور اُس کے بعد اقوام کی نبوّت کے سلسلے میں نسلِ اِنسانی کو بہ حیثیت مجموعی یہ مرحلہ بالآخر نصیب ہو کر نہ رہے۔ اِنسان میں اگر از رُوئے قرآن "خُدا کی رُوح" پھُونک دی گئی ہے تو "خُدا کی رُوح" کا پہلا تقاضا ہے کہ وُہ "خُدا سے مِلنے" کی سبیل نکالے۔ ابھی تک اِنسانی عِلم کی غیر فِطری بُنیادیں جو اُس کو زیادہ سے زیادہ گھومنے والی مشینوں تک لے گئی ہیں، اِس امر کی ضامن نظر نہیں آتیں کہ وُہ اِن مشینوں کے ذریعے اِس زمین

اور کروڑوں خدا نے انسان کے حسنِ عمل کی پاداش میں بطورِ انعام محفوظ کئے ہوئے ہیں (وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ۵۳/۳۱) انسانوں کو انسانوں سے لڑا کر زمین کو بے آباد کر دینے سے فاطرِ فطرت تعالیٰ کے یہ عظیم الشان مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ علم کی حکومت ہی انسان کے موجودہ علم کو جس کے ذریعے سے اب تک صرف گھومنے والی مشینیں بنی ہیں اور جس علم کی بنیادیں نقطہ، خطِ مستقیم اور دائرہ کی غیر فِطری شکلوں پر استوار ہوئی ہیں، ناقص ٹھہرا کر انسان کی توجہ اُس علم کی طرف لگا سکتی ہے جس کی بنیادیں فِطری اصُولوں پر ہوں۔ یہ گھومنے والی مشینیں اِنسان کو

سے کسی بڑے فاصلے تک پرواز کرسکے لیکن جب اُس نے اپنے علم کی بنیادیں فطری اکائیوں پر اُستوار کرکے اِس زمین پر زندگی کے راز کو دریافت کرلیا اور خود بے جان مشینوں کا خالق ہونے کی بجائے صحیح معنوں میں زندہ اشیاء کا خالق بن گیا، تو اُس کی فطرت میں "خدا کی رُوح" کا پہلا انکشاف عملی طور پر ہوگا اور انبیاء کی طرح اُس کی بصیرت کا یہ مرحلہ اُس کو آسمانی کُرّوں تک کسی ایسے اعضائی انقلاب کے ساتھ لے جائے گا جس میں اُس کی بنائی ہُوئی گھومنے والی مشینوں کا دخل تک نہ ہو۔ یہ مشینیں اُس وقت کسی ناقص اور غیر فطری علم کی پُرانی یادگار کے طور پر رہ جائیں، موجودہ علمِ ریاضی جس سے وُہ فطرت کی تقدیر و تخمین کے اندازے علمِ حساب کے ایک دو چار اور علمِ جبر و مقابلہ کے الف اور بے سے بنائی ہُوئی مساواتوں کے ذریعے سے کرتا ہے اور خدا کو انسان کے اپنے وضع کئے ہوئے علموں کا ماہر یقین کرتا ہے۔ سب کا سب مضحکہ خیز نظر آئے، اُس پر صحیفۂ فطرت کے متعلق ایک نئے اور "خدائی علم" کا طلوع ہو اور کاغذ پر قلم سے لکھی ہُوئی کتابوں کی بجائے وُہ "کتاب فطرت" کا مطالعہ "خدائی آنکھ" سے کرے اور نہال ہو جائے!

میرے یقین میں قرآنِ حکیم جیسی بُلند کتاب میں پُرانے زمانے کے انبیاء کی بصیرت کے متعلق یہ بُلند اشارے جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر نظر آتے ہیں، قرآنِ حکیم کو قصّوں اور افسانوں کی کتاب نہیں بناتے بلکہ اِنسان پر نبوّت یعنی کمال باخبری کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں اور صاف اشارہ اِس امر کی طرف ہیں کہ انبیاء وُہ لوگ تھے جو اپنے اپنے زمانے میں اپنی کمال بصیرت کے باعث نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کے صحیح مصداق اپنے زمانے کے معیارِ علم کے مطابق بنے، اور چُونکہ یہ فضیلت تمام نسلِ انسانی پر عائد ہے، تمام نسلِ انسانی بھی اِسی فضیلت تک پہنچ سکتی ہے بشرطیکہ وُہ تمام کی تمام نبوّت کے درجے تک پہنچ جائے۔

۱۰۔ طریقِ پیدائشِ انسان میں اعضائی انقلاب کا قرآنی واقعہ

۱۵۔ انسان کے جسم میں اعضائی انقلاب کے موضوع کے متعلق ایک اور عظیم الشّان واقعہ حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں ہے۔ اِس واقعہ کے متعلق مذہبی جذبات کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر علمی نقطۂ نظر سے جو نتائج پیدائشِ انسان کے بارے میں قرآن کے استدلال

زمین سے چند میل اُوپر بھی نہیں لے جاسکتیں چہ جائیکہ اِن کے ذریعے سے اِنسان کا قبضہ آسمانوں کے لاتعداد ستاروں اور کُرّوں پر ہو۔ علم کی حکومت ہی اِس مسئلے پر غور کرنے کے بعد دُنیا کے تمام مُلکوں کے عالمانِ فطرت حاکموں کی ایک مشترک کانفرنس منعقد کرسکتی ہے جس میں تمام صحیفۂ فطرت کو اِس نئے نقطۂ نظر سے مسخر کرنے کے لئے علم کی نئی بُنیادیں قائم کی جائیں، صرف بے جان اشیاء کی ماہیت دریافت کرکے گھُومنے والی بے جان مشینوں کو بنانے کی بجائے فطرت میں زندہ اشیاء کی ماہیت اور زندگی کا راز دریافت کیا جائے، اِنسان کو زندہ اشیاء کا خالق بنا کر خدا سے قریب تر کیا جائے، نسلِ انسانی میں خُدائی اخلاق کی وُہ خاصیتیں پیدا کی جائیں جس کے ذریعے سے وُہ روز بروز خدا کا مماثل بنتا جائے۔

سے واضح ہوتے ہیں، نسلِ انسانی کیلئے ایک اہم اشارہ ہیں۔ مَرد اور عورت کی شرمگاہوں کی حفاظت کے متعلق قرآنِ حکیم میں چار جگہ واضح طور پر تاکید ہے کہ یہ حفاظت ہر مَرد اور عورت پر فرض ہے (دیکھو ۲۳/۱، ۲۴/۲، ۳۳/۵، ۷۰/۱) ایک قانونی کتاب میں زنا نہ کرنے کے متعلق یہ تاکیدیں لازمی تھیں اور فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے میں جس نے انسان کا سِلسلہ توالد و تناسل خود قائم کیا "شرمگاہ" کا لفظ استعمال کرنا بھی کچھ معیوب نظر نہیں آتا لیکن دُنیا کے ایک بڑے عظیم الشان نبی کی عظیم المرتبت والدہ حضرت مریم بنتِ عمران علیہا السّلام کی شرمگاہ کا خاص طور پر ذِکر کر کے اُن کے متعلق دو بار خاص الخاص طور پر یہ کہنا کہ حضرت مریمؑ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور کسی مَرد کو پاس پھٹکنے نہ دیا خالی از عِلّت نہیں ہو سکتا۔ سُورۂ انبیاء میں بہت سے انبیاء کے عُمدہ اعمال کو انتہائی طور پر سَراہنے کے بعد ہے: وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ ۲۱/۹۱ یعنی اور اُس (عظیم الشان) عورت کا ذِکر کرنا مجھے بھلا معلُوم دیتا ہے، جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، پھر ہم نے اُس عورت میں اپنی رُوح پھُونک کر (اُس کو بغیر مَرد کے نُطفے کے رِحم میں داخل ہونے کے اس قابل بنا دیا کہ اُس کے پیٹ میں حضرت عیسٰیؑ کا حمل ٹھہر جائے اور جب وُہ حمل ٹھہر گیا اور حضرت عیسٰیؑ پَیدا ہو گئے) تو پھر ہم نے مریمؑ اور اُس کے بیٹے دونوں کو تمام دُنیا کے لئے (عجوبۂ روزگار) نشانی بنا دیا۔" مریمؑ اور اُن کے بیٹے کو تمام کائنات کیلئے ایک "یادگار نشانی" بنا دینا صِرف اسی عجیب و غریب واقعے سے ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے نُطفے کے حمل ٹھہر گیا تھا' اور حضرت عیسٰیؑ بغیر باپ کے پَیدا ہُوئے تھے' اور کسی وجہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہی نکتہ سُورۂ مُومنُون میں ہے: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰیَةً ۲۳/۵۰ اگرچہ یہاں شرمگاہ کی حفاظت کا ذِکر نہیں۔ تیسری جگہ سُورۂ تحریم میں ہے: وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ۝ ۶۶/۱۲ یعنی "اور (ایک قابلِ ستائش عورت جو خُدا کی فرمانبردار عورت تھی) مریمؑ بنتِ عِمران تھی جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا' پھر ہم نے اُس کی شرمگاہ میں اپنی رُوح پھُونک دی' (اور بغیر مَرد کے نُطفے کے اُسکے پیٹ میں حمل ٹھہرا دیا) اور یہ وُہ عورت تھی جس نے اپنے پروردِگار کے کہے ہُوئے کلمات پر (والہانہ) عمل کر کے اُن کو سچ کر دِکھایا تھا اور وُہ انتہائی طور پر اطاعت کرنیوالی عورتوں میں سے تھی۔" یہاں جو بات قابلِ غور ہے یہ ہے کہ سُورۂ انبیاء میں فَنَفَخْتُ فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا اور سُورۂ تحریم میں فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا کے الفاظ

تاکہ وُہ خدا سے ملاقات کرنے کا اہل بنے اور کائنات کی آفرینش کا مقصد پُورا ہو۔ بالغرض علم کی حکومت سے ہی وُہ تمام رکاوٹیں انسان کے راستے سے دُور ہو سکتی ہیں جن کے باعث وُہ اب تک صرف ایک دُوسرے کو کاٹ کھانے والا حیوان بنا ہُوا ہے' اُس کے سامنے صرف ایک دُوسرے کے مُلک پر قبضہ کر کے کمزور قوموں کو فنا کرنے اور ایک قوم کی عالمگیر حکومت قائم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں' اُس کی نگاہ و زبان کے چھوٹے چھوٹے مسائل مثلاً سفید اور سیاہ رنگ کی قوموں میں باہمی جنگ و جدال یا مذہبی تفریق کے باعث آئے دن کے مقاتلوں یا سرمایہ داری کے ظلم وغیرہ سے ہٹ کر کائنات کے بڑے بڑے مسائل کی طرف نہیں لگتی' وُہ مقامی الجھنوں میں جو شرمناک طور پر مادی اور بے نتیجہ ہیں پڑ کر فطرت کے بُلند مقاصد کو دیکھنے سے قاصر ہے اور فطرت کی چیستان کو آپس میں مِل کر حل کرنے سے کوسوں دُور ہو رہا ہے بلکہ نسلِ انسانی کو دائمی جہنم میں ڈال کر اُس کے بالآخر ناپید ہو جانے کے اسباب پیدا کر کے انسان کو ذلیل کر رہا ہے۔

ہیں۔ اوّل الذّکر میں خُدائی رُوح کو حضرت مریمؑ میں یعنی اُن کے تمام جِسم کے اندر) اور مؤخّر الذّکر میں خُدائی رُوح کو حضرت مریمؑ کی شرمگاہ میں (کیونکہ فرج کا لفظ مذکّر ہے اور اِسی لئے ہٗ کی مذکّر ضمیر استعمال کی گئی ہے) پھُونکنے کا ذِکر ہے۔

اِن سے بڑھ کر قابلِ توجّہ بات فَ کا حرف ہے جِس سے یہ نتیجہ نِکلتا ہے کہ چُونکہ مریم علیہا السّلام نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی اور کسی مَرد کو نزدیک پھٹکنے نہ دیا تھا اِس لئے اِس مُشکل کے علاج کے طور پر خُدا نے حضرت عیسٰیؑ کو اُن کے پیٹ سے بِن باپ کے نُطفے کے پَیدا کرنے کے لئے اپنی رُوح حضرت مریمؑ کے جِسم یا اُن کی شرمگاہ میں پھُونک دی۔ اِدھر چُونکہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ [۱] کے بعینہٖ یہی الفاظ انسان کی پَیدائش کے متعلّق بھی استعمال کئے گئے ہیں اور اِن کا صریح مفہُوم یہ ہے کہ اِنسان کو اِس کا اہل بنا دیا گیا ہے کہ وُہ خُدا کی خاصیتوں کا حامِل ہو کر خُدا کا مماثِل بنے اور اپنی لازوال اہلیّتوں کو اپنی جدّوجہد اور علمِ حقائق الاشیاء سے اَوجِ کمال تک پہنچائے۔ اِسی لئے نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کے ربّانی عمل سے جو انسان کی نسل اور مریم علیہا السّلام دونوں پر یکساں ہُوا، ایک ہی نتیجہ نِکل سکتا ہے، وُہ یہ کہ جس طرح اُس رُوحِ ربّی کو حضرت مریمؑ کے جِسم میں پھُونک دینے سے وُہ مَرد کی ہمبستری سے بے نیاز ہو گئی تھیں، اِسی طرح اِنسان بھی اپنے ارتقاء کے آخری مرحلوں میں جبکہ وُہ خُدا کا مماثِل بنتا جائے گا، کِسی ایسے اعضائی انقلاب کا حامِل ہو کر رہے گا جِس اعضائی انقلاب کے باعث اُس کو حاجت ہی نہ رہے گی کہ وُہ اپنی پیدائش مَرد اور عورت کی مجامعت سے کرے اور یہ مرحلہ وُہ ہوگا کہ نُطفۂ منی کے رُسوا کُن طریقِ پیدائش سے نِکل کر کِسی ایسے باعزّت طریقِ پَیدائش کی طرف آئے گا، جو مریم علیہا السّلام کو خُدا کے حضُور سے ارزانی ہُوا تھا۔

میری نِگاہ میں ایک جلیل القدر اور پاکیزہ عورت کے متعلّق ایسے رُسوا کُن الفاظ کا اِستعمال کرنا جیسا کہ قرآن کریم نے کِئے، بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام جیسے جلیل القدر نبی کی پَیدائش کو باقی تمام انبیاء کی پَیدائش سے مختلف کر کے اُن کو تمام دُنیا میں ہمیشہ کیلئے انگشت نما کرا دینا (بلکہ یہُودیوں سے طعنے دِلوانا کہ معاذ اللہ حضرت مریمؑ نے زنا کیا ہوگا) بجز اِس عِلّت کے نہیں ہو سکتا کہ جِس طرح حضرت ابراہیمؑ، حضرت مُوسٰیؑ اور رسُولِ خُداؐ کو آسمانوں تک پہنچا کر یا خُدا سے ہمکلام کروا کر انسان کو آسمانوں تک جانے کا اشارہ دینا تھا۔ اِسی طرح حضرت عیسٰیؑ کو بِن باپ کے جنوا کر انسان کو اشارہ اِس امر کا دینا تھا کہ اِنسان کے آئندہ ارتقاؤں کے مرحلوں میں جو نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ سے متعلّق ہوں گے) ایک مرحلہ ضرُور ایسا آنے والا ہے کہ وُہ نُطفۂ منی کی پلید پیدائش سے آزاد ہو کر رہے گا اور اِسی ارتقاء کے ضمن میں اُس کے اعضاء کے اندر وُہ عظیم الشّان انقلاب پَیدا ہوگا کہ اُسکے یہ تمام ہاتھ پاؤں، دِل اور جگر، آلاتِ تناسل وغیرہ

رُوئے زمین کے ہر کمزور یا زور آور مُلک میں سرمایہ داری کی حکومت کی بجائے عالمانِ فِطرت کی حکومت قائم کرنے سے زمین پر انسانی ترقی کی بالکل نئی شاہراہ کھُل جائے گی؛ اقوامِ عالم میں صرف چند افراد کے حامِلِ علم ہونے کی بجائے قوموں کی قومیں صحیفۂ فِطرت کی طرف متوجّہ ہوں گی۔ حقیقت کی طرف جانے کا مُشترک بلکہ اِنقلاب انگیز احساس پَیدا ہوگا؛ مُلکوں کے عالِم حکمران اُس وقت ایک مستقل برادری ہوں گے جن کا مقصد تمام نسلِ انسانی کی مجموعی بہبُودی ہوگا۔ وُہ ایک دُوسرے سے برسرِ پیکار ہو کر قوموں کو آپس میں لڑانے کی بجائے قوموں کی تمام اہلیّتیں

[۱] دونوں جگہ انسان کی پَیدائش کے بارے میں فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ کے الفاظ ہیں یعنی فرشتوں (یا دُوسرے لفظوں میں فِطرت کی طاقتوں) کو خُدا نے کہا کہ جب میں نے اِنسان کی پَیدائش کیلئے ایک مرحلے سے دُوسرے مرحلے تک گُزار کر) برابر کر لیا اور اُس میں اپنی رُوح پھُونک دی (یعنی وُہ میری تمام خاصیتوں کا حامِل ہوگیا) تو تم سب طاقتیں اُس کی مطیع بن جانا۔ یہ منظر صاف طور پر وُہ مرحلہ ہے جبکہ انسان اپنی جدّوجہد اور کمالِ ارتقاء سے خُدا کا مماثِل بن جائے گا۔

الغرض اُس کا تمام ڈھانچہ اسی طرح بدل کر رہے گا جس طرح کہ سفلی حیوانوں سے کروڑ سالوں میں ترقی کر کے اُس کا موجودہ ڈھانچہ قطعی طور پر بدل کر رہا ہے اور وُہ ڈھانچہ آئندہ چل کر "خُدا کے ڈھانچہ" کے لگ بھگ ہوگا، جس کا تصور بھی ابھی انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ ایک ایسے قرآن میں جو فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۔ [۳۵:۴۳] پکار کر کہتا ہے اور کہتا ہے کہ قانونِ خُدا میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جس کی تعلیم کی تمام تر بنیاد صحیفۂ فطرت ہے، انبیاء کے "آسمان پر جانے" اور حضرت عیسیٰؑ کے "بن باپ" پیدا ہونے کے یہ چاروں واقعات کھُلے طور پر بیان ہونا جو آج خرقِ عادت اور خلافِ فطرت نظر آتے ہیں کسی اور توجیہہ سے ہرگز نہیں ہوسکتے۔! فتدبر

میرے نزدیک یہی باعث ہے کہ قرآنِ حکیم نے اور جلیل القدر انبیاء کو چھوڑ کر صرف عیسےٰ علیہ السّلام اور اُن کی والدہ حضرت مریم علیہا السّلام کے متعلق اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۚ [۴:۱۷۱] کے الفاظ استعمال کئے۔ یعنی مسیح عیسےٰ جو مریمؑ کا بیٹا تھا خُدا نہیں تھا جیسا کہ تم اُس کے بِن باپ پیدا ہونے سے گمان کر رہے ہو بلکہ) وُہ صرف خُدا کا بھیجا ہُوا ایک پیغامبر تھا اور اُسی کا ایک کَلِمَة (یعنی فطرت کا ایک تجربہ تھا)، اور اِس کَلِمَة کو خُدا نے مریمؑ کی طرف ڈال دیا تھا اور وُہ (وُہی) "رُوح" تھا جو مریمؑ کے جسم میں، خُدا میں سے (خود ڈالی گئی) تھی۔ الغرض اِس تکلف اور آورد سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو رُوْحٌ مِّنْهُ کے انوکھے الفاظ سے یاد کرنا اور پھر تاکید سے کہنا کہ خدا صرف ایک ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ [۴:۱۷۱] وُہ اِس سے بلند تر ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا ہو (جیسا کہ تم خُدا کی رُوح کو مریمؑ کے جسم میں ڈالنے کی وجہ سے سمجھ رہے ہو) سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ [۴:۱۷۱] یا کہنا کہ مت کہو کہ خُدا تین ہیں (وُہ تو وُہی ایک ہی ہے) لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۚ [۴:۱۷۱] الغرض یہ تمام قرآنی اشارات جو صرف حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی پیدائش سے مخصوص ہیں اور کسی دُوسرے نبی کے بارے میں استعمال نہیں کئے گئے اِس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کا ربانی عمل انسانی ارتقاء کا ایک عظیم الشان مرحلہ ہے جو آج سے ہزاروں یا لاکھوں برس بعد ضرور منصّۂ شہُود پر آکر رہے گا اور اِسی طرح فطرت کا ایک جزو ہوگا، جس طرح کہ فطرت کی اور حقیقتیں آج کل ہیں۔ اگر ہزارہا مزید سالوں کی جدّ وجہد کے بعد نسلِ انسانی صحیفۂ فطرت کے علم کے زور سے اسی طرح سَمِيْعٌ وَبَصِيْرٌ ہوتی گئی، اگر انسان نے آگے چل کر علمِ فطرت کی بُنیادیں فطری طور پر

اِس مقصد کی طرف موڑ دیں گے کہ صحیفۂ کائنات کو مجمُوعی طور پر مسخر کرسکیں، وُہ تمام نسلِ انسانی میں علم وخبر کا ہیجان پیدا کر کے قوموں کو اجماعی طور پر نبوّت کی طرف لے جائیں گے تاکہ افراد کی جگہ اقوام کی نبوت پیدا ہو (اور تمام نسلِ انسانی کے مجموعی جہنم سے بچنے کی کوئی صُورت پیدا ہو۔ (دیکھو ۳۶ و صفحہ ۱۹) پھر اقوام کی مجموعی نبُوّت سے نسلِ انسانی میں اِسی طرح کے اعضائی انقلاب کی علامتیں پیدا ہوں جس طرح کہ انبیاء کے بدنوں میں خاص خاص موقعوں پر پیدا ہو گئی تھیں جن کے باعث وُہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح زمین و آسمان کی تمام ملکوت کو بچشمِ خود دیکھنے، حضرت موسیٰؑ کی طرح فاطرِ زمین و آسمان سے مُلاقات کر کے ہمکلام ہونے اور رسُولِ خدا ﷺ کی طرح "آسمانوں پر جا کر" خُدا سے بقدر دو کمان قریب

اُستوار کر لیں اور وُہ فی الحقیقت نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي کا پُورا مصداق بنا گیا تو اُس پر ایک مرحلہ ضرور بالضرور آنے والا ہے کہ وُہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح بِن باپ کے پیدا ہُوا کرے گا۔ اِس مرحلہ پر آکر مَرد اور عورت کی تفریق ختم ہو جائے گی (جیسا کہ ابتدائی قسم کے خُوردبینی حیوانات میں آفرینش کے ابتدائی مراحل میں تھی[*]) وُہ اُس وقت آسمانوں کے لاتعداد کرّوں تک دوڑ لگانے کے قابل ہو گا۔ یہ ہاتھ، یہ پاؤں، یہ دِل، یہ جگر، یہ گُردے، یہ ذہن، کان آنکھ سَب کے سَب کسی ایسے مناسب تر اعضا میں تبدیل ہو جائیں گے جو اُس کو موجُودہ گوشت پوست والے انسانوں سے بالکل مُختلف پیدائش (یعنی خَلْقًا آخَرَ[*]) کا "اِنسان" بنا دیں گے اور اِس زمین پر بلکہ اِس تمام کائنات میں کسی ایسی خَلْقِ جَدِید کا ظہُور ہو گا جو اپنی خاصیات میں خُدا کا مماثل ہو۔ تاکہ کسی ایک آخری مرحلہ پر فاطرِ زمین و آسمان اُس سے مساویانہ سطح پر مُلاقات کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

ا۔ مسئلۂ مُلاقاتِ رَب اور انجامِ کائنات

۵۲۔ الغرض بنی نوعِ اِنسان کی نبوّت کے اِس مرحلے پر جو بیان ہُوا اِنسان کا کسی انتہائی طور پر اعلیٰ مخلُوق میں منتقل ہو جانا اٹل ہے، یہ منزل بہت ممکن ہے کہ "نیم جسمانی" اور "نیم رُوحانی" یا صِرف "رُوح" کی منزل ہو۔ بہت مُمکن ہے کہ ارتقاء کی آخری منزلوں میں جسم کی پلیدی اِنسان سے قطعی طور پر علیحدہ ہو چکی ہو اور اِنسان میں مَرد اور عورت کی تمیز بالکل غائب ہو جائے، اِنسان صِرف رُوح کا ایک مضغہ رہ جائے جو زمین سے کروڑوں مِیل دُور اپنی نئی سَمْع و بَصَر سے اسرارِ خُدا کی تلاش میں محو ہو، اُس کو معرفتِ خُدا بڑی حد تک ہو چکی ہو، ایک بھید کے بعد دُوسرا بھید یک بیک کُھلتا جائے، روز بروز صحیفۂ فطرت کے عظیم الشان اسرار اِس طور پر اُس نئی مخلوق پر کُھلیں کہ خُدا کی پہچان میں ادنیٰ کسر باقی نہ رہے اور معاذ اللہ خُدا خُود حیران ہو جائے کہ یہ "ظالم" اِنسان کہاں تک پہنچ گیا! اور جب فاطرِ سماوات والارض تعالیٰ کی یہ حیرانی تحسین و آفرین میں بدل جائے تو اِنسان کا یہ رُوحانی ڈھانچہ خُدا کی رُوح سے کچھ اِس طرح "ملاقی" ہو کہ کائنات کے ایک گوشے سے لے کر دُوسرے گوشے تک ایک تہلکہ انگیز زلزلہ پیدا ہو جائے جس زلزلے میں یہ تمام کائنات اِس بنا پر ختم ہو کہ موجُودات کی پیدائش کا مقصد ختم ہو چکا اور اِنسان کی رُوح اپنے پیدا کرنے والے خُدا سے مِل کر ایک ہو گئی! خدائے تعالیٰ عالمیان کی حضرت مُوسیٰؑ سے کوہِ طُور پر مُلاقات کا ایک منظر قرآنِ عظیم نے حسبِ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آفرینش کے آخری مرحلوں میں یہ مُلاقات حضرتِ اِنسان کی خُدا سے ہو گئی تو اِس کائنات پر کیا انقلاب اور کیا تباہی ہو کر رہے گی، سُورۂ اعراف میں ہے

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ

ہو جانے کے اہل بن گئے تھے۔ اِنسان کے موجُودہ اعضاء اگر کسی بہتر اعضاء کی طرف ارتقاء کر کے موجُودہ اِنسان کو اِس سے بھی بہتر مخلُوق بنا سکتے ہیں تو یہ اِسی صُورت میں ہو سکتا ہے کہ نہ صِرف چند عالِم افراد (جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) بلکہ نسلِ اِنسانی کا اکثر حصّہ اُس انتہائی بصیرت اور نبوّت میں لگ جائے جس میں کہ انبیاء لگے تھے۔ تمام نسلِ اِنسانی کے سامنے صحیفۂ فطرت ایک ایسی واحد حقیقت عیاں طور پر نظر آئے جس حقیقت تک جلد از جلد پہنچنے کے لئے اُن کی آنکھیں، اُن کے کان، اُن کے ذہن دِن رات لگے ہوں، نسلِ اِنسانی پر بحیثیت مجمُوعی خُدا کی معرفت اور دریافت کے بارے میں وہی کیفیت طاری ہو جو انبیاء کرام پر طاری ہُوا کرتی تھی۔ وُہ دھوکہ اور فریب، ظُلم اور قتل، بربادی اور ویرانی کی بجائے حقیقت اور سچائی

[*] نہایت ادنیٰ درجے کے خُوردبینی حیوانات ہیں نر اور مادہ کی تمیز نہیں، ایک ہی شکل کے دو جرثومے آپس میں مِل جاتے ہیں اور جاندار بن جاتے ہیں
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ السّٰفِلِيْنَ کا اشارہ میری دانست میں اِنسان کے اِسی آخری ارتقاء کی طرف ہے۔ [*] قرآنِ حکیم میں ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا

خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ؕ ۱۴۳ ترجمہ: "تو جب پروردگارِ عالم نے اپنا جلوہ پہاڑ پر دِکھلایا تو اُس پہاڑ کے پُرزے اُڑ گئے اور موسیٰؑ لڑکھڑا کر گر پڑا" !

۱۱۲۔ انجامِ کائنات کی طرف اقدام اور انسان کا آئندہ عمل

۵۳۔ انجامِ کائنات کے متعلق میرے یہ وُہ حسابی نظریات ہیں جو قرآنِ حکیم کے گہرے مُطالعے اور کائناتِ فِطرت پر مجموعی غور و فکر کے بعد مجھے ارزانی ہُوئے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ یہ نظریات وُہ ہیں جن پر انسان کی آئندہ ترقی کی تمام بُنیاد ہے۔ اِن نظریات کو منطقی طور پر صحیح سمجھنے اور مُلاقاتِ رب کا سچا ولولہ پیدا کرنے کے بغیر نسلِ انسانی تقدم اور ترقی کی کسی بھی منزل تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی ۔!

بنی نوعِ انسان کا فرض ہے کہ قرآنِ حکیم کی اس تعلیم سے سبق لے اور ابھی کہ وقت ہے سمجھ لے کہ بہ حیثیت مجموعی اِنسان کا اِس کائنات کے بارے میں کیا فرض ہے۔

اِس وقت لازمی ہے کہ رُوئے زمین کے ہر مُلک میں وُہ مردانِ حق پیدا ہو جائیں جو جمہوریت کے موجُودہ مکر و فریب کو بدل کر اکثریت کی حکومت آبادی کے تناسب سے قائم کریں۔ غریب طبقے کی حکومت قائم کرنے کے بعد حاکِم ہونے کا معیار عِلم اور جِنہم قائم کریں، عِلم کی حکومت قائم کرنے کے بعد اتحادِ عالم کے مسئلے کی طرف رجُوع کریں، تمام نسلی، مذہبی، وجاہتی، جُغرافیائی تفریق کو خیرباد کہہ کر ساکنانِ زمین کا منتہا بنی نوعِ اِنسان میں اتحاد اور صحیفۂ فِطرت کی مکمّل تفتیش و تلاش قائم کریں، صاف لفظوں میں اعلان کر دیں کہ اِس کائنات میں صحیفۂ فِطرت کے ماسواء کوئی حقیقت نہیں اور اِس حقیقت کی تہہ تک پہنچنا انسان کا واحد فرض ہے۔ اِس تفتیش و تلاش کے منتہا کو نتیجہ خیز کرنے کیلئے موجُودہ ناقص عِلم کی نئی بُنیادیں قائم کریں، صحیفۂ فطرت کے عالموں کا ایک مستقل گروہ عِلم کے نئے بُنیادی ارکان وضع کرے، صحیفۂ فِطرت کو صحیح بُنیادوں پر تلاش کرنے کیلئے صحیفۂ فِطرت کی پیمائش اور دریافت کی نئی اکائیاں وضع کی جائیں، عِلم کا رُخ اکثر اِس طرف ہو کہ دریافت کیا جائے کہ زندگی کیا ہے، زمین سے باہر کی سرزمینوں کی تسخیر کیونکر ہو سکتی ہے، بنی نوعِ اِنسان کی صحیفۂ فطرت کی دریافت کے متعلق ذِمّہ داریاں اِنسان کو سمجھائی جائیں اور اِنسان کے قلب میں اِس امر کا سچا اور رُوحانی احساس پیدا کیا جائے کہ صحیفۂ فِطرت کی چیستان کو حل کرنے سے ہی فاطرِ زمین و آسمان سے مُلاقات ہو سکتی ہے اور یہی سب سے بڑی ذِمّہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کا تمام تر بوجھ انسان پر ہے۔

سرمایہ داری، حیوانیت، درندہ پن اور ذہنی جہالت

تک پہنچنے کی دُھن میں لگی ہو۔ اُس کے سامنے کائنات کا یہ حیرت انگیز منظر کسی مینار کی طرح روشن ہو جس مینار تک پہنچنے کے لئے ہزاروں اور لاکھوں جانیں اِسی طرح قربان ہوتی جائیں جس طرح کہ آج کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر پہنچنے کے لئے عُلمائے فِطرت کی جانیں قربان ہوتی ہیں۔ الغرض زمین کے موجُودہ خطرناک مسئلوں کا حل، جن کے نہ حل ہونے سے یقینی طور پر جہنم اور نسلِ انسانی کا بالآخر منقطع ہو کر ہلاک ہو جانا لازمی ہے، از رُوئے قرآن یہ ہے کہ ہر مُلک میں عِلم کی حکومت قائم کی جائے۔ نسلِ انسانی چُونکہ آج کل "جمہوریت" کے طلسم میں پھنسی ہے اور اسی جمہوریت کے فریب کے باعث جو سرمایہ داری نے زمین پر پھیلا دیا ہے، بے مثال دُکھ اُٹھا رہی ہے، اِس لئے ہر مُلک اور قوم میں عام

کا جو دَور اس وقت بنی نوعِ انسان پر گذر رہا ہے، وُہ سیاہ دَور ہے جس میں نسلِ انسانی ماسوا اس کے کہ وُہ اپنے آپ کو دُکھ اور بربادی کے جہنّم میں لبالب جھونک دے، کسی اور مآل تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر یہ ہُوا تو ممکن ہے کہ بنی نوعِ انسان من حیثُ النّوع تمام کی تمام بٹ جائے اور فاطرِ زمین و آسمان کی مشیّت، اِس لئے کہ کائنات کا راز انسان سے کُھل نہ سکا اور وُہ اِس عظیم الشّان اِمتحان میں ناکام ہو گیا، کسی نئی مخلُوق کو اِس زمین پر لا کر بسا دے جو انسان سے بہتر، زیادہ ہوش مند، زیادہ معاملہ فہم اور اِس کائنات کو زیادہ سمجھنے والی ہو۔ اِس قطعی کی دھمکی قرآنِ حکیم میں چودہ سو برس پہلے سے موجُود ہے۔

یَآیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝ پ۲۲

اَے اِنسانو! تم (ہر حالت میں) فاطرِ زمین و آسمان کے مُحتاج ہو اور اللہ تو بالکل بے نیاز اور سزاوارِ حمد ہے۔ وُہ اگر مناسب سمجھے گا تو تم سب کو اُچک لے جائے گا اور کسی نئی (اور ترقی یافتہ) پیدائش کو لا بسائے گا اور (یاد رکھو کہ) یہ (تبدیلی پیدا کرنا) اُس کیلئے کچھ مُشکل نہیں۔

۱۹ر اگست ۱۹۵۳ء
بوقت گیارہ بجے دِن

عنایتُ اللہ خان المشرقی

ہیجان پیدا کر دیا جائے کہ جمہُوریّت کے معنی سرمایہ داری کا عرُوج نہیں بلکہ اُس طبقے کی حکوُمت جو اکثریّت میں ہے اور چُونکہ ہر مُلک اور قوم میں غریب اکثریّت ہیں، اِس لئے جمہُوریّت کے صحیح معنی صِرف غریب کی حکوُمت ہے۔ غریب کی حکوُمت ہر مُلک میں قائم کرنے کے لئے لازمی ہے کہ غریب کا حلقہ امیر سے الگ ہو تاکہ سرمایہ دار غریب کے ووٹ کو خرید نہ سکے اور چُونکہ غریب کے حلقے میں عاملانِ فِطرت (جن کی ماہانہ آمدنی عموماً تین چار سو روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتی) شامل ہیں اِس لئے جمہُوریّت کا لازمی نتیجہ عالِم کی حکوُمت ہے۔ الغرض قرآنِ حکیم کی تعلیم موجُودہ دُکھی دُنیا کے لئے وُہ نُورِ ہدایت ہے جو زمین کے سب ناقابلِ حل مسئلوں کو قطعی طور پر حل کر کے کائنات کی پیدائش کے آخری مقصد تک اِس تیز رفتاری سے لے جا سکتی ہے کہ کوئی دُوسرا ارضی قانُون اِس تیز رفتاری سے لے جا نہیں سکتا۔ مُسلمانوں میں اگر یہ تعلیم اِس نئے نقطۂ نظر سے رائج ہو کر قرآنِ حکیم کے نئے مبلّغ دُنیا کے طُول و عرض میں پیدا کر گئی تو کچھ عجب نہیں کہ دینِ اِسلام اگلے پچاس برس میں ہی پھر دُنیا پر غالب آ جائے اور لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کا نصب العین مُسلمانوں کو ایک بار پھر حاصل ہو جائے۔ قرآن کو اگر دُنیا میں پھر زِندہ کرنا ہے تو آج اِس حد اور تقدّم کے زمانے میں دُنیا کسی اور طریقے سے قرآن کو سُننے کے لئے تیار نہیں۔ نہ دینِ اسلام کسی اور طریقے سے زِندہ ہو کر عالمگیر ہو سکتا ہے۔

فقط۔ ۲۵ر اگست ۱۹۵۳ء

عنایتُ اللہ خان المشرقی

قرآن کو سمجھنے کیلئے بُلندیٔ نِگاہ کیا ہو!

کسی کتاب کے مفہوم کو جو مُصنّف کے ذہن میں ہے سمجھنے کے لئے اُس کے مصنّف کی حیثیت کو پیشِ نظر رکھنا بھی لازمی ہے۔ قرآن اگر اُس بے مثال وجُود کا کلام ہے جس نے آسمانوں کے کروڑ در کروڑ ستاروں اور سیاروں کو پَیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمین کو بھی پَیدا کیا اور یہ کلام اِس وسیع زمین کے ایک چھوٹے سے وجُود یعنی اِنسان کو اِس ناپَیدا کنار مخلُوق میں راہ دِکھلانے کیلئے ہے تو لازمی ہے کہ اس کلام میں اِس حد تک بڑائی ہو کہ اُس کا تصوّر بھی انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ یہ بڑائی ظاہر ہے کہ سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ اِنسانی نِگاہ بھی کافی وسیع اور بُلند نہ ہو۔ اِنسان کی بلندیٔ نِگاہ یہ ہے کہ وُہ قرآن کو سمجھتے وقت تمام کائنات (بلکہ اِس کی پچھلی داستان کو جب سے وُہ پَیدا ہوئی) آنکھوں کے سامنے رکھے، قرآن کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کیلئے اپنے آپکو آسمان کے اُفقِ اعلیٰ تک بُلند کرے اور پھر وہاں کھڑا ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے کہ قرآن نے کیا کہا۔ مثلاً

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ۴۵/۱ سات الفاظ کی ایک چھوٹی سی آیت قرآن میں ہے جس میں دُو تاکیدی الفاظ اِنَّ (یعنی درحقیقت) اور لَ (یعنی ضرور) کے ہیں اور ترجمہ یہ ہے کہ "بیشک آسمانوں اور زمین میں ایمان رکھنے والوں کیلئے ضرور بہت سے اشارے ہیں"۔ پست نظر اِنسان کی نِگاہ جس نے آسمانوں اور زمین کو غور سے دیکھا ہی نہیں کہ یہ کارخانہ کیا ہے، اِن دُو تاکیدی الفاظ کے باوجُود اِس آیت کی اہمیت کو نہ سمجھے گی کہ قرآن نے اِنسان کو کیا کہا، "ایمان والوں" پر کیا فرض عاید کیا۔ "آیات" کا لفظ کہہ کر کیا مفہوم سمجھایا، اور اِن آیات کو پڑھنے کے بعد بغیر کسی تعجب کے، بغیر کسی حرکت اور ولولے کے، بغیر کسی ارادہ بنانے یا عمل کی راہ تیار کرنے کے، وُہ اِس کو ایک بے معنی سی بات سمجھ کر گذر جائے گا اور اِس آیت کا کوئی "غم" ذہن میں نہ رکھے گا۔ حالانکہ یہ سات لفظ تیرہ سو ستر برس ہوئے اُس فاطرِ زمین و آسمان نے کروڑوں اور اربوں برس کی مُدت کے بعد، نہیں، لاکھوں اور کروڑوں برس کی محنت کے بعد ہوش اور سمجھ والے اِنسان کو پَیدا کر کے پہلی دفعہ اُس کو یہ سمجھانے کے لئے کہے ہیں کہ "دیکھو اُس وقت تک تو کوئی دوسری مخلُوق اِن میرے الفاظ کو اگر میں کہہ بھی دیتا، سمجھنے کی اہل نہ تھی کیونکہ ذہن ہی نہ رکھتی تھی لیکن اب تُم اِنسانوں کو اپنے آخری پیغمبرؐ کے ذریعے سے کہتا ہُوں کہ تُم کافی سوچ اور سمجھ والے بن چکے ہو، مَیں نے اِن کروڑوں ستاروں اور سیاروں اور زمین کی ہر شئے میں جو مَیں نے بنائی ہے اُن انسانوں کے لئے جنہیں یقین ہے کہ مَیں نے کوئی شئے بے مطلب نہیں بنائی اور جو اِن کے مفید ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لاانتہا فائدے نسلِ اِنسانی کی بہتری اور بہبُودی کے لئے

رکھے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ انسان اِن سے فائدہ اٹھا کر اپنا آئندہ مقام حاصل کرے۔" گویا یہ تمام سِلسلۂ کائنات ہی تم سمجھ دار انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے!

اِس طرح کی یا بُلند نگاہ سے کہی ہُوئی اور صدہا آیتیں قرآن میں مِلیں گی، بڑی شخصیت کا کلام ہونے کی وجہ سے کئی جگہ ایک آیت کا تعلق ساتھ کی آیت سے واضح نہیں ہوتا۔ کئی جگہ ذہن پریشان ہوتا ہے کہ بات کیا مُلّانوں والی کہہ دی کئی جگہ تمام سُورت پڑھ لینے کے بعد بھی کسی نتیجے پر پہنچا نہیں جاسکتا، قرآن میں کئی جگہ ایک آیت کے ایک حصّے کا ربط اُسکے دُوسرے حصّے سے نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اِس لئے کہ اتنی بڑی شخصیت کے مصنّف کے شایانِ شان نہیں کہ وُہ اِنسانوں کو بچّوں کی طرح سمجھائے۔ اِنسان میں خود وُہ ذہن موجود ہے کہ وُہ اِس تمام کائنات کو حیثیت مجمُوعی سمجھ کر مالکِ زمین و آسمان کے کلام کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہی شکل صحیفۂ فطرت میں ہے۔ ہزاروں برس کی تحقیق و تلاش کے بعد اب اِنسان نے آگ یا تیل سے چلنے کا انجن یا بڑی ہلاکت پیدا کرنے والا ایٹم بم بنایا ہے' اور ابھی نہ جانے آگے چل کر اور کیا بنائے گا۔

پس قرآن سے صحیح نتائج اخذ کرنے کے لئے ضرُوری ہے کہ (۱) ہر آیت کے متعلق اُس کے مفہوم کو سمجھنے کا زاویۂ نگاہ بُلند ہو۔ (۲) قرآن کے الفاظ کو اُن کے اُس وقت کے مفہوم اور معنوں میں دیکھا جائے جب کہ قرآن نازل ہُوا تھا جو معنی اب رسم و رواج کے باعث مُلّائی بَن چکے ہیں نہ لئے جائیں (۳) کسی لفظ کے معنی کی شرح خود قرآن سے لی جائے اِلّا یہ کہ وُہ لفظ کسی دُوسری جگہ موجُود نہ ہو اور اِس صُورت میں مجبُوراً لُغت سے کام لیا جاسکتا ہے (۴) مختلف جگہوں پر ایک ہی مضمون کی آیتوں کو سامنے رکھ کر اور مقابلہ کر کے مفہوم تلاش کیا جائے (۵) قرآن کے ہر حصّے کو یکساں طور پر ضرُوری اور واجب العمل سمجھا جائے، خواہ وہ سردست سمجھ میں آئے یا نہ آئے (۶) اِس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ سینکڑوں یا ہزاروں برس کے واقعات کو چند لفظوں میں بیان کرنے میں یا پُوری کائنات کی کسی حقیقت کو ایک قاعدے کے تحت لانے میں کس قدر دقّت ہے اور اِن چند لفظوں سے ہی پُوری حقیقت پر حاوی ہونے کی سعی کی جائے (۷) سب سے ضرُوری یہ امر کہ یقین اِس بات کا ہو کہ قرآن کے الفاظ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خُدا کے الفاظ ہیں اِس لئے اگر اُن کا صحیح مفہوم معلوم ہو گیا تو بنی نوعِ انسان کیلئے مفید ہوگا۔ (۸) قرآن کو غرض صرف رسمی مُسلمانوں سے نہیں سب نوعِ اِنسان سے ہے (۹) اگر قرآن کہتا ہے کہ زمین کے وارث صالح لوگ ہیں تو جو قومیں زمین کی اِس وقت وارث ہیں اِسی نسبت سے جس قدر وُہ وارث ہیں صالح ہیں یا اگر قرآن کہتا ہے کہ کافر کو ہمیشہ شکست اور مومن کو ہمیشہ فتح ہے تو جس قوم کو شکست مِل رہی ہے وُہ کافر اور جس کو فتح ہو رہی ہے وُہ اُسی نسبت سے مومن ہے' گویا قرآن کا تعلق صرف مُسلمانوں کی موجُودہ ملّت سے نہیں' سب سے ہے اور سب قرآن کی مخاطب ہیں۔

اِن تصریحات کے بعد جو باتیں قرآن کے متعلق سمجھنے والی ہیں وُہ یہ ہیں:-

(۱) قرآن کوئی "مذہبی" کتاب مُسلمانوں کی نہیں جس سے انسانوں کے اِس فرقہ کے مذہبی نشان اور شعائر (مثلاً ڈاڑھی رکھنا یا تہمد پہننا یا تسبیح ہاتھ میں رکھنا وغیرہ وغیرہ) معلوم ہوتے ہیں جس کا نام "مُسلمان" ہے بلکہ وُہ تمام بنی نوعِ انسان کے لِئے

خُدا کا قانون ہے۔ قرآن انکار کرتا ہے کہ ابراہیمؑ یہودی تھے یا نصرانی بلکہ وُہ خالِص مُسلم" تھے (یعنی خدا کے حکموں کو ماننے والا) اِسی طرح قرآن میں مُسلم وُہ قوم ہے جو حکموں کو عملاً مانتی ہے عقیدتاً قرآن کو ماننے والی قوم قرآن کے نزدیک کُچھ نہیں، پیغمبر کوئی فرقہ بنانے نہ آئے تھے، نہ رسُولِ خداؐ نے کوئی گروہ "مُسلمان" بنایا۔

(۲) قرآن میں کئی جگہ لقومٍ یعلمون، لقومٍ یتقون، لقومٍ یسمعون، لقومٍ یومنون وغیرہ وغیرہ کے الفاظ ہیں اِس لئے قرآن کا خطاب اِنسان کی ہر اُس قوم کی طرف ہے جو عمل کرنے، علم حاصل کرنے، ڈرنے، سُننے، ایمان لائے وغیرہ وغیرہ، مُسلمان قوم کی کوئی تخصیص نہیں (۳) قرآن میں آدم کی کہانیاں کسی حضرت آدمؑ کی کہانیاں نہیں بلکہ نوعِ اِنسان کے متعلق اِنسان کا اِس دُنیا میں مقام ظاہر کرنے کیلئے ہیں، دُنیا میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہُوا کہ پہلے صِرف ایک مرد اور ایک عورت پیدا ہوئی اور اُس سے نسل پھیلی۔ زمین کی پچھلی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ادنیٰ حیوانوں کی نسلیں لاکھوں برسوں میں آہستہ آہستہ چڑھتے چڑھتے اِنسان کی ہم شکل بن گئیں، پہلے اِنسان بڑے وحشی تھے پھر آہستہ آہستہ مہذب ہوتے گئے، پھر اکٹھے رہنے لگے پھر جوں جوں سمجھ آتی گئی اُن میں رحم، ہمدردی، انصاف، دیانت، نیکی وغیرہ وغیرہ کی خصلتیں آتی گئیں، قرآن میں آدم کا ذِکر تمثیلی معنوں میں ہے، ممکن ہے لاکھوں برس بعد کوئی حضرت آدم علیہ السلام بھی ہُوئے ہوں لیکن اُسوقت اِنسانی نسل مکمل ہو چکی تھی (۴) شیطان اور فرشتوں کا ذِکر قرآن میں بطورِ خُدائی قوتوں کے ہے جو خُدا کے حکموں کی تعمیل اسی طرح کرتی ہیں جس طرح سُورج چاند ستارے وغیرہ یا درخت، حیوان، جمادات وغیرہ لیکن وہ صِرف قوتیں ہیں، اِنسان اُن سب سے بہت اعلیٰ تر پیدائش ہے (۵) انبیاء علیہم السلام کے قصِے نہایت مغلق و مختصر ہیں، انکو سمجھنا آسان نہیں۔

(۶) چھوٹی چھوٹی سُورتیں جو اکثر قرآن کے آخیر میں ہیں نہایت پیچیدہ معانی رکھتی ہیں انکی تہ تک پہنچنا آسان نہیں (۷) قیامت، آخرت، عاقبت وغیرہ کے الفاظ کے معانی قرآنِ حکیم میں اُن سے بالکل مختلف ہیں جو لوگوں نے رواج دیئے ہیں (۸) قرآن کی کوئی ایک سُورۃ مکمل مضمون ہے اور رکوع اِس کے وُہ وقفے ہیں جہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے، لازم ہے کہ ایک سُورۃ کے اندر کوئی مستقل سبق ہو اور اس کا استدلال مربُوط ہو (۹) اگر کسی جگہ قرآن کی ایک آیت کا بعد کی آیتوں سے ربط پُورے طور پر نہیں بیٹھتا تو مطالب کے سمجھنے میں خرابی ہے، قرآن کا نقص نہیں (۱۰) ہر لفظ یا اصطلاح کا پُورا مفہوم قرآن میں موجود ہے اور مختلف جگہوں پر اِس لفظ یا اصطلاح کے واقع ہونے والی آیتوں کا مقابلہ کرکے پُورا مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

آخری بات جو قرآن کے متعلق ذہن میں رکھنے والی ہے یہ ہے کہ کروڑوں اور اربوں سال کی کامل خاموشی کے بعد مہذب (یعنی متمدن) اور کافی طور پر ترقی یافتہ اِنسان کے ساتھ فاطرِ زمین و آسمان کی پہلی علمی بات قرآن ہے، اور یہی خُدا کی آخری بات بھی ہے، جو آج تک پچھلی تیرہ سو ستر برس کی تاریخ سے ثابت ہے، ایسی آخری بات میں لازم تھا کہ خُدا اپنی کروڑوں اور اربوں سال کی مُدت میں بنائی ہُوئی فِطرت کا بڑے شد و مد سے ذِکر کرتا، اِنسان کو کہتا کہ دیکھو یہ میرا واحد کارنامہ ہے، پہلے انبیاء کے وقت میں تو اِنسان کا ذہن اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ فِطرت کے متعلق میری پُوری بات سمجھ سکتا، اب میں پُوری بات بتا کر تُم سے رخصت ہوتا ہوں کہ اِس کارخانۂ فِطرت کا ایک ایک ذرہ اور گوشہ تلاش کر ڈالو، اِسی کے اندر سب کُچھ ہے، اِسی کے اندر تمہاری نجات ہے، مَیں نے اِسی لئے کہ کوئی مخلُوق میرے حیرت انگیز صحیفۂ فِطرت کو سمجھ کر میری بڑائی کو پہچانے، اِنسان کو پیدا کیا اور یہی آفرینش کا منشا ہے! چنانچہ اسی واسطے اِس آخری کتاب میں اِس شد و مد سے صحیفۂ فِطرت کا ذکر ہے۔

۱۹ر اگست ۱۹۵۴ء ———— المشرقی

صلائے عام بہ ساکنانِ زمین!

دُنیا کے ہوشمند انسانوں کو خطاب!

ا۔ ہوشمند انسانوں کو جو روئے زمین کے انسانی مسائل کو بُلند نظر سے دیکھنے کیلئے تیار ہیں' پہلا مسئلہ جو حیران کر دیتا ہے حسبِ ذیل ہے۔

اربوں اور کھربوں میل کی دُوریوں تک آسمانی فضا میں لاتعداد کُرّے موجود ہیں' جن کے متعلق انتہائی کاوش کے بعد بھی ابتک انسان کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اُن میں کوئی جاندار آبادی موجود ہے یا نہیں' یا اگر ہے تو وُہ اعضائی لحاظ سے انسان سے بہتر ہے یا کمتر۔ عقل باور نہیں کرتی کہ یہ سب ارب در ارب کُرّے جو زمین سے کروڑ ہا گُنا بڑے ہیں ویران پڑے ہوں' کیا فطرت اس لامتناہی حد تک فضول خرچ ہے کہ صرف اس زمین پر فطرت کو سمجھنے والی مخلوق یعنی انسان کو پیدا کیا ہو اور ذی ہوش مخلوق کسی اور جگہ نہ ہو' فطرت نے اگر اُن میں انسان سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہ کی تو تعجب ہے اور اگر پیدا کی ہے تو وُہ مخلوق کیا کر رہی ہے؟ کن اعضاء سے مرتب ہے؟ کن احوال میں زندہ ہے؟ اس مخلوق کا ہم انسانوں سے کوئی ربط ضبط اب تک کیوں پیدا نہیں ہُوا؟ اور چُونکہ پیدا نہیں ہُوا اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ وُہ مخلوق انسان سے ذہن میں برابر یا کمتر ہے اور اس بنا پر صرف انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اور اس کے ذمہ اہم ترین فرض ہے کہ اس تمام لامتناہی مخلوق کو دریافت بلکہ مسخر کرے' لیکن حال یہ ہے کہ وُہ ابھی صرف زمین ہی کی مخلوق کا کروڑواں حصہ مسخر نہیں کر سکا' نزدیک سے نزدیک ستارے کو مسخر کرنا تو درکنار رہا!

چند ارب انسانوں کا اس زمین پر وجُود صحیفۂ فطرت کی بے کراں پہنائی کے مقابلے میں بہ منزلہ صفر کے ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی ایک نُقطہ سے بھی کم آبادی کبھی نہ کبھی تمام صحیفۂ فطرت کو مسخر کر لے گی وہم میں نہیں آتا لیکن اگر اور کوئی مخلوق انسان سے بہتر کسی جگہ نہیں تو صحیفۂ فطرت کو مسخر کرنا صرف انسان کا کام ہے اور اگر ہوشمند مخلوق کے ذریعہ سے فطرت کو دریافت اور مسخر کرنا فاطرِ زمین و آسمان کا منشأ نہیں ہے تو پھر اُس نے یہ عظیم الشان کارخانہ کیوں پیدا کیا؟ یہ بھی باور نہیں آتا کہ یہ تمام حیرت انگیز اور مفید کائنات بے مطلب پیدا کی گئی ہے۔!

اِدھر انسان کی یہ حالت ہے کہ کروڑ در کروڑ انسان اپنی اپنی کشمکشِ حیات میں لگے ہیں' اُن کو صحیفۂ فطرت کو دیکھ کر کچھ تعجب نہیں ہوتا' اُن کو فرض کا احساس تو الگ یہ بھی معلوم نہیں کہ اُن کے ذِمّے کوئی فرض ہے' ہزاروں اور لاکھوں انسانوں میں سے صرف چند ہیں جو صحیفہ فطرت کی طرف انسانی مفاد کی خاطر لگے ہیں' اُن چند میں سے لاکھوں اب تک اِسی جستجو میں اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے باوجود کسی بڑی منزل تک نہیں پہنچے' چند گھومنے والی مشینیں بنا سکے ہیں جو کچھ تیز حرکت کر سکتی ہیں' لیکن صحیفہ فطرت کے کُرّوں کی حرکت کے مقابلے میں یہ حرکت کچھ شئے نہیں' یہ لوگ چند میل سے زیادہ اُوپر نہیں جا سکتے' چند ہزار میل سے زیادہ دُور کی آواز

سُن نہیں سکتے، دُوربین کے ذریعے کروڑوں میل تک کچھ نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں لیکن یہ فاصلے بھی صحیفۂ فطرت کے فاصلوں کے مقابلے میں کچھ وُقعت نہیں رکھتے، الغرض صِرف چند لوگ بصیرت رکھتے ہیں باقی تمام مخلوق اِنسانوں کی اندھی بہری اور گونگی ہے
اُدھر اِنسان کی ایک اور حالت یہ ہے کہ مذہب، نسل، رنگ، قومیّت، خواجگی، غلامی، سرمایہ داری، مزدوری، تعصب، عصبیّت، جمہوریّت، اشتراکیت وغیرہ وغیرہ کے لامتناہی جھگڑوں میں پھنسا ہے، جب سے اِس کا ظہور اِس زمین پر ہوا لاتعداد جنگیں، بے انتہا فساد اِس زمین پر برپا ہیں۔ قوم سے قوم الگ ہے اور کوئی صُورت اِنسان کے ایک اُمّت بن جانے کی نظر نہیں آتی تاکہ صحیفۂ فِطرت کو اپنی مجموعی قوّت سے ہی فتح کر سکے جو وحشت و درِندگی اِنسان میں ہے خُدا کی کسی اور مخلُوق میں ہرگز نہیں اور تمام صحیفۂ فِطرت میں صِرف اِنسان ہی ایک وجُود ہے جو ایک جِنس کا ہو کر آپس میں برسرِ پیکار ہے، فساد کا سب سے بڑا محرّک اب بھی مذہب ہی ہے جو اِنسان کو ایک وحدت میں پرونے نہیں دیتا، دُوسرے محرّک بھی ہزاروں ہیں جو اِنسانی اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اِس کی اجتماعی قُوّت کو ضائع کر رہے ہیں۔

۲۔ دُوسرا مسئلہ جو ہوشمند اِنسان کے لِئے تعجب خیز ہے حسبِ ذیل ہے:۔
کشمکشِ حیات جِس میں اِنسان مُبتلا ہے زیادہ تر اِنسان کی آپس کی جنگوں کی وجہ سے ہے، صحیفۂ فِطرت سے براہِ راست جنگ کی وجہ سے نہیں، رُوئے زمین پر اَب بھی اِنسانی خُوراک اور ضرُوریات کے وسائل اِس قدر کثرت سے ہیں کہ اگر سب اِنسان مِل جُل کر زمین کے خزانوں کو مسخّر کریں اور ایک قوم دُوسری قوم کو کمزور اور مغلُوب کر کے اُس کو ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرے تو موجُودہ آبادی سے دس پچاس یا ہزار گُنا آبادی بھی ایک معتدل معیارِ زِندگی قائم رکھ سکتی ہے، اگر ایک قوم (مثلاً امریکہ یا رُوس کی قوم جن کی آبادی بہ مُشکل ۲۵ کروڑ ہے) دُنیا میں باقی سب قوموں پر غالِب آگئی تو بالآخر زور آور قوم کے دستِ تظلّم کی وجہ سے زمین کی آبادی اور کم ہو جائے گی اور غالِب قوم کی کشمکشِ حیات بھی اِسی تناسب سے کم۔ اَیسی حالت میں غالِب قوم کو اپنی چھوٹی سی آبادی کو زِندہ رکھنے کے لِئے زیادہ آسانیاں ہو جائیں گی اور وُہ غالِب قوم بالآخر کاہِل ہو کر ہلاکت کے نزدیک خُود بخُود آپہنچے گی۔
تقاضائے فِطرت یہ ہے کہ کسی جِنس کی کشمکشِ حیات کثرتِ آبادی کی وجہ سے مجمُوعی طور پر اِس حد تک پہنچ جائے کہ وُہ جِنس وسائلِ حیات کو زیادہ عُمدہ طور پر حاصِل کرنے کے لِئے نئی زمینوں کی تلاش کرے اور ساتھ ہی ساتھ اُس میں اعضائی ارتقاء بھی پَیدا ہوتا جائے جو حیات کے وسائل زیادہ عُمدہ طریقہ پر فراہم کرے، ایک چھوٹی سی اِنسانی قوم کے باقی سب اِنسانی قوموں پر غالِب آنے سے یہ تقاضا پَیدا نہیں ہو سکتا۔ نہ اِس زمین سے باہر کسی دُوسری زمین کی تلاش کرنے کا ولولہ پَیدا ہو سکتا ہے
دُوسری دِقّت یہ ہے کہ ایک قوم کے دُوسری قوموں پر غالب آجانے سے صحیفۂ فِطرت کے وسائل کی تلاش بھی کم ہو جائیگی اور جِس سُرعت سے زمین کے تمام وسائل کو مسخّر کرنیکے بعد نئی زمینوں کو مسخّر کرنے کی خواہش پَیدا ہو سکتی ہے وُہ سُرعت بھی نہ رہے گی۔
القصّہ یہ کہ اِنسان کی آپس میں ایک دُوسرے کو مغلُوب کرنے کی کوشش غیر فِطری ہے اور اِس کا نتیجہ اِنسان کی نسلی ہلاکت ہے

دُوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اِنسان صحیفۂ فطرت کو مسخّر کرنے سے رہ جائے گا۔

۳۔ اِن حالات میں اِنسان کے سامنے فِطری طور پر حسبِ ذیل مسائل پیش ہو جاتے ہیں:۔

اِنسان اِس رُوئے زمین پر اپنی آبادی کو زیادہ سے زیادہ کثرت سے کرے تاکہ کشمکشِ حیات زیادہ سے زیادہ پَیدا ہو، اِنسان آپس کے تمام تعصّبات جو مذہب، رنگ، نسل وغیرہ کی وجہ سے پَیدا ہوئے ہوں چھوڑتا جائے، مقصد آپس میں جنگ نہ ہو، بلکہ صحیفۂ فِطرت کے وسائل سے جنگ ہو۔ موانست بلکہ اخوت قائم کرے جیسا کہ اَدنیٰ اجناس حیوانی میں ایک جنس کے اندر رہتے صِرف چند لوگ ہی نہیں بلکہ نسلِ اِنسانی کا اکثر حِصّہ (سَو فیصدی تک) فِطرت کے استعمال، دریافت اور تسخیر میں لگ جائے تاکہ نہ صِرف یہ کہ زمین کے تمام وسائل ختم ہونے کو آجائیں بلکہ پیہم عمل سے ایجادات میں انتہائی ترقّی ہو تاکہ زمین سے باہر کی دُوسری زمینوں پر قبضہ کرنے کے سامان پَیدا ہوں، اِنسانی دِماغ میں بحیثیت مجموعی ارتقاء پَیدا ہوتا جائے اور اِنسان کے اعضاء بھی اُسی طرح ارتقاء کریں جس طرح کہ اَدنیٰ حیوانوں نے اَب تک ارتقاء کیا۔

۴۔ (ا) اِنسان کے آپس کے جھگڑوں کو مِٹانے کا مسئلہ اِس قدر حیرتناک طور پر مُشکل ہے کہ اِس کا حل نامُمکن نظر آتا ہے۔ "مذہب" کے مخمصے کے متعلّق اگرچہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ ایک خُدا کی طرف سے بھیجے ہُوئے کئی ہزار نبی بھی بدیہی طور پر الگ الگ پیغام نہیں لا سکتے اور یا سب (نعوذُ باللہ) جھُوٹے ہیں یا اگر وُہ سچّے ہیں تو اُن کے پیغام کو اِنسان نے ضِد اور ہٹ دھرمی کے باعث غلط لیا ہے لیکن اِنسان کو ابھی تک یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ دلیل قطعی طور پر دُرست ہے خُدا کا منشا ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ اُس کے بنائے ہُوئے بندے آپس میں ایک دُوسرے کے خلاف صف آرا ہوں اور یہ زمین فساد کا گھر بن جائے اگر اِنسان کسی کشمکش میں مُبتلا ہو سکتا ہے تو مجمُوعی طور پر صِرف فِطرت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس نسلی، جُغرافیائی، قومیت، سرمایہ داری اور مزدُوری، آقائی اور غُلامی کے جھگڑوں کے متعلّق بنی نوعِ اِنسان کو سمجھانا کہ یہ سب غیر فِطری ہیں اور اِنسان کی اعلیٰ ترقّی یافتہ جِنس کے لئے انتہائی طور پر ناموزُوں، کِسی ایک کانفرنس یا بڑے فلسفی کے وعظ کا کام نہیں، اِنتہائی ذہنی ترقّی کے باوجُود اِنسان میں بہ حیثیت مجمُوعی وُہ تدبّر ہی نہیں کہ اِن مسئلوں کو سمجھ کر کوئی حل دریافت کر سکے یا کِسی ایک بات پر متّفق ہو سکے۔ اِدھر اگر غور سے دیکھا جائے تو معلُوم ہو گا کہ بین الاقوامی جھگڑے تو الگ رہے، اِنسانی قومیں اپنی داخلی تنظیم میں بھی شہنشاہیت، جمہُوریت، اِشتراکیت یا اِس قِسم کے اور ڈھونگ رچا کر دراصل اِنسان کو اِنسان کی غُلامی میں رکھنے کی تجویزیں کرتی رہی ہیں، ایک قوم کے اندر ہی بشر کو بشر کا پابند کرنے اور قوم کے خلاف مجمُوعی سازش کرنے کے کئی سامان روز بروز بنتے جاتے ہیں اور وُہ افراد کی آزادی جو اَدنیٰ حیوانوں میں نمایاں ہے، اِنسانی مجتمعات میں ہرگز نہیں۔ مغربی طرز کی جمہُوریّت میں بھی جو اِنسانی آزادی کا ایک مکمّل مظہر سمجھا جاتا ہے، بالآخر چرچا سرمایہ دار کی ہے اور غریب طبقہ کی جو ہر مُلک میں اکثریت میں ہے انصافاً کہیں حکُومت قائم نہیں ہُوئی، نہ سرمایہ دار اِس امر کی اجازت دیتا ہے کہ مُلک کے سپاہی طبقہ کی جو مُلک کی حفاظت کے لئے جانیں دیتا ہے، حکُومت قائم ہو، اِن حالات میں تمام صحیفۂ کائنات اور اُس کے بُلند مقصد کو سامنے رکھ کر سٹپٹا جاتا ہے کہ کیونکر مذہب،

نسل، رنگ، جغرافیہ، قومیت، سرمایہ داری، آفاقی وغیرہ کے تعصبات سے نوعِ انسانی کو آزاد کرکے ذہنی اور اعضائی ارتقاء کے اُس بام تک پہنچا دے جس تک سب ادنیٰ حیوانات روزِ آفرینش سے اَب تک اپنی نوعی اتحاد کے باعث پہنچتے رہے ہیں، انسان میں اگر یہ نوعی اتحاد نہ ہوا تو غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نسل ایک دُوسرے سے لڑ لڑ کر ہی نیست و نابود ہو جائے گی اور آفرینش کا یہ سلسلہ جو انسان تک کروڑوں برس کے اعضائی ارتقاء سے پہنچا تھا یہیں پر ختم ہو جائے گا۔ اِس تخیل کی پستی یہاں تک پہنچی ہے کہ دُنیا کے بعض مشہور سائنسدان بھی اِس امر کا اظہار کر رہے ہیں کہ انسانی اعضاء اور انسانی ذہن اَب اِس سے زیادہ مکمل تر نہیں ہو سکتے گویا وہ ارتقاء جو کروڑوں برس سے ہو رہا تھا اَب آخری طور پر رُک چکا ہے اور انسان کی قسمت یہ ہے کہ اپنی داخلی کشمکشِ حیات میں ہی ایک دُوسرے کو فنا کر دے اور اِس کی نسل منقطع ہو جائے!

(ب) ہوشمند انسان کے لئے سائنسدانوں کی یہ کم نگاہی نہ صرف حد درجے تک افسوسناک ہے بلکہ صریحاً غلط ہے کیونکہ کائنات کا یہ ناپیدا کنار سلسلہ اِس امر کو گوارا نہیں کر سکتا کہ انسان جیسی ہوشمند خلقت کو کروڑوں اور اربوں برسوں کے ارتقاء کے بعد پیدا کرکے پھر اس پر ارتقاء کو ختم کر دے اور کائنات کے پیدا کرنے کی غرض و غایت ہی فنا ہو جائے!

(ج) احوالِ فطرت کے مطالعہ سے جو طبقاتِ زمین کی پیدائش پر غور کرنے سے اخذ ہوتا ہے جو نتیجہ نکلتا ہے صاف طور پر یہ ہے کہ اگر ادنیٰ حیوانوں کے ارتقاء سے انسان پیدا ہوا ہے تو انسان سے اور ہزار ہا قسم کی برتر مخلوق کا پیدا ہونا اٹل ہے۔ انسان کی سمجھ اگر اِس وقت اِس قدر ناقص ہے کہ وہ آپس ہی میں لڑ رہا ہے تو اِس سمجھ میں کافی تلخ اور ہولناک تجربوں کے بعد ترقی ضرور ہو گی حتیٰ کہ کسی باخبر انسان کی آواز یا اِسی طرح کا کوئی اور بڑا واقعہ تمام دُنیا کے انسانوں کو اس امر پر متفق کر کے رہے گا کہ انسان کا مقصد آپس میں لڑائی نہیں بلکہ سفلی تعصبات کو خیرباد کہہ کر صحیفۂ فطرت سے جنگ کر کے بہتر نوع کی طرف ارتقاء ہے۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد پچھلے تیس چالیس [۳۰، ۴۰] برس سے انسان میں یہ احساس کہ دُنیا کی سب حکومتیں مل جُل کر اپنے جھگڑے فیصلہ کریں یا پچھلے دس پندرہ [۱۵] برس سے یہ احساس کہ تمام دُنیا پر ایک حکومت ہو، اِس انسانی سمجھ میں ترقی کی صاف علامتیں ہیں، اگرچہ اِس سمجھ کی ترقی میں بھی زور آور قوموں کی بدنیتی کی جھلک روز بروز ظاہر ہو رہی ہے۔

۵۔* دُنیا کی حکومتوں میں جو زیادہ تر ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے میں لگی ہیں اور جن کی توجہ اکثر ان ہتھیاروں کے تیار کرنے کی طرف ہے جو انسان کو ہلاک کریں، اِس شعور کا آجانا کہ وہ صلح اور رواداری سے مِل کر زمین پر حکومت کریں یا اپنے تعصبات اور طاقت کا کبر و غرور چھوڑ کر آپس میں ایک ہو جائیں، ابھی دائرۂ عمل سے بہت دُور نظر آتا ہے اور جب تک

---

* انسانی اعضائی ارتقاء کے سلسلے میں جو بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے یہ ہے کہ اگر فی الحقیقت انسان نے کروڑوں اور اربوں میل دور تک کے صحیفۂ فطرت کو ایک نہ ایک دن مکمل طور پر مسخر کرنا ہے تو یہ تسخیر ان گوشت اور خون کے بنے ہوئے اعضاء سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی، ان اعضاء سے تو انسان زمین سے صرف چند میل اوپر جا کر ہی ختم ہو جاتا ہے اور نہ ستاروں میں وہ لوازماتِ حیاتِ انسانی موجود ہیں جو زمین پر ہیں اس لئے لامحالہ انسان کا اعضائی ارتقاء اس قدر انقلاب انگیز ہو کر رہے گا کہ موجودہ گوشت پوست کو چھوڑ کر صرف "رُوح" ہی رہ جائے اور شائد یہ آنکھیں اس کو دیکھنے کے لئے بھی نہ رہیں!

امریکہ اور رُوس کی باہمی عالمگیر جنگ دونوں سلطنتوں اور اُن کی رفقاء حکومتوں کو کئی سالوں کے کُشت و خُون اور کروڑوں انسانوں کی ہلاکت اور دُنیا کے اکثر معاشی وسائل کی دردناک بربادی کے بعد اِس قدر کمزور نہ کر دے کہ رُوس اور امریکہ دونوں آنے والی عالمگیر جنگ کے بعد صحیح معنوں میں پشیمان نہ ہو جائیں اور بالآخر اِس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ آج کل کی اِنسانی لڑائیوں میں فریقین کا ناقابلِ تلافی نُقصان لازمی ہے اور اَب درحقیقت نہ کوئی فریق فاتح ہو سکتا ہے' نہ مفتُوح، اُس وقت تک نئے شعُور کا پیدا ہو جانا محال ہے لیکن یہ واقعہ تبھی ہو سکتا ہے کہ دُنیا کی اکثر آبادی لڑ مر کر ہلاکت کے کنارے تک پہنچ چکی ہو گی اور اُس وقت تک اِس شعُور کا اِنسان کے دِماغ میں آ جانا بھی کچھ نفع مند نہ ہو گا۔

۶۔ پچھلی کئی صدیوں میں ایک دُوسرا فعل جو اِنسان نے اِنسان سے لڑنے کے متعلق نمایاں طور پر کیا ہے وُہ سرمایہ اندوزی اور بالآخر سیاست کے میدان میں اِس کی چڑھ ہے' یورپ اور امریکہ کی خانہ ساز جمہُوریت اور نیا اشتراکی فریب دونوں اِس جُرم کی مجرم ہیں' اشتراکیت تو جمہُوریت سے بڑھ کر انتہائی قسم کی سَرمایہ داری ہے جو تمام رعیّت کی ملکیت' کو ایک جگہ جمع کر دیتی ہے اور امریکہ کی سَرمایہ داری سے بھی زیادہ عالمگیر جنگوں کی جارحانہ کارروائی میں مصرُوف ہے' اشتراکیت کا جمہُور کو نیا فریب کہ اُس میں مزدُور کی چڑھ ہے ایک حیرت انگیز فریب ہے کیونکہ یہ دراصل اِنتہائی سَرمایہ داری کی طرف سے مزدُور کی چڑھ نہیں بلکہ مزدُور کی انتہائی طور پر غلامانہ تنظیم اور بالآخر اِنسان کی انفرادیت کو کُچل دینا ہے' القصّہ اِس وقت اِنسان جس ہولناک نئی غلطی میں مُبتلا ہے وُہ سَرمایہ داری کا غلبہ ہے اور یہ سَرمایہ داری کا غلبہ اِنسانوں کو آئے دِن کی عالمگیر جنگوں میں مُبتلا کر کے بڑے پیمانے پر ہلاک کرنے کا زبردست آلہ ہے۔

(ب) پُورے غور سے دیکھا جائے تو زر اگرچہ دُنیا کے باشندوں کو آسائش کے سامان پہنچانے کا زبردست ہتھیار ہے اور مزدُور طبقہ اگرچہ آسائش اور ترقی کے سامان تیار کرنے کا واحد وسیلہ ہے لیکن سَرمایہ دار اور مزدُور دونوں طبقے اِنسانی تمدّن اور تہذیب کی جڑ نہیں سَرمایہ دار صِرف اپنا جمع کیا ہوا رُوپیہ بڑے پیمانے پر صَرف کرتا ہے اور اِنسانی تمدّن کی آسائشوں کا خام سامان اِس رُوپیہ سے خریدتا ہے' مزدُور صِرف اپنے ہاتھ پاؤں کے زور سے اِس سامان کو کسی دُوسرے شخص کی ہدایت کے مطابق تیار کر دیتا ہے' دُنیا کے باشندوں کو آرام و آسائش یا ترقّی کے سامان پہنچانے میں اِس سے زیادہ دخل سَرمایہ دار اور مزدُور کو ہرگز نہیں' دُوسرے لفظوں میں یہ کہ سرمایہ دار اور مزدُور دونوں کسی تیسرے شخص کے آلۂ کار ہیں' اِن دونوں میں کسی آرام دِہ شئے کے سامان فراہم کرنے یا اس کو تیار کرنے کی طاقت ضرور ہے لیکن دونوں میں اُس شئے کو ایجاد کرنے کا دِماغ موجُود نہیں اور جب تک وُہ ایجاد موجُود نہ ہو سَرمایہ دار اور مزدُور دونوں بیکار شئے ہیں اور دُنیا ایک قدم اِس ایجاد کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

۷۔ پس اگر غور سے دیکھا جائے تو دُنیا کی ترقّی اور تمدّن کا سب سے بڑا باعث وُہ عالِمِ فِطرت ہے جو فِطرت کا مُطالعہ کر کے روزِ آفرینش سے نئی ایجادیں کر رہا ہے اور جس کے دَم سے دُنیا کو مُسلسل آرام پہنچ رہا ہے، اُس شخص کا ذہن

عوام النّاس کے مقابلے میں اِس قدر روشن اور رسا ہے کہ وُہ فِطرت کی بے جان اشیاء کو لے کر اور اُن کو آپس میں اپنی ترکیب سے رلا مِلا کر وُہ چیزیں پیدا کر رہا ہے جو انسان کی راحت اور آرام کا باعث ہیں۔ جب تک اُس کی وضع کی ہُوئی کوئی شئے منظرِ عام پر نہ آجائے، زر اور مزدُور قطعاً بے کار ہیں، اُسی کی پیدا کی ہُوئی کسی شئے کے فائدے سے زر کی حرکت کے باعث ہیں اور یہی فائدے مزدُور کے بازوؤں کو حرکت میں لاتے ہیں، اِس نقطہ نظر سے رُوئے زمین پر عالِمِ فطرت ہی سب سے زیادہ اہم وجُود ہے اور زر اور مزدُور اُس کے صِرف دو کارندے ہیں جو ہر لحاظ سے اپنی حیثیت میں اُس سے بدرجہا ادنیٰ تر ہیں۔

لیکن حیرت ہے کہ اِنسان نے اپنے مکر و فریب سے عالِمِ فطرت کو ہمیشہ سے وُہ حیثیت دی ہے کہ وُہ دُنیا کی ہلاکت انگیز اور جہاں آشوب سیاست میں کسی شمار میں نہیں آتا۔ وُہ سرمایہ دار کا ایک ادنیٰ ملازم ہے، اپنی اِنقلاب انگیز اور جہاں آراء ایجادوں کو روز بروز پیدا کرنے کے باوجُود اُس کے سامنے دم بخُود ہے، اپنے معمل کے گوشوں میں عاجزوں اور یتیموں کی طرح بیٹھا ہے اور بہ لا بنے سیاسی سرمایہ دار کو اپنا رازق سمجھ کر اپنے افعال کو اُس کی سیاست کے تابع سمجھتا ہے، ایٹم بم جیسی طاقتور شئے کو اپنے زورِ دماغ سے ایجاد کر کے یتیموں کی طرح اُس کو سیاسی درندوں کے سپُرد کر دیتا ہے، غلامی کے اِس عجز پرور ماحول میں اُس کو شعُور نہیں رہا کہ دُنیا اُس کے بل پر قائم ہے اور اگر وُہ نہ ہو تو دُنیا کا ایک ایک گوشہ ظلمت اور جہالت میں پھنس جائے، احساسِ کمتری نے اُس کا مرتبہ مزدُور کے برابر کر دیا ہے اور سرمایہ دار اُس کو مزدُور سے بہتر سمجھنے سے جھجکتا ہے اور گوارا نہیں کر سکتا کہ اُس کو وُہ مرتبہ دیا جائے جس کا وُہ صاف اور منطقی طور پر حقدار ہے۔

۸۔ اِنسانی مسئلوں کے اِن پیچیدہ حالات میں ہوشمند انسان کے شعُور کا حسبِ ذیل امُور کی طرف منتقل ہونا فطری ہے۔

اوّل:۔ صحیفۂ فِطرت اِس کائنات میں واحد حقیقت ہے، اِس کے سوا جو کچھ انسان نے از خود پیدا کیا ظن ہے، عِلم کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، اِس صحیفۂ فِطرت کا عالِم اپنی ایجادوں کے باعث اِنسانوں میں بہترین ذہن کا مالک ہے، اور اِسی بہترین ذہن کے مالک ہونے کی وجہ سے صحیفۂ کائنات کے پیدا ہونے کے مقصد کو اور اِنسانوں سے بہتر سمجھ سکتا ہے۔ عالِمِ فِطرت ہی اِس نتیجہ پر بہتر ساز و سامان اور دلائل کے ساتھ پہنچ سکتا ہے کہ بنی نوعِ انسان کو اِس زمین پر کِس طریقے سے چلنا چاہیئے تاکہ فِطرت کا مقصد پُورا ہو، الغرض (باوجُود اِس کے کہ عالِمِ فطرت کی حیثیت موجُودہ دُنیا میں غلام سے زیادہ کی نہیں) عالِمِ فِطرت ہی اِنسان کی سیاست کو بہ حیثیت مجمُوعی سمجھنے کا اہل ہے۔ سیاسی لوگ جو اِس وقت دُنیا کو چلا رہے ہیں، فِطرت سے نابلد ہونے کی وجہ سے اِس کو غیر فِطری بنیادوں پر چلا کر اپنے انتہائی محدُود ذاتی اغراض کو پُورا کر رہے ہیں، فِطرت کے مقصد کو پُورا نہیں کرتے۔ ادنیٰ حیوانی جنسیں نشاءِ آفرینش سے اَب تک فِطرت کے مقصد کو اِس لئے پُورا کرتی آئی ہیں کہ اُن میں فہم و ادراک کا اِمتیازی وصف نہ تھا، وُہ جو کچھ اُن کو فِطرت نے سِکھلا دیا، اُس پر بے سوچے سمجھے چلتی گئیں اور فِطری تقاضا کے باعث ہی ارتقاء کرتی گئیں یا مٹتی گئیں لیکن اِنسان فہم و ادراک کا حامل ہونے کے باعث اپنی

مرضی سے بنی نوعِ اِنسان کو جدھر چاہتا ہے لے چلتا ہے، فِطرت کے بُنیادی قاعدوں کا پابند رہنا اور اِنسان کو تقاضائے فِطرت کے مُطابق چلانا اُس کو گوارا ہی نہیں بلکہ اُس کے زُعم میں اُس کی توہین ہے' اِن حالات میں عالِم فِطرت ہی وُہ وجُود ہے جو بنی نوعِ اِنسان کو ایسی راہ پر چلا سکتا ہے جو اِس نوع کی مجمُوعی بہبُودی کا باعث ہو۔ اُدھر عالِم فِطرت ہی وُہ وجُود ہے جس کی قوّتِ فِکر اور وُسعتِ نظر بہ باعث اُس کی حیران کُن ایجادوں کے عام اِنسانوں میں نہ صرف لائقِ احترام ہو سکتی ہے بلکہ اُس کا موجُودہ خُود غرض سیاستدانوں کے مقابلے میں بدرجہا صحیح تر نظریوں کا حامِل ہونا لازمی ہے۔ عالِم فِطرت ہی وُہ وجُود ہے جس کو فی الحقیقت کسی خاص مذہب کا تعصّب نہیں، وُہ عقیدتاً نہ عیسائی ہے' نہ مُوسوی' نہ محمدّی۔ وُہی ہے جس کو تمام اِنسانی مخلُوق بِلالحاظ رنگ ونسل ایک نظر آتی ہے' وُہی ہے جو مزدُوری اور سرمایہ داری کے جھگڑوں کو وسیع نُقطۂ نظر سے ہٹا کر دُنیا میں اُن کا صحیح مقام مقرّر کر سکتا ہے یا اُن میں صحیح توازن پیدا کر سکتا ہے۔ وُہی ہے جس کے نزدیک اِس دُنیا میں نہ کوئی خواجہ ہے نہ آقا۔ وُہی ہے جو اِنسانی ترقّی کے کسی مرحلے پر اِنسان کو یک زُبان ہو کر بحیثیتِ مجمُوعی تنبیہ دے سکتا ہے کہ اِنسان صحیح چل رہا ہے یا غلط چل رہا ہے، اُسی کی ایجادوں اور صنعتوں کا استعمال تمام دُنیا یک زُبان ہو کر روزِ اوّل سے کر رہی ہے' اُسی فِطرت کے متعلّق افکار اور نظریات کو دُنیا ہمیشہ سے صحیح سمجھتی چلی آئی ہے اور فی الحقیقت اُسی کا پیدا کیا ہُوا عِلم وُہ عِلم ہے جس پر تمام دُنیا بے چُوں وچرا متفق ہے اور اِس کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

دوئم :۔ عالِم کی اِس بے اندازہ برتری اور فوقیّت کی وجہ سے ہی عالِم کا مقام ہے کہ وُہ اِنسان پر علمی اور ذہنی حکومت کے علاوہ سیاسی حکومت بھی کرے اور ہر سچّائی کے معاملے میں دُنیا کے تمام عالِموں کے داخلی اتّحاد اور یکجہتی کی وجہ سے بنی نوعِ اِنسان کو بہ حیثیّتِ مجمُوعی اُن راہوں پر چلاتا جائے جو فِطرت کا تقاضا ہے۔

سوئم :۔ عالِم کی حکومت ہی سرمایہ داری کے ناروا زور کو جو "جمہُوری" طرز کے مُلکوں میں غریب کی ووٹوں کو خرید کر زر کی حکومت پیدا کر رہی ہے' فنا کر کے کسی مُعتدل سطح پر لا سکتی ہے کیونکہ عالِم کے عِلم کے بِالمقابل زر کی اہمیّت اِس قدر نہیں جس قدر کہ اَب ہے۔

چہارم :۔ عالِم کی حکومت ہی (چُونکہ وُہ خُود مزدُور ہے اور غریب طبقے سے اُس کا فِطری تعلّق ہے) مزدُور اور غریب طبقے کی اکثریت کو مدِّنظر رکھ کر جمہُوریت کی سچّی رُوح یعنی نہ صرف غریب کی حکومت قائم کر سکتی ہے بلکہ مزدُور اور غریب طبقے کو زر کی حکومت سے آزاد کر کے نسلِ اِنسانی کے بڑے سے بڑے حِصّے کو فِطری طور پر آزاد کر سکتی ہے۔

۹۔ اِن بناؤں پر زمین کے اُلجھے ہُوئے اِنسانی مسئلوں کا فِطری حل جو کسی ہوشمند اِنسان کے دماغ میں آ سکتا ہے حسبِ ذیل ہے۔

اوّل :۔ ہر مُلک میں اِنسانی آبادی کو دو طبقوں یعنی امیر اور غریب میں اِس طرح پر تقسیم کر دیا جائے کہ غریب طبقے کا نمائندہ امیر اور امیر طبقے کا نمائندہ غریب ہو سکے اور چُونکہ غریب ہر مُلک میں بے انتہا زیادہ کثرت سے ہیں غریب کی حکومت بہ لحاظِ تناسبِ آبادی قائم کی جائے۔

دوئم :۔ غریب طبقے میں سے عالمِ فطرت کو ہر مُلک میں نمائندگی دئیے جانے کا انتظام اِس طریقے سے کیا جائے کہ سِوائے عالِم کے کوئی دُوسرا شخص منتخب نہ ہو سکے۔

سوئم :۔ صِرف چند عالِم مُلکوں کے نمائندے ہوں جو اور امُور کے علاوہ تلاشِ صحیفۂ فطرت کی عام ہوا پیدا کریں، باقی بدستُور اپنی ایجاد اور تلاش میں مصرُوف رہیں، ہر مُلک کا سرکردہ شخص انتہائی طور پر وسیع النظر اور مشہُور عالِم ہو جو اپنے مدۃ العمُر تجربہ کے بعد مُلک کو فطرت کی راہ پر چلائے۔

چہارم :۔ تمام مُلکوں کے سرکردہ عالِم حُکمران متحدہ طور پر انسانی جنگوں کو بند کریں، مذہبوں کو جو انسان نے آپس میں جنگ کرنے کے ڈھونگ بناتے ہیں ختم کر کے "فطرت کے مُشترک مذہب" کا اعلان کریں جو سب بنی نوعِ انسان کو قبوُل ہو، نسل اور رنگ کے بیہوُدہ تفرقوں کو مِٹائیں۔ سرمایہ کو اُس کا مناسب مقام دیں۔ مزدُور اور غریب کی سچّی خوُشحالی کے قواعد وضع کریں، اِنسان کے غریب اور مزدُور طبقے کو مجموُعی طور پر زمین کی بہتری کیلئے استعمال کریں، زمین کے وسائل کے متحدہ استعمال اور فطرت کی تسخیر کے متحدہ منصُوبے بنائیں تاکہ اِنسان متحدہ طور پر آگے بڑھنے کے قابِل ہو۔

پنجم :۔ اگر ضرُورت لاحق ہو تو تمام رُوئے زمین پر ایک حکوُمت قائم کی جائے جو تمام نسلِ انسانی کو ایک راہ پر چلائے۔

ششم :۔ وسائلِ زمین کو زیادہ مؤثر طریقوں پر استعمال کرنے کے منصُوبے اور طریقے متحدہ طور پر وضع کِئے جائیں۔

ہفتم :۔ موجُود عِلم چونکہ زیادہ تر صرف بے جان اشیاء کی تحقیق و تلاش ہے اور زِندگی کے راز کو انسان نے اب تک دریافت نہیں کیا اِس لئے عُلمائے فِطرت کا یہ زمینی گروہ اِس عِلم کو ناقص گردان کر اِس سے بہتر عِلم کی راہ دریافت کرے اور صحیفۂ فِطرت کو زیادہ مکمّل طور پر جاننے کے لِئے عِلم کی بُنیادیں وسیع کی جائیں بلکہ فِطرت کی زِندہ اشیاء کی ماہیّت کو سمجھنے کے لئے پیمائش کی نئی فِطرتی اکائیاں وضع کی جائیں جو موجُودہ اکائیوں اور بُنیادوں سے قطعی طور پر مُختلف ہوں۔

ہشتم :۔ عالِمانِ فِطرت پیدائش کائنات کا کوئی متفقہ مقصد قرار دے کر بنی نوعِ انسان کو اِس مقصد کی طرف لگا دیں تاکہ تمام نسلِ اِنسانی کسی نصب العین تک پہنچ سکے اور پھر بالآخر اِس مقصد تک پہنچنے کے لِئے اِنسان میں کوئی اعضائی ارتقاء خُود بخُود پیدا ہو یا عُلماء اپنے اعضاء پر مجاہدے کر کے اِس ارتقاء کو قریب تر لائیں۔

نہم :۔ تمام کائنات کی تسخیر کو انسان کا واحد منتہا سمجھ کر اِنسان کو اِس کے لئے تیار کیا جائے اور موجُودہ عِلم کی توسیع ان خطوُط پر کر کے نسلِ انسانی کی سعی کو اِس کے مطابق کیا جائے۔

دہم :۔ بِالآخر یہ کہ عِلم کی اِس عظیم الشان اور انقلاب انگیز حکوُمت کے سائے میں نسلِ اِنسانی کو منشائے فِطرت کے اِس قدر تابع اور انسانی سعی و عمل کو اِس حد تک وسیع اور نتیجہ خیز کیا جائے کہ صحیفۂ فِطرت کی اُن بے کراں پہنائیوں

میں تلاشِ فاطر السّمٰوات کا مسئلہ اس قدر ہیجان انگیز اور قریب الحل ہوتا جائے کہ ہزاروں اور لاکھوں برس کی زہرہ گداز اور جانکاہ کشمکش کے بعد منشائے فطرت پُورا ہو اور انسان کی خُدا سے مُلاقات پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

کیا ہوشمند انسانوں کا کوئی گروہ کائنات کے اِس لازوال ہنگامے کو جو لاکھوں اور کروڑوں برس سے رُونما ہے، فکر و دانش کے اِن فطری اور نتیجہ خیز خطُوط پر چلا کر انسان کو راہِ راست پر لا سکتا ہے!

کیا لکھُوکھہا سال کی نادانی اور بے ہوشی کے بعد آج ہر مُلک اور خطّے میں ایسے دانشور انسان پیدا ہو سکتے ہیں جو کائنات کی پیدائش کے اِس مقصد کو پا کر دیوانہ وار اِس سعی میں لگ جائیں کہ انسانوں کی مخلُوق کو اِس بھید سے آشنا کر کے اُن میں اِس مقصد کو حاصل کرنے کی عالمِ آراء اور لازوال تڑپ پیدا کر دیں۔

۱۳ ستمبر ۱۹۵۴ء
بوقت ۴½ بجے شام

عنایت اللہ خان المشرقی

یہ اُس مراسلہ کا لُبِّ لباب ہے جو مُصنّف نے کئی ہزار مشہُور عالمانِ فطرت کو بھیجا ہے کہ وُہ اِس پر غور کر کے ساکنانِ زمین کو (مغربی جمہُوریّت اور رُوسی اشتراکیّت سے ہٹا کر) نیا فطری نصب العین دیں اور ہر مُلک میں اپنی حکومت قائم کرنے کے سامان پیدا کر کے انسانی ارتقاء کی راہ کھولدیں۔

جمہُوریّت فریب ہے کمیُونزم سراب!
روٹی کا یہ ہے دھوکہ تو وہ ووٹ کا فریب

نہ مجھے ہے فکرِ شہرت نہ غمِ وسیلہ جُوئی
مَیں سچّائیاں سجا کر سرِ راہ تک رہا ہوں

مری حکمت رہے گی چل کے ہر گوشے میں دُنیا کے
مگر رُک رُک کے سمجھے گا بشر آخر پتہ یہ ہے

(المشرقی)

فہرست مضامین حدیث القرآن

خطوطِ وحدانی میں لکھے ہوئے اعداد آیاتِ قرآنی کو ظاہر کرتے ہیں جو ان مضامین میں آئی ہیں۔ مضامین کے کالموں میں باقی اعداد وہ دفعات ہیں جن کے تحت قرآنِ حکیم کی تعلیم کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ ہر صفحے کے اوپر کا عدد حدیث القرآن کا اور نیچے کا عدد ذۃ الباب کا ہے۔

مضامین	صفحہ
تمہید حدیث القرآن	۲
قرآن حکیم میں علم کا مفہوم	۸
۱۔ مقامِ انسان (۱) تا (۱۱)	۱۰
۲۔ مقامِ فطرت (۱۲) تا (۵۰)	۱۵
۱۔ صحیفۂ فطرت ہی واحد حقیقت ہے (۴۶)	۱۵
۲۔ خدائے عزوجل کا صحیفۂ فطرت پر فخر (۴۷)	۲۱
۳۔ صحیفۂ فطرت میں خدا ہی کے احکام موجود ہیں (۴۸)	۲۲
۴۔ فطرت کی ہر شے تسخیرِ انسان کیلئے ہے (۵۰)	۴۲
۳۔ مقامِ خدا (۶۷) تا (۸۵)	۴۴
۴۔ تمکن فی الارض اور مقامِ بشر (۸۶)	۴۷
۱۔ انسان کا لائحہ عمل اور ارتقاء	۴۷
۲۔ علم حکم اور نبوۃ کے مدارج	۶۶
۳۔ لقاءِ رب کی آخری منزل	۸۹
۴۔ سورۂ سجدہ کا تقابلی مفہوم	۱۰۰
۵۔ معرفتِ خدا کے تین اوزار	۱۰۶
۶۔ مقامِ کتاب (الکتٰب)	۱۰۹
مسئلۂ اتحادِ عالم تا (۱۰۳)	۱۰۹
۷۔ ہلاکتِ اقوام اور سیرِ زمین (۱۰۴) تا	۱۲۶
۸۔ ملاقاتِ خدا انسان کی پیدائش کی آخری غرض ہے تا	۱۳۰
مآلِ انسان کا قطعی ثبوت	۱۳۰
سورۂ جاثیہ کا مربوط ترجمہ	
۹۔ زندہ قوم کا اجتماعی اور ابتدائی دستور العمل تا (۵۵)	۱۴۳
۱۰۔ اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کی مصداق کون اقوام ہیں۔ تا (۲۷۸)	۱۴۸
۱۱۔ صحیفۂ فطرت کی حقیقت اور اہمیت پر آخری نظر۔	۱۹۳
۱۱۔ قرآن کے آخری آسمانی کلام ہونے کا آخری ثبوت۔ تا (۲۰۲)	۱۹۴
مزید آیاتِ قرآن اور ان کا زہرہ گداز علم	۱۹۶
۱۔ صحیفۂ فطرت کا امن	۱۹۸
۲۔ زمین اور آسمان کی پیدائش	۱۹۹
۳۔ زمین اور آسمان کی مخلوق کی ناپائیداری	۲۰۱
۴۔ زمین اور آسمان کا قوام ایک ہے۔	۲۰۲
۵۔ انسان کی پیدائش نفسِ واحدہ سے ہوئی۔	۲۰۳
۶۔ انسان سے بھی بہتر مخلوق کائنات میں موجود ہے۔	۲۰۵
۷۔ تمام پیدائش سلسلہ وار ہوئی اور سلسلہ توالد و تناسل ایک ہے	۲۰۶
۸۔ انسان کی پیدائش کی تکمیل ایک پیدائش سے دوسری پیدائش میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہوئی۔	۲۰۸
۹۔ فطرت کے انعامات اور آیاتِ خدا لامتناہی ہیں۔	۲۰۹
۱۰۔ زمین کی حیوانی امتیں انسانی امتوں کیلئے مستقل سبق ہیں۔	۲۱۰
۱۱۔ خدا کا جاری کردہ قانون اٹل ہے اور اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔	۲۱۲
۱۲۔ قرآن کریم کے اور عالمی تصریحات	۲۱۳
۱۳۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	۲۲۲
قرآن کی مسلسل کہانی	۲۲۷
۱۔ مقدماتِ کائنات	۲۲۸
۱۔ مقامِ انسان ۱ تا ۴ دفعات	۲۲۸
۲۔ مقامِ فطرت ۵ تا ۸	۲۲۸
۳۔ مقامِ خدا ۹ تا ۱۲	۲۲۹
۲۔ حادثہ بعثتِ انبیاء	۲۲۹
۱۔ مقامِ انبیاء ۱۳ تا ۱۸	۲۲۹
۲۔ مقامِ الکتٰب ۱۹ تا ۲۱	۲۳۰
۳۔ مقدماتِ زمین	۲۳۰
۱۔ الکتٰب کے مقدمات ۲۲ تا ۲۴	۲۳۰
۲۔ دین الحق ۲۵ تا ۲۹	۲۳۱
۴۔ ھُدٰی کا داخلی لائحہ عمل ۳۰ تا ۳۱	۲۳۲
۵۔ ھُدٰی کا عالمی لائحہ عمل	۲۳۳
۱۔ عالمی اخوت (نسلی تفریق کا حل) ۳۳ تا ۳۶	۲۳۳
۲۔ مالی تفریق کا حل (فردی مساوات کیلئے زکوٰۃ کا عمل) ۳۷	۲۳۴
۳۔ مالی تفریق کا حل (فردی مساوات کیلئے الصلوٰۃ کا عمل) ۳۸	۲۳۵
۴۔ عقائدی تفریق کا حل ۳۹	۲۴۱
۵۔ عالمی مرکز کا قیام ۔ ۴۰	۲۴۳
۶۔ موجودہ عالمی مشکلات کا حل	
۱۔ علم کا حکم ۴۱	۲۴۴
۲۔ علم کے ذریعے مسئلہ وحدتِ مذہب کا حل ۴۲	۲۴۸
۳۔ علم کا میدانِ عمل تمام کائنات ہے۔ ۴۳	۲۴۹
۴۔ علم کے ذریعے انسانی نجات۔ ۴۴	۲۵۲
۵۔ اقوام کی نبوت اور صحیفۂ فطرت کے ذریعے سے خدا کی تلاش۔ ۴۵	۲۵۴
۶۔ علم کی حکومت سے اقوامِ عالم میں نبوت کا ہیجان۔ ۴۶	۲۵۵
۷۔ علم کی حکومت سے انسانی ارتقاء۔ ۴۷	۲۵۷
۸۔ طریق پیدائشِ انسان میں انقلابِ ارتقاء۔ ۴۸	۲۶۰
۹۔ انسان کے اعضائی ارتقاء کے متعلق تین واقعاتِ قرآنی۔ ۴۹	۲۶۲
۱۰۔ طریق پیدائشِ انسان میں اعضائی انقلاب کا قرآنی واقعہ۔ ۵۰	۲۶۶
۱۱۔ مسئلہ ملاقاتِ رب اور انجامِ کائنات ۔ ۵۱	۲۷۰
۱۲۔ انجامِ کائنات کی طرف اقدام اور انسان کا آئندہ عمل۔ ۵۲	۲۷۱
قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندئ نگاہ کیا ہو؟	۲۷۲
صلائے عام بساکنانِ زمین ہوشمندانِ زمین کو مراسلہ	۲۷۶
فہرست مضامین حدیث القرآن	۲۸۵
ذۃ الباب	

علامہ المشرقی کی ۲۳ جنوری ۱۹۶۳ کی غیر مطبوعہ تحریر جو طباعت کے وقت تذکرہ کی دوسری جلد میں شامل نہ ہو سکی

دین اسلام پر کچھ لکھنے کا خیال ۱۹۱۳ء کے شروع میں انگلستان سے واپسی اور ۱۹۱۹ء کے آخیر میں حکومت ہند سے واپسی کے بعد پہلی دفعہ ۱۹۲۰ء میں ہوا اور ابتداً" یہ تجویز تھی کہ ایک مختصر سا رسالہ مسلمانوں کے زوال کے متعلق لکھا جائے جو ہمارے ملک میں کئی لکھنے والے علی الحساب لکھ دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنے لیے اس نابکار امت کے ذہن میں ایک مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ اس نیت سے قلم کو پہلی دفعہ ہاتھ میں لیا اور ارادہ کیا کہ کچھ زور قلم دکھا کر اپنی تحریر کو اخباری دنیا میں بھیج کر دیکھا جائے یا رسالہ خوانوں کو متوجہ کیا جائے۔ انگلستان کے دوران تعلیم میں مشرقی زبانوں میں اعلیٰ امتیاز حاصل کرنے کے باوجود مجھے قرآن یا اسلام یا مسلمانوں کے معمولات سے کوئی خاص شغف نہ تھا بلکہ سائنس اور ریاضی کے مختلف شعبوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مذہب کے مضمون پر کچھ لکھنا بھی باعث فخر نہ سمجھتا تھا اور غالب خیال یہ تھا کہ اگر زندگی میں کوئی کام کرنا ہی پڑا تو وہ ریاضیات یا علم فطرت کی کسی شق کے متعلق ہوگا جس کی تعین بھی اس وقت تک نہ کی تھی۔ اعرض ۱۹۲۰ء کی یہ کوشش محض اتفاق کے طور پر تھی اور اس زمانے کے ایک مذہبی مولوی کی بے معنی لسانی کا مطالعہ کر کے غصے میں پیدا ہوئی جس کا اظہار وہ ایک شعر زدہ امت کو مسحور کرنے کے لئے وقتاً" فوقتاً" کیا کرتا تھا۔

عالم خیال کے اس ماحول میں چنانچہ اس موضوع کو جو تذکرہ کے مقدمے کے ابتدائی صفحات میں ہے شروع کیا گیا لیکن چونکہ میرے ذہن کی بناوٹ سراسر علمی تھی میرے قلم نے بے معنی لسانی کو دیر تک گوارا نہ کیا اور جلد ہی میرا موضوع علم اور منطق، دلیل اور یقین کی طرف پھر آ گیا۔ مضمون کی روانی میں پہلی تین آیتیں جو میرے سامنے آئیں فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (۳۰:۳۰) کی آیت تھی جو صحیفہ فطرت کو اچھالتی تھی اور دین السلام کے دین فطرت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی، دوسری لن تجد لسنته اللہ تبدیلا۔ (۳۳:۲۳) تھی جو قانون تخیل کے اٹل ہونے کا اعلان تھا اور تیسری وعد اللہ الذین آمنو منکم وعملو الصلحت یستخلفنھم فی الارض۔ (۲۴:۵۵) کی آیت یعنی آیہ استخلاف تھی جو بادشاہت زمین کا تخیل خدائی وعدہ کی صورت میں پیدا کرتی تھی۔ ان تینوں آیتوں کو میں نے تمام قرآن میں اس وقت قابل توجہ سمجھ کو اپنے زعم میں دھکے سے ان کو علمی رنگ دیا تا کہ مذہب کے متعلق جو کئی قرنوں سے بے دلیل اور عقیدہ کا مجسمہ بن چکا تھا۔ منطقی طور پر سوچنے کی راہ پیدا کر سکوں۔ اس نہج پر چلتے ہوئے میں نے پھر سے استخلاف کے معنی "بقا" اور عبادت، شرک اور کفر اور فسق کے ملائی معنوں کو یکسر بدل کر عملوا الصلحت کے لچر معنوں کو جو ملانے زوال کے زمانے میں وضع کر کے تسبیح خواں مسلمانوں کیلئے ساکن ہو جانے کی صورت پیدا کردی تھی صالحیت اور اصلحیت کے قالب میں ڈھال کر موجودہ سائنس کا سب سے بڑا مسئلہ یعنی بقائے اصلح کا تخیل بے دھڑک رواں کیا اور قرآن کی بظاہر بے معنی اصطلاحوں یعنی عبادت، کفر، شرک اور فسق کو قانون فطرت کا ایک لایزال لازمہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

یہاں تک تو میری دلیل کا زور تھا جو مجھے بہا لے گیا لیکن بہت جلد معلوم ہو گیا کہ قرآن حکیم ایک بے مثال طور پر عمیق، بلیغ اور

مدلل کتاب ہے جس کی گہرائی آج کے انتہائی طور پر ترقی یافتہ علم اور سائنس کے بغیر واضح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کچھ تھوڑی مدت میں قرآن کے اندر ہی پے در پے کئی حیران کن نکتے نمایاں ہوتے گئے اور عیاں ہو گیا کہ میرا مذہبی مصطلحات کے معنی کو بدل دینا میرے اپنے دھکے سے نہ تھا بلکہ ان کے موجودہ ملائی معنی کو قائم رکھنا یکتمون آیات اللہ کے قرآنی احکام کے مطابق اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے مترادف تھا۔

الغرض اس مختصر مضمون کے لکھنے کا ارادہ جو شروع شروع میں تھا قطعی طور پر بدل گیا اور میرے سامنے قرآن کا عظیم الشان پہاڑ تھا جس کے تصور سے دماغ کانپ اٹھتا تھا اور قرآن کی انتہائی طور پر مغلق اور ناقابل فہم عبارتوں کو دیکھ کر دل لرز جاتا تھا کہ اس مشکل ترین مرحلے سے کیونکر گزر سکوں گا۔ بالآخر میری نظر فاقر وا ما تیسر من القر آن۔ (۷۳:۲۰) کے الفاظ پر پڑی یعنی قرآن میں سے جو آسان حصے ہیں ان کا مطالعہ کیا کرو۔ اس سے اشارہ یہ لیا کہ قرآن کے بعض حصے انتہائی طور پر دقیق ہیں ان کا فوری طور پر سمجھ میں آجانا ازبس مشکل ہے۔ قرآن کے آخری حصے کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اس قطع کی معلوم ہوتی تھیں اور دماغ ان کے مطالب سمجھنے سے گریز کرتا تھا اس لئے میرا واسطہ سروست آسان حصوں کی طرف ہی رہا اور انہی کو پیش نظر رکھ کر دین اسلام کے موضوع کو مدلل اور مکمل کیا گیا۔ جوں جوں میرا مضمون لمبا ہوتا گیا اس میں روانی، منطق، تسلسل اور اطمینان قلب طرز استدلال سے پیدا ہوتے گئے حتیٰ کہ اس مرحلے پر پہنچ گیا کہ دین اسلام کی علمی تشریح کو مکمل کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے جو ایک نہیں کئی جلدوں میں ہو اور آج کل کے نابکار مسلمان کیلئے ذہنی عیاشی کا مستقل سامان پیدا کر سکے۔

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تذکرہ کی تصنیف کو ۱۹۲۰ء میں صرف ۳۲ برس کی عمر میں شروع کیا تھا جو عام طور پر چالیس برس تک پختگی رائے کی عمر نہیں کہی جا سکتی۔ چنانچہ اس تصنیف کی قریباً چھ جلدیں ڈھائی برس کی دن رات کی لگا تار محنت سے اس عمر میں لکھی گئیں۔ آج چالیس برس پر بھی پینتیس برس مزید گزرنے کے بعد ۷۵ برس کی عمر میں جب کہ قرآن کے مشکل ترین حصوں پر بھی کچھ نہ کچھ عبور پیدا ہو گیا ہے۔ جب اس ۳۲ برس کی عمر میں لکھی ہوئی تصنیف یا تذکرہ کی پہلی شائع شدہ جلد کو دیکھتا ہوں تو حیرت زدہ ہو جاتا ہوں کہ اس چھوٹی عمر میں بھی میرے ذہن میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی تھی کہ اگر آج تذکرہ کی ایک سطر کو بھی بدلنے کے قابل نہیں سمجھتا۔ یہ اور بات ہے کہ اگر آج تذکرہ لکھتا تو قرآن کو پیش کرنے کا رنگ مختلف ہوتا مگر جس رنگ میں یہ تصنیف ۳۲ برس کی عمر لکھی گئی تھی اس میں دین اسلام کے اظہار یا قرآن کے مطالب کی تشریح کے متعلق کوئی ناپختگی ایسی نہیں ہے جس کی ترمیم کر کے یہ بقیہ جلدیں شائع کی جائیں۔

اس وقت کہ یہ جلدیں لکھی گئیں، وحی کی ترتیب نزول کا مسئلہ بھی سامنے نہ تھا، بلکہ موجودہ ترتیب کو مسلم قرار دیکر اور قرآن کو ایک مرتب اور تکمیل شدہ کتاب سمجھ کر اس کی آیات کو جگہ جگہ سے لے کر بے دھڑک اپنے موقع میں چسپاں کر دیتا تھا، لیکن قرآن کی ذیل کی آیت

افلا یتدبرون القر آن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا (۴:۸۲)

کیا لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے (اور تدبر کے بعد اس کی سب آیتوں کو ایک ہی مقصد اور ایک ہی نصب العین کی تائید میں جاتا ہوا نہیں پاتے کیونکہ، اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کمتر شخصیت کی طرف سے اترا ہوا ہوتا تو وہ اس میں ضرور بے حد اختلاف پاتے۔

کے بموجب قرآن کی آیتوں میں حیرت انگیز توازن اور تطابق ہے اور جس ترتیب سے آیات علی الحساب آگے پیچھے کرنے کے بعد بھی اگر ان کو پیش کیا جائے تو قرآن میں اختلاف پیدا نہیں ہوتا یہ وجہ تھی کہ قرآن پر چھ جلدوں کا طومار لکھنے کے باوجود اس کی ماہیت میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا اور وہ تصنیف اب خود ایک مرتب اور مکمل تصنیف معلوم دیتی ہے۔

تذکرہ کی پہلی جلد ۱۹۲۴ میں شائع ہوئی تھی اور ۴۰ برس بعد اب دوسری جلد متذکرہ بالا ضوری تصریح کے بعد ۱۹۶۴ میں شائع کی جارہی ہے۔ پہلی جلد کی اشاعت کے دوران طباعت اور کتابت کی مشکلات کو دیکھ کر مجبوراً" دیباچہ کتاب ۱۳۶ صفحوں میں اور افتتاحیہ کتاب عربی زبان میں ۱۴۴ صفحوں میں لکھنا پڑا تاکہ دین اسلام کا مکمل لائحہ عمل مسلمانوں پر چند لفظوں میں واضح ہو جائے اور پوری دس جلدوں کی طباعت کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ اس اہتمام کے باوجود پہلی جلد اس چالیس برس میں صرف واہ واہ ہی پیدا کر سکی اور قوم کو ایک نظم و نسق میں منسلک کر کے غلبہ اسلام پیدا کرنے کا نصب العین کچھ حاصل نہ ہوا۔ البتہ اس قدر ہوا کہ ۲۳ برس تک تذکرہ کی پہلی جلد کا پیغام نہ سننے کی سزا قوم کو ۱۹۴۷ء میں ملی جس میں ہندوستان کے ایک کروڑ مسلمان ہلاک ہوئے یا بے خانماں کردیئے گئے' دس کروڑ مسلمانوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے ان کی مجموعی طاقت کو اور کمزور کردیا گیا' ہندستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں کو کالعدم اور بے آواز کردیا گیا' اور پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو بدکردار اور بے رحم حاکموں کے سپرد کر کے ان کو بے بس کردیا گیا وغیرہ وغیرہ

اب یہ دوسری جلد میری طرف سے اتمام حجت کے طور پر اگلا قدم ہے تاکہ قوم شاید اس آواز کو صحیح معنوں میں سن کر آمادہ عمل ہو جائے اور مال و جان دیکر پاکستان کو فی الحقیقت مضبوط ترین سلطنت بنا کر رہے۔ اگر یہ نئی آواز بھی صدا بہ صحرا ثابت ہوئی اور کوئی حرکت کسی طرف سے پیدا نہ ہوئی تو خدائے قاہر کا قہر تو بے نیازانہ طور پر ہر وقت ہمیشہ سے ہے کہ اس نے ہزاروں نافرمان امتوں کو ہلاک کر مارا اور اس کے ٹل جانے کی ایک ہی صورت ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ وہ قوم اپنے اعمال کو درست کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تیاری کی صورت ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ دو چار دس بیس خدا کے بندے اپنی ہمت سے اٹھتے ہیں' قوم چونکہ عام دکھ میں ہوتی ہے اس کو سمجھ آجاتی ہے اپنے دکھ کو ہمت میں بدل کر حالات پر غلبہ حاصل کیا جائے اور خون کی تھوڑی سی ہولی کھیل کر بڑی مدت کے لئے اس دنیا میں آسودگی اور دوام حاصل کیا جائے۔ جس قوم کو یہ سوجھ آگئی وہ بڑی خوش قسمت ہے۔ اللہ بس وماباقی ہوس

۲۳ جنوری ۱۹۶۳ بوقت ۱۲:۳۰ بجے دن

عنایت اللہ خاں المشرقی